بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ کہ یہ فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

جزو
۱۰ ورق

اطلاع - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمتیں بھی ازان ہر اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے پشت صفحہ جو سادہ ہے ہم نہیں کتب مذہب اہل سنت و جماعت کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

فقہ اردو

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -
مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -
حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان -
ترجمۂ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی -
کشف الحاجات - ترجمہ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین -
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ - (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باریتعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - از افاضات مولوی عبد السلام -
شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -
تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -
جبیرۃ الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -
جواب السائلین - بطور استفتا -
کنز الدقائق - اُردو ترجمہ از مولوی محمد سبحان
چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -
رسالۂ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل -
شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف
حج الحج - مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -
تحقیق الانساب - از فقہ شرعی مولانا عبد الرزاق
تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -
تبیان - در حکم تماکو و حقہ از ملا معین الدین -
ہدایۃ منظوم - مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -
مسالک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی الٰہ یار خان -
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی ظہیر الدین -
قدوری - مترجمہ مولانا ابو القاسم مدید البلیغ
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فوائد

مالابدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیتنامہ
شرح مختصر وقایہ کوہ میری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -
رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -
رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -
فتح القدیر - پیشانی پر ہدایہ اور تحت میں حاشیہ فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین افندی کامل چار مجلد ضخیم -
عینی - یعنی بنایہ شرح ہدایہ از قاضی القضاۃ بدر الدین عینتابی معروف بعینی نہایت معتمد کامل شرح - چہ مجلدات ضخیم -
ہدایہ - حاشیہ پر نہایت عمدہ زوائد و فوائد تحشی مولوی محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل جلدین اولین عبادات و آخرین معاملات

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع دوم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علمائے عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمۂ اردو

در المختار

جلد دوم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بتکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رایٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؁

کتاب النکاح

لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان یہ کتاب ہے مسائل نکاح مین نہین کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانون کے واسطے جو شروع رہی ہو زمان آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت مین دائمی ہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہین انمین نسخ کو گنجایش نہین نکاح کو بعد حج کے اسواسطے بیان کیا کہ وہ نوبین مال کی حاجت ہے ہو عند الفقہاء عقد یفید ملک المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکورتہ والوثنیۃ والمحارم والجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیہ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنے ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنے حلال ہو نفع لینا مرد کا اُس عورت سے کہ نہین روکتا اُسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثیٰ مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہین نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہوا اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتین نکل گئین اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصری نے نکاح جنیہ کا گواہون سے کذا فی القنیہ قصدا اخرج ما یفید الحل ضمنا کشراء امتہ للتسری یعنے بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے اُسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کیواسطے یعنے وطی کے لیے تو یہان اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرع مین نکاح نام نہین وعند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے بمعنے جماع مین اور مجاز ہے عقد مین تو جہان آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث مین خالی قرائن سے تو وہان جماع مراد ہوگا یعنے اسواسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف مین ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنے نہ جماع کرو تم جنکو تمہارے باپون نے جماع کیا ہے

عام ہر حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجاً غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلثہ شوہر اول کو حلال نہین
تا وقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہو اول شوہر کا اس آیت مین نکاح سے جماع مراد نہین بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنے اسناد
نکاح کی عورت کیطرف یہ قرینہ ہر کہ یہان معنی حقیقی مراد نہین اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہین کیونکہ عورت مفعول ہر نہ فاعل اور ممکن اس سے
عقد ہر نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نکرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہر کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح
کافی معلوم ہوتا ہر اسواسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہر نہ اس آیت سے ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ
وہذا ان ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہر نکاح واجب وقت غلبہ شہوت کے پس اگر یقین ہو جاوے زنا کا بدون نکاح کے تو
نکاح فرض ہر کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اسوقت ہر کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہین تو اسکے
ترک سے گناہ نہین کذا فی البدائع ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا او ولدا حال الاعتدال ای القدرۃ
علی وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہر نکاح سنت مؤکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار
ہوگا اسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہر حالت اعتدال مین یعنے جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر
اور اگر قادر نہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہین سو اسکا نکاح بھی سنت مؤکدہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی
نہر الفائق مین نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اُسپر جو نکاح سے
اعراض کرے صحیحین مین وارد ہر حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح کرتا ہون عورتون سے جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہین
لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہین ہوسکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہر اسواسطے کہ انکار اس حدیث مین تارک نکاح پر نہین بلکہ
بے رغبتی پر ہر اور واجب وہ ہر جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہا لخوف الجور وان تیقنہ حرم اور نکاح مکروہ ہر بسبب خوف
ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اسوقت نکاح حرام ہر محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا یعنے نکاح
مباح کو نکاح مباح اسوقت ہوتا ہر جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبی وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہر نکاح کو ظاہر
کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
مشہور کرو نکاح کو مسجدون مین اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان شان نکاح ہر اور اخفا خاصہ زنا ہر وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول
والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہر ہونا نکاح کا مسجد مین اسواسطے کہ حدیث مین حکم ہر اور نکاح از قسم عبادت ہر مستحب ہر جمعہ کے دن بواسطہ عاقد
ہوشیار اور متقی گواہون کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو اسواسطے کہ گواہونکی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہر اور مستحب ہر
قرض لینا نکاح کیواسطے یعنے تونگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالی اُسکے ادا کا ضامن ہر کذا فی البحر اور مستحب ہر نظر کر لینا عورت کیطرف نکاح سے پہلے تاکہ
الفت ہو اور اگر نہ دیکھیگا تو شاید افسوس کرے سوائے چہرہ اور دونون ہتھیلیون کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اسوقت درست ہر جب ظن غالب ہو امید نکاح
کر دینے کی ہو تو خادم وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہین کیونکہ ظاہر مین نکاح منظور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا دونہ سنا وحسبا وعزا
ومالا اور مستحب ہر ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر مین اور حسب مین اور عزت مین اور مال مین حسب فضائل آبائی کا نام ہر کذا فی القاموس جیسے
علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اسکی نظر مین ذلیل ہوگا وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا
اور مستحب ہر ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق مین اور ادب مین اور پرہیزگاری مین اور حسن مین ہم بحر الرائق مین کہا کہ مرد نکاح کرے

اُس عورت سے جو نسب و حسب و دینداری میں مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد میں اکثر منتقل ہوتے ہیں اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نکرے
اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لنبی دُبلی اور ٹھنگنی بدشکل سے اور نہ بدخلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے
باوجود قدرت حُرّہ کے اور نہ حُرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیکبخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے
اور فاسق سے نکاح نکرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح میں نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف المختار
لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پہونچانا اُسکے خاوند کے پاس روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں جب کوئی مفسدہ دینی نہو
جیسے اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور خوشطبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا بُرائی مارنا ہم فقط زفاف لائق اختلاف کے نہیں کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی
مکروہ تو مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجتماع ہے اسواسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد زفاف
باعلان دف بجانا کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان میں رواج ہے کہ شب زفاف میں دولہن کو دولہا کے پاس پردے میں پہونچا کر عورتین
جھانکا کرتی ہیں سو بلاشبہہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد ملتبسًا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت
نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنے گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے
قبول سے درانحالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے اسواسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ
حال کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اسواسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ
ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہے نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت اور
دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کہے خواہ
عورت زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما لہ ای للمضی والاخری
للاستقبال او للحال فالاول الامر کزوجنی او زوجینی نفسک او کونی امرأتی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح اُن دو لفظوں سے کہ اُن میں ایک تو موضوع ہو ماضی
کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنے استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے
کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے یا یوں کہے کہ تو میری جورو ہو جا فانہ لیس بایجاب بل توکیل ضمنی فاذا قال فی المجلس
زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہیں بلکہ ضمنًا دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کیواسطے یعنے جب
زوجنی کہا تو وہ حکم امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو کر میرا نکاح کر دے پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس میں کہ میں نے
نکاح کر دیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت تو یہ قبول قائم ہو گیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہو گیا وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر
رضا ورحمت
اور بعضوں نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق میں
والثانی المضارع المبدو بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک اذا لم ینو الاستقبال اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر بہمزہ ہو جیسے اتزوجک یا
مصدر بنون جیسے نتزوجک یا مصدر بتا ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب متکلم استقبال کے معنی کا
ارادہ نکرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدہ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان
المساومۃ فی النکاح اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہوں یا یوں کہے کہ میں
آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اسواسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح میں جاری اور مروج نہیں بخلاف بیع کے کہ وہاں فقط انا مشتری
یعنی خریدار ہوں ۱۲

یا جملہ کہ منظور کیا ہے اور بعد اسکے بائع کے یون کہنے سے کہ لیکن مین نے قبول کیا منعقد نہین ہوتی جبتک اسکے بعد مشتری نہ کرے اسواسطے کہ بیع مین مول کیا یا اور مہر ادا
مرح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور عطینیہا ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہی نکاح اس طرح بھی جب کہ مرد نے عورت کے باپ سے کہا تو نے
وہ عورت مجھکو دی اور اسکا باپ کہے اعطیت یعنے دی بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال مانع ہوگی استفہامی معنی کو یا تساومت کو اور
اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہو تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت مین نکاح منعقد نہوگا ولو قال لہا یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المختار
اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ ای میری جورو سو اسنے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ یا عرسی قائم مقام
انا متزوجک کے ہوا اور لبیک بمعنی اجیبک اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اسواسطے نکاح منعقد ہوگیا کذا فی
حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر حسب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون
لفظ قبلت کے ولا بتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے تعاطی یہ کہ مثلاً باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اسنے مہر اسکو حوالہ کیا شاہدون کے
روبرو بدون لفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب اور نہین منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے
لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہی بشرطیکہ شاہدون کو مضمون خط سے آگاہ کردیا ہو خواہ خط پڑھکر خواہ زبانی ما لم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح
غائب کی تحریر میں اعلام شاہدون کا اسوقت ضرور ہی جب خط مین صیغہ امر کا نہو یعنے لکھا ہو کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اور اگر امر کا صیغہ اسطرح ہو
کہ زوجنی نفسک یعنے میرا نکاح اپنی ذات سے کردے تو اس صورت توکیل مین عورت دونون طرف کی متولی اور متصرف ہوگی کذا فی فتح القدیر
تو اس صورت مین عورت کا یون کہنا کہ زوجت نفسی منہ یعنے مین نے اپنا نکاح اسکے ساتھ کردیا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہوگا اسوقت مین خط کا
مضمون شاہدون کو سنانا ضرور نہین فقط لفظ قبول سنانا کافی ہی ولا بالاقرار علی المختار خلاصہ کقولہ ہی امرأتی لان الاقرار اظہار لما ہو ثابت ولیس
بانشاء اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہی اسواسطے اقرار سے نکاح نہوگا
اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہی اقرار انشا نہین حالانکہ نکاح مین انشا چاہیے وقیل ان کان بمحضر من الشہود صح کما یصح بلفظ الجعل اور بعضون نے
کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدون کے حضور مین ہوا تو نکاح صحیح ہوگا یعنے اس صورت مین اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح
ہوتا ہی جعل کے لفظ سے ہم شیخ الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدون کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہون کے
ہوا تھا تو اسمین اختلاف ہی اصح یہ ہی کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہوے
نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہوگا مگر اسوقت نکاح منعقد ہوگا جب شاہدون نے یون کہا کہ جعلتما ہذا نکاحا یعنے تمنے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر
دونون نے قبول کیا تو یہان بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرہ اور اقرار انشا کر ڈالا گیا اور یہی اصح ہی
کذا فی الذخیرۃ یعنے اقرار جملہ خبریہ ہی اور نکاح جملہ انشائیہ ہی منعقد ہوتا ہی اسواسطے اسکو انشا قرار دیا ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح احتیاطا
خانیہ بل لا بد ان تضیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرہ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق اور نہین منعقد
ہوتا نکاح اس کلام سے کہ کوئی کہے کہ مین نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا مذہب اصح مین بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ
حلت اور حرمت ایک ذات مین جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہی صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام
بدن کیطرف یا اس عضو کیطرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہی جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہی فقہانے
طلاق مین بر خلاف اسکے یعنے یون کہا ہی کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو یہ اصح طلاق نہین واقع ہوتی

تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کر کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی واذا قبل الایجاب بتسمیۃ المہر کان من تمامہ
ای الایجاب فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ و لو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے
سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو
مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو
نکاح صحیح نہوگا ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ اور شرائط ایجاب و قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونوں
حاضر ہوں اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہوگا کیونکہ مجلس ایک نہیں اور اگر کوئی غائب تھا
اور اس نے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب و قبول میں اتحاد مجلس ایسا شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے مخیرہ سے وہ
عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنے اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ تنہا مجلس کا حکم تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار
گیا وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المہر اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ
میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر
تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم متغائر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہذا اتفاقاً صحیح نہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی نعم یصح الحط بان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھسے نکاح کیا عورت نے کہا کہ میں نے
پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اسمیں سے پانچ سو کم کر دو اسلئے اس صورت میں مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہیں
اسواسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کما زاد قبلتہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے جسکو عورت نے اسی مجلس میں قبول کر لیا مثلاً عورت نے
کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہو و
ان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کما سیجیء اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کیطرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ
نکاح کیا کل کے دن یا کہا میں قبول کرونگا کل اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا
چنانچہ اسکا ذکر آویگا ولا المنکوحۃ مجہولۃ اور شرائط ایجاب و قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اسنے ایک بیٹی کا نکاح
بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت کے ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الجد والہزل اذ لم یحتج الی نیۃ بہ یفتی اور
نہیں شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد میں جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے اسواسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں
اسی پر فتوی ہے ہم اسمیں فقہا کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضوں نے کہا
قضاءً ضرور نہیں دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا سب
صحیح ہیں علم ہو یا نہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمیں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اسمیں
علم ضرور نہیں اسواسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اسمیں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے
یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قصد متعلق نہیں اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وانما یصح بلفظ تزویج و نکاح لانہما صریح وما عداہما کنایۃ وہو کل لفظ وضع لتملیک العین کاملۃ فلا یصح
بالشرکۃ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے اسواسطے کہ دونوں لفظ صریح اسکے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہیں

سو کنایہ ہے یعنے غیر صریح ہے اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہے جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ
اسواسطے کہ شرکت مین پوری تملیک نہین **فی الحال** خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنے تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اُس سے نکل گئی وصیت جسمین
بالفعل کی قید نہین جیسے کسی نے کہا کہ مین نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درہم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول
کیا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ تملیک فی الحال نہوئی اور وصیت بالفعل مین نکاح صحیح ہوگا کہبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ تملیک بالفعل جیسے ہبہ و تملیک
اور صدقہ اور عطا مثلاً اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھکو مالک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح
صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہے بلفظ بیع سلم اور استیجار کے سوا اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہے جیسے یون کہے کہ مین نے اپنا گھر ایک
برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یون کہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درہم کے بدلے تو صحیح یہ ہے کہ نکاح نہوگا کہ اسمین تملیک دائمی
نہین بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وقرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود اور نکاح صحیح ہوتا ہے
بلفظ قرض اور صلح اور صرف کے اور ہر لفظ کہ گردنون کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو
یعنے بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہون ہبہ وغیرہ مین نیت کی حاجت اسواسطے
ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہین نکاح کے صریحاً نکاح کے واسطے موضوع نہین جو محتاج نیت کے نہون **لا یصح بلفظ اجارۃ** براء او بزاء نہ صحیح ہوگا نکاح
اجارہ کے لفظ سے اجارہ برا مہملہ ہو یا بزاء معجمہ ہو لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہوا اسواسطے کہ اسمین تملیک دائمی نہین بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہے
اور نکاح مین دوام مشروط ہے بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے اسواسطے نکاح نہین منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک
عین کیواسطے موضوع نہین **واعارۃ ووصیۃ ورہن** وودیعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل اور نہین صحیح
نکاح بلفظ اعارہ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند اُن الفاظ کے جو ملک کے مفید نہین لیکن ایسے الفاظ سے شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے تو
حد نہ ماری جاویگی اُسکو جسنے ان الفاظ سے نکاح کیا اسواسطے کہ حد شبہہ پڑنے سے ٹل جاتی ہے اور اس صورت مین عورت کو مہر ملیگا جو کمتر ہو مہر مسمی سے
جبکہ دونون راضی ہو گئے اور مہر مثل سے یعنے اگر مہر مسمی کم ہے مہر مثل سے تو مسمی ملیگا اور اگر مہر مثل کم ہے مسمی سے تو مہر مثل ملیگا وکذا تثبت بکل لفظ
لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہین ہوتا سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ظاہر اُسمین شہود
مکرر ہو گیا **او بالفاظ مصحفۃ کتجوزت** لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف وتصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ ملا تلویح
اور نہین منعقد ہوتا نکاح اُن الفاظ سے جنمین تصحیف واقع ہوئی جیسے تجوزت بجاے تزوجت کے تصحیف لغت مین خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہین اور یہان
مطلق خطا مراد ہے تصحیف ہو یا تحریف لفظون کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج بمعنی جفت کو روح بمعنی جان کہنا اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہین جیسے
سلیم بر وزن کریم کو سلیم بر وزن حسین بولنا تصحیف اور تحریف سے اسواسطے نکاح منعقد نہین ہوتا کہ اُسکا صدور قصد صحیح سے نہین بلکہ تبدیل اور
تغییر ہے نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اسواسطے کہ تحریف اور تصحیف مین اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہین ہوتا اور حالانکہ مجاز مین معنی حقیقی سے علاقہ ہونا
لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہین تو اُنکا کچھ اعتبار نہین کذا فی التلویح نعم لو اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلطۃ وصدرت عن قصد کان ذلک
وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود ہان اگر اتفاق کرلیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور اُنکا بالقصد ہو تو یہ ہوگا یہ اجماعی
تکلم وضع جدید تو اسوقت مین غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر فتوی دیا شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے واما الطلاق فیقع بہا قضاء
کما فی اوائل الاشباہ اور طلاق تو صحیح ہو گی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو نہ بنابر دیانت کے چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے

اور اکل ہین اسکی تصریح ہو جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے واسطے احتیاط احتراماً للفروج اور نہ منعقد ہوگا نکاح
تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنے حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہین کہ ایجاب اور قبول لفظی اسمین شروط ہو تعاطی کے معنی سابق
ہو چکے و شرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لیتحقق رضاہما اور صحت نکاح مین شرط ہے سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے
ثبوت رضامندی طرفین کے و شرط حضور شاہدین اور شرط ہے صحت نکاح مین موجود ہونا دو شاہدون کا اسواسطے کہ جامع ترمذی مین حدیث ہے کہ زانی
عورتین وہ ہین کہ اپنے نکاح بدون شاہدون کے کر لیتی ہین اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود یعنے نکاح صحیح نہین ہے بدون شاہدون کے
اور جب دو شاہدون کے روبرو نکاح ہوا تو اونکی رو سے اعلان کا ثابت ہے نکاح سر اور نکاح مخفی اسکو نہ کہینگے اسواسطے کہ دو شاہدون سے
زیادہ اعلان شرط نہین اور اگر شاہدون سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہین ہوتا اگرچہ ترک مستحب ہے اگر شہرت کامل نہو گی اور ضرور ہے
امتیاز منکوحہ کی شاہدون کے نزدیک تاکہ جہالت نہ رہے سو اگر منکوحہ مجلس عقد مین حاضر ہو تو اشارہ اسکی طرف کفایت کرتا ہے اور چہرہ کھول کر
دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہے پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آتا ہے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہان وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اسکے
ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہین کہ جہالت مرتفع نہو گی اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسیکو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہان بھی ضرور ہے
اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہون اور اسکو پہچانتے ہون تو فقط اسکا نام لینا
کفایت کرتا ہے اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہون تو اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی محشی نے کہ یہ
جو بعضے لوگون مین معمول ہے کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہین اور حالانکہ وہان عورتون کی کثرت ہوتی ہے
جائز نہین ہے اسواسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہین ہوتی تو ایسے مقام مین کوئی خلاص اور صورت جواز کی نہین سوا اسکے کہ اسکو نکاح فضولی قرار دیجیے
کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ الدر فی مختصرہا او حرّین او حرّ و حرّتین گواہ دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ہون تو [illegible]
اور فقط عورتون کی گواہی سے نکاح نہوگا مکلفین دونون عاقل اور بالغ ہون تو لڑکون اور دیوانون کی گواہی سے نکاح نہوگا سامعین معاً قولہما
علی الاصح دونون ساتھ ہی سامع ہون عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری
مجلس مین دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہین فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر
دونون گواہ سمجھتے ہون کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر تو اگر ہندی گواہون کے روبرو عربی یا فارسی مین ایجاب
اور قبول ہوا اور انکو نکاح ہونے کا فہم ہو تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر نہ سمجھے گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین لنکاح مسلمۃ ولو
فاسقین دونون گواہون کا مسلمان ہونا شرط ہے عورت مسلمان کے نکاح مین اگرچہ فاسق ہون اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست
نہین او محدودین فی قذف او اعمیین یا دونون گواہون پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونون اندھے ہون تو بھی گواہی درست ہے
او ابنی الزوجین یا گواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہون جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انہین
زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہون سو یہ دوسری صورت اسوقت واقع ہوگی جب زوجین مین کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہوا اور پھر دونون
نکاح ثانی کا ارادہ کرین او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بشہادتہما بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے
گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر پیشوائے الادعی ہوگا یعنے فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون
تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہو جائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہو گی

نواسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اُسکا دعوے ثابت نہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹون کی گواہی سے اُسکا
دعویٰ ثابت ہوجائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعویٰ ثابت نہوگا اور عورت کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا
اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینها (وان لم یثبت النکاح
بہما عند انکارہ) جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنے اگرچہ
عورت نصرانیہ ہو اور گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیون کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنے اگر مسلمان ذمیہ کے
نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعویٰ اُسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست
نہین (والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ) اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہ ہے کہ جو شخص
مالک ہوسکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اُسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو انکا گواہ
ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذاتون کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین (وان امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ
فزوجها عند رجل او امرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدا حکما اور کہا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کر دے اُسکی صغیرہ کا پھر نکاح کر دیا اُس
وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا
حکماً یعنے جب باپ موجود ہوا اسی مجلس مین تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور
دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے
روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح
نہین ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ العاقلۃ بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانها تجعل عاقدۃ والا لا) اور اگر نکاح کر دیا باپ نے اپنی
جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اُسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائیگی اور باپ اور
دوسرا مرد شاہد ہو جاوینگے اور اگر اسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہو گی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہے شاہد نہین تو ایک
شاہد سے نکاح نہوگا (والاصل ان الآمر متی حضر جعل مباشرا) اور اصل قاعدہ مسائل امر مین یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور
عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہو جائیگا پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہو سکیگا (ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقد
لئلا یشہد علی فعل نفسہ) پھر شہادت مامور کی اسی صورت مین مقبول ہوگی جب تک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات
کے فعل پر یعنے جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اُسوقت مین اُسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین (ولو زوج
المولی عبدہ البالغ بحضرۃ واحد لم یجز علی الظاہر) اور اگر نکاح کر دیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اُسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز
ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے (ولو اذن لہ فعقد
بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لا یخفی) اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح
صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونون صورتون مین
ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا (ولو قال) رجل (لآخر زوجنی ابنتک فقال الآخر زوجت او قال نعم مجیبا لہ لم یکن نکاحا ما لم یقل الموجب بعدہ
قبلت لان زوجنی استخبار ولیس بعقد) اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح کر دیا

یا جواب میں فقط ہاں کہا تو یہ نکاح نہوگا جب تک ایجاب کرنے والا اُسکے بعد یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتنی کا اخبار اور استفہام
اور عقد نہیں سابق میں ہو چکا کہ طلقتنی اور اعطیت سے مجلس نکاح میں نکاح صحیح ہوتا ہے کہ قبلت کہنے کی حاجت نہیں تو یہاں کیوں نہ صحیح ہوا اور
حالانکہ استفہام دونوں صورتوں میں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہاں کے کذا فی حاشیۃ المدنی
بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور اسنے کہا کہ میں نے نکاح کر دیا تو بعد اسکے
قبلت کہنے کی حاجت نہیں عقد کامل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہے یعنے جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے
تو اسنے اُسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اسنے زوجت کہنا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو گیا اسواسطے کہ نکاح میں ایک شخص متولی طرفین کا ہو سکتا ہے بخلاف
بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے او غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام میں
بدون حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنے زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہاں موجود نہیں تو نکاح نہوگا
اور اگر عورت وہاں موجود ہے تو وکیل کا چوکنا ضرر نکاح میں نہیں کرتا کہ اُسکے موجود ہونے اور اُسکی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے وکذا لو غلط فی اسمہا
الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام میں نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح نہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد میں حاضر ہو
اور اُسکی طرف اشارہ کرے کہ اسکا یعنے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت میں مضر نہیں اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے ولو لہ بنتان و
اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیاں ہوں اور اُسنے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے
چھوٹی بیٹی کا نام لیگیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی اُسکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت میں
نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہیں اور بڑی کا اسواسطے نہیں کہ اُسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی و
لو بعث مرید النکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے
چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کر دیا باپ نے یا اور ولی نے اُنکے حضور میں تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ
شاہد ہو جائینگے اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر فرع مسائل شتی قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل
النکاح ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے اس شرط پر کہ اُسکی طلاق تیرے ہاتھ میں ہے تو اس صورت میں باپ کو طلاق کا اختیار
نہوگا اور نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ اُسمیں طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور جو لانکہ صحیح نہیں وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اُنکا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلا ہزار درم پر سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر
کر دیا تو یہ نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہو جاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار
بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم ہوا یہاں تک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے میں اور باطل کر دینے میں سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے
ملیگا یعنے مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح موقوف
کہتے ہیں نکاح فاسد کے برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف میں جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اُسمیں کمتر مہر ملتا ہے تزوج بشہادۃ اللہ و
رسولہ لم یجز بل قیل یکفر نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضوں نے یعنے ابو القاسم صفار نے اُسکے
کفر کا فتوے دیا ہے کفر اُسکا دو دلیلوں سے منقول ہے اول یہ کہ اُسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اُسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیوں

یہ مخصوص کی ہی اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہہ ہی کہ جب اُسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور علم غیب
حق تعالیٰ کو خاص ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **فصل فی المحرمات** اس فصل مین بیان ہی محرمات کا یعنے وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین
درست نہین اسباب التحریم انواع اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنے نو ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہی یعنے نسبی سات عورتین حرام ہین
ماں بیٹی بہن عمہ خالہ بھتیجی بھانجی۔ مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع
تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اُسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اسکی عمہ یا خالہ کو
نکاح مین جمع کرنا ملک پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرک چھٹی حرمت
مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امۃ علی حرۃ ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنے زوجہ حرہ کے ہوتے
لونڈی سے نکاح کرنا فہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق
حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہا فی الرجعۃ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنے مطلقہ ثلثہ
بھی حرام ہی اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہی ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب ست کے ہوگئے اور بعضون نے
اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان او خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا
اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہین (حرم) علی المتزوج ذکرا کان او انثی نکاح (اصلہ وفرعہ علا)
او نزل حرام ہی نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی
اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہی اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پرپوتا پرپوتی اور ناتی نواسی پرناتی پرنواسی
وعلی ہذا القیاس (وبنت اخیہ) اور حرام ہی اپنی بھتیجی سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی (واختہ) اور حرام ہی اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی
یا اخیافی (وبنتہا) اور حرام ہی اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنے
اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے (وعمتہ) اور اپنی پھپھی حرام ہی
نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہی نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو
نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امہاتکم سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حرمت علیکم
امہاتکم کی آیت مین مذکور ہین ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن اور داخل ہی عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی
کی عمہ اور ان دونون کی خالہ سواے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اُسکا
بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا واما عمۃ عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہی اسواسطے کہ
مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہی تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ
کی بہن بطریق اولے نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہی تو عمہ کی عمہ حرام ہی اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہی باپ کی بہن سے
تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہی ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہی اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ
سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہی تو اسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہین اور اگر اُسکی
خالہ مادری خالہ ہی تو اس صورت مین خالہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے لکہا شارح کا یون کہنا

مناسب تھا ولا اختہ الخ لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہوجاتا کہ بنت عمہ و عمتہ و خالہ و خالتہ و احل لکم ما وراء ذلکم
چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کردیا گیا تمپر سوا اسکے اول حق تعالیٰ نے
محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوا ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی اور سوتیلی خالہ کی
خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو انکی حلت صاف ثابت ہوگئی (وحرم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ
مدخولہ کی بیٹی یعنے ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اسکو طلاق دی تو اسکی بیٹی سے نکاح درست ہے (وام زوجتہ) جداتہا مطلقاً بمجرد العقد الصحیح
(وان لم توطأ الزوجۃ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے
جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی جب تک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامہات
یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلا قید اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا اور شرع میں
کہ ماؤں کا جماع بیٹیونکو حرام کردیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کردیتا ہے ماؤں کو چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف
مصرح ہیں ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ و ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول
عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے تو فقط
مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگی اور اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (وزوجۃ اصلہ) اور حرام ہے اپنی
اصل کی زوجہ یعنے جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع ایسے کیا ہو یا نہ کیا (وفرعہ) مطلقاً ولو بعیداً دخل بہا اولا او
حرام ہے مطلقاً اپنی شاخ کی زوجہ یعنے اولاد کی اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنے بیٹا اور
پوتے کی زوجہ اور باپ دادے پر حرام ہے جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے واما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال اور اپنے باپ کی
زوجہ کی بیٹی یعنے سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپکے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اسواسطے کہ دونوں میں
خون کا میل نہیں (والکل) مما تحرم نسباً ومصاہرۃ (رضاعاً) الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہیں سب رشتے جنکی تحریم نسباً اور مصاہرۃ مذکور ہوچکی شیرخوارگی سے
مگر جنکی حلت رضاعت سے مستثنی ہے چنانچہ اسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں خلاصہ یہ کہ دایہ کی
سبب قرابت والی شیرخوار پر حرام ہیں اور شیرخوار کیطرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہے
از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند وز جانب شیرخوار زوجان و فروع فرع تتعلق چند فرع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جو اپنے زمانہ میں خدا کا
اقبال ہے طلق الحرۃ تطلیقتین ثم ارضعت فانکحت صغیراً فان صنعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فنکحہا الاول فلا تحل له ابداً هذا الجواب
لا تحل والیہ ابداً لصیرورتہا حلیلۃ ابنہ رضاعاً ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اس مرد کے نطفہ سے پھر عدت کے
اسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے سو اسنے اسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اسپر پھر اسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اسنے عورت سے جماع کیا پھر اسنے
اسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے یعنے شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا سو
دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار رہیگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی ہے
شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور بہو کبھی حلال نہیں ہوسکتی شرعی امۃ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ وطیہا غیر بد کی
اپنے باپ کی لونڈی نہ ولد کو اسکی وطی حلال نہیں اگر اسکو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی تزوج بکراً فوجدہا ثیباً وقالت ابوک فضنی

مسئلہ کہنا بانت بلا مہر والا اتہمنے نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اُسکو باکرہ نہ پایا پھر اُسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اُسنے جواب دیا کہ تیرے
باپنے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اسکی تصدیق کی تو اُسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنے مہر دینا شوہر پر واجب نہوا قصور عورت کا تھا کہ اُسنے اُسکو
کیون نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اُسکو رکھے چاہے چھوڑ دے وَحَرُمَ اَیضًا بِالصِّھرِیَّۃِ اَصلُ مَزنِیَّتِہٖ اور بھی حرام ہے
سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنے جس عورت سے زنا کیا تو اُسکی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے
حرام جماع مراد رکھا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکا ور زوجہ حائضہ اور نفساء کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو
اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی وَاَصلُ مَمسُوسَتِہٖ بِشَھوَۃٍ وَلَو بِشَعرٍ عَلَی الرَّاسِ بِحَائِلٍ لَا یَمنَعُ الحَرَارَۃَ اور حرام ہے اصل اُس
عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے پٹے ہوے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی اصول کی
مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہیں اور اسیطرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہو ممسوسہ
کی اصول کو حرام نہیں کرتا وَاَصلُ مَاسَّتِہٖ وَنَاظِرَۃٍ اِلٰی ذَکَرِہٖ وَالمَنظُورِ اِلٰی فَرجِھَا المُدَوَّرِ الدَّاخِلِ وَلَو نَظَرَہٗ مِن زُجَاجٍ اَو مِرآۃٍ ھِیَ فِیہِ اور حرام ہے
اصل اُس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اُس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندر والی کو
مرد نے شہوت سے دیکھا گو شیشہ سے دیکھا ہو یا اُس پانی سے دیکھا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت حوض
پر بیٹھی ہو اور اُسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اُسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی وَفُرُوعُھُنَّ
مُطلَقًا اور فروع اُن محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقاً یعنے جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ویسے فروع
بھی حرام ہیں اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہوں وَالعِبرَۃُ لِلشَّھوَۃِ عِندَ المَسِّ وَالنَّظَرِ لَا بَعدَھُمَا
اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنے مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی
اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوگی تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں وَحَدُّھَا فِیھِمَا تَحَرُّکُ اٰلَتِہٖ اَو زِیَادَتُہٗ بِہٖ یُفتٰی اور مقدار شہوت کے
مساس اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہو جاوے اگر سابق سے کچھ شہوت تھی یہی
روایت پر فتوے ہے کذا فی البحر الرائق وَفِی امرَأَۃٍ وَنَحوِ شَیخٍ کَبِیرٍ تَحَرُّکُ القَلبِ اَو زِیَادَتُہٗ اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد میں یہ ہے کہ دل میں
جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہو جاوے شیخ کے مانند عنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہو گئے وَفِی الجَوھَرَۃِ
لَا یُشتَرَطُ فِی النَّظَرِ لِلفَرجِ تَحَرُّکُ اٰلَتِہٖ بِہٖ یُفتٰی اور جوہرہ میں یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر
فتوے ہے ھٰذَا اِذَا لَم یُنزِل فَلَو اَنزَلَ مَعَ مَسٍّ اَو نَظَرٍ فَلَا حُرمَۃَ بِہٖ یُفتٰی ابن کمال وغیرہ یہ حرمت مساس اور نظر کی اُسوقت تک ہے جب تک انزال
نہیں ہوا اور اگر انزال ہو گیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتوے دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب
حرمت کا اسواسطے ہے کہ جب تک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اسکو قائم مقام جماع کے کر دیا ہے جب انزال ہو گیا تو اُسکو
مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن الاشباہ وَفِی الخُلَاصَۃِ وَطِیَٔ اُختَ امرَأَتِہٖ لَا تَحرُمُ عَلَیہِ
امرَأَتُہٗ اور خلاصہ میں یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اُسکی زوجہ کو اُسپر حرام نہیں کرتا یعنے مصاہرت کی حرمت سوا فروع اور اصول کے
اور کہیں ثابت نہیں ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہوا تو
عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لَا تَحرُمُ المَنظُورُ اِلٰی فَرجِھَا الدَّاخِلِ اِذَا رَاٰہُ مِن مِرآۃٍ اَو مَاءٍ

ہین ہو کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اُسنے کہا کہ مین نے اُس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائیگی اور اُسکے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کیجائیگی اگرچہ اُسنے ہنسی سے کہا ہو وَتُقْبَلُ الشَّہَادَۃُ عَلَی الْاِقْرَارِ بِاللَّمْسِ وَالتَّقْبِیْلِ عَنْ شَہْوَۃٍ اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کی اقرار پر یعنے مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اُسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت مین اُسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائیگی وَکَذَا تُقْبَلُ عَلٰی نَفْسِ اللَّمْسِ وَالتَّقْبِیْلِ وَالنَّظَرِ اِلٰی ذَکَرِہٖ اَوْ فَرْجِہَا عَنْ شَہْوَۃٍ فِی الْمُخْتَارِ تَجْنِیْسٌ لِاَنَّ الشَّہْوَۃَ مِمَّا یُوْقَفُ عَلَیْہَا فِی الْجُمْلَۃِ بِانْتِشَارٍ اَوْ آثَارٍ اور اسی طرح سے مقبول ہوگی گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جسپر فی الجملہ اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی ایستادگی سے یا اور آثار سے وَحَرُمَ الْجَمْعُ بَیْنَ الْمَحَارِمِ نِکَاحًا اَیْ عَقْدًا صَحِیْحًا اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتون کا نکاح مین یعنے عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم تمام ہین نسبی ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اُسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وَعِدَّۃً وَلَوْ مِنْ طَلَاقٍ بَائِنٍ اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنے جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت ہو چکے تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین

وَحَرُمَ الْجَمْعُ وَطْیًا بِمِلْکِ یَمِیْنٍ اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنے جب لونڈی تصرف مین آئی تو اُسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی ساتھ ہی تصرف مین نہ لائے بَیْنَ امْرَاَتَیْنِ اَیَّتُہُمَا فُرِضَتْ ذَکَرًا لَمْ تَحِلَّ لَہُ الْاُخْرٰی اَبَدًا یعنے نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اُن دو عورتون مین حرام ہے کہ اُن دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اُسکو دوسری دائمی جیسے عورت اور اُسکی پھوپھی اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو پھوپھی کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور پھوپھی کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے لِحَدِیْثِ مُسْلِمٍ لَا تُنْکَحُ الْمَرْاَۃُ عَلٰی عَمَّتِہَا وَہُوَ مَشْہُوْرٌ یَصْلُحُ مُخَصِّصًا لِلْکِتَابِ جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی تخصیص ہو جاوے یعنے ہرچند قرآن مجید مین سواے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم اُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے تیسیر الاصول مین صحیحین سے ابوہریرہؓ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اُسکی عمہ پر اور عورت کا اُسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فَجَازَ الْجَمْعُ بَیْنَ امْرَاَۃٍ وَبِنْتِ زَوْجِہَا اَوِ امْرَاَۃِ ابْنِہَا وَاَمَۃٍ ثُمَّ سَیِّدَتِہَا لِاَنَّہُ لَوْ فُرِضَتِ الْمَرْاَۃُ اَوِ امْرَاَۃُ الْاِبْنِ اَوِ السَّیِّدَۃُ ذَکَرًا لَمْ یُحَرَّمْ بِخِلَافِ عَکْسِہٖ تو جائز ہے جمع کرنا عورت مین اور اُسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہے جمع عورت مین اور اُسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی مین پھر اُسکی مالکہ بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اُسکے برخلاف مین حرمت ہے یعنے جمع کرنا اُن دو عورتون کا حرام ہے جنکے مرد فرض کرنے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہوا مثلاً پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اُسپر حرام نہین اور اگر شوہر کی بیٹی کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اُسپر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اُسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد فرض کیجیے

تو البتہ یہو حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھرائیے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان
تزوج بنکاح صحیح اخت امتہ قد وطیہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم محل استمتاع احدیہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے
جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا تو نکاح اسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسی کو تصرف مین نہ لاوے جب تک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی
سبب سے حرام کرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان بالعقد حکم الوطی
حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ یثبت نسب الاولاد منہ لثبوت الوطی حکما لونڈی یا اسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہے یہان تک
کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اسکے ولی نے مشرق مین نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے
واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال جادو کے ممکن ہے ولو لم یکن وطی الامۃ لہ
وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نکیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین و دواعی الوطی کالوطی
ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنے اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پھر اسکی بہن سے نکاح کیا
تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی ولو ان تزوجہما معا ای الاختین او من بمعناہما او بعقدین و نسی النکاح الاول فرق بینہ
وبینہما و یکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھ ہی ایک ایجاب اور قبول سے یعنے دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند
ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنے ہر ایک سے ایجاب و قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجائیگی درمیان مرد
اور دونون عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہوگی نہ فسخ یعنے اسمین طلاق کے احکام جاری ہونگے نہ فسخ کے ولکلٰہما نصف المہر یعنے فی مسئلۃ النسیان
اذ الحکم فی تزوجہما معا البطلان و عدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا ان دونون بہنون کے واسطے آدھا
یعنے وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونون کے ساتھ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ واجب
ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا چاہئے کہنا و ہذا ان کان مہراہما
متساویین قدرا و جنسا و ہو مسمی فی العقد و کانت الفرقۃ قبل الدخول ولو ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا
اسوقت ہے کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک
عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان علما فالکل ربع مہرہا و الا فالکل نصف اقل المسمیین
سو اگر مختلف ہون دونون کے مہر پھر اگر دونون کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اسکا چوتھائی مہر ملیگا اور اگر ہر ایک کا مہر
بالخصوص معلوم نہو اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ایک کا مثلاً ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونون مہرون مین جو کمتر ہے
اسکا نصف نصف ملیگا مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر و اگر
مہر معین نہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونون کے واسطے عوض نصف مہر کے و ان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل
لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونون بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے و منہ یعلم حکم
دخولہ بواحدۃ اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہو گیا یعنے اگر دونون عورتون کی جدائی ایک عورت کے دخول کے پیچھے
بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاویگی وکذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح یعنے جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی
حکم جمع بین المحارم ہے نکاح مین اسی تفصیل سے جسکا بیان ہو چکا و حرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی

مالکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہی اور یہان حرمت سے یہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہو کہ مولی پر نکاح کے
احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آوینگے ولا العبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہی نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک
ہونا مخالف ہو مالک ہونے کے یعنے غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہوا اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہو پھر غلام کا شوہر ہونا غالب
ہونے کا مقتضی ہو سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا و فیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل
ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنے آزاد ہو اسواسطے کہ درست درست جاننے سے ایسا
اکثر ہو جاتا ہو کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اسمین یہ ہو کہ اس لونڈی کو پانچوین یا مثل اسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کر لے یعنے اگر بالفرض کسی کے
نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہین تو لونڈی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھ احتیاط نہین پس اس
عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہو کہ مولی کے لیے احتیاط یہی ہو کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نکرے اور فتاوے عالمگیری مین فتاوی سمرقند سے روایت
یون ہو کہ علما نے کہا ہو کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہو کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرلے تاکہ اگر حرہ ہو تو جماع اسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور مراد یہ مین ہو کہ اگر لونڈی
مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہو کہ اس سے نکاح کرلے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہو تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہی
تو کچھ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہو
نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہو کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنے ملحد اور
باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہو کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اسکے معتقد کی تکفیر واجب ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین
جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام ان سب کو شامل ہو اور بحرالرائق مین بھی اسی قسم کا مضمون ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وصح نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا
اور صحیح ہو نکاح کتابیہ والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہو بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہو لیکن بہتر یہ ہو کہ
نکرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہو تاکہ مسلمان دارالحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے عقائد اور اخلاق نہ بگڑ جائین کذا
فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہو جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور
کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاری اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے
لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا (لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین) اسواسطے کہ عطف
دلیل ہو مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر یعنے جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہو ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہو بنا بر مذہب
قوی کے کذا فی بحرالرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہو نہرالفائق
مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہو تکفیر انکی بطور الزام کے
مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہو اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے فعال کا
جانتے ہین وغیرذلک من القبائح فاضل خیرالدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے
سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہو اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح
کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا ناجائز کہا تو رافضی انکے برابر ہونگے یا انسے بھی بتر فاضل رملی نے
انکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو انکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے

ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اُنکے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا
تو اہل کتاب جیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اُسنے اپنا دین بچایا انتہی
کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہے
کفار کا اُنکے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر انکو کسی نبی کا ایمان ہوا ور آسمانی کتاب ہو اور
اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نہ رکھتی ہون تو نکاح درست نہین ہے اسواسطے کہ مشرک مین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی
ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اسکی وطی حلال ہے
ملک یمین سے اسی پر اجماع ہے چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان
ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن و
ہو عطف علی عابدۃ کوکب اور یہ یعنے مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہے اور متن کے نسخون مین ثابت ہے اور وہ
عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین والمحرمۃ بحج او عمرۃ والمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ و صحیح ہے
نکاح اُس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین
کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہے اے کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نکرنا کہ مطلب الٹا ہوجاوے والامۃ
ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو یعنے نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنے اسکے مہر دینے کا
مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی
حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے
حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی
ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہے کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور
کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہے
اسواسطے کہ اُنکے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مبائن ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس رض کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق
کا اور اُسکے تابع شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح
کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے لا عکسہ اور اُسکا عکس صحیح نہین یعنے اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے
کہ طبرانی مین حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ
نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت مین ہو گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع
کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنے اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے
تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست
ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیوں سے اور پانچ حرہ سے

ایک عقد میں تو صحیح ہوگیا نکاح لونڈیوں کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنے جیسا حرہ پر لونڈیوں کا نکاح درست نہیں ویسے ہی حرہ اور لونڈی کا
ایک عقد میں نکاح صحیح نہیں لیکن یہاں اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیوں کا نکاح صحیح ہوگیا وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء
فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہے نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیوں کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہیں وله التسری بما شاء من الاماء اور
جائز ہے حر کو لونڈی رکھنا صحبت کیواسطے جتنی لونڈیاں کہ چاہے یعنے لونڈیوں کی مقدار مقرر نہیں فلو له اربع من الحرائر والف سریة واراد شراء اخری
فلامه رجل خيف عليه الكفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیاں اور ہزار لونڈیاں ہوں اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اسکو کوئی مرد
ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہے اسواسطے کہ قرآن میں لونڈیوں کے تصرف پر کتنی ہی ہوں ملامت نہیں تو اسکا ملامت
کرنا ظاہرا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسکو قرآن کا یقین نہیں ولو اراد التسری فقالت امراته اقتل نفسي لا تمنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے
لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اسکی جورو نے کہ میں جان کو ہلاک کرتی ہوں تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع میں حلال ہے
یعنے باز رہنا اسپر واجب نہیں لكن لو ترك لئلا يغمها يؤجر لحديث من رق لامتي رق الله له بزازية لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک
کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کریگا تو حق تعالی اسپر رحم کریگا کذا في البزازية کہا محشی شیخ عا
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہیں لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد میں موجود ہے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر
رحمن رحم کرتا ہے زمین والوں پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی حق تعالے فرماتا ہے
کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد ولو مدبرا ويمنع غيره ولاية ممن لا تحل له التسري لانه لا يملك الا الطلاق
اور جتنی عورتوں کا نکاح حر کو جائز ہے اسکے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنے دو حرہ کا اور دو لونڈیوں کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہے اسپر اسکے سوا
تو حلال نہیں اسکو لونڈیوں کا تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہیں سواے طلاق کے یعنے اپنی منکوحہ کے غلام و مدبر اسکو کہتے ہیں جسے
مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے وصح نكاح حبلى من زنا لا حبلى من غيره اي الزنا لثبوت نسبه ولو من حربي او سيدها المقر به اور صحیح ہے
نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے ہو زنا کے سواے اور حاملہ سے نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت ہے اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے
ایسے مالک سے جو اسکا اقرار کرتا ہے اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہے اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی
دلالت حال سے ثابت ہوتی ہے کذا في حاشية المدني وان حرم وطيها ودواعيها حتى تضع متصل بالمسئلة الاولى اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ
حرام ہے اسکا ہونے تک شارح نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے یعنے زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہے وطی درست نہیں اسکے سواے اور حاملہ کا نہ نکاح
درست نہ وطی لئلا يسقي ماءه زرع غيره اذ الشعر ينبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہے کہ نہ پہنچے اسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی میں اسواسطے
کہ بال اس سے جمتے ہیں یعنے زیادہ جمتے ہیں نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہے کذا في حاشية المدني فرع لو نكحها الزاني حل له وطيها اتفاقا والولد له ولزمه
النفقة یہ چند مسائل ہیں جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اسکو اس سے وطی کرنا باتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال ہے
اور بیٹا اسیکا ہوگا اور اسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اسکو حلال ہے بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا
جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو زوج امته ام ولده الحامل منه
قبل اقراره به جاز وكان نفيا للولد نهر عن الفتح اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور
ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہے اور یہ حمل میں نکاح کر دینا باوجود اسکے علم نفی کے ہے ولد کے اپنے نسب سے کذا في النهر عن الفتح وصح

نکاح الموطوءة بملک یمین اور صحیح ہی نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنے اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اُسکے تصرف مین رکھتی تھی
پھر اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہی بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہان تک کہ اگر اُسکے لڑکا پیدا ہو تو بدون
اقرار مولی کے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا ورنہ استبرا کرے زوج اسکا وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک
استبرا مستحب ہی اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پہ استبرا واجب ہی اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہی کہ بدون ایکبار حیض ہونے کے صحبت نکرنا
بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرة بلکہ اُسکے مالک پہ واجب ہی استبرا النکاح کر دینے سے پہلے بنابر قول صحیح کے کذا فی الذخیرة والموطوءة بزنا ای جاز نکاح
الزانیة وان راٰہا تزنی وله وطیہا بلا استبرا یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اسکا نکاح صحیح ہی یعنے زانیہ کا نکاح جائز ہی اگرچہ مرد نے
عورت کو زنا کرتے دیکھا اور اسکو جائز ہی وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما قوله تعالی الزانیة لا ینکحہا
الا زان فمنسوخ بآیة فانکحوا ما طاب لکم اور یہ جو قول ہی حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا مگر زانی مرد تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول
مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنے نکاح کرو جنکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا
اور نسخ کی دلیل یہ ہی کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنے
زانیہ ہی حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اُسکو اُسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہی مین اُسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اُس سے یعنے وطلاق دے
اور اسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر اس مضمون کی حدیث ابوداؤد و نسائی مین موجود ہی ابن عباس کی روایت سے کذا
فی تیسیر الوصول وفی آخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس
ان یتفرقا فما فی الوہبانیة ضعیف کما بسطه المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین ہی کہ واجب نہین مرد پہ طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری
زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اُسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الٰہی کی نہ
کر سکینگے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ مین ہی کہ زانیہ کی وطی زوج پہ حرام ہی یہانتک کہ حیض ہو جائے تو وہ روایت
ضعیف ہی چنانچہ اسکو خوب بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وصح نکاح المضمومة الی محرمة اور صحیح ہی نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم
عورت سے یعنے ایک عورت مرد پہ حلال ہی اور دوسری حرام ہی اُن دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم کا نکاح
باطل ہو جائیگا والمسمی کله لها اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنے دونون کا مہر اسکو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے
مہر مثل پہ تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلہا مہر المثل اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اُسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعة اور باطل ہی
نکاح متعہ کا متعہ اُسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اسنے حلال پر اول متعہ خیبر اور
فتح مکہ مین مباح تھا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتون مین قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم مین
ربیع بن سبرہ سے روایت ہی کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ ای لوگو مین نے تمکو
متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالے نے اسکو حرام کر دیا قیامت کے دن تک ابن عباس اول حلت متعہ کے قائل
تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہی تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہی
چنانچہ معتبرات مین موجود ہی کذا فی حاشیة المدنی و موقت اور باطل ہی نکاح موقت یعنے مدت مقرر کرنا نکاح مین اسکو نکاح موقت کہتے ہین
نکاح موقت اور متعہ مین چند وجوہ سے فرق ہی متعہ مین لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہی اور موقت مین لفظ تزویج اور نکاح لازم ہی اور متعہ مین تعیین مدت نہ

مہر کی لازم ہو موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت
باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول صحیح کے ولیس منہ ما لو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے
اس شرط پر کہ ایک مہینہ کے بعد طلاق دیگا اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی توقیت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں تو شرط باطل ہوگی اور نکاح
صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اسمیں خود نکاح مشروط ہوا اور نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک
ٹھہرنے کی یعنی یہ نیت کی نکاح موقت میں داخل نہیں ولا بأس بتزوج النہاریات یعنی اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں کذا فی العینی نہاریات وہ عورتین
جنکے پاس شوہر دن کو رہتے ہیں نہ رات کو ویحل لہ وطی امرأۃ ادعت علیہ فقضٰی انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای والحال انہا محل للانشاء
ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہے مرد کو وطی اس عورت کی
جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجہ نکاح کی حلال ہو محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح
سے مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی نے اسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہوں کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت
مرد نے اس سے نہیں نکاح کیا تھا مدعیہ اور گواہ دونوں جھوٹے تھے سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن میں بھی [illegible]
امام اعظم کے نافذ ہوگا یعنے بلا تردد وطی حلال ہوگی امام اعظم کی یہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہ پیش کیے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو
حضرت نے اسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت نے کہا کہ دعوی اسکا جھوٹا ہے ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علی نے
فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا یعنے اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی
وانما عرفنا بالحجۃ کذا ای تحل لہ ولو ادعی ہو تزوجہا خلافا لہما اور اسی طرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگرچہ اسی نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور
گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت میں دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی میں مرد ہوگا اور یہ قول خلاف ہے صاحبین کا
صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ انکے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ
بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتوی ہے احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا بذلک نفذ وحل لہا التزوج باخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا
شہادت زور سے باوجود واقف ہونے عورت کے کہ شہادت زور ہے تو نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے
عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ اسنے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہے
کہ اسکے شوہر نے طلاق نہیں دی وحل لہ ای للشاہد زورا ان تزوجہا وحرمت علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اسواسطے
کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہوگئی عورت پہلے شوہر پر وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من
فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیئ اور نزدیک ابو یوسف کے وہ دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک امام محمد کے
شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے اور یہ مسئلہ نکاح اور
طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضاء میں آویگا والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا
معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور
نکاح اسمیں سے نہیں کتزوجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا

اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر محتمل ہو کہ شرط واقع ہو
یا نہ ہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اُسکے میں موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور
فتاوی ابواللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی کما فی الدر وفیہ نظر اور جو روایت درر میں ہے سو اسمیں بحث
اور نظر ہے یعنے مخالف ہے فقہا کے لائق استناد کے نہیں صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر میں جائیگی تو فلانے سے تیرا
نکاح کر دونگا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا اضافۃ الی المستقبل کتزوجتک غدًا
او بعد غد لم یصح اور نہیں صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو نہ صحیح ہوگا
ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا
یا اپنا گھر مجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھسے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما یبطل الشرط دونہ یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما لو
علقہ بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنے اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہو گی بخلاف اسکے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا
تو وہاں شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہے اس مقام میں فرق ہے تعلیق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا [illegible] معلق علی الشرط
سے یہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا قبول ارادہ ہو یا چاہنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے
جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اسکو معلق علی الشرط کہتے ہیں اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جائے جو لوازم نکاح کے خلاف ہے
جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان یعلقہ بشرط ماض مگر جب کہ نکاح معلق اُس وقت درست ہے جب اُسکی تعلیق کرے شرط
ماضی موجود بلا تردد پر یعنے سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب و قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھسے کر دیا بشرطیکہ
اسنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فوراً پیدا گیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی حاشیۃ المدنی فیکون تحقیقا فینعقد فی الحال کما لو
خطب بنتا لابنہ فقال الاب زوجتہا قبلک من فلان فکذبہ فقال ان لم اکن زوجتہا من فلان فقد زوجتہا لابنک فقبل ثم علم کذبہ انعقد لتعلیقہ بموجود
یعنے جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہو گیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہو جائیگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے
کسی کی بیٹی سے منگنی کی تو اُسکے باپ نے کہا کہ میں تو تجھسے پہلے اُسکا نکاح کر چکا ہوں فلانے شخص سے سو اُسنے اُسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے
باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کر دیا تو البتہ اُسکا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اُسنے قبول کیا پھر اُسکا کذب معلوم ہو گیا خود
اُسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہو گیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنے نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ
شرط کا وجود حال نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہو گیا تو البتہ صحیح ہوگا وکذا اذا وجد المعلق علیہ فی المجلس کذا ذکرہ جوی زادہ
وعمّمہ المصنف بحثا اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنے جس پر تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب و قبول کی مجلس میں پایا جاوے جیسا کہ
اُسکو جوی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخوں میں جوی زادہ کے مقام پر خواہرزادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو عام رکھا ہے
بحث کرکے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم پر نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہوا اور وہ شخص مجلس میں
حاضر تھا سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ میں نے
تجھسے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوا اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اسلئے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا
اور اگر باپ مجلس میں حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس میں کافی نہیں جب تک کہ وہ راضی نہو

اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دیگا تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب
والحق الاطلاق فلیتامل المفتی لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضاے والد کے یون کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق
صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہوا اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسی طرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے
خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتبر کتاب ہے کہ قاضی خان اسکی تصحیحات پر اعتماد
کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الولی

یہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃ خلاف العدو و عرفا العارف باللہ تعالی و شرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا علی المذہب ما لم یکن
متہتکا ولی لغت مین بمعنی دوست ہے خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اسکو کہتے ہین جو بالغ اور عاقل
اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنابر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کھونے والا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین اسواسطے کہ
وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے فخرج نحو صبی و وصی مطلقا علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا
اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنابر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی
قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اسکو نکاح کردینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی
نکل گیا تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے غیر پر
یعنی دوسرے پر اسکا قول نافذ ہو جاوے فتثبت باربع قرابۃ و ملک و ولاء و امامۃ سو ثابت ہے ولایت چار سبب اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ
کر دے دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دیوے تیسرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کر دیوے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا
بادشاہ یا قاضی کر دے شاء او ابی ای الغیر راضی ہو یا ناراضی یعنے ولی کا قول ہر صورت غیر پر نافذ ہے وہ خوش ہو یا ناخوش رہے ہو وہی ہے وہا نوعان ولایۃ ندب
علی المکلفۃ ولو بکرا اور ولایت یہان نکاح مین دو قسم ہے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو یعنے باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا
نہین پہونچتا نکاح مین لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو و ولایۃ اجبار علی الصغیرۃ
ولو ثیبا و معتوہۃ و مرقوقۃ اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغہ بیہوش پر اور
لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کسکے عقد کرنے سے انکا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ نکاح
صغیر و مجنون و رقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنے اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنے ولی
شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون
اولیا کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین
اسواسطے کہ اسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہین ہے یہی مذہب ہے امام اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعی
اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث شریف مین آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہے
کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالی (لا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن) اور حدیث لا نکاح الا بولی
صحیح نہین بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اسباب مین یعنے اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے

اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلہ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا
بطلان نہیں ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور
صحیح مسلم مین حدیث مرفوع موجود ہے کہ (الایم احق بنفسہا من ولیہا) یعنے عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوارتر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہین عورت
بے شوہر کو خواہ باکرہ اور غیر باکرہ دونون شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لان الاصل ان
کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی تصرف کر سکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین
تصرف نہین اسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال پر اختیار نہین
تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین (ولہ) ای للولی (اذا کان عصبۃ) ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی (الاعتراض فی غیر الکفو)
اور واسطے ولی کے جب عصبہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جاکر نکاح کو فسخ کروا دے
اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور مان اور قاضی یعنے انکو اعتراض کا حق نہین (فیفسخہ القاضی ویتجدد بتجدد النکاح) اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے
چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا پھر عورت نے اسکو چھوڑ کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو پہلا اور یہی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ
نکاح اول کی رضا سے لازم نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو (یعنی فسخ کرے قاضی) (مالم یسکت حتی تلد) لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ
سکوت نہ کیا ہو ولی نے یہانتک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو معلوم ہوا کہ بدون
قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت ہینگے سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو
عورت کو مہر معین ملیگا اور اسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملیگا اسواسطے کہ جدائی شوہر کیطرف سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ
وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنے اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ کا ساقط ہو گیا
اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی (ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وہو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح کا یعنے اگر عورت غیر کفو
سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہین اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رح
سے کہ اگر زوج کفو ہو تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہو تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ مین مختار فتوے دینے
کیواسطے حسن کی روایت ہے اور فتح وغیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے (لفساد الزمان) عدم جواز پر فتوے ہوا بسبب فساد زمانہ
کے نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے (فلا تحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلا رضی ولی
بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ) تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر
غیر کو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر عجب کثیر الوقوع ہے یعنے حسب فتوے ہوا انکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ
حلال ہوگی اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے
اور نہر الفائق مین بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہے بسبب تقویت دلیل کے یعنے اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی
ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوی مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے (وبناء علی الاول) وہو ظاہر الروایۃ
(فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل) لثبوتہ لکل کملا اور بنا بر قول اول کے یعنے ظاہر الروایۃ کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد
کے سبکی رضا جو کچھ کے برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنے جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض کا نہ رہا [illegible]

فی الوقف بانند ولایت امان اور قصاص کے یعنے اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانون کو اسکا تعرض نہین پہونچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی نے
قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف مین اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے لو استووا فی الدرجة والا فللاقرب منهم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہے اگر سب اولیا درجہ مین برابر ہون جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہون ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا
بعید جیسے مثلاً بھائی تو اولیا مین سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنے اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کرسکتا ہے وان لم یکن لها ولی فهو ای
العقد صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً اور اگر عورت کا کوئی ولی نہین تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک
وقبضه ای ولی له حق الاعتراض المهر ونحوه مما یدل علی الرضا رضا دلالة ان کان عدم الکفاءة ثابتا عند القاضی قبل مخاصمته والا
لایکون رضا اور قبض کرنا اس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضا مندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضا مندی ہے
باعتبار دلالت حال کے اگر عدم کفارت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفارت قاضی کے نزدیک ثابت نہین نالش سے
پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہین کما لایکون سکوته رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضا مندی پر دلیل نہین جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ
مسئلہ سابق ہو چکا وان تعدد بقیه بانه کفو فلا یسقط حق الباقین ہو بلا اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہین کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا
فی المبسوط ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح لانقطاع الولایة بالبلوغ اور جبر کرنا نہین پہونچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا واسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے
سے فان استاذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیله او رسوله او زوجها ولیها واخبرها رسوله او فضولی عدل فسکتت عن رده مختارة پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ
ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اسکی پیغامی نے اجازت مانگی یا اسکا نکاح کر دیا اسکے ولی نے بغیر استیذان کے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی
کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار مین تو اگر استیذان کیوقت ہوا گو
چھینک یا کھانسی آئی پھر بعد فراغت کے اسکے کہا کہ مین راضی نہین نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عادی ہے اختیاری لائق اعتبار کے نہین اور شارح نے سکوت مین قید
عن الرد کی لگائی اسواسطے کہ اگر استیذان کیوقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت مین شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی
رد نکاح نہین تو اجازت مین داخل ہوگا او ضحکت غیر مستهزئة یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور ٹھٹھا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بکت بلا صوت
فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضیت بعده انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایة والملتقی فیه نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی
تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہان تک کہ اگر راضی ہوگئی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی مین
ہے اسمین نظر اور اعتراض ہے یعنے صحیح نہین وقایة الروایة اور ملتقی الابحر مین یون ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے اور آواز سے ہو کہ شارح نے اس اعتراض مین
صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہین شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شامل ہین اور دو متن یعنے نقایہ اور اصلاح اور انکی شروح سو کیونکر
کہا جاتا ہے کہ انکی روایت صحیح نہین بلکہ یون کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین کذا فی حاشیة المدنی فهو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی فتوجه
سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنے اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت مین یعنے استیذان مین اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد الزوج
لم یکن سکوتها اذنا سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کثیر ہون تو اسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہین ایک بھائی نے کہا کہ مین تیرا نکاح زید سے
کرتا ہون اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہون اور دونون کے استیذان مین عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازة فی الثانی ان بقی النکاح
الا ولیطل بموته اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت مین یعنے ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے کے سنکے
سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہین اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونوں نکاح موقوف رہینگے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونوں کو جائز رکھا تو دونوں نکاح باطل ہوجائینگے
کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہی خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنے شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو
خبر نکاح کی پہونچی تو اسوقت میں اسکا سکوت اجازت نہوگا اسواسطے کہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول
لہا فترث وتعتد اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تھا میرے باپنے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہیں تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے
باپنے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو میں راضی ہوگئی سو اس صورت میں شوہر کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا تو اسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث
لیکن اگر اسکو صحت نکاح کا علم ہو تو اسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یوں بولنا کہ غیر کا بہتر
اس سے یہ وہ قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنے ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح میں اور اُسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہی تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہو
تو اجازت نہوگی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہی کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق میں کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونوں صورتوں میں
یہ قول انکار ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوجہا لنفسہ فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اسکا رد ہی بعد عقد کے
نہ قبل عقد کے یعنے نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اسکے اذن کے پھر جب بالغہ کو خبر پہونچی تو وہ ساکت ہورہی تو یہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا
اسواسطے کہ ابن العم اس نکاح میں اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کیطرف سے اور متولی عقد طرفین میں یہ شرط ہی کہ فضولی نہو ایک طرف سے دو طرف [illegible]
تو یہ عقد امام اور محمد کے نزدیک قابل رد ہوا اور اجازت کے منافی یہاں تک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہیں اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت
کرنا اسکا رضا ہوجائیگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ ابن العم اس صورت میں وکیل ہوا عورت کیطرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب یہ
متولی عقد طرفین ہوا تو صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استأذنہا فی معین فردت ثم زوجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین کے
سو اُسنے رد کیا تھا پھر بعد اسکے نکاح کردیا اُسی شخص کو اسے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بخلاف ما لو بلغہا فردت ثم قالت رضیت
لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اُسنے انکار کیا پھر بولی کہ میں راضی ہوں تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہوجانے نکاح اول کے
انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجاءۃ السماع اور اسی واسطے بہتر جانا ہی فقہا نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت اسواسطے
کہ غالب عادت کنواری عورتوں کی اظہار نفرت ہی ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنے احتمال ہی کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہوا اور نکاح باطل ہوگیا ہو
عدم رضا کے پھر جب ہوا اسکے نکاح جدید کرلیا تو یہ شبہ جاتا رہا بحر الرائق میں کہا تجدید نکاح اسوقت مستحب ہی جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد
استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اسکی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استأذنہا فی معین فسکتت فوکل من زوجہا ممن سماہ جاز ان عرفت الزوج والمہر کما
فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اُسنے سکوت کیا پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کردے اُس سے کہ جسکا نام
لے دیا تھا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہی اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیہ صحت نکاح میں معرفت زوج کی ضرور ہی عورت بھی اسکو جان گئی ہو اور وکیل
بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت میں خلاف ہی جیسا کہ آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہیں وقد استشکلہ فی البحر بانہ
لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز او انہا استثناء او مشکل جانا ہی مسئلہ سابق کو بحر الرائق میں اسطرح ہی کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو
وکیل کردے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہی عدم جواز نکاح کا یعنے بالغہ کے سکوت سے ولی اسکا وکیل ٹھہرا پھر اسکو وکیل کرنے کا اختیار نہیں کہ ولی کے
وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیں کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنی ہی یعنے ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہیں لیکن نکاح میں اختیار ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ نکاح کی توکیل

حقیقی بوکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معبّر ہوتا ہے اور اسیواسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے
قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کر دے اسیطرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف و معلوم ہیں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نرہا کذا فی
حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج اہ من نہر لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو فی ضمن العام کجیرانی او بنی عمی او لوکہوں سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ
کون ہے تاکہ اسمیں شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا درضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں اپنے ہمسایہ سے یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے ایک کے
کے ساتھ بشرطیکہ وہ متناہی ہوں تاکہ اسکا حال عورت کو معلوم ہوسکے والا لا ما لم تفوض لہ الامر اور اگر نامتناہی ہونگے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اجازت امر نہ
دے مثلاً اگر یوں کہے کہ جو تو کرے میں اسمیں راضی ہوں یا یوں کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط وھو
قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف و صححہ فی الدرر عن الکافی فی رعۃ الکمال شرط نہیں مہر کا علم یعنے استیذان میں مقدار مہر کا علم ضروری نہیں
اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں کذا فی الہدایہ اور بعضوں نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور
یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرہ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار میں اور جسکی تصحیح کی ہے درر میں روایت کافی سے
اسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر میں کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضروری نہیں اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہو تو مہر کا تسمیہ ضروری ہے
محقق نے اسکو یوں کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے اسواسطے کہ باپ دادا میں اور انکے سوا اور اولیا میں تفرقہ کرنیکا محل تو صغیرہ ہے کہ وہاں
ولایت اجبار ثابت ہے اور یہاں گفتگو بالغہ میں ہے اسمیں باپ اجنبی کے برابر ہے بدون اسکی رضا کچھ نہیں کرسکتا وکذا اذا زوجہا الولی عند رجل فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسیطرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اسکے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بشرطیکہ
شوہر کو اسنے جانا ہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہے
سینتیس ۳۷ مسئلہ میں جنکا ذکر اشباہ میں ہے کتاب الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھویں قاعدہ میں کہا کہ سینتیس مسئلہ میں
سکوت مانند نطق کے ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اسکا اپنے قبض مہر کے وقت ۳ سکوت باکرہ کا
اپنے بالغ ہونیکے وقت اپنے خیار نفس میں جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کھائی ہو پھر اسکے باپ نے
اسکا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنے قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنے فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶ قبض موہوب لہ
اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن ہے نہ قبول ہے ۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸ سکوت مقرلہ کا
قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنے جسکو کچھ سپرد کیجیے اسکا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جبکہ کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے
اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے کہا کہ میں اس بیع کو صحیح کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا ۱۲
غانمین میں تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط
کرتا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع میں اختیار رکھا اجازت ہے قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونیکے وقت
شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام
تجارت کا اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت وقت بیع اور رہن کے اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دونگا پھر اسکو اپنے گھر میں اترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت
یا مبارکباد دینے کے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبل بیع کے

مبیع کا عیب دیکھ کر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو ۲۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہے نکاح کی ۲۴ زوجہ یا اوسکی
کسی قریب نے زمین بیچی اور اوس وقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہیں اسی پر فتوی ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے
اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا ۲۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اوسکا اسباب غیر نے بیچا پھر مدت تک مشتری اوسمیں
تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ رہا تو اوسکا سکوت اوسکے دعوی کا مسقط ہے ۲۶ شرکت عنان کے دو شریک ہیں ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص
میں اپنے واسطے لیتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو اسمیں دونوں کی شرکت ہوگی ۲۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز میں خاص اپنے واسطے خرید
کرتا ہوں اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی ۲۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اوسکے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا ۲۹ غیر کی مشک
پھاڑتے دیکھا یہاں تک کہ بہ گیا جو اوسمیں تھا تو یہ سکوت رضا ہے ۳۰ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پھر وہ بدون امر اوسکے خدمت کرنے لگا
اور یہ ساکت رہا تو حانث ہوا یہ تیس مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ میں تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے ۱ ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ اسباب
باپ کا دیا اور باپ ساکت ہے تو اوسکو پھیر لینا نہیں پہونچتا ۲ ماں نے بیٹی کے جہیز میں وہ سامان دیا جسکا رواج ہے اور باپ ساکت تھا تو ماں اوسکی ضامن
نہوگی ۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لیگیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہے
زیور کا مالک مشتری ہوگا ۴ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح ۵ بے سبب عذر مدعا علیہ
کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضوں نے کہا کہ انکار نہیں کذا فی القنیۃ والخلاصۃ ۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کے وقت راضی ہونا پر ۷
قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور یہ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ زیادہ کیے تو سب اکاون
مسئلے ہوئے جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اونکا مذکور کرنا ضرور نہ سمجھا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا سو اگر اذن
چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکے سکوت کا اوس وقت میں کچھ اعتبار نہیں بل لا بد من القول
کالثیب البالغۃ بلکہ اوس وقت میں بولنا ضرور ہے مثل ثیب بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتے ہیں جسکا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی پھر شوہر کی موت سے یا طلاق
وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرق بینہما الا فی السکوت نہیں فرق دونوں میں مگر سکوت میں یعنے باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ میں سوائے سکوت کے کچھ فرق نہیں ہے مثلاً
باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اوس وقت میں باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہیں بدون تصریح قولی کے لان رضاہا بالدلالۃ کما ذکرہ
بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضا کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ اسواسطے کہ ان کی رضا
دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا یعنے ضرور ہے رضا سے قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنے فعل جو رضا پر
دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریۃ مراد دخول سے یہ نہ وطی ہو اسلیے
کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا وقبول التہنئۃ والضحک سرورا وسکوتہا و ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے اور ماننے ان
افعال کے رضا مندی پر دلیل ہیں جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اوٹھوا لیجانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اوسکے تحفہ کے کہ یہ ان میں دلیل نہیں
ومن زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موتہ بعد خلوۃ قبل وطی
جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنے شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہو
وہ عورت حقیقی باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہیں مانند اوس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر یا عنین ہونے سے یا ایک نامرد ہو
طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ یا بکارت زائل ہوئی ہو زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ

بنفسہا باکرہ سکے ہے بشرطیکہ اسکو زنا کی عادت نہ ہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان

ولی کے بجائے نطق کے ہے ہونا اسکا شرط نہیں ہوا لا الثیب کموطوءۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اسپر زنا کی حد جاری گئی تو وہ باکرہ نہیں

ثیب ہے مانند اس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکتت وقالت بل

رددت النکاح ولا بینۃ لہما علی ذلک ولم یکن دخل بہا طوعا فی الاصح فالقول قولہا بیمینہا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے

کہ تجھکو خبر پہونچی نکاح کی پس تو ساکت رہی اور اُسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی

رضامندی سے نہوا قول اصح پر تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اسکی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنے اگر عورت قسم کھائیگی تو نکاح

نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہونگے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب بند

ہونے دونوں لبوں کے بر خلاف ہر دو لب کے مقدار کا سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہونگے شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں

لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا او اجازتہا اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ

اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لاوے عورت کی رضامندی پر یا اسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہونگے کما لو زوجہا ابوہا مثلا زاعما عدم بلوغہا فقالت

انا بالغۃ والنکاح لم یصح وہی مراہقۃ وقال الاب او الزوج بل ہی صغیرۃ فان القول لہا ان ثبت ان سنہا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلا

اسکے باپ نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ میں بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں ہوا حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی

معتبر قول عورت ہی کا ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ نے

اپنے بلوغ کا یعنے باپ نے بیٹے کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے

تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہونگے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا ہے

اگر نابالغی ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصح یعنی قول اب کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ بخلاف اس قول

صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے

اور صغیرہ مدعی ہے اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وہبانیۃ

فالمعتبر لائق چاہئے کہ قول زوج کا ہو اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا

معتبر ہوگا کذا فی الوہبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا اور واسطے اس

ولی کے جسکا بیان آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیب ہو یا مانند احمق بد تدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بھر رہا ہو

ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی وابن المجنونۃ اور

لازم ہوگا نکاح صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہ رہیگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا

زیادہ یا صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولا بھی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام

لونڈی کا نکاح کر کے آزاد کیا اور اسیطرح مجنون کا بیٹا لم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا ایسے باپ یا دادا

نے نکاح کیا کہ جنکی بد تدبیری ازراہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر انکی بد تدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام اور صاحبین

وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا تعارضہ شفقتہ المظنونۃ اور اسیطرح

بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا ایسا ہو پھر صغیرہ کا نکاح کردے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل
کسب والے سے جیسے خاکروب یا موچی اور جولاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اسکی بدتدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض ہوگی اسکی بدتدبیری
کی یعنے ان صورتون مین ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہوگیا وان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل
الاب لکن فی النہر بحثا انہ لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ
مان ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کرکے کہا اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کردی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب یا جد سے
نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہا فسخہ وہم اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ مین ہے کہ غیر اب جد کا غیر کفو یا نقصان صریح
سے نکاح کردینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان وان کان
من کفوء وبمہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ وملحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقۃ اور اگر تزویج
غیر اب جد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے لیکن ان دونون کو یعنے صغیر اور صغیرہ اور انکے ملحق کو یعنے احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح
فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنے اگر اول سے نکاح کا علم تھا
تو بلوغ کے وقت اختیار ہوا اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے جب معلوم ہووے تب اختیار ہے بسبب کمی مہربانی کے یعنے باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی
نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکھیں چاہین توڑ دین وبقی عنہ خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ کے سبب سے دفع
کرتا ہے مثلا صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کردیا پھر اسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اسمین دو اختیار جمع ہوئے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی صورت مین
کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہین بسبب قبل ہی ہونے خیار عتق کے
اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت مین خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ تزویج
مولی کی برابر تزویج اب وجد کے ہے اور حالانکہ وہان بلوغ کے وقت میں فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ
بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا تو تفریق کروائی جائیگی دونون صغیر کے
باپ کے روبرو یا اسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونون باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنے وقت
بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہان تک کہ دونون مین سے کوئی مرگیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا
اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے وہ پورا کر دیتی ہے ثم الفرقۃ ان من قبلہا ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہو تو فسخ ہی نکاح کا کم نہین
کرتا طلاق کے عدد کو یعنے اگر حرہ سے بعد فسخ کے مجوسی اسکے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ
کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اسمین احتمال نہین ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ اور نہین لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت مین ہو مگر ارتداد
مین طلاق لاحق ہوتی ہے یعنے ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑ سکتی ہے وان من قبلہ فطلاق اور اگر فرقت جانب مرد سے
ہو تو طلاق ہے فرقت سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو قبول اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے
کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونون کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے فقط مرد ہی کو خاص نہین الا بملک او ردۃ
او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو
مول لیا تو نکاح فسخ ہوگیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہین اور فرض کر خیار عتق مین

شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہا الا فی اختیار نفسہ بخیار عتق
اور نہین ہی ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر نہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے شارح کو لازم تھا
کہ بجائے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابھی اسکا ذکر ہوچکا یعنے زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہی سوا خیار بلوغ کے
کہ اسمین مہر ساقط ہی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط الکل قضاء الا ثمانیۃ اور مشروط ہی سب جدائیون کیواسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون مین
قاضی کا حکم شرط نہین و نظمہ فی النہر فقال اور نظم کیا ہی نہر الفائق مین سو یون کہا کہ اسکے مصنف نے ؎ فرق النکاح اتتک جمعا نافعا ؎ فسخ طلاق وہذا
سیکھا تو جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کے مانند ہی انکو بیان
کرتی ہی ـــ تباین الدار مع نقصان مہر کذا فساد عقد و فقد الکفو یعیہا اول فرقت مین تباین دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح
تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہی تباین دار مثلاً عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام مین آئی
مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اسکا نکاح درست ہی دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنے عورت نے اپنا نکاح مہر مثل
سے کم کرلیا تو ولی دونون مین تفریق کروائیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نپاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر پاویگی تیسری فرقت فساد عقد کی
جیسے لونڈی نے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنے جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرا دینے کا حق ہی ـــ تقبیل سبی اسلام المحارب
ارضاع ضرتہا قد عددا فیہا ؎ پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کے دودھ پلانے کی
اسلام اور ارضاع بھی انھین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنے بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو مثلاً عورت نے
شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح منفسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید
ہوکر دار الاسلام مین آنا ناظم سے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دار سے جدا ہوتی ہی سبی سے جدا نہین ہوتی اور اگر سبی
مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہی سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنے شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت
کے تین حیض ہوچکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہی ارضاع کی فرقت یعنے جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جسکی عمر دو برس سے کم تھی تو
دونون کا نکاح فسخ ہوگیا ـــ خیار عتق بلوغ ردتہ وکذا ملک لبعض و تلک الفسخ یحصیہا ؎ نوین فرقت خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین
فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ کرنا ہی یعنے یہ سب جدائیان جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق
کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہی نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہوچکا بخلاف اگلی جدائیون کے کہ وہ دونون طرف سے
ہوتی ہی ملک بعض کی فرقت یعنے زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح ٹوٹ جائیگا ناظم نے ملک بعض کو اسواسطے بیان
کیا کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ـــ اما الطلاق فجب عنۃ کذا ایلاؤہ ولعان ذاک یتلوہا ؎ اور جو جدائیان
کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلا اور لعان یہ حکم مین ماقبل کا تابع ہی مجبوب ہونے کی جدائی یعنے عورت نے مرد کو
مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسیطرح عنین یعنے نامرد پانے کی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنے مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار
مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنے مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی ہوگئی
یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ـــ قضاء القاضی لی شرط الجمیع خلا ؎ عتق و ملک و
اسلام اتی فیہا ؎ حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہی سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھین مین اگلی چیزین ہین ـــ تقبیل سبی

مع الایلاء بیا اسطے ۱۰ تبائن مع فساد العقد حدیثہا ۱۱ وتقبیل اوربسی ساتھ ایلاء کے امیری امیدگاہ او تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد عقد عورت کو اُسکے مرتبہ سے اُتارتا ہو یعنے کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہو لیکن ان آٹھ جدائیوں میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی ۶ فرقت ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح اور باطل ہوتا ہو اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختارہ ہو سکوت میں معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یاکسی کے مُنہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہیں اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہیں لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہیں ولو سالت عن قدر المھر قبل الخلوۃ او عن الزوج او سلمت علی شہود لم یبطل خیارہا مہر بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا شاہدون کو تو ایسے کلام سے اُسکا اختیار باطل نہیں ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہو بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعۃ اور خیار بلوغ کا دراز نہیں ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہو یعنے جس مجلس میں عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو سماعت نہ ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہو ولو اجتمعت معہ تقول اطلبہما ثم تبدا بخیار البلوغ لانہ دینی وتشہد قائلۃ بلغت الآن ضرورۃ احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے میں دو حق طلب کرتی ہون پھر بیان میں ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہو اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یون کہتی ہوئی کہ میں اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب ہو بحر الرائق میں کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے نہ زبان سے یون طلب کرے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ میں نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہو صبح کو یہ کہنا کہ میں نے اب دیکھا کذب نہیں بلکہ وہ ایک بضرورت احیاء حق ہمیں کذب بھی روا ہو چنانچہ امام محمد سے مروی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت بہ لتفرغہا للعلم بخلاف خیار العتقۃ فانہ یثبت بالشفاء بالمولی یعنے سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہو اگرچہ حُرّہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حُرّہ کے احکام شرعی کے دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اسکو امتداد ہو دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی میں یعنے دار الاسلام میں حُرّہ کا جہل عذر نہیں اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیون نہ اُسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہو کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنے لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی انکا نکاح غیر اب جد نے کر دیا تو انکا خیار مجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا ولا یبطل بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہیں ہوتا دونون کے کھڑے ہونے سے مجلس میں سے اسواسطے کہ انکے اختیار کا وقت تمام عمر ہو سو باقی رہیگا اختیار جب تک رضامندی پائی جائے ولو ادعت التمکین کرہا صدقت اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیبہ کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکا مصدق ہو ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی صبر الوالی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہو کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اُسکا قول لائق اعتبار کے ہو اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہو جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہو نکاح کے ولی کے مال کی ولی کی تعریف آگے آویگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاوٹ رکھے میت سے حتی کہ
آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ما قبل کا یعنے عصبہ بنفسہ کا مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ باپ کا
اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں
میت کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یون تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال
رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب اثنا و حجب کے
ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کہ اگر بیٹا نہ تھا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے
کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریۃ وتکلیف واسلام فی حق
مسلمۃ تزوج الولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ کی ولی ہو بشرطیکہ حر ہوئے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ
نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولی مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں ہے کذا الا ولایۃ فی نکاح
ولا مال لمسلم علی کافر الا بسبب عام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنے جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی
مسلم کو نکاح اور مال میں کافر پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہے کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہے یا اسکا نائب ہو جیسے
قاضی یا شاہد ہو وللکافر ولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اہل کفر میں ماثلت چاہیے گو ملت ہر ایک کی جدا ہو
تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم لام الاب فی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت
ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو اور قنیہ میں
اسکے برعکس ہے یعنے اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنونہ اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر ناتن کو پھر پرپوتی کو پھر پر ناتن کو اسیطرح
آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم پھر نانا کے بعد ولایت ہے
سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو انمیں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات
ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم شمنی پھر ولایت ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنے پھوپھیوں کو پھر ماموؤن کو پھر خالاؤن کو پھر چچا کی بیٹیوں کو
اور اسی ترتیب سے انکی اولاد کو ولایت ہے یعنے پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموؤن کی اولاد کو وعلی ہذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ
پھر ولایت ہے مولی موالات کو مولی موالات اسکو کہتے ہیں کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہوا مثلا زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا
اور وہ مرگیا اور سعد اسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم لقاض نص لہ علیہ فی منشورہ ثم لنوابہ ان فوض لہ
ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبوں کو اگر قاضی کو
تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کیطرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی درست نہیں ولیس للوصی من حیث
ہو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذہب اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا اسیطرح اگرچہ
اسکے باپ نے نکاح کر دینے کی وصیت کی ہو بنابر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک
ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ مخفی نہیں فروع مسائل باتحت شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ ولا ممن
لا تقبل شہادتہ لہ کما فی معین الحکام جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے نہ اس سے کہ جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسے باپ

اور بیٹیا کما فی معین الحکام واقرہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت کیا ہی مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین اور
اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہی اگرچہ خالی ہو دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ
مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنے قاضی وغیرہ نہین تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت
صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہی اسواسطے کہ اسکا اجازت دینے والا موجود ہی اور وہ بادشاہ ہی یہ جواب ہی سوال مقدر کا
یہ نکاح موقوف نہین بلکہ باطل ہی اسواسطے کہ ہر وہ عقد کہ وقت اگر اسکا کوئی مجیز نہو تو وہ عقد باطل ہی شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہین کیونکہ اسکا مجیز بادشاہ ہی
ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے کر دیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا اور اگر
معلوم نہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہی یا دونون نکاح ساتھ ہی ہوے تو دونون باطل ہونگے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا للولی الابعد
التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہی ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب ہونے مین سو اگر
نکاح کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے مین تو نکاح موقوف رہیگا اسکی اجازت پر مثلا سوتیلے بھائی نے نکاح کر دیا سگے بھائی کے ہوتے تو
نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کر دے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریۃ اور اگر پھر گئی
ولایت ابعد کیطرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر جانے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریۃ یعنے ابعد نے اقرب کے ہوتے
نکاح کر دیا پھر اقرب مر گیا یا بالکل غائب ہو گیا تو ولایت ابعد پر پھر آئی تب بھی وہ نکاح جائز ہوگا بدون اس وقت کی اجازت کے مسافۃ القصر واختار
فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہی جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے
یعنے تین شبانہ روز راہ تبیین مین ہی کہ یہی پر فتوی ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی مقدار یہان تک ہی کہ کفو منگنی کرنیوالا
ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتوی ہی بحر الرائق مین کہا کہ تعریف
غیبت مین تصحیح مختلف ہی تو اسی روایت پر فتوی دینا بہتر ہی کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنے ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی وثمرۃ الخلاف فیمن
اختفی فی المدینۃ ہل یکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ خلاف ان دونون قولون کا اس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا جو چھپ جائے شہر مین اس طرح کہ معلوم نہین
ہو سکتا آیا یہ اخفا غیبت منقطعہ ہی یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہین
اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہی اگر کفو انتظار نہ کر سکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی الظاہر ظہیریۃ اور اگر نکاح کیا عورت کا
ولی اقرب نے جہان کہ وہ ہی یعنے اپنے محل غیبت مین تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہ نکاح جائز نہین
اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وثبتت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ
لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہی ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی کو کل یسا
کذا فی شرح الوہبانیہ لیکن قہستانی مین غیاث المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نہ نکاح کر دے ولی اقرب تو قاضی نکاح کر دے جب خوف ہو کفو کے
نہ ملنیکا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنے ثابت ہی ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنے اسکے امتناع تزویج
سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہی بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنے جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اسوقت مین ابعد قائم مقام
اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب مین تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی
اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح ابن التعرف

کیطرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہو فراش کا تو اسکو ننگ نہیں آتا کبھی بفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخانیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا
عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضاً اور یہ یعنے کفارت کا اعتبار مرد کی جانب ہیں نہ عورت کی جانب ہیں امام اور صاحبین سکے نزدیک ہے قول صحیح ہیں
کما فی الخانیۃ لیکن ظہیریہ وغیرہ میں ہے یعنی عورت کی کفارت کا استفاطہ امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارت بہتر ومعتبر ہے عورت کیجانب بھی
والکفاءۃ ہی حق الولی لا حقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو عبد لا خیار لہا بل للاولیاء اور کفارت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا
عورت نے ایک مرد سے اور اسکا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو خیار نہ ہوگا عورت کو بلکہ اسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوہا برضاہا
ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا وقت العقد فزوجوہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ
اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کردیا اسکی رضا مندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفارت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسیکو اختیار فسخ کا نہیں
نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اسوقت کہ جب شرط کرلی ہو اولیا نے کفارت کی اور خبر کردی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے
اسی شرط پر اسکا نکاح کردیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح
خلافاً لمالک اور معتبر ہے کفارت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کفارت کا کچھ اعتبار نہیں نسباً اول اعتبار برابری کا بجہت
نسب کے ہے اسواسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش انکو کہتے ہیں
جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار نسب کے
ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اسواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کردیا
حالانکہ علی مرتضی ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپسمیں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں عجم کے
لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لخستہم والحق الاطلاق قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ویعقدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر
اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے بنی باہلہ کو الگ کیا اور عرب ہونے کے سبب انکی خست اور دنارت کے اور حق یہ ہے کہ انکو عرب کا کفو کہنا صحیح نہیں بلکہ
مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسکی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا
اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاماً اور یہ یعنے کفارت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں
نے اپنے نسب کو ضائع کردیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق غیر کفو لمن ابوہ مسلم او حر
او معتق واما حریۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہوا یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اُس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہو یا حر ہو یا باپ اسکا آزاد ہوا ہو اور یا اسکی حریت اصلی ہو
ومن ابوہ مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہو یا حر ہو وہ برابر نہیں اُس عورت کے جسکا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں
وابوان فیہما کالآباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشتوں کے اسلام اور حر ہونے کے یعنے دو پشت کی آزادی
اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد ان کان فاقد مسلم بنفسہ لمعتق بنفسہ اور فتح القدیر میں ہے
کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ اسلام ان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد ہو کے باپ دادا مسلمان تھے
مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں واما العتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہی کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے
جسکا آزاد کرنے والا شریف ہے واما مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اُس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ
بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفارت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنے راجا اور چمار دونوں برابر ہیں

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دیگا نہ بخیال عدم کفارت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے و تعتبر فی العرب و العجم دیانۃ
ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب و عجم میں کفارت دینداری کی یعنے پرہیزگاری کی
تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہو فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر و مالا بان یقدر
علی المعجل و نفقۃ شہر لو غیر محترف و الا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفارت مال میں اس طرح کہ قادر ہو مہر معجل پر بطور رواج کے
اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اسوقت
ضرور ہے اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو ورنہ فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ و حرفۃ فمثل حائک غیر کفو لمثل عطار او بزاز اور برابری معتبر ہے پیشہ میں
سو جولاہے کی برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہے ولا خیاط لبزاز و تاجر ولا ہما لعالم و قاض اور
نہ درزی برابر ہے بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونوں ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے و اما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب
پیشہ وروں سے خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ انکے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں و اما الوظائف فمن الحرف
فصاحبہا کفو لمثلہا تاجر او غیرہ نہر اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفون میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطابت جو آئی سو وقف کا وظیفہ دار
ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ بقدر ہو جیسے دربانی اور فراشی وغیرہ و تدریس و نظر کفو لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر
والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفارت کا نزدیک شروع عقد کے ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد
عقد کے فلو کان وقتہ کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہوگا و اما لو کان دباغا ثم صار تاجرا
فان بقی عارہ لم یکن کفوا و الا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہو تو ہمسر نہوگا اور اگر اسکی عار باقی نہیں تو
برابر ہوگا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے و العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و ھو الاصح فتح
عن الینابیع و ادعی فی البحر انہ ظاہر الروایۃ و اقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ
فتح القدیر میں ینابیع سے ہے اور دعوی کیا بحر الرائق میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لکن فی النہر ان
فسر الحسیب بذی المنصب و الجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی الینابیع و ان بالعالم فکفو لان شرف العلم فوق شرف النسب و المال کما جزم بہ البزازی و ارتضاہ الکمال و غیرہ
والوجہ فیہ ظاہر و لذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر
علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی نسب و مال سے چنانچہ اسیکا
یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہ افضل ہیں
فاطمہ سے یعنے بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ثم برجندی میں تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو متن میں ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی و الحنفی کفو لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب
کی بیٹی کا ظاہر اوین کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ بعضے
حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعی رحمہ ایک رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو انکے مقلد بھی برحق ہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی و متی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بانہ صواب کما افادہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہم سے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب
دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو بتفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کرکے جواہر الفتاوی میں یون ہے کہ یا کرہ

اُسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہی مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین
دو عورتون سے کیا یا یون کہا تھا کہ میرا نکاح نکریا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد مین کر دیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہوگی ولا یتوقف الایجاب
علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور نہین موقوف رہتا ایجاب اُسکے قبول کرنے پر جو مجلس
ایجاب سے غائب ہی حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین اُنکی قسم نکاح اور بیع اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہی اور نہین لاحق ہوسکتی اسکو
اجازت بالاتفاق ویتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنے ایجاب و قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہی فقط ایجاب سے
جو قائم مقام ہی قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونون کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہی کہ قبول کے معنی اُسمین موجود ہین اسکے بعد
قبول جداگانہ کی حاجت نہین فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب ووکیلا من آخر او ولیا من آخر او ولیا من جانب
ووکیلا من آخر کزوجت بنتی من موکلی ایجاب و قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین منحصر ہی (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو
مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونون طرف سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا
نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل
ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف
سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس ذلک للفضولی ولو من جانب ان تکلم بکلامین علی الراجح اذ ہو غیر معتبر شرعا
لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص واحد جو متولی ہو طرفین کا فضولی نہ ہو گو ایک ہی طرف سے یعنے فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے
نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنے اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یون کہے کہ مین نے کریمہ
کیطرف سے قبول کیا تو بھی درست نہین اسواسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہی کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے
قبول پر ونکاح عبد وامۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہی
میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہی زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ ہو جو غیر کیواسطے تصرف کرے بدون ولایت و وکالت کے
مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہی نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہی محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز کہا تو نکاح نافذ
ہوا اور نہین تو باطل ہو گیا سیجیء فی البیوع توقف عقود کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا تبطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود
فضولی کا اگر اُن عقدونکا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہوگا اور اگر حالت عقد مین انکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین ولابن العم ان یزوج بنت عمہ
الصغیرۃ اور جائز ہی چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت
او فصحت بالرضا لا یجوز عندہما وقال ابو یوسف رح یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنے بخلاف الصغیرۃ کما مر فیجوز سو اگر
بنت عم کبیرہ ہو یعنے بالغہ تو ضرور ہی استیذان سے یہان تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا
رضامندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہی اور اسی طرح مولی آزاد کرنے
والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہی بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنے بخلاف صغیرہ کے اسواسطے کہ قاضی و
سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہ ہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب
تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہی نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور ایسا ہی مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا
صغیرہ کیطرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو
کہ اسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اسکو یہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کیطرف سے بخلاف ما لو وکلتہ ان یزوجہا
من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا رضیت مزوجا لا مزوجا بخلاف اسکے یہ ہے کہ اگر عورت نے اسکو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اسکا نکاح اپنے ساتھ
کر لیا تو جائز نہیں ہے واسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا اختیار دیا نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرہا او قالت له زوجنی نفسی ممن
شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اسکو کہ تصرف کرے اسکے
امر میں یا کہا اسنے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اسکا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ
کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے
معین ہو گیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین داخل غیر معین میں نہیں ہوتا او لو اجازت من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی
بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط لا کلیہما بخلاف البیع فان شرط قیام اربعۃ اشیاء کما سیجئ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت
دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنے کے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت
شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہیں واسطے کہ دوسرا عاقد موجود
بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ
اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع میں فروع یہ چند مسائل ہیں شارح کے لحاق الفضولی قبل الاجازۃ الایملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے
مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اسکو توڑ سکتا ہے ویشترط للزوم عقد الوکیل موافقتہ فی المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت کرنا موکل کی
مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہ ہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول کرنے یا انکار سے وحکم رسول کوکیل او حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے
عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام لیکر اور عورت نے شہود کے روبرو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور
حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی اسبیجابی والجوہرۃ العقر فی الحرائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور
جوہرہ کے باب اسبیجابی میں ہے کہ بیبیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیب کا عقر ہے اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی
وغیرہ لا مہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم ہیں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت
طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو البتہ حجت کے ہوگی کذا فی النہر وما یۃ الاقل تحمل علی المعجل و روایت اقل دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلاً بخاری
اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری سے مہر کیواسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ
لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابو داؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے اپنی عورت کے مہر میں دونوں لپ بھر کر
ستو یا کھجور کو دیا تو اُسنے وطی کو حلال کر لیا اور انگوٹھی لوہے کی اور لپ بھر ستو اور کھجور دس درم سے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ روایتیں اور ایسا ہی نکاح زوجہ دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل
پر محمول ہے واسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ عورت سے قبل دخول کے جلد ادا کر دیتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ لوہے کی انگوٹھی اور ستو کے سوا اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے حدیث

جائز کی متعہ کے مہر کی ہو تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اسکو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور سکے واسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اسکا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج تھا میں کہے اخراجات کے حضرت ہو کفیل ہوا کرتے تھے **فِضَّةٍ وَزْنَ سَبْعَةٍ مَثَاقِيلَ كَمَا فِي الزَّكَاةِ** چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان کوۃ میں گذر ہو چکا دس درم شرعی کے ساڑھے کتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو **مَضْرُوبَةٍ كَانَتْ أَوْ لَا** ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنے شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اُسنے نکاح میں انھیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اسکی قیمت کم ہوجاے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہو مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اُسکی پانچ درم ہوگئی تھی سو طلاق دی اسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہوگیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جسدن عورت کے قبضہ میں آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط **وَتَجِبُ الْعَشَرَةُ إِنْ سَمَّاهَا أَوْ دُونَهَا وَيَجِبُ الْأَكْثَرُ مِنْهَا إِنْ سَمَّى الْأَكْثَرَ** اور واجب ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنے اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہیں دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں **وَيَتَأَكَّدُ عِنْدَ وَطْءٍ أَوْ خَلْوَةٍ صَحَّتْ مِنَ الزَّوْجِ أَوْ مَوْتِ أَحَدِهِمَا** اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہوگئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت اسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اُس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جدا گانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح دوسرا نہیں ہوتا اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف ما اذا ازالہا بدفعۃ فانہ یجب النصف بطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اسکے اگر ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے **وَيَجِبُ نِصْفُهُ بِطَلَاقٍ قَبْلَ وَطْءٍ أَوْ خَلْوَةٍ** فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا نصفہ درہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑھائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے کہ اڑھائی درم عورت کو اور ملینگے تاکہ اقل مہر کامل ہوجاے **وَعَادَ النِّصْفُ إِلَى مِلْكِ الزَّوْجِ بِمُجَرَّدِ الطَّلَاقِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مُسَلَّمًا لَهَا وَإِنْ كَانَ مُسَلَّمًا لَهَا لَمْ يَبْطُلْ مِلْكُهَا مِنْهُ بَلْ تَوَقَّفَ عَوْدُهُ إِلَى مِلْكِهِ عَلَى الْقَضَاءِ أَوِ الرِّضَا** اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں مجرد طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہے تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر **فَلِهٰذَا** لا ینفذ عتقہ ای الزوج **عِنْدَ الْمَهْرِ بَعْدَ طَلَاقِهَا قَبْلَهُ** ای قبل القضاء ونحوہ

لعدم ملکه قبله تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قبضہ یا رضا سے پہلے بسبب مالک ہونے زوج کے قبل قبضہ
یا رضا کے یعنے جب ملکیت زوج کی قبضہ یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اُسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا **ونفذ تصرف المرأة قبله فی الکل لتقرر ملکها** اور نافذ ہوگا
تصرف کرنا عورت کا قبل قبضہ یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام مہر پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اُسکو
آزاد کردے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کل مہر پر قبل قبضہ یا رضا کے ثابت ہے **وعلیها نصف قیمة الاصل یوم القبض لان زیادة المهر المنفصلة
تنتصف قبل القبض لا بعده** اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے واجب ہوگی کہ مہر کی
جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنے عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اُسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی
قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اُسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دیگی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھیگی اسواسطے کہ اولاد
زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی **ووجب مهر المثل فی الشغار هو ان یزوجه بنته او اخته علی ان یزوجه
الآخر بنته او اخته مثلاً معاوضة بالعقدین** اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اُسکو کہتے ہیں کہ نکاح کردے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر
کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کردے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جاوے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہوویں **وهو منهی عنه لخلوه عن المهر
فاوجبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغارا** اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہم نے اسمیں مہر مثل واجب کیا اسواسطے شغار نہ باقی رہا یعنے
شغار رسمی اسسبب سے ممنوع ہوا کہ اسمیں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اسمیں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا **وفی خدمة زوج حر سنة للامهار بخدمته او امته لان فیه قلب الموضوع کذا
قالوا** اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں
قلب موضوع ہے یعنے اُلٹا معاملہ ہے یعنے لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا اسواسطے نا درست ہوا
اور مہر مثل اسمیں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیة
ومفاده صحة تزویجها علی ان یخدم سیدها او ولیها لقصة شعیب مع موسی علیهما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر
کہ خدمت کرے زوج اُسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اُسکے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسی علیهما السلام کے اسواسطے
کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کر لیا اُنسے **وصح بخدمة عبده
او امته او عبد الغیر برضا مولاه او حر آخر برضاه** جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے
اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اسواسطے کہ
خدمت حر میں مفاسد ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر **وفی تعلیم القرآن لنص لابتغاء بالمال** و واجب ہے مہر مثل
تعلیم قرآن میں موجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنے نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے
اور تعلیم قرآن مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا **وباء زوجتکها بما معک من القرآن للسببیة او التعلیل لکن فی النهر ینبغی ان یصح علی
قول المتاخرین** اور بے زوجتکها بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفع دخل کا کیا یعنے حدیث میں آیا ہے کہ
حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتکها بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر
ہو سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور

یا اُسکے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہی بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہو گی در صورت معرفت
مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہو گا اسواسطے کہ زیادتی مجہول ہی
اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہو گا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہین ہی وفی الکافی جدد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان علی الظاہر
اور کافی مین یون ہی کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کر کے تو اسپر دو ہزار لازم آوینگے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اسواسطے
لازم ہوے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی القنیۃ لو وہبتہ مہرا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ
الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور قنیہ مین ہی کہ اگر عورت نے زوج کو مہر بخشدیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہی
اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کرنے پر اور بزازیہ مین ہی اشبہ بحق یہ ہی کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لانتصف لاختصاص التنصیف بالمفروض
فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا مسمی پر اُسکی تنصیف نہو گی طلاق قبل وطی مین اسواسطے مخصوص ہی تنصیف کے عقد کے
مفروض مہر سے بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنے آدھا مہر مفروض دینا لازم ہی اور عرف مین مفروض اُسی مہر کو کہتے ہین
جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت مین
یعنے مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت مین یعنے زیادت علی المسمی مین وصح حطھا لکلہ او بعضہ قبل او لا ویرتد
بالرد بحر او صحیح ہی ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر تا ہی پھیر نے سے کذا فی البحر یعنے جو
اگر زوجہ نے اپنا مہر معاف کر دیا تو صحیح ہو خواہ زوج قبول کرے یا نکرے یہان تک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کر یگی تو معاف
ہو جاویگا لیکن اگر زوج یون کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہی کہ عورت اپنے مرض الموت مین استفادہ کرے وفی قنیہ
کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹتا جبتک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا اسواسطے کہ حدیث مین
آیا ہی کہ آپس مین تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کیواسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کیواسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ
والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہی اور خبر اسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہی یہان سے احکام خلوت صحیحہ کے
شروع ہوے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہی بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہی بلا مانع حسی کمرض لاحدھما یمنع الوطی وطبعی
کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہی
مانع حسی وہ ہی جو حس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ مین
تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہی تو اس تقریر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل
مثال نہین ہی وشرعی کاحرام الفرض او النفل ومانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بسکون الراء
وعفل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہی رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہی یعنے شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول
ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہی قرن بسکون الراء ہی یعنے ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدہ غلیظ کہتے ہین اور بعضے
گوشت زائد کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہی عفل بفتحتین غدہ ہی قاموس مین کہا کہ عفل ایک شی ہی کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہی جیسے فوطہ بڑھنے کی
بیماری مرد کو ہوتی ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شی مدور ہی کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہی یعنے مثل بتوڑی کے اور مانع حسی سے کمسنی ہی اگرچہ زوج بھی کمسن ہی
ایسا لڑکپن کہ قدرت نہو اسکے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معھما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

یکون بہما اومجنونا او مغمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع بہ یفتی ملتقی اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر العقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہو اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش کا ہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الملتقی بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسیکی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المجتبی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی محل المقصود زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متون میں داخل کیجیے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی ولم کلبہ یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان لہا وہی زوجۃ والا یکن عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بیخوف وطی پر قادر ہو گا یا کتا زوجہ کا ہو تو اسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا ومنہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح واذا لم یعرفہا اور باقی رہگیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنے مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد و رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعا متصور نہیں وصوم التطوع والمنذور والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تصح وکذا اکل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھولکر کھا گیا پھر اُسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمیں کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداء وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادائے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہگیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنے زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر اُسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی کالوطی فیما یجیء ولو کان الزوج مجبوبا او عنینا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنے خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر و الخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنے مرد ہونا اُسکا ثابت ہو گیا ہو تب اُسکی خلوت مانند وطی کے ہو گی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہی یا عورت
تو اُسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہیں وما فی البحر والاشباہ لیس ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور جو خنثی کا مسئلہ
بحر الرائق او اشباہ میں ہی وہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں چنانچہ اُسکو خوب بیان کیا ہی نہر الفائق میں ہم اشباہ میں کہا ہو کہ اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح مرد سے
کیا پھر مرد نے اُس سے وطی کی تو جائز ہی اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھکو اسکا علم نہیں اور اگر خنثی کے باپ نے اُسکا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے
عورت سے وطی کی تو جائز ہی اور نہیں تو اسکی مدت مقرر ہو گی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یوں ظاہر ہوتا ہو کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے
خلوت کرنا اسکو جائز ہی اور نہر الفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اُسکے حال کے موقوف ہی پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور
نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تھا تو نکاح باطل ہی اس عبارت سے صریحاً ثابت ہوتا ہو کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے
اُسکے حال کے صحیح نہیں وفیہ عن شرح الوہبانیۃ انہ یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبرسن یا اور نہر الفائق میں ہی شرح وہبانیہ سے اور کبھی ہوتی نامردی
بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اُس سوال کا ہی جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہی نہر الفائق میں کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ
ہونے کے جماع پر قادر نہوا تو اسکی مدت مقرر ہو گی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہو کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہی بلوغ کیوقت تو جوش شہوت کا
زمانہ ہی اسوقت میں نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری و ضعیف خلقت سے
بھی ہوتی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہی ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت خصی میں مقطوع الذکر وانثیین
سے ہو مناسب یوں تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہی خلوت پر موقوف نہیں وفی
تاکد المہر المسمّٰی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے میں یعنے جیسے وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل
غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہی ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونوں لازم ہو جاتے ہیں والنفقۃ والسکنٰی اور خلوت مانند وطی کے ہی نفقہ اور سکنی لازم
ہونے میں یعنے نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کیکے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنے تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا
اور خلوت مانند وطی کے ہی جو سبب عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اُسکے سوائے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اسکی عدت کے اندر یعنے
عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اُسکو طلاق دی تو اُسکی عدت میں اُسکی بہن سے نکاح حرام ہی اور اسیطرح سوائے اس عورت کے اور چار عورتوں سے
نکاح کرنا اُسکی عدت میں حرام ہی وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہی لونڈی کے نکاح حرام ہونے میں یعنے حرہ منکوحہ بعد خلوت کے
مطلقہ ہوئی تو اُسکی عدت میں لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی ومراعات وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہی وقت طلاق کے
رعایت کرنے میں عورت کے حق میں یعنے وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہو کہ طہر میں طلاق دیجئے نہ حیض میں ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت
طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق میں آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی کے ہی دوسری طلاق
بائن پڑنے میں بنابر قول مختار کے یعنے خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہو گی
قول مختار میں اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی درحکم بائن ہی علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی میں ہی
جسکو زیادہ شوق ہو وہاں دیکھ لے لا تکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہیں ہی خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق میں جیسے
غسل میں یعنے وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہی اور خلوت صحیحہ سے نہیں والاحصان اور نہیں ہی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان
میں یعنے وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہی اور خلوت سے نہیں محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات اور نہیں ہی خلوت

مانند وطی کے بیٹیون کی حرمت مین یعنے مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اُسکی بیٹی مرد پر حرام ہی اور خلوت سے اُس عورت کی بیٹی حرام نہین وَ حِلِّهَا لِلْاَوَّلِ اور
نہین خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے مین پہلے زوج کیواسطے یعنے مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہی اور زوج
ثانی کی خلوت سے اُسکو حلال نہین ہوتی وَ الرَّجْعَۃِ اور نہین خلوت مانند وطی کے رجعت مین یعنے وطی کے بعد طلاق دیتے مین رجعت درست ہی اور خلوت کے بعد
طلاق ہونے سے رجعت درست نہین اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہین ہوتی بلکہ بائن ہوجاتی ہی چنانچہ ذخیرہ وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی کذا فی
حاشیۃ المدنی وَ الْمِیْرَاثِ اور نہین خلوت مانند وطی کے درحق میراث یعنے اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت مین زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی
مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجہا کالابکار علی المختار و غیرہ لکن نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتون کے ہی بنابر قول مختار
یعنے جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اُسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتون کے ہوگا اور سواے اسکے اور احکام مین جنمین خلوت وطی کی مانند نہین جیسے اجازت
نکاح موقوف کی خلوت سے نہین ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہی اور کہا ہے ۝ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صحۃ ۞ وتخییرہ
و بہذ العقد تحصیل ۞ اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہر چند صورتون میں و مغائر ہو وطی کے چند صورتون مین اور اس نظم سے جو کہ موتیون کی لڑی ہی
احکام خلوت کی تحصیل ہی ۝ تکمیل مہر و اعداد کذا نسب ۞ انفاق سکنی و منع الاخت مقبول ۞ خلوت برابر ہی وطی کے تکمیل مہر مین اور وجوب عدت مین اور ثبوت
نسب مین اور نفقہ دینے مین اور سکنیٰ مین اور بہن کے نکاح منع ہونے مین مقبول ہی یہ قول علما کے نزدیک مردود نہین ہی ۝ و اربع وکذا قالوا الاماء والقاء
زمان فراق فیہ تحصیل ۞ اور خلوت مانند وطی کے ہی چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین اُسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علما نے لونڈیون کو کہا ہی اور مقرر رکھا
ہی علما نے زمانہ فراق کی جسمین خصمت کرنا ہی یعنے طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے ۞ بعض ہین ۝ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا ۞ قیل لا وہو الاولی الفضیل
اور واقع کی ہی علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضون نے کہا کہ دوسری طلاق نہین واقع ہوتی اور درست
پہلا ہی قول ہی یعنے واقع ہوتی ہی ۝ الا الفائتر والاحصان بالولی ۞ و رجعۃ کذا التوریث معقول ۞ لیکن وہ احکام جنمین خلوت مثل اثر اور
وطی کی اولی نہین سے احصان ہی اسی سبب سے مقصود اور رجعت ہی اور اسیطرح وراثت معقول ہی ۝ سقوط وطی وابطال لہا وکذا ۞ تحریم بنت
نکاح الملک مبذول ۞ اور ساقط ہونا وطی کا یعنے جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اُسکا وطی کا مطالبہ ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے
مطالبہ کرنے کا حق ہی اور حلال ہونا زوجہ کا یعنے زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف
وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنے اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہین بخلاف وطی کے
اور نکاح باکرہ مبذول ہی یعنے باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنے استیذان لی مین اسکا سکوت قائم مقام نطق کے ہی باکرہ کے مانند ۝
کذالک الفی و التکفیر با فسدتا عبادۃ و کذا بالغسل تکمیل اسیطرح ایلا سے رجوع کرنا یعنے زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم
پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ مین وطی کی تو اسکو فی کہتے ہین یعنے نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع کی تو ایلا کرنے والے کا
رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہی نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہین ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہی اور اسی طرح
خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہین ہوتی بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہین ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل کی
تکمیل ہوئی اُن مسائل کی جنمین خلوت مانند وطی کے نہین وَ لَوِ افْتَرَقَا فَقَالَتْ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَ قَالَ الزَّوْجُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَالْقَوْلُ لَہَا
لانکارہا سقوط نصف المہر و ان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ مین سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق دی بعد دخول کے
اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسکا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر ادا ہوگی ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکرا صحت والا لا ان البکر انما توطأ کرہا کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہوسکنے دیا
زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیح نہ ہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی
مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں **ولو قال ان خلوت بک**
فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا بزازیہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ
خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس
عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیہ پھر جب عدت نہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہوگا اسواسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی
حاشیہ الطحطاوی **وتجب العدۃ فی الکل** ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ احتیاطا ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہے تمام عدت کل میں یعنی کل
اقسام خلوت میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت میں عدت واجب ہے احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس وہم سے کہ رحم عورت کا
نطفہ زوج سے مشغول ہوگیا ہے چند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں عام ذکر کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہوجاوے کہ خلوت صحیحہ
اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **قیل** قائلہ القدوری واختارہ
التمرتاشی وقاضیخان **ان کان المانع شرعیا** کصوم **تجب العدۃ وان کان حسیا** کصغر ومرض **لا تجب** والمذہب الاول لاطلاق محمد قالہ المصنف
اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت
واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کمسن ہونا یا مرض ایسی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہی
قول ہے یعنی ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا فاسد اسواسطے کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے اسکو اپنی شرح میں
کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہا حلت بنتہا اور مجتبی میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہر
عدت کے حق میں اور مہر میں فقط یہاں تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اسکی بیٹی حلال ہوگی اسکے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ**
وطلقت قبل وطی رجع علیہا بنصفہ لعدم تعین النقود فی العقود قبض کیے زوجہ نے ہزار درہم مہر کے پھر یہی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق دی
زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا
اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ جو حق الاستردا تھا وہ
بعینہ زوج کو نہیں پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب متعین نہ ہونے نقود کے عقود میں مثلا ایک مرد نے عورت سے نکاح ہزار درہم پر جو اسکے پاس تھے کیا پھر
مرد کو اختیار ہے کہ ان درہموں کو اپنے پاس رکھے اور انکے مانند اور درہم دیدے اور یہی بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین اعتبار نہیں **وان لم تقبضہ او قبضت**
نصفہ فوہبت الکل فی الصورۃ الاولی او ما بقی وہو النصف فی الثانیۃ او وہبت عرض المہر کثوب معین او فی الذمۃ قبل القبض او بعدہ لا
رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنی عدم قبض میں یا باقی
مہر کو ہبہ کیا یعنے نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنے نصف مہر کے قبضہ کرنے میں یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی
جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوگئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں
صورتوں میں نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنے زوج کا حق بعینہ ملگیا **ولو تزوجہا علی الف علی ان لا یخرجہا من البلد او لا**
یتزوج علیہا او علی ان یطلق ضرتہا او علی الف ان اقام بہا وعلی الفین ان اخرجہا فان وفی بما شرط فی الصورۃ الاولی او اقام بہا فی الثانیۃ فلہا

الا ان لم یعنا ما بہا لفہما صورتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر و الاولی ان وفی وتم یقم فمہر المثل لفقد رضاہا
بفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکال لیجائیگا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح
نہ کریگا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر مین اور دو ہزار درم کے مہر پر اگر عورت کو اُسکے شہر سے باہر لیگیا سو اگر مرد
نے شرط کو پوری کی پہلی صورت مین یعنے شہر سے باہر نہ لیگیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت مین عورت کے شہر مین مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم
ملینگے بسبب راضی ہوجانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہان دو صورتین ہین ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہو دوسری صورت یہ کہ
تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اُسکے سوا دوسری تقدیر یعنے اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور اگر شرط پوری کی اول صورت مین اور اقامت
شہر کی نہ کی دوسری صورت مین تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے لکن لا یزاد المہر
فی المسئلۃ الاخیرۃ علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہما علی ذلک لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ مین یعنے جسمین شرط
ہوئی تھی کہ اقامت مین ہزار اور اخراج مین دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہوجانے زوجین کے اسپر یعنے عورت راضی ہوچکی تھی ہزار پر
حالت اخراج مین تو شوہر دو ہزار سے زیادہ کیونکر لیں یعنے مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو وہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار سے کم نہ
دیے جاوینگے اسواسطے کہ مرد راضی ہوچکا تھا ہزار پر حالت اقامت مین تو حالت اخراج مین کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقہا قبل الدخول ینتصف المسمی
فی المسألتین لسقوط الشرط و قالا الشرطان صحیحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جائیگا دونون مسئلون مین بسبب
ساقط ہوجانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونون شرطین صحیح ہین یعنے عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر مین رہا اور دو ہزار پاویگی
اگر اُسکو باہر لیگیا کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا تزوجہا علی الف ان کانت قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقا
فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہوا اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونون شرطین
صحیح ہین باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہین کہ جسکی معرفت دشوار ہو
اور اسکے حصول اور عدم حصول مین تردد واقع ہو تو دونون شرطین صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اخراج کے کہ اُسکا وجود اور عدم دونون محتمل ہین تو
ایسی شرط صحیح نہین بخلاف مالو ردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للمشیۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل والا فمہر المثل لا یزاد علی الاکثر ولا ینقص
عن الاقل فتح بخلاف اسکے کہ اگر تردد کیا قلت اور کثرت مہر مین بسبب ثیبہ ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنے یون کہا کہ اگر عورت ثیبہ ہے تو ہزار درم اور
اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیبہ ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے
اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدہا ثیبا لزمہ الکل درر وصححہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اسکو ثیبہ پایا
تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور تصحیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ مین اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کیواسطے نہ بکارت کے واسطے تو
یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہین ہوتا بلکہ شرط باطل ہوجاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا
العبد او ہذا العبد او علی ان مہرین و احدہما اوکس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس
والا فمہر المثل اور اگر مہر مین نام لیا دو چیز مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہون خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر
یا اس ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یون کہا کہ دو مین سے کسی پر اور اُن دو چیزون مین ایک
کم قیمت ہو اور دوسری زیادہ تو حکم کریگا ان صورتون مین قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اُس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملیگی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو
عورت کو مہر مثل ہی ملیگا **وفی الطلاق قبل الدخول تحکم متعة المثل** لانها الاصل حتی لوکان نصف الاوکس اقل من المتعة وجبت المتعة فتح اور اسی مسئلہ میں
طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعہ مثل کا اسواسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سوا اگر متعہ مثل کا برابر ہو
نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہو نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملیگا اور اگر متعہ مثل برابر ہو نصف کم قیمتی چیز سے تو اُسکو اس صورت میں نصف
کم قیمتی ملیگا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو تزوجہا علی فرس**
او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس له وسط الوسط او قیمته اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر
یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی میں یا قیمت متوسط کی تو جیسا
ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اسکی قیمت دے **وکل ما لم یجز السلم فیه فالخیار للزوج والا فللمرأة** اور جو چیز کہ جسمیں بیع سلم جائز نہیں
جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اسمیں اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اسکی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون
تو اسمیں عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اسکی قیمت لے **وکذا الحکم** وهو لزوم الوسط **فی کل حیوان ذکر جنسه** هو عند الفقهاء المقول
علی کثیرین مختلفین فی الاحکام **دون نوعه** هو المقول علی کثیرین متفقین فیها اور ایسا ہی ہے حکم یعنے لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں
جس حیوان کی جنس ذکر ہوئی ہو نہ اسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اسکو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں
جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے
نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے
نزدیک اسکو کہتے ہیں جو کثیر متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت **بخلاف مجہول الجنس**
کثوب ودابة لانه لا وسط له بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنے اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ
مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں کو شامل ہے جیسے حریر اور
غیر حریر پھر ان دونوں میں باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہیں
بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس کا مہر میں نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ووسط العبید فی زماننا الحبشی
اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی
اور مصر میں صاحب بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرضکہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور
ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے **ولو امهرها العبدین والحال ان احدهما حر فمهرها العبد عند الامام ان**
ساوى اقله ای عشرة دراهم **والا کمل لها العشرة** لان وجوب المسمى وان قل یمنع مهر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ
ایک اُن دونوں میں کا حُر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہے گا نزدیک امام اعظم کے بشرطیکہ برابر ہو اُس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنے دس درم سے
اور اگر اُس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہے تو پورا کردیا جائیگا عورت کیواسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم ملکر عشرہ
پورا کردیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا **وعند الثانی لها قیمة الحر لو عبدا** وهذا الکمال کما لو
استحق احدهما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حُر کی قیمت ملیگی اگر حُر غلام ہوتا یعنے جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اُنمیں حُر نکلا تو عورت

اس غلام کو لیگی اور حُر کی قیمت لیگی اسطرح کہ حر کی درصورت غلام ہونے کے جو قیمت ہوسکتی وہی زوج سے طلب کیگی اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال نے
چنانچہ وہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت اس غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حُر ہونے میں بھی اُسکو قیمت ملیگی **ویجب**
مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہے تاہم مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جسمیں کوئی شرط شرائط
صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہوں یعنے بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب و قبول کرلیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھ نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں
عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب صورتیں نکاح کی فاسد ہیں اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمیں شرط نہیں **بالوطی فی القبل لا بغیرہ**
کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا مہر مثل واجب ہے تاہم نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہے تاہم مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنے جیسا خلوت سے
نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اسطرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنے نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام
تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ ملتوی ہو اسواسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہوسکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر
سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہے کذا فی حاشیۃ الچلپی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او
جہل لزم بالغاً ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نکیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی
بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اسکی مقدار مجہول اور نا معلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا
کتنا ہی کیوں نہو حاصل نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہ ہوگا
بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد میں مجہول ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیۃ المدنی ولکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر حضرۃ صاحبہ قبل الدخول او لا فی الاصح
خروجاً عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کردینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون
حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اسواسطے کہ عقد
فاسد کا ترک کرنا یا پھر اسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنے اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم
تھا بجاے لکل واحد علی کل واحد کہنا مولانا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں ہے علی کل واحد یا ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے
کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کردینا درمیان دونوں کے یعنے اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے **وتجب العدۃ بعد الوطی**
لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنے نکاح فاسد میں
بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مرگیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنے تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت
موت کی نہ واجب ہوگی یعنے چار مہینے اور دس دن کی **ومن وقت التفریق** او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق
قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح میں **ویثبت النسب** احتیاطاً بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنابر
احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنے اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہو گا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدتہ وہی ستۃ اشہر **من الوطی** اور معتبر ہوگی
مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں **فان کانت منہ الی الوضع اقل مدۃ الحمل** یعنے ستۃ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان
ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر لا یثبت ہذا قول محمد و بہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنے چھ مہینے

ہون یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے ہو اسطرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہو محمد کا اور اسی پر فتویٰ ہو اسواسطے
کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہین بخلاف نکاح صحیح کے کہ اسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہو وقالا ابتداء المدة من وقت العقد
کالصحیح ورجحہ فی النہر بانہ احوط وذکر من التصرفات الفاسدة احد وعشرین نظم منہا العشرة التی فی الخلاصة فقال اور کہا امام اعظم اور ابو یوسف نے
کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہو مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہو اس قول کو نہر الفائق مین اس طرح کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہو
اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہین اور انمین سے دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون کہا ہے ۵
وفاسد من العقود عشر اجارة وحکم ہذا الاجر وجوب ادنی المثل والمسمی او کلہ مع فقد کون المسمی اور عقود فاسدہ بس ہین ایک انمین سے
اجارہ فاسدہ ہو اور حکم اسکا ہو وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہو گئی ہو تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنے اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو
اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنے اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول
ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہی جسمین شروط صحت اجارہ کے نہون ۵ والواجب الاکثر فی الکتابة من الذی سماہ او
من قیمة : اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہو وہ واجب ہو ۵ فی النکاح المثل ان یکن دخل : وخارج البذر للمالک اجعل : اور نکاح فاسد مین
مہر مثل واجب ہو اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوئی ہو کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہو پھر اگر بیج زمین والے کا ہو تو عامل کو اجر مثل
ہو اور اگر بیج عامل کا ہو تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہو ۵ والصلح والرہن لکل نقضہ : امانة وکالصحیح حکمہ : اور صلح فاسد اور رہن فاسد مین ہر ایک کو
عاقدین مین سے اختیار ہو توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہو اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہو یا صلح فاسد کا مثل صلح
صحیح کے حکم ہو اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہو ۵ ثم الہبة مضمونة یوم قبض : وصح بیعہ لعبد قرض : پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان ہو جسدن
قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہو تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہو قرض لینے والے کو اور اسوقت مین
اسکی قیمت کا ضمان دیگا مستقرض کو ۵ مضاربة وحکمہا الامانة : والمثل فی البیع والا القیمة : اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا امانت ہو
مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہو تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہو تو قیمت کا ضمان اور آگے اُن
عقود کے خود تصریح آویگی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہین **والحرة مہر مثلہا الشرعی مہر مثلہا اللغوی** ای مہر امرأة تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل
شرعی وہ ہی جو اسکے مثل لغوی کا مہر ہو یعنے مہر مثل شرع مین اُسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو **من قوم ابیہا لا امہا** ان لم تکن من قومہ
کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اسکی مان کی قوم سے اگر اُسکی مان اُسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر مان بھی
باپ کی قوم سے ہو جیسے اُسکے چچا کی بیٹی تو مان کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہو
نہ مان کی قوم کا وفی الخلاصة یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقة وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ مین ہو
کہ مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپھیون کا پھر اگر وہ نہونگی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول
خلاصہ کا یہ ہو کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہو اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہو پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے **وتعتبر
المماثلة فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارة وثیوبة وعفة وعلما وادبا وکمال خلق**
وعدم ولد اور معتبر ہو برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے
مین اور ہمعصر ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم وادب مین اور کمال خلق مین اور نہ لڑکا ہونے مین

تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہیں اور مالدار مفلس کے برابر نہیں اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہیں
اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہیں اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ اور غیر عفیفہ
برابر نہیں اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہیں اور با ادب اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں ويعتبر حال الزوج اي زوجها
ذكره الكمال وقال وهو الا انه بقدر الرغبة فيها اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنے اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب میں ذکر
کیا اسکو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا ہے لونڈی کا مہر مثل بقدر اسکی خواہش کے ہے یعنے دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دے سکتا ہے
وہی اسکا مہر مثل ہے اور لونڈی میں اسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق میں کہا کہ مہر مثل واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہوا اور مہر کا تسمیہ نہ ہو یا تسمیہ مجہول ہو یا
اس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعاً حلال نہیں اور نکاح فاسد میں بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہ میں جو مہر لازم آتا ہے تو مراد اس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ یہاں مہر مثل
سے مراد عقر ہے اور عقر اسکو کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ويشترط فيه
اي في ثبوت مهر المثل اخبار رجلين او رجل وامرأتين ولفظ الشهادة اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں یعنی مہر مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں کا
یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنے فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں فان لم توجد شهود عدول فالقول للزوج بيمينه
وما في المحيط من ان للقاضي فرض المهر حمله في النهر على ما اذا رضيا بذلك سو اگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل میں
معتبر ہوگا اور جو محیط میں ہے کہ گواہ نہ ہونے میں قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرا دے اسکو نہر الفائق میں اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ زوجین فرض
قاضی پر راضی ہو گئے ہوں فان لم يوجد من قبيلة ابيها فمن الاجانب اي فمن قبيلة تماثل قبيلة ابيها سو اگر نہ پائے جاویں سب اوصاف
مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنے جو وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اسکے باپ کی قوم سے تو اونچی
قوم یا نیچی قوم کا اعتبار نہ ہوگا اور شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہ ہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہونگے اسواسطے
کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم يوجد فالقول له اي للزوج في ذلك بيمينه كما مر پھر اگر غیر قوم میں
بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر میں قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ مختصر بیان گذرا وصح ضمان الولي مهرها
ولو المرأة صغيرة ولو عاقدا لانه سفير لكن بشرط صحته فلو في مرض موته وهو وارثه لم يصح والا صح من الثلث وقبول المرأة او غيرها في مجلس الضمان
اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اسکا ضامن ہونا درست ہے اسواسطے کہ
ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اسپر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی
یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ
وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنے جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنے جسکے واسطے ضامن ہو وارث نہیں ہے
ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کے ثلث مال سے یعنے ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے
یا اسکے غیر کا مجلس ضمان میں یعنے بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرلے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اسکا ولی قبول کرے تب اسکی ضمانت صحیح ہوگی
نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اسکا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب اي ايا شاءت من زوجها
البالغ او الولي الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ وہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا
اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادى رجع على الزوج ان امر كما هو حكم الكفالة پھر اگر ولی ضامن نے

مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیرے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگرچہ بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو
پھیر لینا نہیں پہونچتا ہے ولا یُطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ یعنی مطالبہ نہوگا باپ سے اُسکے بیٹے
صغیر محتاج کے مہر کا یعنے اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اسکے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اسسے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا کہ اپنے
بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یؤخذ بہا الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا
اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اُسکا کسی عورت سے یعنے فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم
نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا
کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہونچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے
کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتہما لان
کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اُسکے دواعی سے یعنے تقبیل اور مساس سے
کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد جو اُسکی رضامندی سے ہوچکی یعنے عورت کو
مہر معجل کے لینے کے واسطے وطی اور سفر سے روکنا پہونچتا ہے اگرچہ اُسکی خوشی سے ایکبار وطی ہوچکی ہو یا خلوت ہوچکی ہو تو بھی اُسکو منع کرنے کا
حق ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنے ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلا او بعضا
او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرطا لان الصریح یفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے
روک دینا وطی کا واسطے لینے اس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہوچکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اُسقدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اُس سے
عورت کو عرف میں اسی کا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوگئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت
مقرر ہوچکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیئے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنے مہر مؤجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہونچتا اور معجل میں پہونچتا ہے مشروط
مروج پر اسواسطے کہ مقدم ہے کہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظومہ کے کہ اُسنے اپنے فتاوی میں عدم صحت کو ترجیح دی ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا اذا التأجیل للطلاق او الموت فیصح للعرف بزازیۃ مہر مؤجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر
اسوقت جبکہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشایش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک ان چیزوں کا ایک وقت
مقرر نہیں تو ایسی مدت میں مہر فی الحال ادا ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمیں بھی جہالت
ہے کہ ہر گز طلاق یا موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیۃ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادۃً
ماثورہ اور شرعیہ مروجہ ہوگئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی هم اکثر بلاد ہندوستان میں بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز
نہیں لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہوجاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ
عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہوگئی ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب شوہر نے سب مہر کی
مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہوگیا اسواسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ استاذ ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہے
اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اسمیں فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر لو تزوجہا علی
مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درم مہر کا بشرط نقد اسقدر مدت معین کے

اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کردیگا تو عورت کو جائز ہی کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہانتک باقی درمون کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع
اور ثابت ہی عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہوچکا ہو ولہا السفر والخروج
من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ ما لم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہی عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کیواسطے
تو بے حاجت نکلنا جائز نہین اور جائز ہی عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نپایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ
ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل پاچکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب
حق کے عورت کا حق کسی پر ہویا کسی کا حق عورت پر ہو یعنے اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اُسکا نکلنا درست ہی زوج کی اجازت
ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ مین ایکبار یا محارم کی ملاقات کیواسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی
جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہی لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کرسکتا ہی نہ نکلے اُنکے سوا مین یعنے سوا ے قرض اور زیارت والدین
محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کیواسطے نکلنا عورت کا جائز نہین اور اگر زوج سوا ے ان امور کے نکلنے کی اجازت دیگا تو
زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ وسیجیٔ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہی کہ عورت کا حمام مین جانا درست ہی بدون آرائش
اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقۃ مین بھی آوینگے محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہان عورت کا نکلنا درست ہی
وہان یہی شرط ہی کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردون کی نظر اُسپر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم مین
درباب حمام وارد ہوئی ہین از انجملہ یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ عنقریب تمپر ملک عجم فتح ہوگا اور وہان تم چند بیوت پاؤگے انکو
حمام کہتے ہین تو مرد اُنمین نجاوین بدون ازار کے اور عورتون کو انمین نجانے دو سوا ے مریضہ اور نفاس والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا بعد اداء
کلہ مؤجلا او معجلا لو کان مامونا علیہا والا یؤد کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا بہ یفتی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف
وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر مین ساتھ لیجائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج پر اطمینان ہو
عورت کی طرف سے یعنے سفر مین ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر مین نہ لیجاوے
اور اسی قول پر فتوے ہی کذا فی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی نے الابحر اور مجمع الفتاوے مین اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی پر اعتماد کیا ہی
اور اسی پر فتوے دیا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی
وغیرہ وفی المختار علیہ الفتوے وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق مین ہی جسپر عمل ہی ہمارے ملک یعنے مصر مین
وہ یہ ہی کہ عورت کو سفر مین نہ لیجاوے اسپر زبردستی کرکے یعنے سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہی اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہی بزازی
وغیرہ نے اور مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی اور فصول مین ہی کہ فتوے دے مفتی جو اُسکے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنے اگر زوج امانت دار اور صالح ہو
اور نہ جانے مین عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر مین لیجانے کا فتوے دے والا نہ لیجانے کا فتوے دے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وینقلہا فیما دون
مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ والملتقط
فی الکافی وعلیہ الفتوے اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہان جو مدت سفر سے کم ہو یعنے تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گانون کی طرف لیجاوے
خواہ گانون سے شہر مین لاوے اور ایک گانون سے دوسرے گانون مین لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہین اور قید لگائی ہی فتاوے
تاتارخانیہ مین گانون کی یعنے ایسے گانون تک لیجانا جائز ہی کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی مین

اُسکو مطلق رکھا ہے یون کہکر کہ اسی پر فتویٰ ہے وَاِنِ اخْتَلَفَا فِي الْمَهْرِ فَفِي اَصْلِهٖ حَلَفَ مُنْكِرُ التَّسْمِيَةِ فَاِنْ نَكَلَ ثَبَتَ وَاِنْ حَلَفَ يَجِبُ مَهْرُ الْمِثْلِ اور اگر
اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر مین ٹھہرا اور دوسرے نے کہا نہین ٹھہرا اور دونون گواہ
لانے سے عاجز ہین تو قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا مہر مثل
لیکن اگر عورت مدعی ہو تو مہر مثل اُسکے دعوی سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر مسمی ہزار تھا اور مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار رہ
پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اُسکے دعوی سے کم نہ کیا جائیگا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہو تو وہی ہزار
اُسے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع وَفِي الْمُسَمّٰى يَحْلِفُ اِجْمَاعًا اور مہر مسمی مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے
ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعۃ کا کہ اُنھون نے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین ہے
بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وَاِنِ اخْتَلَفَا فِي قَدْرِهٖ
حَالَ قِيَامِ النِّكَاحِ فَالْقَوْلُ لِمَنْ شَهِدَ لَهٗ مَهْرُ الْمِثْلِ بِيَمِيْنِهٖ اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کے وقت تو قول اُسی کا معتبر ہے جسکی گواہی دے
مہر مثل ساتھ قسم کے پس اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا
قول مع الیمین معتبر ہوگا وَاَيٌّ اَقَامَ بَيِّنَةً قُبِلَتْ سَوَاءٌ شَهِدَ لَهٗ مَهْرُ الْمِثْلِ اَوْ لَهَا اَوْ لَا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنے گواہ قائم کریگا تو مقبول
ہونگے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد ہو یعنے گواہ ہونیکے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین ہے اِنْ
اَقَامَا الْبَيِّنَةَ فَبَيِّنَتُهَا مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهٗ مَهْرُ الْمِثْلِ وَبَيِّنَتُهٗ مُقَدَّمَةٌ اِنْ شَهِدَ لَهَا مَهْرُ الْمِثْلِ لِاَنَّ الْبَيِّنَاتِ لِاِثْبَاتِ خِلَافِ الظَّاهِرِ اور اگر دونون نے گواہ
قائم لیے تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے
کہ گواہ مقرر ہوے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اُسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وَاِنْ كَانَ مَهْرُ الْمِثْلِ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا
اور اگر مہر مثل دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہو تو مہر مثل کسی کے
موافق نہو بلکہ دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم آویگی مرد اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اسطرح قسم کھائے
کہ واللہ مین نے ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فَاِنْ حَلَفَا اَوْ بَرْهَنَا قُضِيَ بِهٖ سو اگر دونون نے قسم کھائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل کا یعنے
مہر مثل دلاویگا اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہو سکتا وَاِنْ بَرْهَنَ اَحَدُهُمَا قُبِلَ بُرْهَانُهٗ لِاَنَّهٗ نَوَّرَ دَعْوَاهُ اور اگر
دونون مین سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا وَفِي الطَّلَاقِ قَبْلَ الْوَطْءِ حُكْمُ مُتْعَةِ الْمِثْلِ
لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنے
اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنے مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی
تو زوجہ کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جاوے نصف جاریہ پر وَاَيٌّ اَقَامَ بَيِّنَةً قُبِلَتْ اور
دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے فَاِنْ اَقَامَا فَبَيِّنَتُهَا اَوْلٰى اِنْ شَهِدَتْ لَهُ الْمُتْعَةُ وَبَيِّنَتُهٗ اِنْ شَهِدَتْ لَهَا سو اگر دونون گواہ لائے
تو عورت کے گواہ اولے ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہین
وَاِنْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ بَيْنَهُمَا تَحَالَفَا وَاِنْ حَلَفَا وَجَبَتْ مُتْعَةُ الْمِثْلِ اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنے نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

اُسکی بعد دعویٰ زوج سے کم ہو تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو مہر مثل کا واجب ہوگا **وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا لعدم**
سقوطہ بموت احدہما اور دونوں میں کسیکا مرنا اُنکے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم میں خواہ اختلاف اصل مہر میں ہو یا مقدار میں بسبب ساقط نہونے مہر مثل کے ایک کی
موت سے **ولو بعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ** اور اگر دونوں کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثوں میں تو مقدار مہر کی اختلاف میں زوج کے
وارثوں کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے **وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ** اور اصل مہر کے اختلاف میں منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنے زوج کے وارثوں کا
اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہوں تو انکا حق ثابت ہوتا ہے **ولم یقض بشئی مالم یبرہن علی التسمیۃ** یعنے بعد موت زوجین کے اختلاف
پڑا اصل تسمیہ مہر میں تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاوینگے تسمیہ پر یعنے بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہوگا نزدیک امام کے
اسواسطے کہ مرنا دونوں کا دلالت کرتا ہے کہ اُنکی ہمسر عورتیں بھی مرگئیں تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایۃ اس دلیل سے معلوم ہوا
کہ مہر مثل کا اعتبار نکرنا اُس صورت میں ہے جبکہ زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ناقلا عن البحر **وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتے** اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے
اور اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاویں ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اُسکے اقرار پر کہ مہر پا چکیے تو اس صورت میں
مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہیں ہے **وہذا الکل اذا لم تسلم نفسہا** اور یہ سب اس صورت میں ہے جبکہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنے
تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر میں زوجین کی حیات میں یا ایک کی حیات یا دونوں کی موت میں یا اختلاف اصل مہر میں درصورت عدم تسلیم ہے **فان سلمت**
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لایحکم بمہر المثل لانہا لاتسلم نفسہا الا بعد تعجیل شئی عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور
واقع ہوا اختلاف دو حال میں یعنے زندگی میں اور بعد اُسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہیں کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہیں لیکن یہ اُس صورت میں ہے جہاں عادت ہو تعجیل کی اور جہاں
تعجیل مہر کی تاخیر ہوئی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم میں تو وہاں تسلیم اور عدم تسلیم دونوں برابر ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ **بل یقال**
لہا لابد ان تقر بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی الزوج ایصال شئی الیہا بحسب
بلکہ عورت سے یا اُسکے وارثوں سے کہا جائیگا کہ یا اقرار کرو کہ تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہیں تو ہم تجھ پر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر میں
دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائیگا باقی مہر میں یعنے مثلاً ثلث میں جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اسوقت ہے جب زوج نے
کچھ عورت کو دینے کا دعویٰ کیا کذا فی البحر یعنے متعارف التعجیل پر فیصلہ اُسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر
فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان
کے نزدیک یہ قول مسلم نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر** کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ
من المہر لم یقبل قولہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو منافی ہو جہت
مہر کی یعنے دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سوا اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یوں کہا کہ اس نقد کو شمع میں صرف کر دیا مہندی میں پھر زوج نے کہا کہ وہ نقد
مہر میں تھی تو اُسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیۃ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہوسکیگی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اُسکا بعینہ پھیر لینا درست ہے
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر** او من الکسوۃ او عاریۃ **فالقول لہ** بیمینہ والبینۃ لہا سو کہا عورت نے
وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر میں ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونوں گواہ لاویں

تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے فان حلفت والمبعوث قائم فلہا ان تردہ او ترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہو
تو عورت کو اختیار ہے کہ اسکو پھیر دیوے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضته ثم ادعاه عارية فلها ان تسترد العوض من جنسه
زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اسکو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ
وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسه کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور قنادی عالمگیر
میں یون ہے کان للمرأة ان تسترد منه ما عوضته علیه کذا فی حاشیة المدنی فی غیر المهیأ للاکل کثیاب وشاة حیة وسمن وعسل وما یبقی شهرا اخی زاده اختلاف
زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا اُسمیں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینا بھر باقی رہے اور رہ سکے
کذا ذکرہ اخی زاده والقول لها بیمینها فی المهیأ له کخبز ولحم مشوی لان الظاهر یکذبه ولذا قال الفقیه المختار انه یصدق فیما لا یجب علیه کخف وملاءة
فیما یجب کخمار ودرع یعنی مالم یدع انه کسوة لان الظاهر معه اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اُسمیں جو کھانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور
بھنا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزون میں اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنے روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر میں نہیں دیتا
اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اُسمیں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا
نہ اُسمیں تصدیق ہوگی جو اُسپر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنے جبتک زوج نے اسکا دعوی نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک میں دیا ہے
اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ یہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا
مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیها اشیاء ولم یزوجها ابوها فما بعث للمهر یسترد عینه قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمته هالکا لانه
معاوضة ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح
نکیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسکا پھیر لے نہ اُسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اُسکی پھیر لے اگر وہ موجود
اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث هدیة وهو قائم دون الهالک والمستهلک لان فیه معنی الهبة
اسی طرح اسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیر ہی ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا ہے جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک
وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے
موجود ہین اور موہوب جب ہالک و مستہلک ہوا تو اُسکا پھیر لینا درست نہیں ولو ادعت انه ای المبعوث من المهر وقال هو ودیعة
فان کان من جنس المهر فالقول لها وان کان من خلافه فالقول له لشهادة الظاهر اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا
زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی میں روپیہ و اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہو جنس مہر کے
جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونون صورتون میں ظاہر حال دونون کا گواہ ہے انفق رجل
علی معتدة الغیر بشرط ان یتزوجها بعد عدتها ان تزوجته لا رجوع مطلقا وان ابت فله الرجوع ان کان دفع لها وان اکلت
معه فلا مطلقا بحر عن العمادیة خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اُس مرد سے
نکاح کرلیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونون ساتھ کھاتے ہون یا علحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہونچتا ہے
اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیة وفیه عن المبتغی
جهز ابنته بجهاز وسلمها ذلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثته بعده ان سلمها ذلک فی صحته بل تختص به وبه یفتی

اور بحر الرائق میں مبتغیٰ سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اُسکے قبضہ میں کر دیا تو اُسکو پھیر لینا اس سے نہیں پہونچتا اور نہ باپ کے
وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو اپنے اپنی صحت میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا
تو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث
کے حق میں درست نہیں ہے کذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیہ اور اسیطرح اگر استرداد نہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کیواسطے کذا فی الولوالجیہ اس
صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں ہے اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا
یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبرئہ درر اور زیادہ تر احتیاط
حیلہ استرداد میں یہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان
یسترد لانہ رشوۃ زوجہ کے لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کیوقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اُسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے
کہ یہ رشوت ہے جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب
او ورثتہ بعد موتہ عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اب نے جہیز دیا اپنی بیٹی کو
پھر دعویٰ کیا کہ ہمکو تو عاریت ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اُسکے
وارثوں نے اُسکے مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جبکہ رواج دائمی عموماً ایسا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے
واما ان کان مشترکا کمصر والشام فالقول للاب لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہے یعنی بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ کا معتمد ہوگا
چنانچہ اگر جہیز زیادہ نہ ہو اس سے جو اس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ نہ دیا تو سوا رواج کے زیادتی میں باپ کا قول معتمد ہوگا والام
کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی اگر ماں نے جہیز
تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعویٰ عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعا لقاضیخان ان الاب
ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ واستحسن جانا ہے نہر الفائق میں قاضی خان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف میں سے ہے تو اسکا یہ قول مقبول
نہوگا کہ جہیز عاریۃ ہے ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد
ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں دیں باپ کے اسباب سے اُسکے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت تھا
اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہیں پہونچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ
جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان
والاربعین مملی ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز میں اسقدر جسکی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر
ضمان نہیں اور یہ دونوں مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلوں میں سے ہیں جنمیں سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل ملحقہ
شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیہ اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو
زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال میں کذا فی القنیہ یہ حکم اس صورت میں مخصوص ہے جہاں عادت ہو کہ ولی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح
سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورتیں اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد
مال پھیر لینا پہونچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر نہ فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا

فلا خصومۃ لہ اور بحر الرائق میں یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی نتفی سے کہ جب زوج جب یا ساتا لبہ سے مدت تک تو اسکو نزاع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ
زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہو رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیۃ التصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود ولیکن نہر الفائق میں
بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ مال نکاح میں مقصود نہیں کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے
اسواسطے کہ لوگوں میں قلت جہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہی اور مال کا بالکل نکاح میں مقصود نہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ حق تعالی نے طلب
نکاح کی بعوض مال کے مباح کی **نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ ثمہ میتۃ او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ والحال ان ذا جائز**
عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا و لو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا
حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب میں مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونوں بیان مہر سے ساکت رہے یا دونوں نے مہر کی نفی کی
اور حالانکہ یہ انکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہوگا اور نہ متعہ
طلاق قبل وطی میں اگرچہ دونوں مسلمان ہوگئے ہوں اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو توبھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہیں ذمیوں کے
چھوڑنے پر اور انکے دین کے چھوڑنے پر یعنے انکے دین اور عقیدہ پر انکا چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے انہیں جاری کرنیکا حکم نہیں ہوا اسواسطے انکو
شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہمکو نہیں پہونچتا **وثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع**
الطلاق ونحوہا کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے انکے حق میں ثابت ہیں
مثل مسلمانوں کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح میں اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے
اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اسوقت انمیں جاری ہونگے جب انکو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ
کریں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وان نکحہا بخمر او خنزیر عینین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر**
وان طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنے جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ اس سور پر نکاح کیا
پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک انمیں سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنے وہی شراب اور سور یا وہی تو سرکہ کرڈالے شراب کو اور
چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملیگا
ولہا فی غیر عینین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذا اخذ قیمتہ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور میں قیمت شراب کی ملیگی
اور مہر مثل سور میں ملیگا یعنے سور کی قیمت لینا درست نہیں اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی
قیمت لی تو گویا سور لیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن وطئاہ عمتہ وبایع امۃ**
وطیہا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام میں سواے ملک یمین کے خالی نہیں حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلوں میں
نہ حد ہی نہ مہر ایک یہ مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی میں
تو اس صورت میں نہ حد ہی نہ مہر دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر اور کم ہوجائیگی
اس صورت میں وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنے ازالہ بکارت عیب ہی تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہتھی تو کچھ قیمت نہ گھٹیگی **فدفعت**
جاریۃ مع اخری فاذالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو دھکیلا سے اسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا دھکیلنے والی پر مہر مثل
اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو انپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیۃ الذی لا اب الصغیرۃ المطالبۃ

یعنے جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی مہر مثل میں اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہو مہر مثل سے اور اقل سے تو عورت غلام سے مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانے کے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنے ایک شخص کے ذمہ قرض ہو حالت صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ مہرہا لہا مگر جبکہ مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نرہیگا چنانچہ یہ مسئلہ باب مہر میں مذکور ہوا صورت اسکی یہ ہے کہ مولی نے غلام ماذون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درہم مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درہم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرضخواہوں کی اجازت سے دوسو درہم کو بیچا تو دوسو درہم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصوں کے بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا اذا فی الحاشیۃ المدنی ہذہ لو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مر گیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اسواسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جبکہ عاجز ہو ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام ہو گیا تو اس وقت نکاح فاسد ہوگا بسبب منافات زوجیت و ملکیت کے تزوج امۃ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبویتہا وان شرطہا فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اسواسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے مگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوگی اور اگر زوج لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا اما لو شرط الحریۃ اولادہا فیصح وتعتق کل من لدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ بمعنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کر لیا زوج نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنے گویا مولی نے لونڈی سے یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنیگی تو وہ سب حر ہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوگی بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمیں کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اسمیں تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی نے اس لونڈی کو بیچا یا اسکو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اسوقت کہ تعلیق کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کیوقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اسکے پاس گواہ نہیں تو قسم کھاوے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یدفعہا السید ولا یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولی اسکو اسکے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے خدمت نہ لے وتخدم المولی ویطاہا الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمہا قولہ متی ظفرت بہا وطئتہا نہر اور لونڈی خدمت کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اسکو پاوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اسکے زوج سے کہ جب اسکو خالی پاوے تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان بوأہا ثم رجع عنہ صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت دی پھر اس سے رجوع کی تو اسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنے زمان آیندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبویۃ بلا استخدامہ او استخدمہا نہارا واعادہا لبیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء التبویۃ اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کے شوہر کے گھر اسکو پھر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وللمولی السفر بہا ای بالامۃ وان ابی الزوج علیہا

اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لیجانے کا اگرچہ اُسکا زوج نہ مانے کذا فی الظہیریۃ و له اجبار قنه و امته و لو ام ولد اور مولی کو اختیار ہے
اپنے مملوک غلام لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اسواسطے کہ اُسکی ملکیت کامل ہے تو اسکو نکاح میں بہ درستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی
نہوں مگر مکروہ کرکے نکاح نکرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر و لا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فہو من المولی
والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد و ثبوت النسب اور لازم نہیں مولی پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنے جو لونڈی مولی کے تصرف میں ہو اور وہ اُسکا
نکاح کر دے تو استبراء مولی پر ضرور نہیں سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہوجائیگا بلکہ
تنتہ اور مدبرہ میں مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب میں مذکور ہے
علی النکاح و ان لم یبقیا لا مکاتبہ و مکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما و لو صغیرین لالحاقہما بالبالغ مولی کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے
نکاح پر اگرچہ دونوں راضی نہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اُن دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ
دونوں صغیر ہوں بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنے بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہو گئے تو انکا نکاح انکی اجازت پر موقوف رہا
یہانتک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہونگے تو بھی انکا نکاح انکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنے بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولی کا اختیار نکاح کر دینے کا نہیں
باقی فلو ادیا فعتقا نفذ موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن ثمہ عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد
مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہو گئے نکاح پھر انکا مولی کی اجازت پر موقوف ہوگا نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ
صغیرین کا سوا مولی کے نہو تب مولی کی اجازت پر نکاح انکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اُسکی اجازت پر موقوف
رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی
اجازت پر موقوف ہے بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب بھی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی
ولایت جدید پیدا ہوئی اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جب تک غلام تھا تو با اختیار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی
کے مکاتب پر تھی تو اُسپر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا و لو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا فہو موقوف النکاح علیہ و اگر
عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ اسواسطے پھر آئے قبضہ اور زیر باری نکاح کے مولی پر
پہلے اول مکاتبت کی جہت پر موقوف تھا جسکا مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اُسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیے اور مولی کی
اول حال کا اعتبار نہیں اسواسطے کہ عقد نکاح ہوتے وقت مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اسکی کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی بطل
نکاح المکاتبۃ لانہ طرأ حل بات علی موقوف فابطلہ و الدلیل یعمل العجائب بحث الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت
قاطعہ موقوف پر سو اسکو باطل کر ڈالا اور دلیل سے امور عجیب ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنے جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون
اسکی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تھا اسکی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت نے عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے
اسکی وطی حلال ہوئی اس حلت کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو فاسد کیا الانکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہو کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے
اسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہیں اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہو کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب
عصوبت کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اُسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہو گیا دلیل
کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و لو قتل المولی امتہ قبل الوطی لو خطأ فتح و ہو

مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المهر لمنعه المبدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے
اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولی مکلف ہے یعنے عاقل بالغ ہے تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہ ہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو
مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اُسکے زوج پر بسبب روکنے مولی کے عوض کو یعنے مہر عوض ہے وطی کا پھر
سبب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہے اُسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا
اسواسطے کہ جدائی عورت کیطرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک ای القتل امراۃ ولو امته علی الصحیح خانیة بنفسها او قتلها وارثها او ارتدت الامۃ
او قبلت ابن زوجها کما رجحه فی النهر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے
خود آپ کو قتل کیا یا اُسکے وارث نے اُسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اُسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل
اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کیطرف سے تفویت اور قصد نہیں یعنے مہر کا مالک مولی ہے تو لونڈی کے فعل سے مہر کیونکر ساقط
ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اُسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوگا
او فعله بعدہ ای الوطی لتقررہ به یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہوجانے مہر کے وطی سے ولو قتله بعبدہ او
مکاتبة او مأذونة مدیونة لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق
اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولی نہیں جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے
لیگی والاذن فی العزل وهو الانزال خارج الفرج لمولی الامة لا لها لان الولد حقه وهو یفید التقیید بالبالغة وکذا الحرۃ نهر والاذن فی عزل
عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب قریب انزال کا آوے تو جدا ہوکر خارج
شرمگاہ سے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولی کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولی کا اور اسسے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی کو بالغہ کے
مقید کرنا چاہیے یعنے جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اُسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لیوے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولی کی حاجت نہیں اسواسطے
کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا تاکہ عزل سے حق مولی کا تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنے اگر حرہ بالغہ ہو تو اُسکا شوہر اُسسے عزل کی اجازت لیوے اور صغیرہ سے
اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النهر ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبة نهر بحثا باذنها اور عزل کرے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے
باعتبار بحث کے لکن فی الخانیة انه یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنها لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح ہے
ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنے اسوقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہیں علامہ کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانہ کو اذن
حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر ولو بلا اذن زوج اور کہا ہے فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ
بے اجازت زوج کے ہو یعنے جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے جیسا شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے
لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اُسکے حمل رہگیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے خانیہ کے باب الکراہیت
میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہے اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اُسپر ضمان ہے اسواسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا
تو بعد اسقاط میں کیونکر گناہ نہ ہوگا کذا فی حاشیة المدنی وعن امته بغیر اذنها بلا کراهیة فان ظهر بها حمل حل نفیه ان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی
لونڈی سے بدون اُسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اُسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اُسکی نفی کرنا درست ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ حمل
میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نہ کی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنے اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ غسل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے غسل مین نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی محصنہ
ہو یعنے گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہے تو نفی جائز نہین ہے اسواسطے کہ غسل کیوقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہیے
کہ یہ حمل غیر نطفہ سے نہین ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَعتقت امۃ ولو ام ولد او مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ بعضہا عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح برضاہا
وخیار لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے مین مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہو
مثلاً نصف آزاد ہو یا بیع یا اختیار ہے سوقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اسکو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی
ملک کی اُسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنے جب لونڈی تھی زوج کے دوبار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھٹتی تو حرہ پر نسبت لونڈی
کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اسواسطے شارح نے اسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان
اختارت نفسہا فلا مہر لہا وزوجہا فالمہر للسید یا اسواگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے نکاح توڑا تو اسکا کچھ مہر نہین اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے
کہ جدائی اُسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اُسنے زوج کو اختیار کیا یعنے نکاح قائم رکھا تو مہر اُسکے مولی کا ہے وطی ہوئی
یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا نقد سے اور اسوقت مہر کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر کبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی
صغیرہ ہو تو اسکی آزادی کا اختیار اسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا سبب عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہین اور نہین ہے اختیار
لونڈی کو بلوغ کا قول صحیح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا معنی ہی خیار بلوغ ہے چنانچہ باب الولی مین مذکور ہوگا اَو کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت
امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معاً فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث یا خیار عتق کا اسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت
حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونون دار الحرب مین جا رہے پھر وہان سے دونون قید ہو آئے دار الاسلام مین
پھر عورت آزاد ہوئی تو اسکو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار ای خیار العتق
عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت ففسخت صح الا ان یقضی باللحاق ولیس ہذا الحکم بل الفتوی کافی اور جہل اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ
کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولے کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح
کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اسکو آزاد کیا اور اسکو خیار عتق کا مسئلہ نہ معلوم ہوا یہان تک کہ وہ اور اُسکا شوہر دونون مرتد ہو گئے اور دار الحرب مین
جا ملے پھر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آ گئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ دار الحرب مین سو نکاح
فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اُسکے حق مین لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے
کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہے بلکہ فتوی ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تمنے دار الحرب کے
ملنے والون مین یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہین بلکہ فتوی ہے یعنے حادثہ کے
سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار البلوغ
فی الکل خانیۃ اور نہین موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہین خیار عتق غلام صغیر کو یعنے جب غلام صغیر آزاد ہو
تو اسکو خیار عتق حاصل نہین اور منحصر ہے خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت
جسکے زوج نے اس سے کہا کہ تجھکو مین نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اُسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ
پانچون حکم مین مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنے خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک

منعقد نہیں ہوتا اور باطل ہی بل عقد نہیں چنانچہ باب الولی میں مفصل ذکر ہو چکا نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجازہ المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا غلام نے
بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اسکو سو مشتری نے اسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنے اول غلام کا نکاح
موقوف اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب کسی اجازت کی کچھ حاجت نہیں وکذا الحکم الامۃ لا خیار لہا لان النفوذ بعد العتق فلم تتحقق
زیادۃ الملک وہ ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنے اسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور ہو اسی نکاح فسخ کرنے میں لونڈی کا اختیار نہیں اسواسطے کہ نفاذ
ہوئے نکاح کے بعد آزادی کے ہے تو زیادتی ملک طلقۂ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اوقعتہ زوجہا فضولی واعتقہا فضولی واجازہا المولی اور اسیطرح
لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر بلا اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اسطرح پر کہ نکاح کردیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اسکو دوسرے فضولی نے
اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنے نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اس مدبرہ کو نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا
پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور اسیطرح اس ام ولد کو اختیار فسخ
کا نہیں جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اسکی موت سے نکاح ام ولد کا اسوقت نافذ ہوگا اگر اسکے زوج نے
وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نکی تو اسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی وفات سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل
عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمد رح سے اور ظاہر الروایت میں زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہیں جاتی تو نکاح
صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولی و بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا سو اگر وطی کی زوج نے
لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اسکی ملک کی منفعت سے
یعنے جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطی امۃ ابنہ
فولدت فلو لم تلد لزمہ عقرہ وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ ای الاب حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ اور جسنے
وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اسنے حرام کام کیا اور جسنے اسکو زانی کہا اسپر
حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی
ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک وبدونہا لا الا بتصدیقہ ولو اشتراہا اخوہ ای اخو الابن لونڈی کا بیٹے بھائی سے نہیں کرتا
مع انہ ابن ... ہی کے ساتھ یعنے جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور
وہاں جنی تو نسب باپ کا ثابت نہیں ہوا اسواسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں فصارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق بیٹے
کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث میں آیا ہے انت ومالک
لابیک یعنے تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جز ہے تو اسکی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ مالک ٹھہرا اور لونڈی
اسکی ام ولد ہوگئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لان الحاجۃ بقاء نسلہ دون بقاء نفسہ لذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی دفع جاریۃ
لتسریہ اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاء نسل کے بہ نسبت بقاء نفس کے اور اسیطرح
حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ وطی اسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اسکو حرم
بنا رکھے یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تمنے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ نفس اور بقاء نسل میں مضطر ہوا اور باپ اگر مضطر ہو بیٹے کا طعام کھا
تو اسپر ضمان نہیں تو مترجم نے جواب دیا کہ طعام میں بقاء نفس ہے اور حفظ نفس ہے اور بقائے نفس اعظم ہے بقاء نسل سے تو دونوں برابر نہوئے اسواسطے ضمان نہیں

قیمت واجب ہوگی نہ طعام میں لاعقرہا ولا قیمۃ ولدہا لو امکن مشترکۃ تجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی جو بیٹے کی ہے اسکا مہر مثل اور نہ قیمت اسکے
لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترکہ نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان شریکین
قدم الاب الا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اس وقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنے باپ نے
کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا وجہ یہ ہے کہ اپنے حصہ میں ملک حقیقی اور
اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونوں شریک نہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہے تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خاص
ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی

ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اسکے مدبرہ کے ولد کا یا اسکی
مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح
یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہو گئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نکی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں ہے
صحیح کتاب بعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق فہو ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت یا کفر کے
یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنے اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسکے بیٹے پر زائل ہو گئی ہو لا یکون
کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اسکے یعنے قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین العلوق الی الدعوۃ
اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلا باپ مر گیا اور لونڈی جنی
دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی
لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور اگرچہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی
جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی اسواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین نہیں ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہ حر لملک اخیہ ایاہ اور واجب
ہوگا باپ پر مہر یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اسکا بھائی اسکا مالک ہے تو بسبب قرابت کے آزاد ہو گیا ومن الحیل ان یملکہا
لطفلہ ثم یتزوجہا اور حیلہ یہ ہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہو تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کر دے خواہ بیع
خواہ ہبہ پھر اس لونڈی سے نکاح کرلے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت و
ادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب یعنی فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی
لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنے جورو اور باپ اور دادا اگر
کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اسکی تکذیب کی پھر وطی کرنے والا لونڈی کا مالک ہو گیا عمر بھر میں کسی وقت تو ثابت ہوگا
نسب اس لڑکے کا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف وزادت ورطل من خمر اذ الفاسد ہنا
کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعنیہ بکذا واعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کردے اسکو میری طرف سے
بعوض ہزار درہم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنے یوں کہا کہ بدلے ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے اسکو آزاد کر اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنے احتمال سقوط قبض میں مثل
صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنے اسکو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک کے بطریق اقتضا کلام کے گویا عورت نے کہا کہ میرے ہاتھ اپنے غلام کو بیچ دے بیچا
یا اسکو میری طرف سے آزاد کیا یعنے آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اسکی طرف سے آزاد کیا تو اول ملک ٹھہری جب ملک ٹھہری تو نکاح فاسد ہو گیا لکن لو قال کذا لک

العتق من المأمور لعدم القبول كما في الحواشي السعدية ومفاده انه لو قال تقبلت مع عمرو الآمر لکن یا اگر مولی نے صریح کہا کہ میں نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کیطرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہے یعنی اس صورت میں فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول آمر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہاں بھی قبول آمر کا ثابت نہیں لیکن بیع وہاں ضمنا منعقد ہوئی تھی نہ صریحا اور بیع ضمنی میں قبول کی حاجت نہیں بخلاف بیع صریح کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ میں نے قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لهما ولزمها الالف وسقط المهر او لا حرة منکوحة کیواسطے اور اسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر کا ساقط ہوگا یعنے جب آزاد ہی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ وہ ملاحق ہو آزاد کرنے والے کا ولا اسکو کہتے ہیں کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اسکا کوئی وارث نہو تو آزاد کرنے والا اسکے مال کا مالک ہوگا ويقع العتق عن كفارتها ان نوته منها اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم يقل بالف لا يفسد لعدم الملك فالولاء له لانه المعتق اور اگر حرہ نے یوں نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا

بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت میں حق ولا مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

يشمل الشرك والكتابي یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وههنا ثلثة اصول الاول ان كل نكاح صحيح بين المسلمين فهو صحيح بين اهل الكفر خلافا لمالك يرده قوله تعالى (وامراته حمالة الحطب) وقوله عليه الصلوة والسلام ولدت من نكاح لا من سفاح اور یہاں یعنے نکاح کفار میں تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں خلاف امام مالک کے کہ انکے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامراته حمالة الحطب حق تعالی نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر ناطق ہوا اور ایسا ہی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثاني ان كل نكاح حرم بين المسلمين لفقد شرطه كعدم شهود يجوز في حقهم اذا اعتقدوه عند الامام ويقرون عليه بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانوں میں بسبب نہ ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہوں کا نہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں جبکہ وہ اسکی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام اعظم کے اور ثابت رکھے جاوینگے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے انکے نکاحوں کو دوبارہ نہ کیا اور نہ استفسار فرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ انکے حق میں ویسا ہی نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق میں صحیح نہیں والثالث ان كل نكاح حرم لحرمة المحل كمحارم يقع جائزا وقال مشايخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح وعليه فتجب النفقة ويحد قاذفه اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اس نکاح والے کے اگر اسکو کوئی زانی کہیگا تو اسپر حد ماری جاویگی واجمعوا انهم لا يتوارثون لان الارث ثبت بالنص على خلاف القياس في النكاح الصحيح مطلقا فيقتصر عليه ابن ملك اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہیں ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہو گی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہے نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح میں جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہے تا کہ ذکر کیا ابن ملک نے وراثت زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونوں اجنبی ہیں الكم التنزوجان بلا سماع شهود او في عدة كافر معتقدين ذلك اقر اعليه لانا امرنا بتركهم

انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ میں نکاح درست ہے و التفریق بینہما طلاق فینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونون
مین طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنے اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہیگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر
زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک ہیگا تفریق اسوقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین ہے اسواسطے
کہ طلاق عورتون کیجانب سے نہین آتی و ابائ الممیز و احد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وھی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر و مجنون ہلی
و فیہ نظر لان الطلاق من القاضی وھو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار جیسی ممیز کا اور مجنون کی ماں باپ کا طلاق ہے قول صحیح مین اور یہ مسئلہ
نہایت عجیب غریب ہے اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الذخیرہ شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہے اسواسطے کہ طلاق واقع
ہوتی ہے قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ انکے اختیار سے تو وہ دونون طلاق دینے کے اہل نہین بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہین
پھر جب طلاق انکی طرف سے نہوئی تو انہین تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ لو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار
فدخلہا مجنونا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائیگا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے اور
اسی طرح اگر مکاتب نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود
شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اسکے کہ اگر اسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق
ہے پھر گھر مین مجنون ہو کر داخل ہوا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع
تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہین مگر وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور
غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احدہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثمہ ای فی دار الحرب و ملحق بہا کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی
ثلثۃ اشہر قبل اسلام الاخر اقامۃ لشرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی
عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنے دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریائے شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہان تک کہ تین بار اسکو حیض
آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے انکی گذر جانا مدت کا بجائے سبب فرقت کے یعنے انکا
اسلام کا یعنے جب وجدا ہوگی زوج دونون دار الاسلام مین نہوئے ایک امین ہے دار الحرب مین ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہین ہو سکتا
کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہے اسواسطے کہ عورت غیر مدخولہ
بھی اسمین داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مآلا کما مر فہی لہ اور اگر مسلمان ہو گیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسکی
ہوگی یعنے جدائی دونون مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا
نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہو چکا و المرأۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ و حکما اور عورت جدا ہو جاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار
تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہوا اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا
تو اسکی زوجہ نہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک مین ہے مگر جبکہ ذمی ہو کر رہیگا تو دونون مین جدائی ہو جاویگی لا با لسبی نہین چھوٹتی عورت اپنے
زوج سے بسبب قید ہو جانے کے یعنے علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظمؒ کے نزدیک نہ قید ہونا اور امام شافعیؒ کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احدہما

الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمیا فی دارنا او اخرج مسبیا و ادخل دارنا بانت لتباین الدارین اما اہل الحرب کالموتی و لا نکاح

میں حق و میت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام میں نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہو گیا یا دار الاسلام میں ذمی ہو گیا یا نکالا گیا
دار الحرب سے مقید کر کے اور دار الاسلام میں داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مردوں کی مانند ہیں
دو رحالانکہ زندہ اور مردہ میں نکاح نہیں اور یہی سبب ہے کہ سب مرتد حربیوں میں ملا ہے پر احکام میت کے جاری ہوتے ہیں **و ان سبیا** وخرج الینا معا ذمیین
او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مقید ہو کے
یا دونوں نکل آئے ہماری طرف ساتھ ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونوں نکلے مسلمانوں سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونوں ذمی ہو گئے
تو ان صورتوں میں زوجہ زوج سے جدا نہ ہوگی بسبب نہ تباین دارین کے یہاں تک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہ ہوگی اپنے شوہر سے
اسواسطے کہ دونوں دار الاسلام میں ہو گئے اختلاف دارین نہیں جو موجب فرقت زوجین کا ہو **ولو نکحہا ثم خرج قبلہا بانت** وان لحقت قبلہ لا وانما الفسخ
عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلمان نے کتابیہ سے وہاں یعنے دار الحرب میں پھر نکلا وہاں سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہو گئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر
نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہیں ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے تو دار الحرب کا اور جو روایت کہ
فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام میں اور پہلے نکاح
اس سے کر چکا تھا دار الحرب میں تو وہ جدا ہو گئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ میں نے محیط رضوی کو دیکھا تو ہمیں یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربی کتابیہ سے دار الحرب میں
نکاح کیا پھر نکلا وہاں سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہو گئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ فتح القدیر کی نقل و عبارت
محیط میں تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی **ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ** **غیر حاملۃ بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا** اما الحامل فحتی تضع حملہا لا لاطہر
للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنے دار الحرب سے دار الاسلام میں آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر در انحالیکہ وہ حاملہ نہیں تو وہ
جدا ہو گئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر امام کے نزدیک بے عدت رہنے ہی تو فوراً اس سے نکاح کر لینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہو تو اس سے نکاح کرنا
تب درست ہوگا جب وضع حمل ہو جاوے بنا بر قول اظہر کے حالانکہ نکاح کرنا بسبب عدت کے نہیں بلکہ بسبب خالی نہ ہونے رحم کے حق غیر سے **وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ**
فلا ینقص عددا **ولا طلاق** **عاجل** **بلا قضاء** اور مرتد ہونا ایک کا زوجین میں سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہیں ارتداد طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے تو عدد
طلاق کم نہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہو گیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کر لیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہیں
کذا فی الطحطاوی نا قلا عن الخانیۃ **فللموطوءۃ** ولو حکما **کل مہرہا** لتاکدہ بہ جس عورت کی وطی ہو گئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب
ہوگا بسبب محکم ہو جانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی **ولغیرہا نصف المسمی او المتعۃ لو ارتد** **فعلیہ نفقۃ العدۃ** اور
جس عورت کی وطی نہیں ہوئی تو اسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہیں تو متعہ یعنے پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو
ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مرتد ہوا نہیں تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی**
لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہیں سوا امکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی
عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہاں پایا نہیں گیا سکنی مرد پر اسوقت واجب ہے کہ جب بادشاہ حکم
کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید میں رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو ماتت فی العدۃ** **ورثہا زوجہا المسلم استحسانا**
اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت میں تو وارث ہوگا اسکا زوج مسلم بدلیل استحسان **وتجبر علی الاسلام** و **تعزر** **خمسۃ وسبعین** اور تصحیح کی فقہائے عورت مرتدہ کو تعزیر
دینے کی پچہتر ضربے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے ۹۹ کوڑے ہیں حلوی میں کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی و المدنی و تجبر علی الاسلام و علی تجدید النکاح زجرا لہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی
ولوالجیۃ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جھڑکی کیواسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنے اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہے
کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے عورت خوش ہو یا نا خوش اور اگر زوج اُسکے نکاح سے اپنی خوشی یا سکوت سے ہے تو اسپر جبر نہیں اور مرتدہ
نکاح اُسکا کرے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اس صورت میں ہے جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں اسکی تصریح کی ہے کہ
اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور مہر چھڑانے کیواسطے تو بسبب نکاح جدید کے تو اسکو زبردستی مسلمان کرنا چاہیے اور ہر
قاضی اسکا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی و افتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتہا زجرا و تیسیرا لاسیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر قال فی النہر
والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جھڑکی کیواسطے تاکہ شوہر
پر اُسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں قاضی اور مفتی ... کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں
کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت سے لیکن کہا مصنف نے ... احوال نساء زماننا و ما یقع منہن من موجبات الردۃ
مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بلغت فی التحفۃ و المجتبی و الفتح و البحر و حاصلہا انہا بالردۃ تسترق وتکون فیئا
للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریہا الزوج من الامام ان لم یکن مصرفا او یصرفہا الیہ لو کانت مصرفا ولو استولی علیہا الزوج بعد الردۃ ملکہا ولہ بیعہا ما لم تکن ولدت منہ
فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تحصیل و تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتوں کے احوال کو اور جو اُن سے
موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد نہ کرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے قنیہ و مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتدہ ہونے کے لونڈی بنائی جاتی ہے اور
مسلمانوں کیواسطے غنیمت ہو جاتی ہے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اُسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اسکو اپنے صرف میں لاوے
اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اسپر مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اسکا اور اسکو اسکا بیچنا درست ہے جب تک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا
عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی نقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ ہجم علی نائحۃ فضربہا بالدرۃ حتی سقط خمارہا فقیل لہ یا امیر المؤمنین
قد سقط خمارہا فقال انہا لا حرمۃ لہا ومن ہذا قال الفقیہ ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نہر کاشفات الرؤس والذراع فقیل لہ کیف ہذا فقال لا حرمۃ لہن انما الشک
فی ایمانہن کانہن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعۃً جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اسکو درے سے
مارا یہانتک کہ اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگوں نے اُنسے کہا کہ یا امیر المومنین اُسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم
نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہیں ہے اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گانے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ
ابو بکر بلخی نے جبکہ وہ گذرے عورتوں پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو اُنسے لوگوں نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر اُنکے پاس گذر کے نکلے
تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھ عزت اور حرمت نہیں اُنکے تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتیں ہیں اور حربی عورتیں لونڈیاں ہیں تو اُنکے سر اور
ہاتھ واجب الستر نہیں ہیں یہ نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی و یبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلک استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں
پھر اسیطرح ساتھی مسلمان ہوں ساتھی مرتد ہوں جیسے مثلاً دونوں یکبار کی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینکیں یا اس طرح
کہ دونوں میں سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنے دو شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا بائکوں پہلے جلا

تو دونوں ساتھی غرقی اور حریقی قرار دیئے جاوینگے کہ کوئی ان میں ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور نکاح باقی رہنا بطریق استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ ردت ایک کا ارتداد
منافی ہو النکاح کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدہما قبل الآخر قبل الدخول لو لم تاخر ہی ... متعتہ اور فاسد ہوگا
نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو تو نصف مہر واجب
ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والولد
یتبع خیر الابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمہ بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہے والدین میں سے بہتر دین والے کا
یعنے اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح کہ لڑکا ہمارے
ملک میں ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو اور باپ وہاں یعنے دار الحرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام
میں حکما داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنے لڑکا دار الحرب میں ہو اور باپ دار الاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہوگا
بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لا ذبیحۃ لہ بل یخنق
کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا
دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسواسطے انکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی
سے دارین میں اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہاں اگر نصرانی بوجہ شرع حلال کریگا تو ذبیحہ
حلال ہوگا جیسا کہ یہاں کے نصاری ہیں اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات میں ہے اور نزاع یہود کا
نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ خیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ
کفر لاثباتہ الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہولاء خالقا لا عدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین
میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاری کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے
یعنے جو کہ دین اسلام کے سب دینوں سے خیر ہے اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو
ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہیں کذا فی البزازیۃ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنے قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندہ کا
مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن کہتے ہیں ولو تمجس ابو صغیرۃ نصرانیۃ
تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیۃ مثلا وکذا بعکسہ لم تبن لانہا ہی التبعیۃ بموت احدہما ذمیا او مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر
اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی
پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنے باپ صغیرہ کا نصرانی
مر چکا ہو اور ماں اسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب تابعی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری
باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنے جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہو گئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ
کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر
اگر ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے تاوقتیکہ دونوں دار الحرب میں صغیرہ کو لیکر نہ ملیں ... والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ ہنوز

احکام اسلام کے دونون پر قائم ہین کیونکہ اُنپر جبر کرنا مسلمان ہونے کیواسطے ثابت ہوا اور انکا کسب نہ مسلمین کا ہوا اور جب دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر چلے تو انکا
حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اُسکا اسلام حکمی موجود ہی ذاکفت
عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتد ابلم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اسکے مان باپ مرتد ہوگئے تو اپنے زوج سے
جدا نہو گی کسیطرح خواہ والدین دار الحرب مین چلے ہون خواہ نہ چلے ہون اسواسطے کہ عورت خود اہلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت والدین کی باقی نرہی مسلم تحتہ
نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی نزدیک
ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کیطرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او مرتدۃ
احدا من الناس مطلقا اور نہین صحیح ہی کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقا یعنے نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل کا اور بنا بر
مہلت بضرورت تامل کے ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہی واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونون مین کہان حاصل ہین اسلم الکافر وتحتہ
خمس نسوۃ فصاعدا او اختان او ام وبنتہا بطل نکاحہن ان تزوجہن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اسکے نیچے
پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اُسکے نیچے دو بہنین ہین یا ان اور اسکی بیٹی ہی تو نکاح اُن عورتون کا باطل ہی اگر اُسنے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح بترتیب کیا یعنے
اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے اور دو سے عقد میں دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری
وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنے پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا مان کا یا بیٹی کا وخیرہ محمد والشافعی بحدیث
فیروز اور اختیار دیا ہی اسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنے محمد اور شافعی نے مختار کیا ہی اسلام لانے والے کو چار عورتون کے رکھنے مین کوئی ہون
اور دو بہنون مین بھی اختیار ہی کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی کے نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونون کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور
صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوئے تھا اور اُسکے نیچے دو بہن
تھین کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دیدے اور ترمذی مین مروی ہی کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوئے تھا اور اُسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین
وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرلے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی التزوج
بعد الفرقۃ محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہی بعد فرقت کے یعنے نکاح سابق باطل ہوگیا پھر نکاح جدید مین فیروز اور غیلان کو
مختار کیا کہ جسسے چاہین کرلین بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تصف الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ تعالی بجمیع صفات عندہا وتقربذلک
کما فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگی شوہر سے اور اسکو مہر نملیگا قبل دخول کے اور لائق ہی زوج کو
کہ ذکر کرے حق تعالی کو اُسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اُس سے اُسکا اقرار کرادے کذا فی الکافی یعنے اُس سے یون کہلادے کہ آیا خدا ایسا ہی
تو اگر وہ کہے کہ ہاں ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو سمجھتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہی ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے
ہی اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاہر الایۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجوز فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ وفی الملبوس
والماکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہی اور ظاہر آیت کا یہ ہی کہ فرض ہی عدل کرنا یعنے جور اور ظلم نکرنا قسم مین اسطرح کہ برابر رکھنا
چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور صحبت مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنے جماع مین برابری ضرور نہین اسواسطے کہ

جماع تسا والخادم پر موقوف ہو اور اسیطرح محبت میں بھی برابر رکھنا ضرور نہیں ہے اسلئے کہ محبت آدمی کے اختیار میں نہیں بل یستحب و یسقط حقہا بمرۃ و یجب
دیانۃ احیانا جماع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے
گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہونچے چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنے حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں دو مہینے تک کہ
کی نوبت نہ پہونچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص مشغول ہو
لونڈیون کے تصرف کا اسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گا ہے گا ہے یعنے اسمین مدت مقرر نہیں وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ و سبع
لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن میں ایک رات اور دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتے میں ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے
ولو تضررت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع
زوج سے تو جائز نہیں زیادتی اسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روے
بحث کے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا میں نے اپنے علما کی کتب میں نہیں دیکھا البتہ کتب مالکیہ میں ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہئے اور بعضی نے
میں دو بار دن اور دو بار رات اور منح الخالق میں کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار میں پسندیدہ اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب میں مصرح نہو تو امام مالک کیطرف
رجوع کرنا چاہیے چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ میں اسکو تصریح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی معقول نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق
بین فحل و خصی و عنین و مجبوب و مریض و صحیح و صبی دخل بامراتہ و بالغ لم یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل
و خصی کے اور نامرد و مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار و تندرست و صبی کے جو وطی کر چکا ہو اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہیں کی
چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق میں ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے
نکال ڈالے گئے ہوں یعنے خصی و عنین اور مجبوب ہر چند جماع متصور نہیں تو بھی انگشت یا شب باشی اپنے منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے
صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے و مریضۃ و صحیحۃ و حائض و ذات نفاس و مجنونۃ لا تخاف و رتقاء و قرناء و صغیرۃ یمکن وطیہا
و محرمۃ و مظاہر منہا و مولی منہا و مقابلاتہن و کذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والالا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے
اور حائضہ اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہیں اور بدون فرق رتقا و قرنا کے رتقاء وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو
لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت جسکی شرمگاہ میں ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے
جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون فرق مظاہرہ یعنے جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنے چار مہینے تک جماع
نکرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق انکے مقابلات کے یعنے غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہیں کیا اور اسیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اسکے ساتھ قصد رجوع
کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اسکے ساتھ قسم نہیں کذا فی البحر خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے
نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل و ہدر ما مضی وان اثم بہ
لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسکی تحقیق
زوج کو دونوں کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ میں اور جو زمانہ ماضی میں ہو چکا اسکا عوض نہیں اگرچہ زوج اسکے سبب سے گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت
بعد طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہیں ہوئی مگر زمانہ مستقبل میں وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرۃ لتفویتہ الحق وہذا اذا لم یقل
انما فعلت ذلک لان خیار الدور الی فحینئذ یفتی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنے ایک

یعنی اذا لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نکرے عورت سے اسکی باری کے سوا مین اگرچہ دن ہو اور اسیطرح سے اسکی باری کی رات کو اسکے پاس نجاوے مگر اسکی عیادت
کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کہ ٹھہر رہے اسکے پاس یہان تک کہ اسکو آرام ہو یا مرجاوے فقط یعنی اسقدر بیمار عورت کے پاس
ٹھہرنا اس صورت مین ہے جبکہ اسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو اور وہ مرض ہوئی بینہ و عی کلافی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا واراد بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور اگر بیمار
ہو زوج اپنے گھر مین تو بلاوے ہر عورت کو اسکی باری مین اسواسطے کہ اگر تندرست ہوا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہے کہ اسکا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر
و ان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اور اگر چاہے تین دن اور تین راتین ہر ایک کے پاس رہے و لا یقیم عند احدہما اکثر الا باذن الاخری خلاصۃ وزاد
فی الخانیۃ والرای فی المدارۃ فی القسم الیہ کذا فی مقدار الدور ہدایۃ یعنی نہ ٹھہرے دو مین سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ
اور زیادہ کیا ہے خانیہ مین اور تعین شروع باری مین زوج کی طرف ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے رہے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے
اختیار مین ہے چاہے ہر ایک پاس سات سات دن رہے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وغیرہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء اوجمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر
قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر مین مدت دور کو ازروے
بحث کے ساتھ مدت ایلاء کے بلکہ ساتھ مدت ایک ہفتہ کے اور عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق مین سو اعتراض کیا ہے عموم بحر مین صاحب نہر الفائق نے
کہا مصنف نے منح الغفار مین اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونون مطلع نہین ہوے اس روایت پر جو خلاصہ مین ہے یعنی تین دن کی
تقیید سے جیسا کہ ہمنے اسی خلاصہ کی روایت پر اعتماد کیا ہے مختصر مین یعنی تنویر الابصار مین واللہ اعلم فتح القدیر مین کہا کہ اطلاق دور کا متعبر مقید ہوگا کہ اگر ایک ایک برس کا
دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال مین نہین آتا بلکہ مدت ایلاء تک یعنی چار مہینے تک معلق رکھنا بھی لائق نہین ہے جبکہ باری تانیس و دفع وحشت کے لیے واجب ہے تو وقت
مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان مین یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونون اسپر راضی ہو جاوین فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین
لفظ او بمعنی بل ہے اسواسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق مین کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب وہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہین کیونکہ عورت اپنی
باری کے آنے پر مطمئن ہوگی اور نہر الفائق مین کہا کہ اطلاق دور مین نفی مضرت کی مسلم نہین فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس سال کی او زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے
مرگیا تو صریحاً مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہین اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی تحدید
کی اور شارح قہستانی نے خانیہ وغیرہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلا اشکال شروح متون کی ترجیح مین مقدم
ہین فتاوی پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متعلقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا اور حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے
چوکیدار اور اسکی دو یا تین عورتین ہون تو شافعیون نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیون کا خوب ہے وحقہ علیہا
ان تطیعہ فی کل مباح یامرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح مین جسکا عورت سے حکم کرے ظاہر یہ ہے کہ امر مباح
زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرائش سے اور ترک نماز اور طہارت سے اور وطی کی عدم
اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادا کے مہر پر قادر نہو اور اگر عورت کا
باپ لنگڑا ہو اور اسکا کوئی خبرگیر نہو اور زوج اسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت مین عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضرور ہے اگرچہ
خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریہ وله منعہا من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا سوت کاتنے سے اسواسطے
کہ نفقہ اسکا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتأذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کھانے سے جسکی بو سے اسکو تکلیف
ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ کشی اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی نے

اپنے قواعد سے میں صریح کیا ہو کہ زوج کو اگر کہ وہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحنا والنقش ان تاذی من رائحتہ نہر وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہو کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اسکی بو سے اُسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں میں نے بیان کی ہو ہم بدائع میں ہو کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہو بموجب آیت قرآنی کے یعنے احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضوں نے یہ معنی کیے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند کرتا ہو اور حسن سلوک دونوں طرف سے مستحب ہو اور احکام نکاح سے یہ ہو کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اُسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو اُسکو مارنا جائز ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہی مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا جبکہ عاقل اور دانا ہے اور اُسکی سوت کے نزدیک اور اسیطرح اپنی لونڈی اور اُسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہو رضاع کا یعنے احکام شیر خوارگی کے اور کہ نیز بالفتح و کسر مص الثدی و شرعاً مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او آیسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح و کسر لغت میں چوسنا ہو چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہو عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بانجھ ہی اور چوسنے سے ملحق ہو حلق میں ڈالنا اور ناک سے ٹپکانا یہ اشارہ ہو صاحب بحر الرائق کی رد پر اُنہوں نے کہا کہ کبھی مص متحقق ہوتا ہو اور پیٹ میں نہیں جاتا اور کبھی رضاع ثابت ہوتا ہو بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق بہ مص ہے اور چونکہ سبب بالا پیٹ میں جانے کا مص ہی ہو اسیواسطے اسیکو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا کہ مص مستلزم ہو وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق کر تعبیر کیا ہو فی وقت مخصوص ہو حولان و نصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون ہو وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس ہیں امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا صحیح ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہو کما فی تصحیح القدوری ناقلا عن عیون المذاہب وفی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کا یا ہیں ہے جو کلام مجید میں واقع ہو ثابت ہوتا ہو کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہو لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین والنصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ میں ہو کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوٹانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہو اور اسی روایت پر فتوی ہو کما فی الولوالجیہ اور یہی ظاہر الروایت ہو کما فی الخانیہ اور فتح القدیر میں واقعات ناطفی سے منقول ہو کہ فتوے امام ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہو تو اس صورت میں ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدلوا لقول الامام بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہو علمانے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اُسکا تیس مہینے میں ہو یعنے مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں یعنے حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں ہر ایک کیواسطے ہوگی جیسے کہ کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کیواسطے یوں کہکر کہ دیئے مجھپر ایک ہزار درم اور پانچ من جو ہیں مہینہ بھر کے وعدہ پر تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوگی اور پورا مہینہ جو کی مدت ہوگی ایسا ہی الخ ہو کہ اس تقریر سے لازم آتا ہو کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تھی اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول میں دیا غیران النقص فی الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر میں یعنے حمل میں ثابت ہوئی عائشہ صدیقہ کے قول سے فرمایا کہ نہیں باقی رہتا ہو لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنے قیاس سے تعین نہیں کرسکتا مجتہد کو دخل نہیں یقیناً معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اُس وقت یہ قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہوگیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح نخبۃ الفکر میں شرح بیان کیا ہے

اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دارقطنی اور بیہقی میں جبلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر بیان دوسرا سوال اور ہوا کہ امام نے
تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا الا انہ ماول
للتوزیع الاجل علی الاقل و الاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنے اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر
اور فصال اکثر مدت پر یعنے صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یوں تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر
اسطرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہو گئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہو گئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد وان
لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اسکی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں
رسم مفتی کے مقام میں یعنے اگر کوئی بسبب قلت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں ہے اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہیں اسپر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے
گو اسکی دلیل کو نہ جانے تو حنفی مذہب کہ مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اسپر ضرور نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ
الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یوں ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ میں تو بعضوں نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونوں قول میں
جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور صحیح یہ ہے کہ خلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنے اگر امامؒ کی
دلیل قوی ہے تو امامؒ کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو انکے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوا اہل اجتہاد کے
اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گویا پایہ اجتہاد کا رکھتے ہیں تصریح کر چکے ہیں کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالیٰ والوالدات یرضعن اولادہن
حولین کاملین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ خلاف امام
اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنے امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت رضاعۃ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس
کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ کیواسطے سو دو ہی برس کر مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنے اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو
دودھ پلاتی جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاویگی نہ دو برس سے زیادہ ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء
بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی اذا اختلفت رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی
تحریم مدت رضاع میں فقط یعنے بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ ضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور مستغنی ہو
طعام سے ہو بنا بر ظاہر مذہب کے یعنے اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوٹ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پی لیگا
تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف
معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امامؒ سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہو گئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور
اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتبار کے نہیں ہے اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایۃ کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ مدت کے اندر
مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و لم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں ہے پلانا
بعد مدت رضاع کے یعنے دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنے
بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ان کے دودھ کی ضرورت نہ رہی یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز نہ ہوا تو بطور علاج کے
استعمال اسکا جائز نہ ہو چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لایجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول المأکول کما مر اور
بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں

حاشیہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے

بکر کی نسبی یا سببی بہن سے نکاح درست ہے اور اسیطرح بکر کو زید کی بہن سے ۔ اگر حلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکے کی نانی حلال ہے اسطرح کہ زید کے بیٹے عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا
تو حمیدہ کی ماں رضاعی نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف اسکے کہ عبداللہ کی نانی نسبی ہو شدہ بہن ہو زید کی تو اسپر حرام ہے اور اسیطرح زید کا بیٹا ہے رضاعی خالد اسکا نام تو خالد
کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے ۔ وام اخت اخت ابن ﷺ ام اخ ﷺ وام خال ﷺ عمة ابن ﷺ عمته ﷺ اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی
کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلا زید کی سگی بہن کو فاطمہ نے دودھ
پلایا تو زید کو فاطمہ سے نکاح درست ہے دوسری صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اسکی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہ
ہے کہ ماں بھی رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا
نسبی چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اسکی رضاعی بہن ہے فریدہ جیسے خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہ کہ بیٹا فقط رضاعی
ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اسکی بہن بھی رضاعی جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی
رضاعی زید پر حلال ہے اور بھائی کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اسکی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں کی ماں اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی
صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہے تیسری یہ کہ زید کے
رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اسکی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال نہیں اسواسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہے یا نانا کی منکوحہ اور
بیٹے کی پھوپھی اسکی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اُسنے دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی
ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہ کہ زید کا بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوا کسی کا دودھ پیا
تو کر کے خاوند کی بہن زید پر حلال ہے اور اگر بیٹا اور اسکی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اسکی عمہ حلال ہو گی اسواسطے کہ وہ بہن ہے زید کی ہم یہاں تک کل صورتیں مسئلہ
منسوخ تفصیلا بیان ہو چکیں اسواسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک کی تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام اخته واخته یعنے بیٹے بہن کی
حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اسکے سوا اور معلومات آئندہ رضاعت سے حلال ہیں نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا استثنا یہ ہیں
قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہ جو فقہانے حدیث یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب سے ام اخته وغیرہ کو استثنا کیا ہے سو صحیح نہیں اسواسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار
مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب یہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہوا تو استثنا کیونکر صحیح ہوگا اسکا جواب شارح نے آئندہ میں دیا استثناء منقطع لان حرمتہن من
ذکر بالمصاهرة لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لها استثناه کالفقهاء فلا تخصیص بالعقل کما قیل یہ استثنا منقطع ہے اسواسطے کہ حرمت مذکورات کی
مصاہرت کے سبب ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہوگی اُن صورتوں کو جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہوئی جیسا کہ
بعضوں نے کہا یعنے یہ استثنا متصل نہیں ہے جو مستثنیٰ کا داخل ہونا مستثنیٰ منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنا منقطع ہے اور استثنا منقطع میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہوتا
چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا حمارا یہاں تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اسی تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الفائقہ
نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہانے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو
فقہانے استثنا کیا ہے انکو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر میں ہے کہ محققین کے نزدیک استثنا فقہا کا تخصیص عقلی نہیں
اسواسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہے کہ (حرمت علیکم امهاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت)
سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلا شبہ حرام ہیں یعنے ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے
حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جنکو فقہا نے استثنا کیا ہے وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر

کیونکہ ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی فان قرینۃ ام اخت واختیہ نسبا لانہا امہ او موطوۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اسواسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہو یا اپنے باپ کی مدخولہ ہو اور یہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اسکے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح میں آ کر ہو چکا پھر جو حلت تھی مرتبہ کی نسبت ہی جس رضاعت میں پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنیٰ صورتوں کو ہرگز شامل نہو گی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کر لے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں میں جو حرمت کا سبب ہے نسب میں ہے وہ امر رضاعت میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہیں چنانچہ اسکا بیان شرح نظم میں مثالوں کیساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت ماں کو بہمیں اس بیان میں یاد کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ یعنی پھوپھی انکو ایک اجنبی عورت نے جسکا حمیدہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر حمیدہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اُسنے حمیدہ کا دودھ پیا ہو پھر رضاعی چچا زید کا دودھ پیا تو زید کو حمیدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اسواسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ ہے دونوں حرام ہیں

وکذا عمۃ ولدہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہولاء من الرضاع حلال للرجل اسیطرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے لڑکی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں جو یہ سب بشتے ام الاخ سے یہاں تک رضاعت سے حلال ہیں مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضرور ہے ایک یہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نسب سے اسواسطے کہ پہلی کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نسب سے اسواسطے کہ یا وہ اپنی بیٹی ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو یہ دونوں حرام ہیں کذا افادہ المرادہ لہا فہذہ عشر صور اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہ حکایت مکرر ہو گئی ماتن کے قول ام الاخ سے یعنی مثلاً حمیدہ زید کے بھائی کی ماں بنے یا زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید ام حمیدہ کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا یہ شارح کہتا ہے سو دس صورتیں ہوئیں پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچویں ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتویں ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں اپنے پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت مکرر ہے اسواسطے کہ مقابلات ہے تو حقیقت میں نو صورتیں ہیں

فتصل باعتبار الذکورۃ والانوثۃ الی عشرین پس یہ صورتیں باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں اگر مضاف الیہ کو مؤنث فرض کیجیے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما تحل لہ او لہا الی اربعین مثلاً یجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور باعتبار اسکے کہ یہ بیس صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہونچے گی مثلاً جبکہ مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں کہا جائیگا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت میں یوں بولینگے کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو متن اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولینگے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہے ان مثالوں میں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں یہاں اسکا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نسب سے اور بعض نسخوں میں تزوجہا بابی اخیہا کے مقام میں تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہو کذا فی حاشیۃ المدنی لکل منہا

بیجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لام اخت نسبیۃ لہا

اور اُسکو دفن کرے یعنے ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اُس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہو میت کا یعنے اماد ہوا سواگر وہاں عورتیں نہیں
تو زوج صغیرہ کا میت کو بجائے غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کردے اسواسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ
دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوتی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطئها وفرق بوجود المعنى لا اللذة
بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب جو وغذا ہونے کے۔ حاصل اسکا لذت کے یعنے مقصود وطی جنسی
غذا ہوا سوا میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے رد المحتار میں ہے حرمت ثابت نہیں ہوتی لیکن جان لو کہ میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اسواسطے
کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال بشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو اور حال انکہ ایسا نہیں پس شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت
سبب ولد ہوا اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **و** مخلوط بماء او دواء او لبن اخرى هي لبن شاة اذا غلب لبن المرأة وكذا اذا استويا احتياطا
لعدم الاولوية جو ظاہرا اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ غالب
ہو یا برابر ہو احتیاطا بسبب نہ ہونے اولویت کے اسیطرح جب دو عورتوں کا دودھ باہم مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمة بالاکثر مطلقا قيل هو الاصح
اور معلق کیا امام محمد نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقا یعنے دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں کے دودھ برابر ہوں
خواہ کم و بیش بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے لا يحرم المخلوط بطعام مطلقا وان حساه حسوا وكذا لو جبنه لان اسم الرضاع لا يقع عليه سے حرمت ثابت نہیں ہوتی
وہ دودھ جو مخلوط ہو ساتھ طعام کے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی اسواسطے کہ نام رضاعت کا اسپر نہیں واقع
یعنے پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں کہتے کذا فی البحر الرائق **و** لا الاحتقان **و** لا اقطار في اذن و جليل و جائفة و آمة اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان میں اور
سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا **و** لا لبن رجل **و** مشكل الا اذا قال النساء انه لا يكون على غزارته الا للمرأة **و** الا لا جوهرة اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی
مشکل کا دودھ مگر جبکہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودھ بجز عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتیں اسکے دودھ
میں کچھ نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرہ کیونکہ اگر مرد کے دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں اسواسطے کہ حقیقت میں دودھ اسیکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو و لا لبن شاة
وغيرها لعدم الكرامة اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنے حرمت رضاعت کی بطریق کرامت و تفضیل کے
باعتبار جزئیت کے ہے اور آدمی و بہائم میں جزئیت نہیں ہے او ارضعت الكبيرة ولو مبانة ضرتها الصغيرة وكذا لو اوجره رجل في فيها حرمتا ابدا ان دخل بالام او اللبن منه
والا جاز تزوج الصغيرة ثانيا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ طلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوتن کو اور اسیطرح اگر اُسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو
تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر ہمیشہ کو حرام ہو جاوینگی اسواسطے کہ ماں اور بیٹی رضاعی کا اجتماع ہے بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنے زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہو
اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی کی ہو اور دودھ بھی زوج سے نہ ہو تو جائز ہے زوج کو نکاح کرنا صغیرہ سے دوبارہ اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوگا
کیونکہ جب کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ بمنزلہ بیٹی کی ہو گئی اور بیٹی سے نکاح درست ہے جبکہ اسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے خواہ
مدخولہ ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہوگا اسواسطے کہ پہلے سے کبیرہ تحت میں شوہر کی نہیں ہے اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی **و** لا مهر للكبيرة ان لم توطأ لمجيء الفرقة منها وللصغيرة نصفه لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہو بسبب آنے جدائی کے
اسی کی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملیگا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر پاوے گی لیکن عدت کا نفقہ اُسکو نہ ملیگا **و** يرجع الزوج به
على الكبيرة وكذا على الموجر ان تعمدت الفساد بان تكون عاقلة طائعة مستيقظة عالمة بالنكاح و بافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او هلاك اور رجوع
کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اس مرد پر جسنے اسکا دودھ صغیرہ کی حلق میں ڈالا یعنے نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اسکو کبیرہ سے بھرے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ

پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اسطرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کیوقت عاقل ہو اور اپنی خوشی سے دودھ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور نیز اس بات سے فساد نکاح کو جانتی ہو
اور دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہو تب اسکو نصف مہر دینا ہوگا **والا لا لان التسبب شرط فیه التعدی** اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح پر کہ وہ مجنونہ
تھی یا سوتی تھی یا اسپر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو سمجھتی نتھی یا اسکو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان چارون صورتون مین نصف
مہر کو کبیرہ سے نہ لیسکیگا اسواسطے کہ ضمان دینے مین تعدی یعنی زیادتی شرط ہے اور ان صورتون مین کبیرہ کی تعدی نہین **والقول لها ان لم یظهر منها تعمد الفساد معراج** اور قول کبیرہ کا
قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اسکی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذا فی معراج الدرایۃ **طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باخر فحملت وارضعت فحکمه من الاول**
لان لبنه بیقین فلا یزول بالشک ویکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دی یا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت مین رہی اور بعد عدت کے اسنے دوسرے زوج سے
نکاح کیا سو اسکو حمل رہگیا اور اسنے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا ہے بالیقین تھا یہ یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیرہ زوج
اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیبہ ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت پھر جنے جب جنیگی تو اب زوج ثانی سے
دودھ ثابت ہوگا **والوطی بشبهة کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجه لا فتح** اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت رضاعت کے ثبوت مین اور بعضون نے کہا اور اسیطرح زنا سے
بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہین کذا فی فتح القدیر مثلا ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اسنے نکاح کیا تو
دودھ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی تھی نہ اسکے زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **قال لزوجته هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله صدق**
لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنے منکر ہوا کہ مین نے غلطی سے کہا تو اسکو
صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اسمین تناقض قول کا ممنوع نہین **ولو ثبت علیه**
بان قال هو حق کما قلت ونحوه هذا تفسیر الثبات فی الهدایۃ وغیرها فرق بینهما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اسکے بعد بھی
کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ مین نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ مین ہے تو صورت ثبات تفریق کرائی جائیگی زوج اور زوجہ مین
خانیہ مین ہے کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسها وقالت اخطأت تزوجها جاز کما لو تزوجها**
قبل ان تکذب نفسها وان اصرت علیه لان الحرمۃ لیست الیها قالوا وبه یفتی فی جمیع الوجوه بزازیۃ اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنے یون کہا کہ مرد میرا رضاعی
باپ ہے یا بھائی اور مرد اسکا منکر ہے پھر عورت نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ مین نے خطا کی تھی دعوی رضاعت مین اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے جیسا
مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرلے قبل اسکے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر ہو تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع مین حرمت کا ثبوت
عورت کو نہین دیا ہے علمانے کہا کہ یہی پر فتوی ہے جمیع اقسام مین کذا فی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اسکے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو
کہ مین نے اس سے خلع کیا ہے یا اسنے مجھکو طلاق بائن دی ہے سو اسکو ایسا نہ چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرار کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر
دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت مین جھوٹی ہے فتوی یہی ہے لیکن ایسے مقام مین فتوی یہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث مین ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اسکا دین سلامت رہا
کذا فی حاشیۃ المدنی **ومفاده انها لو اقرت بالثلاث من رجل حل لها تزوجه** اور مفاد دلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے
اس عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرلے اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق مین مخفی رہ سکتی ہے تو اسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النهر عن الصغری لیکن یہ حکم
ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی **ولو اقرا به**
جمیعا ثم اکذبا انفسهما وقالا اخطأنا ثم تزوجها جاز اور اگر اقرار کیا اس رضاعت کا عورت و مرد دونون نے پھر دونون نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہم نے خطا کی اقرار
رضاعت مین پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت مین یون کہا تو دونون مین تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

کتاب الطلاق

هو لغة رفع القيد لكن جعلوه في المرأة طلاقا وفي غيرها اطلاقا فلذا كان انت مطلقة بسكون الطاء كناية یہ کتاب ہے جسمیں مسائل طلاق کے مذکور ہیں طلاق
لغت عرب میں بمعنی رفع قید ہے یعنے بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح میں طلاق بولنا قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید میں اطلاق مستعمل ہے
تو اسیواسطے انت مطلقة بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسلئے کہ مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور طلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہیں شرعا رفع قيد النكاح في الحال بالبائن او المآل
بالرجعي بلفظ مخصوص هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ كخيار عتق وبلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق اور طلاق شرع میں رفع قید نکاح کو کہتے ہیں فی الحال رفع قید فی الحال
ہو جیسے طلاق بائن سے یا آخرکار رفع قید ہو جیسے طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے اسلئے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہوا اور اگر زوج عدت میں مر جاوے تو زوجہ مطلقہ
اُسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو تو اسلئے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ ہے جو شامل ہے طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے
خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتوں میں فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی میں اقسام فسخ اور طلاق کے جملہ مفصل
بیان کیے ہیں اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہیں جو نکاح صحیح پر ثابت ہیں چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع اور ملک حبس وغیر ذلک فهذا اعم من عبارة الكنز والملتقى
بحر اور اسی لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق میں تعرض ہے باعتبار جمع و منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی میں عبارت ہے کہ الطلاق
رفع القيد الثابت شرعا بالنكاح یعنے طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعا ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنے طلاق کو جامع نہیں کیونکہ رجعی کو شامل نہیں اسلئے کہ اسمیں رفع قید بالفعل
نہیں بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہیں اسلئے کہ تفریق ارتداد اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جملہ فسخ ہیں طلاق نہیں سو اسواسطے
مصنف نے لفظ آل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل ہو اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاویں وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الآيات اكمل اور طلاق
دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ الکمل یعنے آیات قرآنی میں طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات الی
چنانچہ ابو داؤد و حاکم نے عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسلئے کہ وہ مصالح وغیرہ کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنے فی نفسہ
حلال ہے مگر اسی وجہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر یہ وہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقيل قائله الكمال الاصح حظره
اي منعه الا لحاجة كريبة وكبر والمذهب الاول كما في البحر اور بعضوں نے کہا یعنے کمال الدین بن الہمام نے کہ قول صحیح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہیں حاجت
جیسے شتباہ حرام کاری وجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنے اباحت تو یہی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہاں سوال وارد
ہوتا ہے کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل میں کہا ہے کہ طلاق اصل میں منع ہے حاجت کیواسطے جائز ہے تو اباحت اور منع میں صریح تناقض ہے سکا جواب
شارح نے اگلے قول میں دیا و قولهم الاصل فيه الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو مؤذية او تاركة صلوة غاية اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق میں
منع ہے اسکی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کردیا تو حقیقت میں جب اباحت اور منع کے دونوں قول اور ان میں تناقض باقی نہ رہا جبکہ شرع میں اصل متروک ہوئی تو اباحت
بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول و فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغاية ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلي اور مفاد تعلیل ابحاث
کا یہ ہے کہ گناہ نہیں بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے میں اسلئے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ويجب لو فات الامساك بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے
موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنے عورت کو ہاتھ لگانے سے منزل ہو جاتا ہو یا کلام کرنے سے پھر طلاق کیواسطے استادگی نہو تو ان صورتوں میں طلاق واجب ہے
اسواسطے کہ اسمیں عورت کی حق تلفی ہے ويحرم لو بدعيا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض میں طلاق دے یا طہر میں وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق
ایک لفظ سے دیں یا تین طلاق ایک آن میں دیں چنانچہ نسائی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی دی
تو آپ غضبناک ہوکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنے یکبارگی قرآن مجید میں اجازت نہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں

ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دوں تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کذا فی
حاشیۃ المدنی وسر محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہ ہے کہ بسبب طلاق کے کروہات سے نجات ہوتی ہے یعنے مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور
اگر مقدور نہ ہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے وضیت باری کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی مقرر ہوئی تا
اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد واسطے تعیین کے ہوا کہ جمع ہو ویعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا وقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی
حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ حکمہ لا اور اس سے یعنے خلاصی کرو یہ بات معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی نسبت
کرکے یہاں تک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنے بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسلئے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دور یہ ہے کہ جیسے کوئی
اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھکو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھپر تین طلاق ہیں اسکو طلاق دور اسلئے کہا کہ اسمیں دور ہے درمیان مبنی کے اسلئے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے
تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو چکی ہیں اور جب تین طلاق پہلے ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع
ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت کے اسلئے کہ خلاصی کرو یہ بات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اسنے یوں کہا کہ ان طلقتک فانت
طالق ثلثا یعنے اگر تجھکو طلاق دوں تو تجھپر تین طلاق ہیں پھر جب طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین میں سے ایک لغو ہوگی کہ اسکی گنجایش نہیں تو تین
طلاق پڑجاوینگی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شریح شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے
یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق کے
تین ہیں ایک حسن یعنے خوب دوسرا احسن یعنے خوبتر تیسرا بدعی یعنے بدعت الا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے بدعت طرح بیان آتا ہے ومحرمہ ہے و الفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ
اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنوں میں مستعمل نہوا اور نیت کا محتاج نہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور مطلق
اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑجاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نکرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا کہ طالق
طالق یا یوں کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق واقع ہو گی اسلئے کہ خطاب عورت کا بطرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کر دی ہے پھر طلاق صریح کا ہے جبھی ہوتی ہے
جیسے یکبار یا دو بار طلاق دینا اور کاہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اسمیں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق و
غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اسمیں بدون نیت کے طلاق نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنے جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت
تو لونڈی محل طلاق کا نہیں ہو سکے تو یہ قید من اہلہ زوج عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور
سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنے انکی طلاق نہیں واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء سے تو لفظ مخصوص سے فسخ نکل گیا اور
معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں شامل کرے تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثناء سے خالی نہیں طلقۃ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا
حتی تنقضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جسمیں وطی نہیں کی اور چھوڑنا اسکا یعنے دوسری نہ دینا یہاں تک کہ اسکی عدت
گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنے حسن بدعی سے احسن ہے نہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا
کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی
فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فکان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو
اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر میں جسمیں وطی نہ کی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو طہر
سے پہلے تھا اور نہ اسمیں طلاق ہوئی ہو حیض والی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے میں اس عورت کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا یعنے بڑی

عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنے مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اسمین
فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں عدت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اسمین کچھ ثواب ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع
وحل طلاقھن ای الآیسۃ والصغیرۃ والحامل **عقب وطیٴ** لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل وھو مفقود ہنا اور حلال ہے طلاق دینا انکا یعنے آیسہ و صغیرہ اور حاملہ کا بعد
وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتون مین بسبب احتمال حمل کے ہے اور یہ احتمال حمل کا یہان یعنے ان عورتون مین مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب زیادتی
عمر کے بند ہوگیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول ظاہر پر اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے **والبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان**
بمرۃ او مرتین فی طہر واحد لا رجعۃ فیہ او واحدۃ فی طہر وطئت فیہ او واحدۃ فی حیض موطوءۃ اور طلاق بدعی کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق
یکبارگی یعنے ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جسمین رجعت نہین یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جسمین وطی ہوچکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کو حیض مین سب صورتیں
طلاق بدعی کی یہ ہین جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئین تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا تو طلاق بدعی باقی
نہ رہیگی خلافا للظاہریۃ یعنے بعضے کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے یہ قول بے سہارا ہے نزدیک ہمارے تینون واقع ہوجاتی ہین اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری
دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے اسمین یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دی تھی اور حضرت نے اسپر انکار
نہ فرمایا تو اس حدیث سے تقریر وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعی ما خالفھا لکان اوجز وافید شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب شرع بدعی کی تعریف
یون کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف طلاق احسن اور حسن کے ہے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی کئی قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری
قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا تیسری قسم دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر میں دینا جسمین رجعت نہین پانچوین حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں
طلاق دینا جسمین وطی ہوچکی ساتوین اس طہر میں طلاق دینا جسمین وطی نہین کی لیکن طہر سے قبل حیض میں وطی ہوچکی آٹھوین نفاس میں طلاق دینا سو ساتوین اور آٹھوین قسم مصنف
کی تعریف میں داخل نہیں اگر یون کہتا کہ بدعی مخالف احسن اور حسن کے ہے تو یہ دونون قسمین بھی داخل ہوجاتیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وتجب رجعتھا علی الاصح فیہ** ای فی الحیض رفعا
للمعصیۃ **فاذا طہرت طلقھا ان شاء** او امسکھا قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض لا یکرہ مجتبی اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کیطرف بنا بر قول صحیح
کے حیض میں یعنے حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرلے رفع کے واسطے گناہ اور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اسکو طہر میں طلاق دے یا چاہے اسکو رکھے
شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبی تخییر کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق دینے میں
مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب بالغ ہوا تو اسکو اپنی ذات کا اختیار ہے چاہے نکاح کو باطل کرے اگرچہ اسوقت زوجہ
حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور سبب خلع حیض میں مکروہ نہیں والنفاس کالحیض جوہرہ اور نفاس مثل
حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنے طلاق نفاس میں مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں **قال الموطوءۃ** وھی حائل او نحوہا **من تحیض انت**
طالق ثلثا او ثنتین **للسنۃ وقع عند کل طہر طلقۃ** ویقع اولہا فی طہر لا وطی فیہ کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے دران حالیکہ وہ حیض آنے
والیون میں ہے کہ تجھکو تین طلاق ہین یا دو ہین مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور
پہلی طلاق ان تینون سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہوگی جسمین وطی نہین کی فلو غیر موطوءۃ او لا تحیض تقع واحدۃ للحال ثم کلما نکحہا او
مضے شہر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہو یا حیض اسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال پھر غیر مدخولہ
سے جب بیچ نکاح کریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہین آتا جب ایک مہینہ
گذر یگا تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **وان نوی ان تقع الثلث الساعۃ** او ان تقع **عند راس کل شہر واحدۃ صحت نیتہ** لانہ محتمل کلامہ

اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونے کی اسی شمار میں بانیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سر پر تو نیت اسکی صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسکے کلام میں اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے
کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اسوقت یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا جسکا بسبب
اہل سنت کا **ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل** تو تقدیرا لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع
تقدیراً کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل میں داخل ہے یعنے عقل اور نشے میں کوئی تباین سمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو
عبدا او مکرہا فان طلاقہ صحیح لا اقرارہ بالطلاق اگرچہ وہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنے زبردستی کسی نے اُس سے طلاق دلوائی ہو اسواسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں
یعنے زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرائے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی ۵ قد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ~ طلاق وایلاء ظہار ورجعۃ ؎ نکاح مع
الاستیلاد عفو عن العمد ۵ اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہوتے ہیں کہا کہ طلاق ہو اور ظہار ہو اور ایلا اور رجعت اور
نکاح ہو ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص عمد سے ~ رضاع وایمان فی ونذرۃ ؎ قبول لایداع کذا الصلح عن عمد رضاع ہو اور خدا کی قسمیں کھانا اور ایلا
کرکے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا ~ طلاق علی جعل یمین باتقہ ؎ کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد ؎ اور
طلاق عوض مال کے خواہ زوجہ کیطرف سے یا غیر کیطرف سے اور قسم طلاق کی یعنے زبردستی سے کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اسکی عورت پر طلاق ہو سو اگر
وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہو گی اور اسیطرح بندہ آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا ~ وایجاب احسان و عتق فہذہ ؎ تصح مع الاکراہ عشرین
فی العدد ۵ اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنے زبردستی یوں کہلائے کہ مجھ پر اپنے اوپر خدا کیواسطے ایک درم یا ایک غلام کی آزادی واجب ہے تو یہ عقود مذکور
صحیح ہیں اکراہ کے ساتھ بیس ہیں شمار میں او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہا خفیف العقل اگرچہ وہ زوج ہازل ہو یعنی ٹھٹھا طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے
جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہ ہو یا وہ زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا نبیذ
کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تاکہ لوگ باز رہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری
زجرا اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن یا افیون کو بطریق دوا استعمال کیا تو اسپر زجر نہیں اسواسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی واقع ہو گی نہر الفائق
میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہو تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ معصیت نہیں ہے اگر بطریق لہو و
سرور کے ہو تو طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اسکی حالت مستی میں اور اسکے خطاب کیا چنانچہ فرمایا
یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اسکو بسبب قابل العقل کے احکام شرعیہ میں تنگ پکڑنے کیواسطے قرار دیا اور وقوع طلاق میں حد سکر کی یہ ہے کہ
عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہاں معتبر ہے اور سکر کی حد صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام
بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے میں حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال ڈانوا ڈول ہو بحر الرائق میں کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علما شافعیہ و حنفیہ کے
طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا بالاتفاق فتوی ہے اور اُسکے بائع پر تعزیر ہے اور جو اُسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المتقی اور
حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف التصحیح نہیں بکرہ او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہتا ہے کہ اس شخص کے
حق میں جو مست ہو گیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اُسنے طلاق دی نہر الفائق میں کہا صحیح یہ ہے کہ اسکی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور
شرح جامع اور خانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی ثم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع ہاں اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے
یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہوتی اسواسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے فی القہستانی
معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی تمیز عقل زائل ہوا یہاں تک کہ

احکام شرعیہ کو تو اسکا تصرف باطل ہوگا تفصیل یعنے نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہے۔ استثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران
سبع مسائل منہا التوکیل بالطلاق صاحیا ۔ اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں بدمست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنے مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں
مست ہوشیار کے برابر نہیں ازانجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنے مثلاً زید نے حالت ہوشیاری میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مستی کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی
لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنے اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہوگی اور اگر طلاق
عوض مال کے نہیں دی واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو یا مستی میں ۔ لم یوقع الشافعی طلاق السکران
واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ ۔ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور
تاتارخانیہ میں تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے مگر یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہے مگر اسپر اعتماد نہیں بقول محقق بحر محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع
اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی ۔ والاخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی ۔ یا گونگا ہو یعنے گونگے کی طلاق اشارے سے ہوتی ہے اگرچہ بیماری کی وجہ سے گونگا ہو بشرطیکہ موت تک
گونگا رہے اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط کتابتہ اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنے اگر موت تک گونگا رہا تو اشارے
کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اسکی کتابت کا شرط ہونا یعنے اگر گونگا
لکھ جانتا ہو تو اسکی طلاق اشارے سے واقع نہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اسکے اشارہ
معہودہ سے اسواسطے کہ اسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہو تو موجب حرج کا [illegible]
اراد ان یتکلم بغیر الطلاق فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط ۔ یا زوج نے خطا سے طلاق دی اس طرح پر کہ ارادہ کسی بات کے
کہنے کا کیا سو اسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو سہو کی صورت
یہ کہ اسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولونگا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین یا لام بولا تو ان صورتوں میں
طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنے باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا
بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کہ انکی طلاق ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہوجاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے انکی ہزل کو حد قرار دیا ہے یعنے طلاق دینے والے کی ہنسی اور
خوش طبعی کو سچا واقعی کلام ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر ۔ ومریضا او کافرا لوجود التکلیف ۔ یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب ہونے تکلیف کے یعنے کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن
قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اسوقت کریگا جبکہ نوبت اسکے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ۔ وطلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا کالنکاح بزازیۃ
اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنے جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسیطرح طلاق
فضولی کی بھی اسکی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اس عورت سے چھڑایا یا یوں کہے کہ تونے
بڑا احسان کیا کہ اس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اسکا باقی مہر ادا کرے یا اسکے سوا چار عورتوں سے نکاح کرے بنا علی اعتبار الزوج المذکور ۔ لا یقع طلاق المولی علی
امراۃ عبدہ لحدیث ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال
العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک لمنافیہا ۔ اور بنا ہے اعتبار زوج کے جو سابق میں مذکور ہو چکا یعنے ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ
وہ غلام ہو تو اسی اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اسکو
ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنے زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہیں مگر جبکہ مولی نے شرط کرلیا ہو حالت عقد میں سو یوں کہا ہو غلام کو کہ میں
اسکا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ میں ہے جسکو میں طلاق دوں جب چاہوں پھر غلام کہے کہ میں نے قبول کیا اور اسیطرح جب غلام نے

کہا کہ جب میں اُس سے نکاح کروں تو اُسکا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنے مجھ کو طلاق کا اختیار رہیگا کذا فی الہندیۃ والمجنون الا اذا علق
عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت ہو کافر وابی ابوہ الاسلام تقع الطلاق شامانہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جبکہ معلق کیا
طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری میں پھر دیوانہ ہو گیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہو گئی اور وہ کافر ہو اور اسکے باپ نے
اسلام قبول کیا تو ان صورتوں میں مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتوں میں وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی
حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ اما لو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہیں واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا
قریب البلوغ ہو یا لڑکپن میں طلاق دی ہو اور اسکو بعد بلوغ کے جائز کہے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ میں نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہو جائیگی اسواسطے کہ اس
کلام میں ابتدا ایقاع ہے یعنے اب بلوغ میں واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اسمیں طلاق بالفعل نہیں واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال کہا اور سابق میں صبی کو اہلیت طلاق کی
نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وہو اختلال فی العقل اور نہیں واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے
بمعنی اختلال العقل بحر الرائق میں کہا کہ بہتر اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق میں یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارتا ہو نہ گالی دیتا ہو بخلاف مجنون کے
والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہیں واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے اور بعض کتب طبیہ
میں ہے کہ برسام ورم گرم ہے جو جگر اور انتڑیوں کے درمیان والے پردہ میں عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے طلاق واقع نہیں ہوتی والمغمی
علیہ وہو لغۃ المغشی اور نہیں طلاق واقع ہوتی جسکو غش آوے اغمی لغت میں بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ میں بھی مراد ہیں منح الغفار میں کہا کہ اغما کیوجہ دماغ بلغم غلیظ
بارد سے بھر جاتا ہے اور قہستانی میں کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری میں کذا فی حاشیۃ المدنی والمدہوش
فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بالبناء المفعول فہو مدہوش وادہشہ اللہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جسکی عقل جاتی رہے
کذا فی فتح القدیر اور قاموس میں کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہیں ادہشہ اللہ یعنے بیہوش یا متحیر کیا
اسکو اللہ نے خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہمارے شارح کے استاد خیرالدین رملی نے فتاوی خیریہ میں کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے
کہ طلاق مدہوش کی نہیں واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہیں پڑتی سوا مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہو جاتی ہے تو غیر عاقل میں
مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب شامل ہیں اور مدہوش یہاں بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جسنے مدہوش کو یہاں بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد
کو ذہاب عقل لازم نہیں اور مدہوش قاموس میں بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق
ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہیں واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہ ہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب
نہیں بولتے اور اُسکے کلام کو خبر اور انشا نہیں کہتے ہیں اسواسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہیں چنانچہ کتب اصول میں یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا تقع لانہ اعادہ
الی غیر معتبر ہو اور اگر سونے والے سے اُسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی سو اُسنے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا واقع کیا
تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اُسنے ضمیر کو اُسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہیں یعنے طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ
صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنے اسکو میں نے واقع کر دیا تو طلاق پڑ جاتی ہے اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہیں پڑتی دونوں میں کیا فرق ہے
شارح نے اسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو میں معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب قصور عقل کے اسکو لغو کر دیا بخلاف نائم کے کہ اسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر
نہیں اسواسطے کہ اسکا قصد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق او جعلتہ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیدار ہونے کے کہ میں نے
اس طلاق کو واقع کر دیا یا میں نے اسکو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اسوقت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم میں جاری ہوئی تھی

کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اسکے معنی کا علم شرط نہیں حتیٰ اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کر کے بولا تو قضاءً طلاق
واقع ہوگی نہ دیانۃً اور بعض مشائخ اوزجندی نے کہا کہ مطلقاً طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً تاکہ ذریعے املاک آدمیوں کی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں جیسا کہ نہر اور بزازیہ میں
اسکی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **و فی انت الطلاق** وطلاق وانت طالق الطلاق وانت طالق طلاقا **واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی** یعنی مصدر
لانہ لو نوی الطلاق واحدۃ و بالطلاق اخری فتقع رجعیتان لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق انت طالق زیلعی **و واحدۃ او ثنتین** لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد او نوی انت الطلاق یا انت طالق یعنی
جس کے بیچ میں مصدر غیر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک یا دو کی کچھ نیت
نہ کی ہو یا ایک یا دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کریگا
اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کریگا تو دو طلاق رجعی واقع ہونگی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہ ہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدی ہو جاوے گی
دوسری طلاق کا محل ہی باقی نہ رہا انت طالق طلاقا میں دو طلاق اسیطرح واقع ہونگی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے
ایک یا دو طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں رکھتا یعنی مصدر صیغہ فرد ہے اور گنتی کی اسمیں گنجائش نہیں **وفی ثلاث ثلاث**
لانہ فرد حکمی ولذا کان **الثنتین فی الامۃ** کذا فی حرۃ تقدمہا واحدۃ جوہرہ لکن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ** سو اگر ان اقوال مذکورہ میں مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق
واقع ہونگی اسواسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہیں طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسیواسطے دو طلاق لونڈی کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ
کے حق میں یعنی لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہیں جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا کہ انت طالق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ دو طلاق اسکے حق میں فرد حکمی ہے اور اسیطرح اس حرہ کے حق میں جسکو ایک طلاق سابق میں پڑ چکی دو طلاق فرد حکمی ہیں کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں یقین کیا ہے کہ روایت
جوہرہ کی سہو ہے یعنی دو طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہونگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف ولو لم یکن
لہ امرأۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھکو لازم ہے اگر میں ایسا نکروں اور حرام مجھکو لازم ہوا اگر میں نے ایسا کیا اور
مجھپر طلاق لازم ہے اگر ایسا نکروں اور مجھپر حرام لازم ہے اگر میں ایسا کام کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے بسبب عرف کے یعنی ہمارے ملک میں طلاق کی قسم کھانا جو
ہوگیا ہو تو انپر جاری ہوگا اسکا حکم ایسا اور اگر ان اقوال کے بولنے والے کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاوینگے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا
علی الطلاق من ذراعی بحر اور اسیطرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھپر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق ہم صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ میں مصرح ہے کہ
انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولی طلاق واقع ہوگا مقدسی نے کہا کہ قیاس صحیح
نہیں اسواسطے کہ مقیس علیہ میں صریح عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے علمی نے کہا کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور عرفی نے کہا کہ تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے
ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض ہل یقع قال البزازی المختار لا وقال القاضی المختار نعم اور اگر یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر ہے تو نہ
واقع ہوگی اسواسطے کہ احتمال بھی اسمیں ہے کہ تیری طلاق مجھپر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یوں کہا کہ تیری طلاق مجھپر لازم ہے یا
واجب ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور قاضی خان نے اپنے فتاوی میں کہا قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع
ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ وجہ یہی ہے کہ واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال طلاقک علی ہل تفتقر الی النیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یوں کہا کہ فدا
تجھکو طلاق مجھے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال الدین ابن ہمام نے کہا کہ حق یہ ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق بد دعا کے ہو ولو قال لہا کونی طالقا او اطلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا
یا یوں کہا کہ او مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم وانت طال بالکسر الا توقف علی النیۃ کما لو تہجی بہ وبالعتق

نزدیک امام اعظمؒ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہی ہو اسواسطے ابتدا دوسری حد یعنی حد اور تین کا اعتبار رہنا فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل کہ
جنکا مرجع اور حاصل عادت ہو چنانچہ یہ مثال کوے کہ میرا مال ہے سو سے ہزار تک تو اسمیں نو سو ننانوے یعنی سوا در ہزار درہم قبل ہونگے باتفاق امام اور صاحبین کے **ویقع بثلاثة انصاف**
طلقتین ثلث وقیل ثنتان اور واقع ہو گی دو طلاق کیونکہ تین آدھے ہوئے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہو کہ دو طلاق واقع ہو گی **وثلثة انصاف طلقة او نصفی طلقتین**
طلقتان وقیل ثلث والاول اصح اور واقع ہو گی ایک طلاق کے تین آدھے ہوئے اور دو طلاق کے دو آدھے ہوئے دو طلاق اور قول ضعیف میں تین طلاق اور پہلا
قول اصح ہو یعنی دو طلاق کا **وبواحدة فی ثنتین واحدة ان لم ینوا ونوی الضرب لانه یکثر الاجزاء لا الافراد** اور اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق بیچ دو طلاق
میں ایک طلاق واقع ہو گی اگر ضرب کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو میں یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ ضرب اجزا کو
بڑھاتی ہو نہ افراد کو اور محقق نے فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں کہا کذا فی حاشیة المدنی **وان نوی واحدة وثنتین فثلث فی مدخول بها** اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی
واحدة فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اگر زوجہ مدخولہ ہو گی **وفی غیر المدخولة واحدة کقوله واحدة وثنتین لانه لم یبق للثنتین**
محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہو گی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھکو ایک اور دو طلاق ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
بدون عدت کے جدا ہو گئی تو طلاقوں کا محل باقی نہ رہا **وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا** اور اگر نیت کی ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدة فی ثنتین میں لفظ
فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اسصورت میں تین طلاق واقع ہونگی مطلقا خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اسواسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہو **وتقع بثنتین فی ثنتین ولو نوی الضرب**
ثنتان لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور دو واقع ہونگی دو طلاق اس قول سے کہ تجھکو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو
اسواسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ گذر گیا یعنے اگر طلقتک ثنتین
فی ثنتین میں فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہونگی اور غیر مدخولہ کو ایک طلاق ہو گی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور
غیر مدخولہ دونوں کو تین طلاق واقع ہونگی **وبقوله من هنا الی الشام واحدة رجعیة ما لم یصفها بطول او کبر فبائنة** اور واقع ہوتی ہو اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہو
یہانسے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کیساتھ موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کیساتھ متصف کریگا تو طلاق بائن واقع ہو گی **وانت**
طالق بمکة او فی مکة او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز یقع للحال کقوله انت طالق مریضة او مصلیة وانت مریضة او انت مصلیة اور
یہ قول کہ انت طالق بمکة او فی مکة یعنی تجھکو طلاق ہو مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے کپڑے میں تنجیز ہو طلاق کی یعنے اس قول سے بالفعل طلاق پڑجاتی ہو
دخول مکہ اور گھر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑجاتی ہو کہ تجھکو طلاق ہو حالت بیماری اور نماز خوانی میں خواہ بیمار ہو
یا نہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اسواسطے کہ طلاق کو مکان اور نماز اور اسیطرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں **ویصدق فی الکل دیانة** اور تصدیق کیجاویگی زوج کی ان
مثالوں میں باعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے **لو قال عنیت اذا دخلت الدار او اذا لبست او اذا مرضت ونحو ذلک فتتعلق به کقوله الی سنة او الی راس الشهر**
او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق فی الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہو وانت طالق فی ثوب میں انت طالق اذا لبست کا وانت طالق
مریضة میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسیطرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہو گی انہی شرطوں سے یعنے بدون دخول دار اور وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہو گی
چنانچہ یہ قول کہ تجھکو طلاق ہو ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی جبتک سال گذر نجاوے اور بدون جاڑے آنے کے طلاق نہ واقع ہو گی **واذا دخلت مکة تعلیق** اور
یوں کہنا کہ تجھکو طلاق ہو جبکہ تو مکہ میں داخل ہو گی یہ تعلیق ہو حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہو گی **وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا او فی**
صلوتک ونحوه لان فی للظرف وشبه الشرط اور اسیطرح یہ قول تعلیق ہو کہ تجھکو طلاق ہو تیرے گھر میں داخل ہونے میں اور اسیطرح تجھکو طلاق ہو تیرے ایسے کپڑا پہننے میں یا تجھکو طلاق ہو
تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق میں داخل ہیں اسواسطے کہ ظرف مشابہ ہو شرط کے باعتبار جمعیت کے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط

بدون شرطکے نہیں ہے اور لو قال لدخولک الدار او لحیضتک تنجیز اور اگر یون کہا کہ تجھکو طلاق ہی بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر مین یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنے
فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہین ہولی بالباء تعلیق اور اگر بجائے لام کے با موحدہ بولا یعنے یون کہا کہ انت طالق بدخولک الدار و بحیضتک تو یہ قول
تعلیق ہے یعنے دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی و فی حیضتک ہی حالقہ فہی تحیض اخری اور اگر اس طرح کہا کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض مین حالانکہ اسکو حیض
موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آئے و فی حیضتک تحیض و تطہر اور اس طرح کہا کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضۃ مین یعنی ایکبار حیض آنے مین
تو وہ مطلقہ نہوگی یہانتک کہ اسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہوجاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہین اور کمال حیض بدون طہر کے نہین حاصل ہوتا اگر حیض
بند ہونے کے بعد دس دن سے کم مین بند ہو تو طلاق تعلیق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر پورے دس دن پر بند ہوا تو تعلیق طلاق کی طہر سے بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی و فی ثلثۃ ایام تنجیز
و فی مجی ثلثۃ ایام تعلیق تجی اسم الثالث لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس طرح کہا کہ تجھکو طلاق ہے تین دن مین فی الحال طلاق ہوگی اور اس
طرح کہا کہ تجھکو طلاق ہے تین دن کے آنے مین تعلیق ہے طلاق کی تیسرے دن کے آنے پر اسوا اس کے جسدن کلام کیا اسواسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل مین ہوتا ہے
نہ ماضی مین ٹیرہ آنا دن کا ابتداے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اسدن کو شمار سے نکالا الا و یوم القیمۃ لغو اور یون کہا
کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنے اس کلام سے طلاق نہین واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہین و قبلہ تنجیز اور اس طرح کہا کہ تجھکو طلاق ہے
روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی و فی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز و ان نصبہا تعلیق اور اس طرح کہا کہ انت طالق تطلیقۃ
حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع مین صفت ہوگی عورت کی تو
فاصل ہوگی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نرہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوگی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو
دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی و سأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ٭ وان تخرقی یا ہند فالخرق اشأم ٭ فانت طلاق والطلاق
عزیمۃ ثلاث ومن یخرق اعق و اظلم ٭ کم یقع فقال ان رفع ثلثا فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی و فیما علقناہ علی الملتقی اور سوال کیا کسائی
نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اے ہند تو
سختی نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنے لہو اور لعب نہین ہے تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس
کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح کہتا ہے
پوری تقریر اسکی مغنی اللبیب ہماری شرح مین ہے جو ملتقی پر ہے ہم نے لفظ ثلث جو مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یون کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب
ثلثا منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول مین لکھا ہے کہ
ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا انکو جواب آیا کسائی سے یافت کر کے جواب دیا بحر الرائق مین کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد
کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عربیت کی ہو اور یہ نقل ابن ہمام کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط مین لکھا ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی مین بھی
یون ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب مین اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و بقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح
اور اس طرح کہا کہ تو طالق ہے کل یا کل مین تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت و صح فی الثانی نیۃ العصر ای آخر النہار قضاء و صدق فیہما دیانۃ و مثلہ انت طالق
شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی مین یعنی انت طالق فی غد مین نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاویگی متکلم کے دونوں قولوں مین
باعتبار دیانت کے اور مانند اسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان مین تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نکی تو آخر رجب یعنی بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی
اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو تصدیق قول ثانی مین صحیح ہوگی اور دیانۃ دونون مین تصدیق ہوگی و فی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

اور اسی قول میں کہ تو طلاق ہے آج کل یا تو طلاق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول میں آج طلاق واقع ہوگی اور ثانی قول میں کل ہوگی
ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں حرف عطف واو ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدًا والیوم
تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی یعنی الیوم غدًا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہونگی یعنی غدًا والیوم میں کذا انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ وبعکسہ او الیوم وراس الشہر چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا انت طالق بالنہار
واللیل تو ایکبار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہ قول دن کو کہا تو ایکبار
طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ
تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو ایکبار طلاق ہوگی اور اسی طرح عکس کا حکم یعنی عکس اللیل والنہار کا بالنہار واللیل
اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولہ چنانچہ اسکا حکم بھی متصل مذکور ہو چکا یا یوں متکلم بولا کہ انت طالق الیوم وراس الشہر تو اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایکبار طلاق
ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان
بدا بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ اشارہ سابقہ میں یہ ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو دو وقت کی طرف کہ ایک ان میں سے حاضر اور دوسرا مستقبل اور
دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا لایا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد ہونگے اس صورت میں ایک ہی بار طلاق واقع ہوگی
چنانچہ انت طالق الیوم وغدًا میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنے دو بار طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق غدًا والیوم میں ہے
فی انت طالق الیوم واذا جاء غد او انت طالق الابل غد اطلقت واحدۃ للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طلاق ہے آج اور جب کل آویگا
یا یوں کہا کہ تو طلاق ہے نہیں بلکہ کل طلاق ہے تو اسکو ایکبار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے لفظ لا و بل سے نفی کلام سابق کی
ارادہ کی سوا ابطال منجز کا ممکن نہیں انت طالق واحدۃ اولا او مع موتی او مع موتک لغو اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحال منافیۃ للایقاع
او للوقوع تو طلاق ہے ایکبار یا کہ طلاق نہیں یا یوں کہا تو طلاق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونوں قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے
طلاق نہیں پڑتی پہلا قول تو اسواسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اسمیں واقع ہے اور قول ثانی اسواسطے لغو ہوا کہ اسمیں طلاق مضاف ہے ایسی حالت کی طرف جو منافی ہے
ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کی کہ اس حالت میں اسکو اہلیت طلاق دینے کی نہیں رہتی اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع
طلاق کی کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں کذا انت طالق قبل ان اتزوجک وامس وقد نکحہا الیوم اور اسیطرح لغو ہے یہ قول کہ تو طلاق ہے قبل
اسکے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طلاق ہے کل یعنی جو دن کہ ہو چکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونوں قول اسواسطے لغو ہیں کہ طلاق کو
اسوقت کی طرف مضاف کیا جبکہ اسکو ملکیت طلاق کی نہ تھی اسواسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل امس وقع الآن لان
الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تھا اور پھر یوں کہا کہ انت طالق امس تو وقت تکلم
طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تقع واحدۃ وبعکسہ اثنتان وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طالق امس
والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اسکے کہا یعنے یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایکبار ہوگی اور بعض علماء نے اسکے بالعکس کہا ہے یعنے
اول صورت میں ایکبار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق ہے قاعدہ سابقہ کے یعنے اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد
ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی وانت طالق قبل ان اخلق او قبل ان اخلقت طلقتک
وانا صبی او نائم او مجنون وکان معہودًا کان لغوًا یا یوں کہا کہ تو طلاق ہے قبل میری پیدایش کے یا قبل تیری پیدایش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو

طلاق دی جبکہ میں لڑکا تھا یا جبکہ میں سوتا تھا یا جبکہ میں دیوانہ تھا اور حالانکہ اسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہیں ایقاع طلاق کے
بخلاف قوله انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد شراه الیوم فانه یعتق کما یعتق لو اقر بعبد ثم اشتراه لاقراره بحریته بخلاف حکم
سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ میں تجھکو خرید کروں یا یوں کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ آزادی
ایقاع اور وقوع کی محتاج نہیں اور احتمال ہے کہ اسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسطرح بھی آزاد ہو جاویگا اگر اقرار کیا ایک شخص نے
کسی غلام کے حق میں کہ یہ آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا ان تینوں صورتوں میں آزادی ثابت ہوگی سبب اقرار کرنے قائل کے اسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی
بشهرین او اکثر ومات قبل مضی شهرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعدها طلقت مستندا الی اول المدة لا عند الموت وفائدته انه لا
میراث لها لو ان العدة تنقضی بشهرین بثلث حیض تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا اس مدت سے زیادہ اور مر گیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت
مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مر گیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہوگی نزدیک امام کے فی الحال مستندا اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی
نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملیگی اسواسطے کہ عدت اسکی منقضی ہو جاتی ہے دو مہینے میں تین حیض آکر ہم مصنف اور شارح نے
اس مقام میں قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ وقوع میراث
میں استناد نہیں ہوتا کیونکہ استناد ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر میں تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ
اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لها انت طالق کل یوم او کل جمعة او راس کل شهر ولا نیة له تقع واحدة فان نواه کل یوم او قال فی کل یوم
او مع او عند او کلما مضی یوم تقع ثلاثا فی ایام ثلثة الاصل انه متی ترک کلمة الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور
زوج کی ان اقوال میں کچھ نیت نہیں ہے تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اسنے یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن میں یا یوں کہا کہ
تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن گذر جائے تو ان صورتوں میں تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن میں
اور قاعدہ کلیہ تعدد طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالوں میں یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام میں تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ
ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال میں لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصة انت طالق مع کل یوم تطلیقة وقع ثلث
للحال اور خلاصہ میں ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال اھ روایت خلاصہ کی مخالف ہے شارح کے
قول کے اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم میں تین طلاق تین دن میں واقع ہونگی اور خلاصہ میں فی الحال واقع کہا اور دونوں کلاموں میں سواے
مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہیں ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ میں یوں عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقة یعنی اسمیں لفظ یوم کا نہیں
تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت میں تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ بحرالرائق میں تحریف واقع ہوگئی اور یہ
مصنف اور شارح نسخہ محرفہ کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیهما فتطلق الاخری
لوجود شرطه حینئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو میں بڑی عمر والی کو طلاق ہے اسوقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک ان میں سے مر جاوے پھر
جب ایک مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اسوقت یعنے جب ایک مر گئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی ھم
شیخ رحمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونوں عورتوں کے مرجانے کے ثابت نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مر گئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ
رہی شاید اسکی عمر پچاس برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع میں بعد حینئذ کے لفظ مستندا بھی مرقوم ہے قال انت طالق قبل قدوم
زید بشهر فقدم بعد شهر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینہ کے پھر زید آیا بعد مہینے کے

تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے پس مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو ذکر کیا تو اسکے شارح
استناد اور اقتصار کو لیکے قول میں صحیح کیا اعلم ان طرق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم کر کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں
ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ ما لیس بعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہو واقع میں سو علت
ہوجائے چنانچہ تعلیق مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھکو طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے
علت ہوگیا طلاق کی یعنے بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاویگا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنے دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم
فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال چنانچہ انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور
نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوتہ فی الحال مستندا الی ما قبلہ بشرط بقاء المحل کل المدۃ کلزوم الزکوۃ حین الحلول مستندا الی وجود النصاب اور استناد عبارت ہے
ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کیطرف مستند ہوکر بشرطیکہ باقی رہے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود
نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنے حولان حول کے بشرطیکہ باقی رہے مال کے اول سے آخر سال تک نصاب درمیان
سال کے کم ہوجاوے تو [illegible] والتبیین ان یظہر فی الحال تقدم الحکم کقولہ ان کان زید فی الدار فانت طالق وتبین فی الغد وجودہ فیہا فالطلاق من حین القول فتعتد منہ
اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنے اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر میں ہے تو تجھکو طلاق ہے اور
کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے روز ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو عدت اسی وقت سے اسکی شمار ہوگی
خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم چار حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہوگا یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ استقبال میں ہے بطور تعلیق کے تو اسکو انقلاب کہتے ہیں
اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق کے تو اسکو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے ماقبل سے مستند ہوکر تو اسکو استناد کہتے ہیں اور اگر بسبب ظہور زمانہ ماضی میں ہے
تو اسکو تبیین بولتے ہیں انت طالق ما لم اطلقک او متی لم اطلقک او متی ما لم اطلقک وسکت طلقت للحال بالسکوت اگر زوج نے کہا کہ تو طالق
ہے جب تک تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ میں تجھکو طلاق نہ دوں یا جس وقت کہ تجھکو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال
مطلقہ ہوگی بسبب اسکے سکوت کے اسواسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور ایسے ہی کلمہ ما بھی قائم مقام ظرف کے ہے اگرچہ معنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا
اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ کہ ان الفاظ میں طلاق کی اضافت ہوئی ایسے زمانہ کی طرف جو طلاق سے خالی ہو پھر جب اسنے سکوت کیا
تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الہدی عن البحر وفی ان لم اطلقک لم تطلق بالسکوت بل یمتد النکاح حتی یموت احدہما قبلہ ای قبل الطلاق
فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہیگا یہانتک
کہ کوئی ان دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجاوے پھر جب ایک کوئی مریگا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب بسبب پائے جانے شرط کے یعنے عدم طلاق کے
پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آویگا واذا واذا ما بلا نیۃ مثل ان عندہ وفی مثل متی عندہما
اور کلمہ اذا اور اذا ما بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنے ان اور متی کا
حکم مقرر پیشتر ہوچکا یعنے جب اذا اور اذا ما بمعنی ان کے ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی تا وقتیکہ کوئی زوجین میں سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہونگے
تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق واقع ہوگی ولو نوی الوقت او الشرط اعتبرت نیتہ اتفاقا ما لم تقم قرینۃ الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی
زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اسکی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہوا اور اگر فی الفور کا قرینہ
قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا کہ اذا [illegible] تو [illegible]

فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انت طالق ام لا طلقتك انت طالق مع الوصل بقوله ام لا طلقتك طلقت بالمنجز الا ذخیرة فقط استحسانا
اور اس قول مین کہ انت طالق ام لا طلقتك انت طالق یعنے زوج نے انت طالق کو اپنے قول ام لا طلقتك سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پہلے قول منجز سے
باعتبار استحسان کے یعنے اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہین طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو ام لا طلقتك سے جدا ذکر کیا وصل نکیا تو منجز اور معلق دونوں
واقع ہونگی کذا فی حاشیة الطحطاوی المذی عن البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلقك الیوم ثلثا فانت طالق فحیلته ان یطلقها علی الف ولا تقبل المرأة
فان مضی الیوم لا تطلق بیفتی خانیة لان التعلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر مین آج تجھکو تین طلاق نہ دون تو تجھکو طلاق ہے
تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اسکو طلاق دے بعوض ہزار کے یعنے یون کہے کہ مین نے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی
دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیة والخلاصة والمحیط اسواسطے کہ تعلیق مقید داخل ہے تعلیق مطلق
کے تحت مین یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنے بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق مین
داخل ہے اسواسطے طلاق واقع ہوگی انت طالق یوم تزوجك فنکحها لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرك بیدك یوم یقدم زید فقدم لیلا لم یتخیر
لو نہارا یبقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جسدن کہ مین تجھسے نکاح کرون پھر نکاح کیا اُس سے رات مین تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول مین یعنی مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونون کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ
مین ہے یعنی تجھکو طلاق کا اختیار ہے جسدن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن مین زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا
اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل یستوعب المدة یراد به النہار کالامر بالید فانه یصح جعله بیدها یوما او شهرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبها یراد به
مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتك شهرا کان ذکر المدة لغوا و تطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہے طلاق اور امر بالید مین یہ ہے
کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا بھر لے تمام مدت کو تو وہان یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اسکو عورت کے اختیار مین بنا
ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسیطرح ہی سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم مین ممتد ہوسکتا ہے اور جبکہ یوم مقرون ہو اس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہ ہوسکے
تو وہان یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور عتاق سو اگر کہیگا کہ مین نے
تجھکو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہین انا منك طالق لغو وان نوى لانه لیس لشیء و لو نوی به الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ مین تجھسے طالق ہون یا کہ مین تجھسے بری ہون تو یہ قول کچھ نہین اگرچہ اس قول سے طلاق کی
نیت کیسے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف کی تو یہ موقع ہوئی لغو ہوئی **وتبین فی البائن و الحرام**
ای انا منك بائن او انا علیك حرام ان نوى لان الابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحل وهما مشترکان فیصح الاضافة الیه حتی لو لم یقل منك او علیك لم یقع اور
جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام مین یعنی اگر عورت سے کہا کہ مین تجھسے بائن ہون یعنی جدا ہون یا کہ مین تجھپر حرام ہون تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت
کرے اسواسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونون یعنی ازالہ
اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہین میان شوہر اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہان تک کہ اگر نہ کہیگا لفظ منك اور علیك کا تو
طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مین عورت کیطرف خطاب نہین تو احتمال ہے کہ دوسری وجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث یقع اذ لو نوی ان
لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہو یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جبکہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ
لفظ منی کا نہ کہے یعنے اگرچہ یون نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھسے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانة الاکمل کی عبارت کو رد کیا جسمین یون ہے

کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تاوقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا فیشترط قولہ بائن منی یعنی اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون
کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی وقوع طلاق میں منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے ہکذا فی البحر الرائق میں خلاصہ سے ہے اور نکل یون کہ ہے کہ اگر
اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کیطرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہیں یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھ پر
ضرور نہیں ہے اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون
تجھپر یا تو بائن ہے مجھسے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کی طرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و ینبغی ان یکون
محل الزوجیۃ بلانیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مین نے تجھکو مہر کیا زوجہ تجھسے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح میں اور صریح محتاج
نیت کا نہین انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فاعتق سیدہا طلقت ثنتین ولہ الرجعۃ لوجود التعلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کہا زوج نے اپنی
زوجہ سے جو لونڈی ہے کسیکی کہ تو طلاق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کیا تو وہ طلاق کر
مطلقہ ہوگی اور اُسکے زوج کو رجعت کا اختیار رہیگا بسبب وجود تعلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی ہے پیچھے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق
کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہوچکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہے اگر
کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش ہے اسکا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کا ہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ
ان مع العسر یسرا ہے یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آن واحد میں مقارن ہین نقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین المتضایفین تحمل معنی الشرط
نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح میں طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب اقحام کیا جاوے درمیان دو مضمون متضایف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دونون مین متضایف ہین
کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہوگیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان عتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کرے تو تجھکو دو طلاق
ہے ولو علق عتقہا وطلاقہا بمجی الغد فجاء الغد لا رجعۃ له لتعلیقہما بشرط واحد اور اگر معلق ہوا آزادی لونڈی کی اور طلاق اُسکی کل کے
آنے پر یعنے اُسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اُسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار
نہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنے زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ
کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اُسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ رہا
وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض احتیاطا اور عدت اس عورت کی دونون مسئلون میں یعنی اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں تین حیض ہین بنابر احتیاط کے ولو کان الزوج
مریضا لا ترث منہ لو قوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اُسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اسوقت واقع ہوئی
جبکہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا
کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق موافق شمار انکے یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق
اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف
واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا فثلث والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات ومثل للتشبیہ فی الصفات
ولہذا قال ابو حنیفۃ ایمانی کایمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بحر بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے
اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین کاف
ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اُسنے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کے مثل ہے

انگلیون کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ مین یعنی مثل ہذا مین کلمہ مثل کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اُسنے گویا یون کہا کہ تجھکو طلاق ثابت ہے مانند
ثبوت اِن انگلیون کے اور طلاق ثابت ہر ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جبکہ کاف اور مثل مین تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے کہا کہ ایمانی کایمان جبرئیل لا مثل ایمان جبرئیل یعنے میرا ایمان اور جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ذات مین یکسان ہے نہ مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہے صفات مین
کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جاننے سے اور ایمان امام کے نزدیک نہ زیادہ اور کم نہین ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ایمان ہر مومن کا
ذات مین متحد ہوا اور یون امام نے نہین کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ہے اسواسطے کہ صفات مختلف ہین کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین مین فرق ہے
جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہے وہ اور مومنین کو کہان کذا فی حاشیۃ المدنی وتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ کالکف او اشارۃ
کرنے مین معتبر منتشر انگلیان ہین بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنے اگر دو مضموم انگلیون سے اشارہ کرکے نیت کریگا تو اُسکی دیانت مین تصدیق
ہوگی نہ قضا مین مانند کف کے یعنی اگر نیت کریگا ہتیلی سے اشارہ کرکے بدون انگلیون کے تو فقط دیانت مین اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضا مین بنا بر عدم عرف کے
کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن البحر والمعتمد فی الاشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ مین کھولنا سب انگلیون کا ہے یعنے اشارہ کف مین باعتبار دیانت کے
تصدیق ہوگی جبکہ سب انگلیون کو علیحدہ علیحدہ کھولیگا اور جبکہ بعض کو کھولیگا اور بعض کو متصل رکھیگا تو معتبر منتشر انگلیان ہونگی اسواسطے کہ اکثر کو نام انگلیون کا
وہ شبیہ ہے عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہے کہ قضا مین اسکی تصدیق
ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنے جب ابہام سے مشہور ہوا وہ کف سے اشارہ کرکے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا مین اور اسطرح اشارہ کف سے ایک طلاق
ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور اگر کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیون سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے
ولو قال انت ہکذا مشیرا ولم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایسی ہے انگلیون سے اشارہ کرکے اور یون نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ مینے اس مسئلہ کا
حکم کسی کتاب مین نہین دیکھا اما حلبی نے کہا کہ اس صورت مین طلاق نہ واقع ہونا نہایت صحیح ہے اسواسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور اشارہ
بیان ہوتا ہے ملفوظ کا سو یہان موجود نہین اور شیخ خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہے اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اسواسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہین اور
نیت کو بدون لفظ کے طلاق مین تاثیر نہین اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علما کے قول سے تصریح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اشار بظہورہا
فالمضمومۃ للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیون کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیون کی مخاطب کیطرف کی اور پیٹ اُنکا متکلم کیطرف تو بند انگلیان گنی جائینگی بسبب عرف عام کے مین کے
بار وجہ ہے البحر الرائق وکذا لو جعل بطونہا الی المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر پیٹ انگلیون کے مخاطب کیطرف
ہو اگر افتراق کیا انگلیون کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہے افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیون کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہے اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے
جبکہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اسکے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتۃ وقال الشافعی یقع رجعیا لو موطوءۃ
اور واقع ہوتی ہے طلاق بائن صحیح کے اس قول سے کہ تو طالق بائن ہے یا یون کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتہ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے
بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ انکی یون ہوگا کہ تو طالق ہے قطعا اور یقینا اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسیطرح اور الفاظ آیندہ سے طلاق رجعی
واقع ہوتی ہے اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او افحش الطلاق وطلاق الشیطان او البدعۃ او شر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت
یا یون کہا کہ تو طالق ہے افحش طلاق کی یا تجھکو طلاق شیطان ہے یا طلاق بدعت ہے یا تجھکو بدتر طلاق ہے یا تجھکو مانند پہاڑ کے طلاق ہے یا تو طالق ہے مانند ہزار کے
یا تجھکو گھر بھر کی طلاق ہے او تطلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ یا یون کہا کہ تجھکو سخت طلاق ہے یا چوڑی طلاق ہے یا لمبی طلاق ہے او اسوءہ او اشدہ او اخبثہ

او اخبثہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ فواحدۃ بائنۃ فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم ینو ثلاثا فی الحرۃ

و بائن فی الاخرین فتح ہو یا یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے یعنے بُری طلاق ہو یا اشد طلاق ہو یا خبیث طلاق ہو یا اخشن طلاق ہو اخشن بمعنی اشد ہو
یا اکبر طلاق ہو یا عریض طلاق ہو یا اطول طلاق ہو یا اغلظ طلاق ہو یا اعظم طلاق ہو تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہو ان سب الفاظ مذکورہ مین
اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کر جسکو طلاق محتمل ہو یعنے صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین صریح ہو مثلاً طلاق بدعتا سو اسلیے
طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی بھی ہو تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہو گی کہ طلاق رجعی شدید نہین چنانچہ تفصیل اسکی
مطولات مین صریح ہو اور یہ طلاق بائن ان الفاظ مین بسبب قوت ہو کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین کی ہو اور اگر قائل نے تین
طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب ایل مین گذر چکا کہ مصدر محتمل ہو فرد اعتباری کا تو تین طلاق کی نیت حرہ مین
اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی [illegible] ان الفاظ مین یعنی تفصیل کے نہین بلکہ اصل صفت مراد ہو یعنی اخشن بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید ہو یعنی شدید ہو
اور فاحش کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ و بنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہو اگر نیت کرے لفظ
طالق سے ایک طلاق کی اور بائن ورکہ اسکے مانند دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتۃ اور جمیع کنایات جو مقتضی طلاق کے واقع ہون
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال انت طالق ثم بائن او ثم بائن لم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ خیر اور اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق بائن یا یون کہا
کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنے یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک
طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکین بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع
ہوتی ہو اگر یون کہے کہ تو مطلقہ ہو ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن ہو اسواسطے ثابت ہوتی کہ عورت اپنی
ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین رجعت ہر طرح سے ثابت ہو یہان تک کہ اسکی بازی واجب ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک فالرجعۃ وقیل لا جوہرۃ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طلاق ہو اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین تجھپر تو اس کی
رجعت کرنا جائز ہو یعنے شرط عدم رجعت کی لغو ہو اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین ہو اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی
نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوہرہ اور ترجیح دی ہو بحر الرائق مین قول ثانی کو اسطرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہو کہ قول ثانی قوی ہو کیونکہ ہدایہ مین کہا ہو
کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت کے ساتھ موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہو اور عنایہ اور فتح القدیر مین مصرح ہو کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہو تو
مذہب صحیح قول ثانی ہو ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کمن افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحر الرائق مین
خطا کار کہا ہو انکو جنھون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب
اس عورت پر دوسرا نکاح کریگا یا اسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طلاق ہوگی ایسی طلاق کر کہ مالک ہو جاویگی بسبب طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر
موثقین [illegible] مثلہ وکسرہ لوگ ہین جو عدول ہین دار القضا کے موثقین اسواسطے انکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہو کہ انکے لکھے
شرعی کا اعتماد لوگون مین مقتدر ہے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہو کہ تعالیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہو رجعی نہین [illegible]
وغیرہا لو قال لہا خود اذا طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلاث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہو کہ اگر کہا
زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہو یا تین بار طلاق ہو پھر زوج نے اسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی
اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنے اگر ہم اس قول کہ طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے سبقت صفت کی موصوف پر اسلیے کہ
اصل طلاق تو معلق ہو ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل وقوع اسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا محشیہ صاحب بحر ہو

شارح نے لفظ تمام کا شارہ کرکے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مرگئی تو طلاق ثلث واقع ہوگی **ولو مات الزوج** او اخذ احد فمہ قبل ذکر العدد **وقع واحد** عملا بالصیغة لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مرگیا زوج یا کسی نے اسکا منھ بند کرلیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اسواسطے کہ جب عدد مذکور نہ ہوسکا تو انت طالق باقی رہگیا اور ابھی ثابت ہوچکا ہو کہ در صورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہو اور یہ نہیں کہ عدد سوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اسواسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہو نہ اسکے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے **ولو قال لغیر الموطوءة انت طالق واحدة وواحدة** بالعطف **او قبل واحدة او بعدہا واحدة یقع واحدة بائنة** ولا تلحقہا الثانیة لعدم العدة اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طلاق ہو ایکبار اور ایکبار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یون کہا کہ تو طلاق ہو ایکبار قبل ایکبار کے یا یون کہا کہ تجھکو ایک طلاق ایسی ہو جسکے بعد ایک اور طلاق ہو تو ان تینون صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اسکے ملاحق ہوگی بسبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے **وفی انت طالق واحدة بعد واحدة او قبلہا واحدة او مع واحدة او معہا واحدة ثنتان** الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام مین کہ تو طلاق ہو ایکبار بعد ایکبار کے یا یون کہا کہ تو طلاق ہو ایکبار جسکے قبل ایک طلاق ہو یا تو طلاق ہو ایکبار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھکو ایک طلاق جسکے ساتھ ایک اور طلاق ہو دو طلاق واقع ہوگی ان مثالون مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدة وواحدة او قبل واحدة او بعدہا واحدة مین طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالون مین تو اول و ثانی دونو متصل ہوجاوینگی اسواسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہو یعنی زمانہ ماضی مین طلاق واقع کرنا متصور نہین تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعةً واقع ہوئین تعلیل جاری ہو قبلیت اور بعدیت مین معیت مین تو صاف اقتران ملا ہو **ویقع بانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت** لتعلقہما بالشرط دفعة اور واقع ہوتی ہین اس قول سے کہ تجھکو ایک طلاق اور ایک طلاق ہو اگر تو گھر مین داخل ہوئی دو طلاقین بسبب تعلیق ہونے دو طلاقون کے شرط سے یکبارگی اور معلق نزدیک وجود شرط مثل منجز کے ہو **ویقع واحدة ان قدم الشرط** لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو یعنی اگر یون کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدة وواحدة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اسواسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہو **ویقع فی الموطوءة ثنتان فی کلہا** لوجود العدة اور واقع ہونگی زوجہ مدخولہ کے حق مین دو طلاقین سب اگلی مثالون مین بسبب موجود ہونے عدت کے یعنے ایک طلاق حالت بقاء نکاح مین پڑیگی اور دوسری عدت مین

بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اسکی طلاق میں عدت نہین تو طلاق ثانی کے وقوع کیواسطے محل باقی نہین **من مسائل قبل وبعد ما قیل شعر** وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ ولا زال عندہ الاحسان فی فتی علق الطلاق بشہر قبل ما بعد قبلہ رمضان وینشد علی ثمانیة اوجہ اور مسائل قبل وبعد سے وہ نظم ہے جو بعضون نے منظوم کی کہ کیا کہتا ہو فقیہ اللہ تعالی اسکی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اس جوان کے مقدمہ مین کہ اسنے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جسکے ما بعد قبل کے قبل رمضان ہو جواب اسکا یہ ہو کہ وہ مہینہ شوال کا ہو اور مصرع اخیر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہو پہلی وجہ یہ کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل ما بعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچوین یہ کہ بعد ما بعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتوین یہ کہ بعد ما بعد قبلہ رمضان آٹھوین یہ کہ قبل ما بعد بعدہ رمضان **فیقع بمحض قبل فی ذی الحجة** تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظون سے ذی الحجہ کے مہینہ مین چنانچہ پہلی وجہ مین ہو اسواسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعدہ ہو اور اسکے قبل شوال ہو اور اسکے قبل رمضان ہو تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا **وبمحض بعد فی جمادی الاخری** اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کے تین لفظون سے جمادی الاخری مین چنانچہ پانچوین وجہ مین ہو اسواسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہو اور بعد رجب کے شعبان ہو اور بعد شعبان کے رمضان ہو تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا **وبقبل ولا او وسطا او آخرا فی شوال وبعد کذلک فی شعبان** لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ

اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسطرح یعنے بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں اسلیے لغو ہوجاویگا دو طرفون متقابل کے یعنے قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہونگے اور ایک بعد تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے قبل رمضان ہو یعنی شوال اور اگر دو بعد ہونگے اور ایک قبل تو لغو ہوجاویگا ایک قبل اور بعد اور باقی رہیگا وہ مہینہ جسکے بعد رمضان ہو یعنے شعبان اسطرح شرح کی ہو محشی نے یعنے حلبی و شیخ رحمتی و طحطاوی نے اور اسیواسطے انھون نے کہا ہو کہ شارح کی عبارت منقلب ہوگئی ہو شوال کے مقام پر شعبان چاہیے تھا اسواسطے کہ قبلیت مقابل بعدیت کے ساقط ہوگئی تو باقی رہا بعد رمضان اور رمضان بعد ہو شعبان کے اور جہان شارح نے شعبان کہا وہان شوال چاہیے بوجہ تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام میں اتباع کیا ہو صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اسکے خلاف تحقیق کی ہو یہ مختصر لائق اُس سے بیان کے نہیں اور قاعدہ سہل اختلاط قبل و بعد کے جواب یافت کرنیکا یہ ہو کہ جہان دو قبل ہون لفظ بعد کے ساتھ کسیطرح وہان شوال جواب ہو اور جہان دو بعد ہون قبل کے ساتھ کسیطرح وہان شعبان جواب ہو چنانچہ بعضے علما نے اسی قاعدہ کو سوال منظوم کے جواب میں یون نظم کیا ہو اشعار محض قبل حجہ محض بعدہ فالجادی الاخیر فذا اعلان وجمع قبلین کجمعہ ما کان بعدہ فہو شوال حکمہ شعبان وہکذا فی حاشیۃ المدنی

ولو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلث طلقت واحدة منهن وله خیار التعیین اتفاقا اور اگر کہا زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہو اور اسکی دو عورتیں ہیں یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت انمین سے اور زوج کو باتفاق تعیین کا اختیار ہو کہ جسکو چاہے اسکو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام میں سوال وارد ہوا ہو کہ شارح نے اس مسئلہ میں اتفاق نقل کیا ہو اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہو کہ خیار تعیین بھی صحیح ہو اور یہ صحیح کہنا مشعر ہو اسمین کہ علما کا خلاف ہو اسکا جواب شارح یہ دیتے ہیں اگلے قول میں یا و اما تصحیح الزیلعی فانما ہو فی غیر الصریح کامرأتی حرام کما حررہ المصنف و سیجیی فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صریح میں ہو چنانچہ یون کہنا کہ میری عورت حرام ہو اور نقل اتفاق کی طلاق صریح میں ہو چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہو اور عنقریب باب الایلاء میں آویگا **قال لنسائه الاربع بینکن تطلیقة طلقت کل واحدة تطلیقة** کہا اپنی چار عورتون سے کہ تمھارے درمیان میں ایک طلاق ہو تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑجاویگی اسواسطے کہ حصہ ہر ایک کا جو تھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم نہین ہوسکتی اسواسطے ہر ایکپر ایک طلاق ہوگی **وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان نوی کل واحدة بینهن فتطلق کل واحدة ثلثا** اور اسیطرح چار عورتون میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا انسے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہین تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہین تو ہر ایک کا پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتون کے مراد رکھے یعنے تین طلاق یا چار میں ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ پانیکی نیت کرے تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہونگی اور چوتھی طلاق لغو ہوجائیگی اور اگر چار عورتون سے کہا کہ تمھارے درمیان دو طلاق ہین اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک پر دو طلاق ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی **ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدة طلاقان وکذا الی ثمان تطلیقات** اور اگر کہا چار عورتون کو کہ تمھارے درمیان پانچ طلاق ہین تو واقع ہونگی ہر ایک عورت پر دو دو طلاق اسلیے کہ چار طلاق چارون پر تقسیم ہوگئی اور پانچوین طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہونچا اسکو پورا کل قرار دیا تو ہر ایک کو دو پہونچے اسیطرح ہر ایک پر دو دو پڑینگی آٹھ طلاق تک **فان زاد علیها طلقت کل واحدة ثلثا** سو اگر زیادہ ہونگی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہونگی کیا رہ تک بعض کو کل کرینگے اور بارہ میں تین تین پوری ہونگی اور بارہ سے زیادہ میں لغو ہوجاوینگی مثلہ قوله اشرکتکن فی تطلیقة الی ثمانیة او مثل بینکن تطلیقة یعنی شرکت میں ایک طلاق ہی کفی فی الخانیة **وفیها قال لامرأتین لم یدخل بواحدة منهما امرأتی طالق امرأتی طالق ثم قال اردت واحدة منهما لا یصدق لوجوب ایقاع الطلاق علی احدیهما لصحة تفریق الطلاق علی الاجنبیة** ولا علی غیرها اور خانیہ میں ہو کہا زوج نے اپنی دو عورتون سے جو مدخولہ نہین ہین کہ میری عورت طلاق ہو میری عورت طلاق ہو پھر زوج نے کہا کہ مین نے اس طلاق مکرر سے ان دو مین سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونون عورتون کا تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونون عورتین مدخولہ ہین تو زوج کو انمین سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہو بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی

تو دوسری طلاق واقع ہونے کی یہیں گنجایش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اُسکی عدت نہیں تو دوسری طلاق کا وہان محل نہیں ہے اسواسطے زوج کی تصدیق نہو گی قال
کے نزدیک قال امرأتی طالق ولم یسم ولہ امرأة معروفة طلقت امرأتہ استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام لیا اور اُسکی
ایک عورت مشہور ہے تو اُسکی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ثابت نہو اسلیے کہ طلاق منضبط ہے کہا اسیطرح زوج مدعی دوسری عورت کا ہو اور
ایک ہی اُسکی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اُسکی طلاق کا فان قال لی امرأة اخری ایاہا عنیت لا یقبل قولہ الا ببینة ولو کان لہ امرأتان
کلتاہما معروفة لہ صرفہ الی ایتہما شاء خانیة ولم یحک خلافا جبکہ زوج کی سوا ایک عورت کے مشہور بیان ہو اُسنے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر
زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ میں نے کیا تو اُسکا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونو
مشہور ہین تو اُسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیة اور خانیہ کے مصنف نے اس مسایل میں خلاف فقہا کا نہین منقول کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے کہ لفظ
والطلاق یقع بکل فانہ علی التاکید بین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہیگا کہ میں نے طلاق
ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمہا طالق او حرة فناداہا ان نوی
الطلاق والعتاق وقعا والالا تہا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اُسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق
یا عتاق واقع ہونگے اور اگر نیت نہین کی نہ عتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأتہ ہذہ الکلبة طالق طلقت ولعبدہ ہذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ کو کہ یہ کتیا مطلقہ ہے
تو وہ مطلقہ ہو جائیگی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت میں گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت میں
گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق وانت حر وعنی بہ الاخبار کذبا وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا زوجہ کو کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے
اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق و عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہونگی مگر جبکہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اُسکی
تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء و دیانة شرح وہبانیة اور اسیطرح مظلوم
جبکہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون میں تصدیق ہوگی
کذا فی شرح الوہبانیة اور اگر گواہ نہ کرے کہ جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا میں اُسکی تصدیق نہو گی اُسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائیگا علما میں خلاف ہے کہ قسم میں
قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اسپر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو تو اُسکی نیت کا اعتبار ہے اور نہیں تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے کذا
فی حاشیة المدنی نا قلا عن الاشباہ وفی النہر قال زینب طالق وسماہا کذلک قال عنیت غیرہا دینا لو عمرہ صدق قضاء او رنہر الفائق میں ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب
زینب طالق ہے اور واقع میں اسیطرح عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ میں نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اسکی دیانت
تصدیق ہوگی نہ قضا میں لیکن اگر اسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہو تو قضا میں بھی اُسکی تصدیق ہوگی وعلی ہذا لو حلف لا اسمہ بطلاق امرأتہ فلانة واسمہا غیرہ لم تطلق
اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلانے دن قرض ادا کرے اور حالانکہ اُسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے مثلاً
تو اُسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعة مذاہب قال المصنف ینبغی الجزم بوقوعہ قضاء و دیانة اور البتہ
بکثرت مستعمل ہو جاتے زمانہ میں مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی
شرح منح الغفار میں کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا میں بھی اور دیانت میں بھی یا ورقا دے ... ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیة المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان المفتی او القاضی
او المفتی دین او اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول میں یا فلانے قاضی کے قول میں یا فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی

یعنے طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا مین تصدیق نہو گی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأتہ بخلاف نساء المحلة او الدار او البیت
کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتین یا جہان کی عورتین مطلقہ ہین تو اسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہین کذا فی حاشیة المدنی ناقلاً عن البحر لیکن اگر نیت
کر یگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتونکے یعنے اگر یون کہا کہ محلہ کی عورتین یا گھر کی عورتین یا کوٹھری کی عورتین مطلقہ ہین
اور انہین مین اسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریة والبلدة خلاف الثانی اور گانون اور شہر کی عورتون مین خلاف ہے
ابو یوسف کا یعنی اگر یون کہا کہ گانون کی عورتین یا شہر کی عورتین مطلقہ ہین تو ابو یوسف کے نزدیک اسکی زوجہ پر طلاق نہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق
کے یہی حال عتق کا یعنے اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام
آزاد ہین تو اسکا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گانون کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہین تو اسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا
قالت لزوجہا طلقنی فقال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا مین نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال
فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ مین نے کیا تو دوسری طلاق اسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی طلقنی فقال
طلقت فواحدة ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ مین نے طلاق دی
تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہین کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنے یون کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت باعتبار الانشاء کذا ابنت نفسی فی الاصح ولو اخترت لا بخلاف الاولی اور اگر کہا
زوجہ نے کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا تو شوہر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنے اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہوگئی گویا
زوج نے خود کہا کہ طلقت اسیطرح ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو شوہر طلاق پڑ جائیگی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق
کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہین بخلاف صورت اول کے یعنے طلقت محتاج نیت کا
نہین اور تین طلاق کی نیت کرنا اسمین صحیح نہین وفی اخترت لا یقع لانہ لم یوضع الا جواباً اور لفظ اخترت مین طلاق نہین واقع ہوتی یعنے اگر زوجہ نے کہا کہ مین نے اپنی
ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ مین نے اجازت دی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہین مگر واسطے جواب کے یعنے اگر زوج کہے کہ مثلاً اختاری
نفسک تو جواب اسکے یون کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہین ہو سکتا وفی البزازیة قال لاصحابہ من کانت امرأتہ علیہ حراماً فلیفعل ہذا الا
ففعلہ احد منہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ مین ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیون سے کہ جس شخص کی زوجہ اسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی باقی ہے
یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اسکی جانب سے اقرار ہے اسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضون نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہین
اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیة وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعة کل من لہ امرأة مطلقة فلیصفق بیدیہ فصفقوا فقال طلقن وقیل
لیس ہذا باقرار اور سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اس شخص کے کلام کا کہ اسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے سو تمام
جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتین مطلقہ ہوگئین اور یہ قول ضعیف ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہین ہے روایت بزازیہ مین فاعل ایک ہے اور
اسمین جماعت شارح نے ضرر یا لیکا بیان ارادہ کیا جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأتہ لان کلمة من للتعمیم
والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہین کہ باتین کرتے ہین ایک مجلس مین سو ایک مرد نے انمین سے کہا کہ جو بولیگا بعد اسکے تو اسکی جورو کو طلاق
پھر بولا قسم کھانے والا تو اسکی جورو پر طلاق پڑ جائیگی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونون کو شامل ہے اور حالف قسم کھانے والا نہین نکالتا اپنی
ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنے طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اسکا حکم یہان نہین ظاہر اسکے کلام سے طلاق نہوگی اسلئے کہ

قسم کو توڑنے والا ۱۲

تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایتہ عند الفقہاء
ما لم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہوا و احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً
لفظ بتہ کا انہ نہ یوضع للطلاق کیواسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو معنی طلاق کے
اور اگر قطع المحبۃ او قطع الوصلۃ کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بطریقہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا ہے کہ
الفاظ کنایات سے پچیس سے زیادہ ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب پس کنایات
سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ ہے کہ اسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا کی قید
اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اسمیں دلالت حال کا کچھ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اسواسطے
شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوں کے محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کر دے اور یہاں ایسا مرجح سوا نیت
یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اسطرح ہے کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج
نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او ما یصلح للسب او لا ولا پس حالات تین ہیں ایک رضامندی کی حالت دوسری
رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں بعضے نہیں محتمل ہیں رد کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا رد نہیں
ہے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہیں یا بعضے نہیں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کے محتمل ہیں
نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں فنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ
یحتمل ردا اسواسطے اخرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں
اور سب وشتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنے اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے
اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یعنے اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی
یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنے اپنے ضروری کام کیواسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق
قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنے اپنا منھ کپڑے سے چھپالے حیا کر ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنے اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور
باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنے اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مانند تقنعی کے
وہ احتمال ظاہر ہیں اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعاً محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ تجھکو نیز او دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے
سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنے چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اغربی بغین معجمہ اور رائے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنے دور ہو یا اعزبی بعین مہملہ وزائے معجمہ
مشتق ہے عزوبت سے بمعنی بعد اور دوری کے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے
سوال کا ونحو خلیۃ بریۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ بتلۃ یصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے
صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبرو ریزی اور بے حرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن
جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنے تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنے

اسواسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی
یعنے جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الآخرین وان لم ینویا لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا
تقبل بینتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان تقام علی اقرارہ بہا عمادیۃ اور دو اخیر قسموں سے یعنے جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور
رد کا محتمل نہو ایسے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اسواسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنے حالت مذاکرہ طلاق اور بحالت غضب کے
مرد کی تصدیق نہ کیجاویگی باعتبار قضاء کے نفی نیت میں اسواسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے ہر شخص کو اسپر اطلاع ممکن ہے اور نیت
امر باطن ہے کہ سوائے زوج کے کوئی نہیں جان سکتا اور قاضی کو حکم ہے ظاہر پر عمل کرنیکا اور چونکہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اسواسطے مقبول ہونگے گواہ عورت کے
دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاویں نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنے اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اسکے
اقرار کے گواہ البتہ مقبول ہونگے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع تشترط النیۃ فلو السؤال بہل یقع یقول نعم ان نویت ولو کم تقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ
بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام میں کہ وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی قسمہا ثلثہ حالت رضا میں اور قسم اول میں حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل
کرے فتوی دینے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یوں ہو یعنی سائل کہے کہ میں نے یوں کہا ہے آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہاں طلاق
واقع ہوتی ہے اگر تونے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ میں نے یوں کہا ہے اس لفظ سے چند بار طلاق واقع ہوگی تو مفتی کہے کہ ایکبار اور تعرض نکرے یہاں
نیت مشروط ہونیکا کذا فی البزازیۃ اسکو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونیکا ذکر اسواسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یوں سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوگی یہ صاف
دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھلانا ہے انکار نیت کا وتقع رجعیۃ بقولہ اعتدی استبرئی رحمک انت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ
فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی اور استبرئی رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ
کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اسواسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے
مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یوں تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسواسطے کہ واحدۃ اس صورت
میں صفت ہوگی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونوں احتمال ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت سے طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے ہیں اور خواص بھی اسکا التزام نہیں کرتے یہان عرف پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر ولا یقع بباقیہا ای باقی
الفاظ الکنایات المذکورۃ طلاق رجعی والوقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک وخلیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت اطلق
من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طال وغیرہ لکنہ خاص جواہر اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنے باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہان
مذکور ہوچکے تو اعتراض وارد ہوگا کہ واقع ہوتا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنے منزہ اور دور ہوں تیری طلاق سے خلیت سبیل
طلاقک یعنے تیری طلاق کی راہ میں نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھپر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلاق فلانی ہے وانت اطلق من
امرأۃ فلان اور تو مطلق فلانی سے زیادہ تر ہے مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہوچکی ہے وانت طال ق یعنے تو طالق ہے اور طالق کو بطور
ترخیم کے کہا اور سوائے ان مثالوں کے جنکی فقہانے تصریح کی ہے وہم مصنف نے کہا کہ سوائے اشیاء ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات
ایسے ہیں کہ انسے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یوں دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنے
جو الفاظ کنایات کے اس کتاب میں مذکور ہوچکے ہیں انمیں سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی
واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہیں خلاصہ اختیاری فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی

یعنے باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوائے لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں کبھی صحیح نہیں
چنانچہ اعتدی اور استبری رحمک اور انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور امرک
بیدک سے ہوتی ہے تاوقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا (البائن ان نواہا او الثنتین فی الامۃ) لاحتمالہ العدد
مصدر لا یحتمل العدد ولفظ بائن فاعل ہے یقع یا فیہا کا یعنے باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ اتنا
ہو چکا ہو کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہ
کل الفاظ کنایات میں غلط ہے بلکہ بعض میں ہوتی ہے اسواسطے کہ سرحتک و فارقتک و خلیۃ و بریۃ میں مصدر مضمر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (وتصح نیۃ الثلث ان نواہ) لانہ حقہ الکنیۃ ولذا صح فی الا
ثنتین فی الامۃ) یعنی باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب جہت جنس کے اور اسواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی
بھی نیت کرنا صحیح ہے اسلئے کہ مصدر موضوع ہے وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک میں یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین میں تو تین فرد حکمی ہوئی اسواسطے کہ تین حرہ کے
حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں (قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق
قضاء) لنیتہ حقیقۃ کلامہ یعنی زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اسکی تصدیق
کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتدو کے حقیقی معنی حیض ہیں اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا
یا لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلاشبہہ اسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی (وان لم ینو بالباقی شیئا
فثلث) لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہونگی بوجہ دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے
لفظ اول سے یعنی جبکہ اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا
تو اسصورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی (ولو نوی بالثانی فقط فثنتان وبالثلث
فواحدۃ) لدلالۃ الحال یعنی یہان پر معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے
کہ جب لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حال طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت
کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی (ولو لم ینو بالکل لم تقع) اور اگر زوج کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق
بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی (وتمامہا اربعۃ وعشرون
ذکرہا الکمال) مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے انکو ذکر کیا ہے انمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں
دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی دوسری میں ایک طلاق
ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے
حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی او ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق او ثانی او ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق
واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق او ثانی سے حیض کی نیت کی او ثالث سے کچھ نیت نہ کی نویں یہ کہ اول
دو لفظوں سے حیض کی نیت کی او ثالث سے کچھ نہ کی دسویں یہ کہ اول و ثالث سے حیض کی نیت کی او ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارہویں یہ کہ اول او ثانی سے طلاق کی
نیت کی او ثالث سے حیض کی بارہویں یہ کہ اول و ثالث سے طلاق کی نیت کی او ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول او ثانی سے حیض او ثالث سے طلاق کی نیت
کی چودہویں یہ کہ اول او ثالث سے حیض او ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نہ کی سولہویں یہ کہ اول سے طلاق اور

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح میں داخل ہو تیں یا بطلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہو گی ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح
وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہو گی چنانچہ بعضوں کا گمان ہے
تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونوں اسکو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال یلحق الرجعی ویبطل البائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ
اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح میں داخل ہے تو لاحق ہو گی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہو گا اور بائن کو لاحق ہو گی اور مال دینا اسمیں لازم نہ آویگا
کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو کچھ چھٹے تو عورت نے اپنی جان چھوڑانے کا بدلہ دیا
اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ تھا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح اور
بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنے اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہو گی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن میں داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اسمیں طاری ہو گئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے لا یلحق
البائن البائن اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطلیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق
بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر دینا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا
کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنے میں نے تجھکو ایک طلاق بائن کر کے جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اسکے انشاء
طلاق ٹھہرانے میں یعنے بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ اسکا خبر دینا اول سے ممکن ہے یعنے اول کلام سے طلاق واقع
کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر
بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی
بھی واقع ہو گی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کو ذکر کر کے خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہاں مراد
اخبار سے خبر نحوی نہیں بلکہ جملہ خبریہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ
علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا
انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنے بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو
ان تینوں صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہو گی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جاویگا
ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہو سکتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو کر
اور صورت ثالثہ میں بینونت کبری یعنے طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہو سکا تو خواہ مخواہ
دوسری طلاق بائن بھی واقع ہو گی ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایجاد المنجز البائن کقولہ ان دخلت الدار
فانت بائن ناویا الطلاق ثم ابانھا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسیواسطے یعنے بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق
چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنے اول تعلیق یا اضافت
ہو بعد اسکے منجز بائن یعنے طلاق بائن بلا شرط واقع ہو گی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو بائن ہو گی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے
پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو پھر وہ دوسری طلاق بائن پڑ جاویگی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت
نہیں خبر واقع ہونے کی ہے اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد مخبر عنہ کے ومثل المعلق المضاف کانت بائن غدا ثم ابانھا ثم جاء الغد یقع اخری

اور بائنہ معلق کے بعد مضاف چنانچہ اول خاوند نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع
ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا وفی البحر ان ابانہا ثم قال انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فینبغی ان
اور بحر الرائق میں ہے جو مباینہ سے کہا انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کیطرف اس قول سے شارح استدلال کیا کہ
لفظ بائن میں نیت کرنا ضروری ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت
یقع اخری ذخیرہ اور اگر خاوند نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولیگی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک
طلاق بائن اسپر ہوگی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اسپر واقع ہوگی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال
اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر اخر ففعل احدہما بانت ثم کذا لو فعل الثانی عملا بالاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنے مثلاً اگر شراب
پیوں تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے کام کے واسطے کہا یعنے مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی ان دونوں میں
کیا تو اسکی عورت پر ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ
لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح لتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کے ساتھ اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن
یا معلق کرے تو صحیح نہوگا بسبب تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنے جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق و اضافت بعد بائن کے درست نہیں واستثنی
ما فی البزازیۃ قال لکل امرأۃ لہ طالق لم یقع علی المختلعۃ اور مستثنی کیا قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے یعنی زوج نے کہا
ہر ایک جو عورت کہ میری ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنے وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو جب
لاحق ہوتی ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اسکی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامرأتہ
کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو اسکی عورت ایسی ہے یعنے طالق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے
تو وہ اسکی عورت نہ رہی علاوہ اسکے خطاب و اشارہ یہاں بھی نہیں فلینضبط الکل بانہ قیل کلا اجز لا بائنا مع مثلہ الا اذا علقتہ من قبلہ والا بکل امرأۃ وقد
خلع والحق الصریح بعد لم یقع اہ جمع کردی ہیں نظم میں بعضے علماء نے تمام لحوق کی صورتیں مع استثناء اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنی یعنے
طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ دو جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنے اس
صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع
کے لاحق کیا تو طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مصرع اولی یوں ہے کلا اجز لا بائنا مع مثلہ یعنے ہر لحوق کو جائز جان بائن بعد بائن کے
وکل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ کاسلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق لا یقع الطلاق فی عدتہا مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے
مسلمان ہونا زوجین میں سے کسیکا یا مرتد ہو عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اسکی
عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن منجز نہ معلق خواہ عدت حیض ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی وکل فرقۃ ہی طلاق یقع الطلاق فی عدتہا علی نحو ما بینا اور
جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اسکی عدت میں اسیطرح جیسا واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنے الصریح یلحق الصریح الی آخرہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے انما
یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطء بشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہو اور جو عورت بسبب
وطی شبہہ ہی کے عدت میں ہے اسکو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ ہم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اسکی عدت میں بھی
طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ تزوج امرأۃ من غیرہ [illegible] طلاقا ثم [illegible] ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج سے

نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں ہو اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کیطرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ
اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہو گی اور ظاہر عدم طلاق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اذہبی تزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے
زوجہ کو کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہو گی کذا فی البزازیۃ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی
فتزوجی اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کر لے اگر تجھکو نکاح ممکن و حلال ہو تو ان دونون روایتون میں اختلاف ثابت ہوا اور
دونون قول میں اونکا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر و کذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ کو کہ جہنم کو جا تو
اس قول سے طلاق واقع ہو گی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے و کذا اذہبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع
ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے و افلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی ہے یعنے جا رخصت کے وقت عرب کہتے ہیں افلحی بخیر
اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری ہے مراد یہ کہ تو بامراد ہو یعنے اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق و فسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع
ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق ہر اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کیطرف نہیں ہے یون نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح
فسخ کر دیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ الفاظ طلاق صریح میں اسکا شمار نہیں کیا تو یہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا بہر صورت مسئلہ
تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی و انت علی کالمیتۃ و لحم الخنزیر او حرام کالماء للتشبیہ بالسرعۃ اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے
اس قول سے کہ تو میرے نزدیک یا مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے کہ تشبیہ ہے جلدی و شتابی میں یا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہو جیسا
جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے یعنے کہ وقت و لایقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ و ان لم ینو ما لم یقل فخذی ای طریق شئت اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون
رستے تجھپر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یون نہ کہے کہ تو ان میں سے کسی کو کہ تو چاہے فائدہ چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا واسطے
مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنے تو سانڈ ہے یعنے تو بے قید ہے جیسے سانڈ حبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر ہے یہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ
جب اونٹنی کو چھوڑتے ہیں تو اسکی گردن پر رسی ڈالتے ہیں و الحقی باہلک یعنے اپنے لوگون میں جا مل وہبتک لابیک او امک یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو
یا تیری مان کو دیا عفوت عنک لاجل اہلک یعنی میں نے تجھکو معاف کیا تیرے لوگون کے سبب سے رددتک الیہم یعنے میں نے تجھکو تیرے لوگون پر پھیر دیا اور ان بعضون میں انکا قبول کرنا شرط
نہیں اور اگر یون کہا کہ میں نے تجھکو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق واقع ہو گی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو
و اعتقتک یعنے میں نے تجھکو آزاد کیا و کونی حرۃ یعنے تو آزاد ہو جا و ظفری بمرادک یعنے تو اپنے مطلب کو حاصل کر و خالعتک یعنے تجھ سے خلع کیا و تنحی یعنے ہٹ جا لست لی بامرأۃ
یعنے تو میری جورو نہیں لست لک بزوج یعنے میں تیرا زوج نہیں لا نکاح بینی و بینک یعنے ہمارے اور تیرے درمیان نکاح نہیں ہے ما انت لی بامرأۃ یعنے تو میری جورو نہیں ہے قالت
لی بزوج فقال صدقت یعنے زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں ہے شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا و ابتغی الازواج یعنے اور شوہر تلاش کر یہ ہو ان الفاظ سے طلاق
واقع ہو گی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنے میں تجھکو نہیں چاہتا میں تجھسے محبت نہیں رکھتا مجھکو تیری خواہش نہین
تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جبکہ مصنف نے ذکر کیا اس طلاق کو جسکو زوج خود واقع
کرتا ہے دونون قسمون کے ساتھ یعنے صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اس طلاق کو جسکو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے و انواعہ ثلثۃ تفویض و توکیل و رسالۃ
اور ایقاع غیر کی تین قسمین ہین ایک تفویض یعنے غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنے دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم

رسالت یعنے غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل میں یہ ہو کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہو اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا اور
غیر کے واسطے عمل کرتا ہو اور رسالت تو محض نقل اور سفارت سے عبارت ہو و الفاظ التفویض ثلاثۃ تخییر و امر بید و مشیۃ اور الفاظ تفویض کے
تین ہیں ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لہا اختاری (نفسک) او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق لانہا کنایۃ فلا یعملان بلا نیۃ
او طلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا بہ مشافہۃ او اخبارا اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں
ہو نیت کی ان دونوں لفظوں میں طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایہ طلاق ہیں تو طلاق واقع ہونے میں بدون نیت کے عمل
نکرینگے یا زوج نے یوں کہا کہ طلاق دیدے اپنی ذات کو تو ان تینوں صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہو کہ اپنی ذات کو طلاق دیدے لیوے علم تفویض کی
مجلس میں یعنے جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہیں تک اسکو اختیار حاصل ہو خواہ بالمشافہہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے
خبر پہونچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو و ان طال یوما او اکثر ما لم یوقتہ و یمضی الوقت قبل علمہا مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہو اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن یا
یا زیادہ مجلس طول میں وہاں تک اختیار ہو جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہیں ٹھہرایا اور حال یہ ہو کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلاً زوج نے
کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہو پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم تقم لتبدل مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل ما یقطعہ
مما یدل علی الاعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار باقی ہو جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اسواسطے کہ اٹھنے میں
اُس مجلس کا تبدل ہو حقیقت میں یا تبدل مجلس حکما ہو اسطرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہو اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور
روگردانی پر اسواسطے کہ تفویض تملیک ہو تو موقوف رہیگی عورت کے قبول پر مجلس میں تفویض توکیل نہیں بلکہ تملیک ہو تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح
نہیں حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہی یہاں تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ میں اسکو طلاق
نہ دونگا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہوگا قول اصح میں اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل
ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہوگا شارح
مناسب تھا کہ حتی لو خیرہا کے مقام پر ولو خیرہا کہتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہو تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد علی قولہ طلقی نفسک
و اخواتہ متی شئت او متی ما شئت او اذ شئت او اذا ما شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اسوقت کہ زیادہ کرے
اپنے قول طلقی نفسک اور اسکی مثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذ شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہوگا بلکہ
ہر وقت اسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یوں ترجمہ ہو کہ تو اپنی ذات کو طلاق دیدے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولم یصح رجوعہ
لما مر اور نہیں صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنے تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا واما فی طلقی ضرتک او
قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس لانہ توکیل محض اور اس قول میں کہ طلقی ضرتک یعنے طلاق دیدے اپنی سوت کو
یا اس قول میں جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دیدے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اسی مجلس کے ساتھ نہیں ہوگا کہ یہ قول محض
توکیل ہے رسالت تملیک نہیں اسواسطے کہ مامور عمل غیر کے واسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے
اور توکیل میں مجلس کی قید نہیں وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول میں کہ طلاق دیدے اپنی
ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق میں اور توکیل ہے اسکی سوت کے حق میں کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانے
مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہیں اور اسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اسکی سوت کے

الا اذا علقه بالمشیة فیصیر تملیکا لا توکیلا تو وکیل مین رجوع کرنا درست ہوگا جبکہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اس وقت مین توکیل
تملیک ہو جاویگی تو وکیل نہ باقی رہیگی یعنے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہیں کیونکہ
یہ توکیل نہیں رہی بلکہ تملیک ہو گئی اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اسکی خواہش اور رای پر کہا تو اسکو مالک کر دیا اسواسطے
کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیة المدنی والفرق بینہما فی خمسة احکام ففی التملیک
لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس لا بعقل فیصح تفویضه لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل ہے اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ
حکمون مین ہے سو تملیک مین نہین رجوع کر سکتا زوج اور نہیں معزول کر سکتا مالک کو اور باطل نہین ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے
تملیک مجلس سے اور نہین مقید ہوتی مالک کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور ایسے بچہ کو جو عقل نہ رکھتا ہو بشرطیکہ وہ دونون کلام کر سکتے ہون بخلاف توکیل کے
کہ اسمین رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہین اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا
فی البحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ عدم رجوع کافی ہے یعنے جب تملیک میں رجوع کرنا جائز نہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہوگا کذا فی حاشیة
الطحطاوی والمدنی فلو جن بعد التفویض لم یقع فہنا تسومح ابتداء لا بقاء عکس القاعدة فلیحفظ ہان اگر مفوض الیہ یعنے جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون
ہوگیا بعد تفویض کے پھر اسنے حالت جنون مین طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ مین مسامحہ اور تساہل ہوا ابتدا مین نہ بقا مین بالعکس قاعدہ فقہیہ کے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنے مسامحہ کیا جاتا ہے بقاء امر مین ایسا جو کہ نہین مسامحہ کیا ابتداء امر مین اور
اس مسئلہ مین بالعکس قاعدہ کے ہوا یعنے ابتدا مین مسامحہ ہوا نہ بقا مین یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اسکا ایقاع بھی درست ہے اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے
عاقل ہوا اور پھر مجنون ہو جاوے تو اسکی طلاق درست نہوگی سبب اسکا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اسکے ایقاع طلاق پر باوجود اسکی بیعقلی کے
راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون کی وجہ پر معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہان تفویض تھی اسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ
عقل بعد جنون کے باقی نہیں و جلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب او غیره للمشورة بفتح فضم المشاورة ودعاء الشہود
للاشہاد علی اختیارہا الطلاق اذا لم یکن عندہا من یدعوہم سواء تحولت عن مکانہا او لا فی الاصح خلاصة اور قاطع مجلس کا نہین ہے بیٹھنا
کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہون کا
گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی انکا بلانے والا نہو خواہ اس بلانے مین عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو
یا نہ ٹلی ہو دونون برابر ہین قول اصح مین کذا فی الخلاصة معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلانے والے کے عورت خود
گواہون کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیة الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنے باہم
صلاح کرنا اور مصباح مین تصریح ہے کہ مشورہ مین دو لغت ہین لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس
مین ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیة المدنی وایقاف دابة ہی راکبتها لا ینقطع المجلس اور ٹھہرانا اس سواری کا جسپر
عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہیں کرتا ولو اقامها او جامعها مکرهة بطل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے
اٹھایا یا زبردستی اس سے صحبت کی تو باطل ہوگیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنے حالت اقامت اور حالت
جماع مین عورت یون کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جبکہ اسنے نہ کہا تو اختیار باطل ہوگیا والفلک لہا کالبیت وسیرها کسیرها حتی
لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابة لاضافته الیہا اور کشتی عورت کے حق مین مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اسکی سواری کا

اختیار نفس پر اتفاق کیا یعنے زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اُسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد انتہی
اور ثابت کہا ہے اس قول کو بہنسی و باقانی نے لیکن رد کیا ہے اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ میں بصیغہ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے
تو ضعیف ہوا اس قول کا ٹھیک ہے بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امرک بیدک فقالت اخترت
او قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس فی انہا للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ یا یوں کہا اختاری طلقۃ یا یوں کہا
کہ اختاری ایک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطے کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہے خصوصیت طلاق میں اسواسطے کہ لفظ اختیارۃ
میں تے واسطے وحدت کے ہے اور تا وحدت نشانی ہے اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقۃ کا وقوع طلاق میں مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اُس سے بھی صریح تر ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یوں کہنا عورت کا
کہ میں نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہروں کو اختیار کیا قائم مقام ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب
طلاق کا نہیں لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہوں اور اسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ میں نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی
حاشیۃ المدنی نافلا عن البحر والشرط ذکرہا فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص الاختیارۃ بکلامہ کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اسکا یعنے نفس یا قائم مقام نفس کا
ایک کے کلام میں خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہمنے مثالوں میں ذکر کیا تو نہیں مخصوص ہے اسکا ذکر زوج کے کلام میں چنانچہ بعضوں کا گمان ہے
ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یوں کہا کہ میں نے اختیار
کیا اپنی ذات کو نہیں بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار
کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اُس سے رجوع کرنا درست نہیں وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار میں مسئلہ ثانیہ
میں عدم وقوع طلاق مذکور ہے سو خطا ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو او رشا بالتخییرہ فاختارت او قالت الحقت
نفسی باہلی ہاں اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنے یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا
اپنے زوج کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنے جسکو اول ذکر کیا اسکا اعتبار ہوا اور موخر کا کچھ اعتبار نہیں اور
باطل ہوگیا اختیار اُسکا چنانچہ باطل ہے اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنے یوں کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنے اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو یا اپنے
زوج کو اسواسطے کہ بسبب تذبذب و تردد کے اختیار اُسکا باطل ہوگیا طلاق واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تا کہ زوج ہی کو اختیار کرے سو اُسنے
زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہیں اسواسطے کہ رشوت دینا حرام ہے بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہے
یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنے میں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں میں ملایا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے
نہ ہوا اور مشہور یہی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ولو کرر ای لفظ اختاری ثلثا بعطف او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی
او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی الثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری
کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب میں فقط اخترت کہا یعنے میں نے اختیار کیا یا یوں کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یوں
کہا کہ میں نے پہلی یا درمیانی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق
کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اسواسطے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے اسمیں نیت مشروط نہیں کی اور
زیادات اور جامع کبیر میں اور قاضی خان وغیرہ میں نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر نے بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے کہ بحر الرائق میں ہے کہ یہ اختیار تیسیر

اور در درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیة المدنی وقال الشیخ فی اخترت الاولی او الوسطی او الاخرة واحدة بائنة واختاره الطحاوی بحر وأقره

المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ نأخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ نأخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء کذا بخط الشرف الغزی

محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخرة میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور طحاوی نے
اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام سے
البتہ یہ فائدہ نکلا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یوں کہنا کہ نأخذ یعنے ہم اسکو لیتے ان الفاظ سے ہے جنسے اعلام دیا جاتا ہے فتوی پر
ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقة او اخترت الطلقة الاولی

بانت بواحدة فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے
تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنے رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرک بیدک فی تطلیقة او اختاری تطلیقة فاختارت نفسہا طلقت

رجعیة لتفویضہ الیہا بالصریح ولعقیدہ للبینونة اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو
سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق
واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس اسکے یعنے جب صریح متصل بائن کے ہوگا
تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید

پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا قید بفی ومثلہا الباء

بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنة مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے بے بھی ہے مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے
کہ ان میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنے امرک بیدک فی تطلیقة میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور بے یہاں واسطے ظرفیت
کے ہے اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک
حتی تطلقی یعنے تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ ان میں لفظ طلاق کا متصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شے کی شے سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے

متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تصل فطلقت کان بائنا لان

لفظ الطلاق لم یکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق
لے اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کیطرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے
متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل فروع مسائل متفرقہ شتی

کہ قال لرجل خیر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب تک وہ مرد اسکو نکریگا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر

بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنے اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا

قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت تقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ مین نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم و غدا کہا زوج نے
کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کر دیگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم و اختاری غدا تعدد
اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنے دو اختیار ہوے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے تو بسبب عطف کے او عطف یقتضی المغایرت کا
تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہا کہا کہ اختیار کر آج یا یون کہا کہ تیرا امر
تیرے ہاتھ مین ہے اس مہینے مین تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن مین اور بقیہ مہینے مین یعنے اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو
حاصل ہے اور اگر مثلا دسوین تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار رہے وان قال یوما او شہرا فمن ساعۃ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمامہ ثلثین یوما اور اگر
زوج نے کہا اختاری یوما یعنے اختیار کر ایک دن یا یون کہا کہ اختیار کر ایک مہینا یعنے یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک
پہلی صورت مین اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت مین عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لہا راس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی و یومہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار
مہینے کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اسکے دن مین ولا یبطل الموقت الا باعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہین ہوتا معین وقت کا اختیار
عورت کے اعراض و روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہ باب ہے امر بالید کا امر بیان ہے یعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے ہیں یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اسکے زوج نے اسکے تصرف مین کر دیا
تخییر کو مقدم کیا اسوجہ سے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ یہان اختلاف نہین لیکن صحابہ کا اجماع نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ہو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث
لا غیر امر بالید مانند اختیار کے ہے نیت کیطرف محتاج ہونے مین اور مجلس تک مقید ہونے مین اور نفس کے ذکر کرنے مین یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے
مین اختیار کے مانند نہین ہے اسکے غیر مین یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار مین تین طلاق کی نیت صحیح نہین اور امر بالید مین صحیح ہے باقی امور مین دونون برابر ہین
اذا قال لہا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضہا فقالت فی مجلسہا اخترت نفسی بواحدۃ
او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اسواسطے
کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ مین ہے یا تیرے بائین ہاتھ مین ہے یا تیرے منہ مین یا تیری زبان مین ہے تفویض
تین طلاق سے تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس مین کہا کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار واحدہ کرا اختیار کیا یا قبول کیا مین نے اپنی ذات کو
یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا کہ مین تجھ سے بائن ہون یا طالق ہون تو صحیح تو تینون طلاق واقع ہونگی ام صغیرہ کی تخییر
صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنے اگر یون کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسیطرح صغیرہ کے ایقاع سے
بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسیطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی و کذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ و ینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور
اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی اگر تفویض مذکور مین عورت کے باپ نے کہا کہ مین نے قبول کیا انکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یون ہے کہ اس مسئلہ کو مقید
بصغیرہ کیجیے یعنے صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ عبارت
خلاصہ عام ہے بلا قید یا ان لفظ لو جعل امرہا بید ابیہا فقال ابوہا قبلت طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ مین دیا اور پھر اسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہوجاویگی خواہ عورت صغیرہ
خواہ کبیرہ اسواسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی وا[illegible] طلاق
وامرک بیدک اللہ و بیدک او امری بیدک علی انتہار خلافا حنفیۃ کامرک بیدک و ذکر اسم اللہ تعالی للتبرک ان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہ اقوال یعنی ہے یہ تجھکو تیری طلاق و جاریت

امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنے اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ یا اقوال مذکورہ مانند امرک
بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بید اللہ ویدک ذکر اسم اللہ تعالیٰ کا محض برکت کیواسطے ہے اور اگر ان اقوال میں
تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید غیر
میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق سے مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی کی طلاق نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اسوقت موجود نہیں
تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اُسکے گواہ دلالت حال پر یا اُسکے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون باب الکنایات
میں مذکور ہو چکا واتحاد المجلس وعلمہا وذکر النفس او ما یقوم مقامہا شرط فلو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق لعدم شرطہ نیۃ
اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اُسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو
اختیار دیا اور اُسکو اسکا علم نہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنے علم کے کذا فی الخانیۃ

وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف نحو
طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی
جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ
میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے
بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھکو طلاق دی ہرچند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اسواسطے
کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کر نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانہ لیس من
الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص ہے اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے
عورت کیطرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحتہ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا
عورت کے قبول کرنے سے اور اُسکے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنے مصنف نے دعویٰ کیا کہ سوائے لفظ اختیار کے
جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ اور اُسکے باپ کا جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف کیطرف سے
یوں ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا بتقدیر طلاق کے ہے یعنے گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے
لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولہا فی جوابہ طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ بائنۃ بواحدۃ لما ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور
یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو
بائن ہوگی ایک طلاق کر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنے ہرچند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور
لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اُسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور
جبکہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اسکو اختیار رہیگا ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم وبعد غد لانہما تملیکان فلا یدخل ہوگی رات
مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں اسواسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا فان ردت الامر فی یومہا بطل
فی ذلک الیوم وکان امرہا بیدہا بعد غد ولو طلقت لیلا لم یقع لانطلاق الامر سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار آج کا اور پرسوں کا اسکا اختیار باقی
رہیگا سو اب اگر عورت نے طلاق دی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایکبار یعنے ہرچند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

دو طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی و یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم و غدا و ان ردته فی یومها لم یبق فی الغد لانه تفویض واحد اور داخل ہو رات اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو آج اور کل اور اگر عورت رد کر دیگی تفویض کو آج تو باقی نہ رہیگا اختیار کل کے دن میں اسواسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی و لو قال امرک بیدک الیوم و امرک بیدک غدا فهما امران لم یذکر خلافا و لا یدخل اللیل کما لا یخفٰی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو کل تو یہ دو امر ہیں اسواسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضی خان میں اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل ہوگی کچھ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہو شارح کیطرف سے دفع تناقض و غیرہ ظاہر یا مراد برتدیدہا لکن فی العمادیۃ اذا ردته قبل قبوله لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہو اسکے رد کر دینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہو کہ امر بالید لازم ہو عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا دونوں قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں تطبیق اس تناقض کی یوں مذکور ہو کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہو قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے تفویض تخییر کو قبول نہیں کیا تو رد کر سکتی ہو اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اسکے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہو اور مراد قبول سے یہاں یا شرۃ مفوض الیہ کی ہو قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب ظاہر ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و انہ فی التمہید لا یبقی فی الغد لکن فی البزازیۃ امرک بیدک الی راس الشهر فقالت اخترت زوجی بطل خیارها فی الیوم و لها ان تختار نفسها فی الغد عند الامام و وجهه فی الدرایۃ انه متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا و الا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہو کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم و غدا میں اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن میں بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور البزازیہ میں یوں ہو کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہو اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا اسدن جس دن اسنے یہ کہا اور جائز ہو عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اسکے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہو کہ جب تفویض کے ساتھ وقت مذکور ہوگا تو اسکو تعلیق پر محمول کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اسکو تملیک قرار دینگے جاننا چاہیے کہ یہاں دونوں قضیوں میں وقت مذکور ہی تو شارح کی تقریر سے تناقض مندفع نہ ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہاں اثبات تناقض منظور ہو نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقها بائنا هل یبطل الامر بالید ان کان التفویض منجزا نعم و ان کان معلقا کان دخلت الدار فامرک بیدک لا و موقتا لا عمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہ ہو کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہاں اسکا اختیار باطل ہوا اسواسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہی اسطرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا میرے ہاتھ میں ہو یا تفویض موقت ہو اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہو کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسواسطے کہ بائن معلق او بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہو چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاهر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہو کہ ظاہر روایت یہ ہو کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہو یعنی دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب اسکا وہ تفصیل معتبر نہیں اسواسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہو فرع مسائل ملحقہ شارح کے لکھا علی ان امرها بیدها نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہو تو یہ صحیح ہو ہم بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اسکی تفصیل مذکور ہو یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہو تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کیطرف سے ہو تو اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی و لو ادعت جعله امرها بیدها لم تسمع الا اذا طلقت نفسها ابحکم الامر ثم ادعت فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے مختار کرنے کا عورت کو اس دعوی کی سماعت نہ ہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو موجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے و قالت طلقت نفسی فی المجلس بلا تبدل و انکر فالقول لها کہا عورت نے کہ میں نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول مقدم ہوگا جعل امرها بیدها ان ...

بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر بے تصور مارے سو اسکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے
قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجی اور مقبول ہوتے ہیں گواہ عورت کے
شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اسکا ذکر آویگا یعنے اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اسکو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن
شرط منفی پر مقبول ہیں طلب ولیہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ماترید منی افعل ماترید فخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ
عورت کے ولی یعنے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اسکے باپ سے کہا کہ تو مجھسے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو
طلاق دی تو عورت کو طلاق نہو گی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لاتدخل نکاح الفضولی
مالم یقل ان دخلت امراۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جب تک زوج یوں نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح میں یعنے زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجھپر دوسری
عورت سے نکاح کروں تو اسکی طلاق تیرے اختیار میں ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اسکے نکاح میں فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اسکی طلاق
کی مالک نہو گی اسواسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اسکا نکاح کر دیا اور اسنے اسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا
بید رجلین فطلقہا احدہما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر ان میں سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ دیا تھا

فصل فی المشیۃ یہ فصل مشیت میں یعنے وہ مسائل جنمیں طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر

قال لہا طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدۃ او ثنتین فی الحرۃ فطلقت وقعت رجعیۃ وان طلقت ثلاثا ونواہ وقعن وقید بخطابہا لانہ لو قال
طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابہ کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو
طلاق کی نیت کی حرہ میں پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینوں صورتیں عدم نیت کے ساتھ ہوں
یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتوں میں ایکہی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور اسکے
مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہتا کہ تو طلاق دے میری
عورتوں میں سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب میں داخل ہوتی یعنے بسبب قرینہ مقام کے مخاطبہ اس صورت میں خود اپنی ذات کو طلاق دے سکتی وبقولہا
فی جوابہ ابنت نفسی طلقت رجعیۃ ان اجازہ لانہ کنایۃ اور زوج کے جواب میں یعنی طلقی نفسک کے جواب میں عورت کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی
ایک طلاق رجعی اسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوا ہے نیت کا اور زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے
طلاق بائن دی تو اصل طلاق میں دونوں کلام موافق ہیں وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہو گیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور
بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت تھی
رہی اجازت و نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی لا باخترت نفسی فی ان اجازہ لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایۃ اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول
سے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب
بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ولا یملک الزوج الرجوع عنہ ای عن التفویض بانواعہ الثلثۃ لما فیہ من معنی التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے
رجوع کرنے کا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یوں ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہیں کہ تفویض میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق میں
رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض میں بھی نہیں وتقید بالمجلس لانہ تملیک الا اذا زاد متی شئت ونحوہ مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم
سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنے ہر وقت طلاق دے سکیگی یعنی

جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک ان شئت و اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے ولو قال الرجل لرجل فی لک او قال لہا طلقی ضرتک لم یتقید
بالمجلس لانہ توکیل فلہ الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ کو کہ طلاق دے اپنی
سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہ ہوگا تو اسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اسمیں لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا
بھی درست ہے اسواسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ میں تجھکو معزول کر دوں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج
وکیل کو معزول نہیں کر سکتا ہے ھ بحر الرائق میں اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یوں بتلائی کہ یوں کہے کہ میں نے تجھکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا زاد
ان شئت فیتقید بہ ولا یرجع لصیرورتہ تملیکا توکیل مقید بمجلس نہیں ہوتی ہے مگر جبکہ توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو سوت کو اگر تیرا جی
چاہے تو اسوقت میں مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت باقی نہ رہی اسواسطے کہ وکالت میں
خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں ہے فی الخانیۃ طلقہا ان شئت فقال شئت لم یقع ما لم یطلقہا فی مجلس علمہ طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء عنہ غافلون خانیہ میں ہے کہ ایک
مرد سے زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہ ہوگا جب تک عورت طلاق کی خواہش کرے گی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کرے گی اپنی مجلس علم میں تب وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس
میں نہ غیر اس مجلس میں اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس میں تو اسطرح وکالت اسکی مشیت کی بھی مجلس میں منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنی وکلا طلاق نہیں جانتے کہ
ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لہا طلقی نفسک
ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت لانہ بعض ما فوضہ کذا الوکیل لم یقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک بار
طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبکہ یوں زوج نے کہے عوض ہزار کے
یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ وہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار روپیہ کے مثلاً تو اس صورت میں
اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسہ قال لا واحدۃ فوقعت ثلثا نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے برعکس میں یعنی اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے
دیا رگی تین سے لیکن کوئی طلاق واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی طلقی نفسک ثلثا ان شئت فطلقت واحدۃ وکذا عکسہ لا یقع فیہما
لاشتراط الموافقۃ لفظا لا فی التعلیق الخانیۃ امرہا بعشر فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصفا لم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی
عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق اگر سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
شرط ہے موافقت لفظی کے ہونا کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اسطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق
واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اسنے نصف طلاق واقع کی تو دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں موافقت لفظی سے موافقت
معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابق کے جس میں مشیت پر تعلیق نہیں ہے امرہا ببائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر الزوج بہ ویلغو وصفہما والاصل ان المخالفۃ
فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل ہذا اذا لم یکن معلقا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیء لانہا ما اتت بمشیتہ بل بغیرہا فتح البیان خانیہ حکم
امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنے پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں طلاق بائن واقع کی تو وہی
طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہو جائیگا اور
قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہے تو مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے چنانچہ بائن و رجعی کی مخالفت بخلاف
مخالفت اصل کے کہ اسمیں جواب ہی باطل ہوتا ہے چنانچہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور یہ حکم جبکہ تفویض زوج کی واقع
ہوا اسوقت ہے جبکہ طلاق معلق نہ ہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اصل امر کو

جو اسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق
وقالت شئت ان کان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار بطل الامر لفقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے
کہا مرد کو کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا اس مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی
مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت اس وقت
دن میں ہے تو امر دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی
بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت ان کان کذا الامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجوده کان کان
ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان ہذا لیلا وہی فیہ مثلا طلقت لانہ تنجیز اور اگر تفویض کو کرکے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد
ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہو اور حالانکہ
عورت اس وقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہو گی اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متی شئت
او متی ما شئت واذا شئت واذا ما شئت فردت الامر لا یرتد ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی
کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جبکہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت کے کہا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا ہو
عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہوگا یہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے
کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک ہے ایک طلاق کی ہر زمانہ میں نہ مالک ہوگی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عدم عموم افعال کے
ولها ان تفرق الثلث فی کلما شئت لا تجمع ولا تثنی لانها تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تینوں طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں اگر مرد نے
کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کی طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یونہی کہا تیسری مجلس میں یونہی کہا تو درست
ہے لیکن تینوں طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہوا ہے عموم افراد کے تو اسمیں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت
بعد زوج آخر لا یقع ان کانت طلقت نفسها ثلثا متفرقۃ والا فلها تفریقها بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے
تو طلاق نہ واقع ہوگی اگر اپنی ذات کو تینوں متفرق طلاق دے چکی ہوگی یعنے اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو تینوں طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع
کیں اور اُسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہوگی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کی تھی یا فقط ایک
طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تینوں متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار رہیگا بعد دوسرے زوج کے اور اسکا مسئلہ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ
میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی مجلسها فان قامت من مجلسها قبل مشیتها لا مشیئۃ لها لانهما للمکان ولا تعلق
للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے
جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق دے سکیگی مگر جبکہ چاہیگی مجلس علم میں اگر اٹھ کھڑی ہوگی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہوگا اسواسطے کہ حیث
اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم نسبت طلاق کے برابر ہو تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے
بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں پایا جاتا جیسے کہ مشروط
بدون شرط کے نہیں پایا جاتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیۃ اور انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنے قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہو گی لیکن امام کی
یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شاءت بائنۃ او ثلثا
وقع باشارتہ مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر چاہی مشیت مین عورت نے
طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین اگر مشیت عورت کی موافق ہو ساتھ نیت
زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہو مشیت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین دونون کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا
اگر عورت مدخولہ ہو اور اگر مدخولہ نہین ہے تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے
سو سہو قلم کا ٹھیک یہ ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لها ان تطلق ما شاءت فی مجلسها ولم یکن بدعیا
للضرورۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے مین تین طلاق تک
جیسا کہ وہ چاہے اسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین شمار ہوگا بسبب ضرورت کے
یعنے عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اسکو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت
او قامت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنے یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اس فعل کو کہ جو مفید ہے اعراض کا
تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لها طلقی نفسک من ثلث ما شئت
تطلق ما دونها لا الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی
ذات کو تین سے جس قدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنے دو یا ایک طلاق مین وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات
کے واسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے سو اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت مین عورت تین طلاق
بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر ہے اسواسطے کہ من اپنے حقیقی معنی مین مستعمل ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال
کہا زوج نے زوجہ کو کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط پایا جا
ثابت ہو دیتو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان لا تشاء ولا تشاء اور
اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو تو تو طالق ہے اور اگر اسکو مبغوض رکھتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت مین عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ
جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہین ہے قال لهما اشدکما حبا
للطلاق واشدکما بغضا لطالق فقالت کل انا اشد حبا لم یقع لدعوی کل ان صاحبتها اقل حبا منها فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون
سے کہ تم دو مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہے طلاق سے اسکو طلاق ہے یا یون کہا کہ تم مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے
کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی یہ ہے کہ اسکی سوت کو کمتر حب ہے بنسبت
مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنے کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضاء او الهوی او المحبۃ
یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرها پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا
رضا پر یا ہوا یعنے خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید مجلس ہوگی مانند امرک بیدک کے
بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خاص تعلیق ہے تو مقید مجلس نہین واللہ اعلم بالصواب

اور نسب کی یون ہو کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے مین نکاح کرونگا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب مذکور جسکی اسم و نسب سے
اسکی تعلیق طلاق مین معنی شرط کے کافی ہین بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی و الطحاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تعلق بتزوجہا سو اگر یون کہا کہ
جس عورت سے مین نکاح کرون وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بسبب نکاح کے اسواسطے کہ یہ عورت باسم و نسب بشارہ معین نہین لیکن صحت تعلیق مین شرط کے کافی ہے ولو قال ہذہ
المرأۃ التی اتزوجہا لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے مین نکاح کرونگا طالق ہے تو پھر طلاق نہ واقع ہوگی کہ
اسکی اضافت اُس سے نکاح کی نہیں اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ وصف معتبر تو غیر معروف مین ہے اور معروف مین
وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق ظاہر نہین صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت
زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اُس عورت سے نکاح کیا پھر
عورت نے زید کی ملاقات کی تب طلاق نہو گا اسواسطے کہ لغو ہوگیا تعلیق کیونکہ وقت تعلیق ملک تھی اور وہ عورت پر اور غیر مضاف طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق
وسئلہ کل جاریۃ اطاہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے قول کہ جس عورت کے ساتھ مین جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو پھر
نہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہین ہے نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش ملک سے بغیر اضافت ملک کی واقع ہو یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے مین صحبت کرون وہ آزاد ہے پھر لونڈی
مول لیا اپنے ایک لونڈی پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہو گی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت طرف ملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا بعد الدخول معہا
فیطلع عند المرأۃ فلیفہم اور فائدہ دیا ہے بحر الرائق مین کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف مین نہین ہوتی مگر جبکہ عورت کے ساتھ کھانا ہوا اور اس کھانے کو جسکی زیارت کو
گئی ہے اسکے پاس نکاح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو موجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو اسکو زیارت نہ کہینگے علماء نے کہا کہ اب مصر مین یہ عرف باقی نہین ہے
کما الغا ایقاعہ للطلاق مقارنا بالثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک وبیع مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو ملک کے
ثابت ہونے کے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہی چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ ہی اور ایقاع طلاق یون صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح
کرنے میرے کے تجھکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر بحر الرائق مین یون ہی ان دونون صورتون مین اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک مین حسب لفظ زوج کا اپنے فاعل اور
مفعول سے ملکر کلام کامل ہوا تو زوج بمعنی ملک مجازا قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا اور اسلیے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک مین فقط مفعول ہے فاعل کو نہین تو کلام ناقص
ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل مین مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک مین فاعل کو نہین لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا بیان کیا
ہو اور جبکہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونون صورتون مین کچھ فرق نہ ثابت ہوا والله اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی اور زوال الملک مع موتی او موتک یا لغو ہے
ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یون کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یون کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے
ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب مین مفصل مذکور ہو چکا فائدۃ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی و
تقلید بفسخ قاضی شافعی بل حکم بل افتاء عدل و بفتوی فی حاشیتین ہذا یعلم ولا یفتی بہ بزازیۃ فائدہ ہے مضاف نکاح کے مجتبی مین امام محمد سے روایت ہے کہ مضاف مین طلاق
نہین واقع ہوتی یعنے تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر مین تجھسے نکاح کرون یا جس عورت سے نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی اور اسی
پر فتویٰ دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی تا قاضی شافعی کے فسخ کر دینے مین یعنی اگر حنفی نے مذہب کے تعلیق مذکور کیا
تو اسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تا کہ قاضی اُس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اُس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق مین تقلید حکم
حکم اور فسخ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید حکم شافعی مین خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتویٰ دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دوسرے فتوے پر عمل
کرنا در مقدمہ مین جائز ہے یعنے ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتویٰ دیا اور اُسنے اُس فتوے پر عمل کیا ایک عورت سے تو اب پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا تو وہ

شخص دوسرے فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں نہ پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتوی پر سر دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی کا جو خود
نے کہا فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ فتوی نہ دیتے کہ جاہل لوگ ہمارے مذہب پر رواہ نہ پاویں بحر الرائق
میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہے اس طرح کہ کسی عالم پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کرکے اپنی حاجت ظاہر کرے بکلی فضولی کے بیان کرے سو عالم اسکا
نکاح عورت سے کر دیوے اور شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دیوے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہ ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ**
تعلیقہ للثلث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے
اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اسکے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور اسکے
شرط تعلیق پائی جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی **الا المضافۃ الی الملک** کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کیطرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ سابق
میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جو بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین
طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست نہیں ہوا اسلئے کہ سابق میں یہ مسئلہ
کہیں مذکور نہیں **لا تنجیز ما دونہا** مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی تنجیز **اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک** جاننا چاہیے کہ تعلیق طلاق
کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنے تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق
کے بعد جو اگلی کا حل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہے اور
معدوم لائق اعتبار کے نہیں **فلو حلف بالثلث وما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ** تو اگر زوج نے تین طلاق یا کم
کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق مذکور تو نہ واقع ہو گا کچھ
عورت کے دخول دار سے اسلئے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں **ولو کان نجز
ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ** اور اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہوگی تو بالکل معلق واقع ہوگا
تعلیق اسلئے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک یا دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح
کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جب تک علت
باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جائیگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہو گی خواہ ایک طلاق تھی
خواہ دو خواہ تین **وواقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الاتیۃ** اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک
اول میں عدد طلاق سے باقی رہ گئے تھے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کر دی پھر
بعد زوج ثانی کے پھر زوج اول کے نکاح میں عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول میں دو طلاق کی تنجیز کی تھی تو ایک ہی طلاق
واقع ہو گی اسلئے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آویگا خلاصہ یہ کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہیں
ہوتی لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے **وثمرتہ فیمن علق
واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد** اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق کی
تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اپنے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو شیخین کے نزدیک
زوج اول کو رجعت کرنا عورت سے درست ہے اسلئے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین طلاق کا حاصل ہوا پھر ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اسکو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کر سکتا اسواسطے کہ
دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھیں اور ایک طلاق معلق بسبب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہو چکیں رجعت کی گنجایش کہاں ہے کذا ویبطل بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما
اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب لحوق ہونے زوج کے دار الحرب میں مرتد ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہیں ہوتی ویبطل
بفوات محل البر کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت بستانا کما بسطناہ فیما علقناہ علی الملتقی وسیجی مسئلۃ الکوز یعنی فرعہا اور اسیطرح باطل ہوتی ہے
تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنے کا مقام باقی نہ رہنے سے مثلا زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اس
گھر میں تو طالق ہے پھر وہ شخص مر گیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہو گئی یعنے اگر عورت اس باغ میں جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے
شرح ملتقی میں خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب میں آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لزوجتہ
الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ رجعتہا قنیہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار
پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر میں داخل ہوئی تو زوج کو اسسے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے
زیادہ اسپر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب طلاق معلق
واقع ہوئیں تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کر سکتا ہے والفاظ الشرط اے علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال
الا من لم یعلم التعلیق فیدین ولفظا شرط کے یعنے نشانیاں وجود جزا کی یعنے یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہیں نہ یہ کہ وجود شرط کے ایک ان ہے ان مکسورہ ہو
اور اگر زوج اسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی تجب ہے کہ زوج تعلیق کی نیت کرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق ہوگی
نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد ولن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق
واقع ہوگی اگر حرف فا کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ میں اور جملہ اسمیہ میں اور جملہ فعلیہ جامدہ میں اور ان جملوں میں جو مصل ہیں ما اور قد اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے
چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی میں جملہ طلبیہ عبارت ہے امر و نہی اور تمنی اور تحضیض اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک
اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سالتکم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ
اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امر کی مثال نہاست تعلیق طلاق کی
یوں ہے ان دخلت فطلقی او فانت طالق وعسی ان تطلقی او فما انت لی بزوجۃ بنیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی معی بنیت طلاق او فسوف طلقک

مثال طلبیہ مثال اسمیہ مثال فعلیہ جامدہ مثال ما مثال قد مثال لن مثال سوف

خلاصہ یہ ہے کہ ان مواقع میں ف کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو گویا شرط کی شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ ہوئی
تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہاں اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃ مقبول ہوگی نہ قضاء کما مر واللہ اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ
ولو مبتدا لاضافتہا للمبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہیں ہے لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ مبتدا ہو بوجہ مضاف ہونے کے بسبب
مضاف ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد مبنی سے مفتوح ہے بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار تتعلق بدخولہا اور
الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسے لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر میں تو طلاق معلق ہوگی
عورت کے دخول پر ومن نحو من دخل منکن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان لدخول مضیف الی جماعۃ فاز دادعموما کذا فی العنایۃ
وہی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم میں سے داخل ہوگی گھر میں
وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت انمیں سے داخل ہوگی گھر میں چند بار تو ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول منسوب ہوا جماعت کی طرف تو

اُسکا عموم ثابت ہو گیا بخلاف تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوتی کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما میں شرط ہو نہ اسکے غیر میں بحر الرائق
میں بروایت نہایہ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا
وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء اور ان لفظ کا شرط میں سب یمین باطل ہو جاتی ہے
یعنی بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جبکہ ایکبار شرط پائی جاوے مگر کلما کے لفظ میں ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین
باطل ہوتی ہے بوجہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر میں
تین بار تو وہ تین طلاق کر بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آگئی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ واقع نہ ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل
امرأۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا
لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو ہر نکاح پر واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اُس سے
نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے اگرچہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنے جبکہ میں تجھسے تزوج کروں تو تو طالق ہے تو اس صورت میں بعد
نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنے تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے
سے اگرچہ سو بار نکاح کرے بعد زوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جائیگی یعنی تزوج تو بالفور اُسکو جزا لاحق ہو گی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئۃ
کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جبکہ میں تجھکو طلاق دوں تو تو طالق ہے
پھر اسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے بواسطے وجود شرط کے ولو قال کلما وقع علیک طلاقی تقع ثلث
لتکرار الوقوع لکنہ لا یتبین علیہ الثلث اور اگر قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنے جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اُسکو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہو گی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط
پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ
سابقہ کے کہ اسمیں تکرار وقوع کی نہیں فقط دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک بعد الیمین من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا
او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا تعلیق
کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اُسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی
کے یا اُس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بجہت بقاء تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے
عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہیں اُس صورت میں ہے جبکہ زوال کو تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے
ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہے تعلیق کا اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق
والا لا اور باطل ہو جاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلاً بعد ابانت اور انقضاء عدت کے قبل تزوج
تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوتی غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آئندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار
ان یطلقہا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جس نے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر جبکہ عدت گذر جاوے

آزادی اس غلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھکو احتلام ہوا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق و فلانۃ و ان کنت تحبین
عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت و الحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی و حدادی او احب طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج
فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی چنانچہ یوں کہا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو
دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہوگیا تو اسکا قول مقبول نہوگا
چنانچہ زیلعی اور حدادی میں اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا کہ سائلانہ کے جواب میں کہ میں عذاب الٰہی کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مخیرہ مطلقہ ہوگی نہ اسکی سوت اگر
زوج نے اسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اسکی تصدیق کی یا زوج کو اسکے حیض کا ہونا معلوم ہوگیا تو دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اسکی سوت کذا فی الحدادی و فی ان
حضت لا یقع برویۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلثا وقع من حین رات وکان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے طلاق واقع نہ ہوگی
بمجرد نظر آنے خون کے بسبب احتمال کے کہ شاید یہ استحاضہ ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تک طلاق واقع ہوگی اسوقت سے کہ عورت نے خون دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے
کہ حیض میں واقع ہوئی فلو طہر بعد ما تزوجت آخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا دون ضرتہا پھر اگر عورت نے بعد خون دیکھنے کے
دوسرے زوج سے تین دن میں نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر خون بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ
یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اسکے
حق میں نہ اسکی سوت کے حق میں کما مر وفی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس
قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کہ یہ سب کہنا یکسان ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض
کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا اسکا پاکی کے متحقق نہیں ہوتا ثم انما یقبل قولہا ما لم تر حیضۃ
اخری جوہرہ پھر یہ ہو کہ قول عورت کا حیض سے نکلنے میں اس وقت تک مقبول ہے کہ اسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے
حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا وفی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین تغرب الشمس من یوم صومہا
بخلاف ان صمت فانہ یقع بساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف
اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے وقال لہا ان ولدت
غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال
تقدم الجاریۃ کہا زوج نے کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دوبار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون
جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی عورت کو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی
فلذا لم یقع شئی لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور گذر ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور یہی سبب ہے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے
جو طلاق کہ متصل ہو انقضاے عدت کے اس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما
معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو ہمیں کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی
پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع
ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعوی کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ
منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اسکی حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے منقضی نہیں ہوگی اسواسطے کہ ولادت لے دین مثل شرط واقع ہوگی طلاق کی ان قال لھا ان ولدت غلاما فواحدة وان ولدت جاریة فثنتین فولدتھما ولم یدر الاول لغت ثنتان قضاء وثلث تنزھا
اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا
درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر میں ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہونگی پھر باقی رہے کچھ نہ واقع ہوگا
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النھر وان ولدت غلامین وجاریة فواحدة قضاء وثلث تنزھا اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق
واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہوگئی بسبب اول غلام کے
اور ولادت جاریہ سے کچھ نہ ہوگا اسواسطے کہ انقضائے عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا درمیان تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور
دو بسبب جاریہ کے تو یہ بھی محتمل ہے ایک اور تین کو تو قضا میں قلیل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وھذا بخلاف مالو قال ان کان حملک غلاما
فانت طالق واحدة وان کان جاریة فثنتین فولدتھما لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریة لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا
مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے
جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلة بحالھا لما مر اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہو
تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاویگی
ایسا ہی بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلة بحالھا فانه یقع الثلث لعدم لفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں
لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کچھ نہیں عام لفظ یا
کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں چاہتی ہے تو فرع مسائل الحقہ شارح کے لو علق طلاقھا بحبلھا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت التعلیق
اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل پر تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہوگی
طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال
ان ولدت ولدا فانت طالق او حرة فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ
ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اسواسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولده ان ولدت فانت حرة ثم تنقضی به العدة پھر کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنے گی
تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہوجائیگی کذا فی البحر والنھر حلبی وطحطاوی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت
نہیں چاہئے مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو
یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق بشرطین لو ثلث
بشیئین حقیقة بکلمة الشرط او لا کان جاء زید وبکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالة الحنث لنزول الجزاء
تعلیق کی عتاق اور طلاق کی دو شرطوں پر یعنی دو چیزوں پر فی الحقیقت تعلیق ہو بسبب تکرار لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق
دو چیزوں پر بدون تکرار شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہوگی اگر شرط ثانی ملک میں پائی جاوے اور
اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاویگی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب شرط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک میں
حاصل ہوگی تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں ہے یہ مسئلہ چار صورتوں کا محتمل ہے ایک صورت یہ کہ دونوں شرطیں ملک میں پائی جاویں

طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جاویں اسمیں طلاق نہو گی تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک میں پائی گئی نہ دوسری تو اسمیں طلاق نہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک میں پائی گئی نہ پہلی اسمیں طلاق واقع ہوگی حلف بالثلث او العتق لاتبطل بوطی حنث لبقاء الختانین و لم یجب علیه العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونوں شرمگاہ کے یعنے بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر دونوں صورتوں میں بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہیں بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سوا ادخال بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہیں پایا گیا ہم عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ میں لونڈی میں سوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو تو بیسواں حصہ و لذا لم یصر به مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بعد ادخال کے جماع نہیں لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی میں زوج مراجع نہوگا یعنے زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو پھر واسطے ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہوگی نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع نہیں کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا اس سے خالی نہیں مسا مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق میں کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیة المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیا حقیقة او حکما بان حرک نفسه فیصیر مراجعا بالحرکة الثانیة و یجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقة ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونوں طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی میں اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق میں اور حد نہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے ہم اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اسمیں یوں مذکور ہے کہ تعلیق عتق میں جبکہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیئے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اسواسطے کہ وطی تو آزاد ہو لونڈی میں ہے کہ نہ ملک میں داخل ہوئی نہ شبہ حلت میں بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہاں شبہ حلت کا موجود ہے یعنے عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہیں ہے اس وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیة المدنی لا تطلق الجدیدة فی قوله للقدیمة ان نکحتها ای فلانة علیک فهی طالق اذا نکح فلانة علیها فی عدة البائن لان الشرط مشارکتها فی القسم و لم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر میں فلانی سے نکاح کروں تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جبکہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اسکی طلاق بائن کی عدت میں یعنے اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اسکی عدت میں جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری میں حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہیں ہم عدم لزوم قسم کی تعلیل صحیح نہیں اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر میں زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی حالانکہ سفر میں باری نہیں تو عدم بقاء نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیة المدنی و لو نکح فی عدة الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدة ذکره مسکین و قیده فی النهر بحثا بما اذا اراد رجعتها و الا فلا قسمة لها کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی میں یا زوج نے یوں نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کروں بلکہ یوں کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو دونوں صورتوں میں منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی ذکر کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق میں بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنے زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہیں تو مطلقہ رجعی کی باری نہیں چنانچہ باب القسم میں اسکا بیان ہو چکا پھر جب اسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہوگی بسبب عدم شرط کے ہم عنقریب گذرا کہ سفر میں باری نہیں حالانکہ وہاں بھی نکاح جائز نہیں تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیة المدنی قال لها انت طالق ان شاء الله متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق بائنا او یا طالق ان شاء الله صح الاستثناء خانیة کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ ملا کر یعنے انشاء اللہ کو متصل کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلا پن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہو تاکید یا تکمیل طلاق کو وصل تاکیدی
کی مثال چنانچہ انت طالق طالق انشاء اللہ اور وصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انت طالق واحدۃ و ثلثا اور بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہو عدد کا یا طلاق کا
بائن کا چنانچہ مفید عدد کی مثال انت طالق ثلثا انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم
انشاء اللہ سوا ان سب صورتوں میں استثناء صحیح ہے کذا فی الخانیہ یعنے اسقدر انفصال مانع اتصال استثناء کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا
انشاء اللہ حیث یقع بائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو سمیں طلاق واقع ہو گی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اسواسطے
کہ لفظ طالق خود موضوع ہے واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بے فائدہ ہوا تو مانع ہو گا صحت استثناء کو اور اگر یوں کہیگا کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو
طلاق واقع نہ ہو گی اسواسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثناء کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن لا الرجعی
قنیہ و قواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہو گی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور
تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں اھ بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اسکی تقویت ہے اور در المختار کے محشی نے
یعنے شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنے جب کہ رجعی مسبب ہو طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہو گی اور جبکہ
ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اسکی نیت سے بھی طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعا بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم
خانیہ استثناء متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کیطرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثناء کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ
یعنے جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثناء کرنا بھی صحیح ہو گا کہ ہر چند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ
قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اس سے اصم مستثنی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک واقع ہو گی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے
اسواسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق
نہ ثابت ہو گی بشک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلقت واقع ہو گی اگرچہ وہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسقدر کہا تھا کہ انت طالق
ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق
پڑتی تو زوج اسکا وارث نہ ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم تمامی کے عدم استثناء نے بیچ ارادہ
اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج قبل لفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثناء کو ذکر کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثناء میں قصد استثناء کا کرنا تو اگر زوج نے بین طلاق
دینے کا ارادہ کیا اور اسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثناء صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی و لا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثناء کا فلو تلفظ بالطلاق و
کتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثناء متصل لکھنے کے یا اسکے برعکس کیا یعنے طلاق کو لکھا اور استثناء کو فورا بولا یا طلاق
اور استثناء دونوں کو لکھا پھر استثناء کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تلفظ شرط نہیں کذا فی العمادیہ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی
بالمشیئۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور شرط نہیں جاننا معنی استثناء کا یہاں تک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی بخلاف امام شافعی
کے کہ انکے نزدیک صحت استثناء میں قصد و سمجھنے معنی کا علم مشروط ہے و افتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ بعدم الوقوع انتہی قلت لم ارہ لاحد
من علمائنا واللہ اعلم اور فتوی دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کیواسطے کوئی غیر شخص نے
درانحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثناء غیر کا گمان کرتا ہے فتوی یا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اسطرح کا استثناء اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتوی دیا شارح
کہتا ہے کہ ہمنے اپنے علمائے حنفیہ سے کسیکو نہیں دیکھا جسنے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم لیکن وجہی کہتا ہے کہ ہمارے علمائے حنفیہ کا کلام یہ ہے کہ استثناء میں متکلم شرط ہے تو غیر کا استثناء کرنا صحیح نہ ہو گا واللہ اعلم

انشاء کا رد انشاء اللہ ۱۲
طلاق ہوئی ۱۲
کلام انشاء اللہ ۱۲
رجعی انشاء اللہ ۱۲

ولو شهدا بها وهو لا يذكر ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليها والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ
کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں ہے اسکا کہنا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اسکی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا
شاہدوں کے قول پر جائز ہے اور اگر اسکو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اسکو انکے قول پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی بحر الرائق ويقبل قوله ان ادعاه وانكرته
في ظاهر المروي عن صاحب المذهب وقيل لا يقبل الا ببينة وعليه الاعتماد والفتوى احتياطا لغلبة الفساد خانية اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ
مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اسکی عورت ظاہر الروایت میں جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہیں ہے بدون گواہوں کے اور
اسی قول پر اعتبار اور فتوی ہے بنابر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنے اہل زمانہ میں بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی احتیاط نہیں رہی تو بدون
گواہوں کے قول زوج پر اعتماد نہ چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کریں کہ جاہل یا ظالم وبعضے علماء طمع دنیا سے اہل کو یہ حیلہ
سکھا دیتے ہیں تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شر ذلک اقول ان عرف بالصلاح فالقول له وبعضے علماء نے یعنے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر
میں کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اسکا قول معتبر ہے خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ جب قول کی ترجیح میں اختلاف ہے تو ظاہر الروایت
کی طرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحكم من لم يوقف على مشيته فيما ذكر كالانس والجن والملائكة والجدار والحمار كذلك اور حکم اس شخص کا
جسکی مشیت نہیں معلوم ہوسکتی امر مذکور میں یعنی تعلیق بالمشیۃ میں جیسا کہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے
یعنے اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہیں یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیوں کی خواہش معلوم
نہیں ہوسکتی اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہوسکتی اور دیوار اور گدھے میں تو مطلق مشیت نہیں ہے دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات
ولو شرك كان شاء الله وشاء زيد لم يقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جسکی مشیت معلوم ہوسکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا
خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلاً نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما وما لم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم واذا او
ما اور مالم کا یعنے اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان يشاء الله یا یوں کہا کہ انت طالق ان لم يشاء الله یا یوں کہا کہ انت طالق اذا شاء الله یا یوں کہا کہ
(مگر یہ کہ خدا چاہے تو — اگر خدا نہ چاہے تو — جب خدا چاہے تو)
انت طالق ما شاء الله یا یوں کہا کہ انت طالق ما لم يشاء الله تو ان سب الفاظ میں طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثناء
(جو چاہا خدا نے تو — جب تک خدا نہ چاہے تو)
انت طالق لولا ابوك ولولا حسنك او لولا اني احبك فلا يقع خانية اور استثنا میں سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوا اور انت طالق
لولا حسنك یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہ ہو اور انت طالق لولا اني احبك یعنی تو مطلقہ ہے اگر میں تیرا محب نہ ہوتا سو ان قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول
استثنا میں اسواسطے داخل ہے کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنے طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذكره ابن الهمام في فتاواه اور استثنا
میں سے ہے سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی میں یعنی اگر یوں کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ
سے نہیں واقع ہوتی ہے سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیوں کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ
استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اسکے متبادر ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء الله وانت حر وحر
ان شاء الله طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثاني لغو ولا وجه لكونه تاكيدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر وعتيق لانه
توكيد وعطف تفسير فيصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے
اگر چاہا اللہ تعالی نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے
کچھ زیادہ فائدہ نہیں بخشا اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید میں جدائی نہیں ہوتی تو استثنا صحیح

سنو ابخلاف اس قول کے کہ انت حر عبد ان شاء اللہ یا انت حر و عتیق ان شاء اللہ اسواسطے کہ قول اول تاکید ہوا اور قول ثانی عطف تفسیری ہے تو استثنا صحیح ہوگا تو غلام
نہ آزاد ہوگا و کذا یقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسف لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع کما لو اخر
وصححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسف الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیۃ ولم یات بالفاء اور اسیطرح واقع
ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ انت طالق اسواسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اور محمد کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابی یوسف کے واسطے متصل ہونے
مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جب ایجاب باطل ہوا تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا
موخر ہو اسطرح کہ انت طالق ان شاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابو یوسف کے قول کی اور خانیہ میں ہے کہ ابو یوسف ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ
خلاف بالعکس ہے یعنی ان شاء اللہ انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام اور محمد کے نزدیک تعلیق اور بہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جبکہ مقدم کرے
زوج مشیت کو یعنی ان شاء اللہ کو اور فی جزا میں نہ لائے ہم شارح نے تصحیح کی کہ اس مقام میں خلاف لفظی ہے و ان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ و
القہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاویگا یعنی یوں کہے کہ ان شاء اللہ فانت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ بحر الرائق
اور شرنبلالیہ و قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے و ثمرتہ فیمن حلف لا یحلف بالطلاق وقالہ حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس خلاف کا اس شخص کے حق میں ظاہر
ہوگا جسنے قسم کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہ کھاؤنگا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ انت طالق اسکی بابت کہ نکلا تو اسکی قسم ٹوٹیگی تعلیق کہنے پر نہ ابطال پر ہم مسئلہ
مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قول ہمی خانیہ سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح یمین ہے یعنی تعلیق ہے ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے
نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی و بانت طالق بمشیۃ اللہ او بارادتہ او بمحبتہ او برضاہ
لا التعلیق لان الباء للالصاق و کان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے یا ساتھ محبت خدا کے
یا ساتھ رضاء الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی ب بمعنی الصاق اور اتصال کے ہے تو یہ اتصال مثل اتصال جزا کے
ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ
مشیت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع انپر ممکن نہیں تو بسبب شک کے طلاق کیونکر واقع ہو و ان اضافہ الی المذکور من المشیۃ
وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق کو یعنی مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کیطرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی و
منحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اسکا بیان ہو چکا یعنی اگر یوں کہا کہ تو طالق ہے بمشیت زید یا بارادہ زید یا بمحبت زید یا برضاء زید تو زید کو اختیار
طلاق دینے کا مجلس تک ہے نہ بعد مجلس کے و ان قال بامرہ او بحکمہ او بقضائہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالیٰ
او الی العبد اذ یراد بمثلہ التنجیز عرفا کقولہ انت طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا
یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کیطرف منسوب ہوں خواہ بندہ کیطرف اسواسطے کہ ایسے قول سے
عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اسواسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ
زوج کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی وان قال مکان الباء باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی مشیت وغیرہ
اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق لمشیۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کے لیے
نفس الامر میں ضرور نہیں وان کان ذلک بحرف فی ان اضافہ الی اللہ تعالی لا یقع فی الوجوہ کلہا لانہ بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال کذا القدرۃ ان
نوی بہا ضد العجز لوجود قدرتہ تعالی قطعا کالعلم اور اگر الفاظ عشرہ قول مذکور میں متصل ہوں حرف فی تو اللہ کیطرف نسبت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتوں میں اسواسطے کہ فی

ف مسئلہ تعلیق بالطلاق مفتی بہ

سلہ تو آزاد ہو آزاد
سلہ تو آزاد اور عتیق ہے
سلہ ان شاء اللہ تو طلاق والی ہو
سلہ تو طالق ہے بسبب مشیت اللہ تعالیٰ یا بوجہ اسکے امر کے

بھی شرط ہر تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجاے انت طالق انشاء اللہ کے ہو گا لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہو گی اور اسیطرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے مقدار خبری کی طلاق واقع ہو گی بسبب موجود ہونے قدرت حق تعالے کے یقینا مانند علم الہی کے یعنے اگر یوں کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ علم الہی اور قدرت الہی قطعی الوجود ہیں اور فی نقل علم سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہو گی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ حکم مطلق گا ہے شرکو مقدر کرتا ہے اور گا ہے نہیں تو اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی **وان اضاف الی العباد کان تملیکا فی الاربع الاول و ابعداہا کالہوی الرؤیۃ و تعلیقا فی غیرہا** وہی ستہ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہو گی پہلے چار امور میں یعنے مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا میں اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو جیسا کہ ہوی بمعنی محبت اور خوشی اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہ ماسوا ئے تعلیق ہو گی اُن چار کے غیر میں اور وہ چھ ہیں یعنے امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یوں کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہو گی زید کو مجلس تک تعلیق کا اختیار ہو گا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہو گی ثم العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بالباء او اللام او فی فہی ستون یعنی الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا بیا ہونگے یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق بعلم اللہ اور لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اسواسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہیں فی البزازیۃ کتب الطلاق و استثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اصل عبارت ذکر کرتے ہیں مفہوم ہوئیں ایک یہ طلاق اول اور استثنا کو ساتھ ہی بولے دوسرے یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو میں ضرب کیجیے تو ایک سو بیس صورتیں ہوئیں شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہذا کہا وعلی ما مرس العمادیۃ فہی ثلثماۃ وستون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب میں مذکور ہو چکا تو ایک سو ساٹھ ہیں ہم عمادیہ میں تین احتمال ذکر ہوئے ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں حلبی محشی نے کہا بلکہ یہاں تین سو بیس صورتیں ہیں اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہونگے ایک طرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک خالی نہیں کہ مستعمل ہوں شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے پس کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونوں ملفوظ ہوں دوسرے یہ کہ دونوں مکتوب ہوں تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہوا اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب ہے اور استثنا ملفوظ تو تین سو بیس ہوئے اسکو چار میں ضرب کرنے سے اور شیخ رحمتی محشی نے آٹھ ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے وفوق کل ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نہ جانا وفی کیف شاء اللہ تطلق رجعیۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنے تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی اسواسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہو گئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہگیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ تقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایکبار تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے اور یہاں بحث استثنائے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنائے تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہوا ایک استثنا عرفی دوسرا استثنا وضعی استثنا عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنا وضعی الا کو کہتے ہیں اور استثنا وضعی وہ ہے جو بعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہوا اور یا بعد الا کا حکم میں مخالف ہو ما قبل الا سے یا قبل الا کو مستثنی منہ کہتے ہیں اور ما بعد الا کو مستثنی بولتے ہیں وفی الا ثنتین تقع واحدۃ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہو گی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل لو کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہیں مگر تین تو تینوں طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا بمعنی میں برابر اسکے ہو تو استثنا بلفظ صدر کی مثال اوپر مذکور ہو چکی یعنے ثلث سے ثلث مستثنے ہوا و مساوی کی یہ مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہولاء او الا زینب وعمرۃ وہندۃ صحیح

قولہ ... طلاق ۱۲ ... نمبر ۱۲ ...

احرار الا ہولاء او الا سالما و غانما و راشدا وہم الکل صح کما یجی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر او بغیر مساوی ہو جیسا نسائی طوالق الا ہولاء
یعنے میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ یا یون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب و عمرۃ و ہندا یعنی میری عورتین طلاقہ ہین مگر زینب و عمرہ اور ہندا ور جیسا کہ عبیدی احرار
الا ہولاء یعنی میرے غلام آزاد ہین مگر وہ یا یون کہا کہ میرے غلام آزاد ہین مگر سالم و غانم اور راشد اور حالانکہ اسکی عورتین اور غلام اتنے ہی ہین جتنے کہ اسنے ذکر
کیے تو یہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنا سے کل ہی ہے اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہے اگرچہ درحقیقت مین اسکی کل عورتین اتنی ہی ہین اور لفظ عبیدی بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر مین اسکے غلام اتنے ہی
ہین چنانچہ کتاب الاقرار میں آویگا و تعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ و ہو الثلث اور مستثنی مین
معتبر ہونا اسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کے نہ منجملہ اس کلام کے جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنے اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین طلاق سے
تو اسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے ففی انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدۃ تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنے تین طلاق سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے
کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا و الا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنے تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار دو طلاق واقع ہونگی
اسواسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین والا سبعا یقع ثلثا اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو طالق ہے دس بار مگر سات بار
تین طلاق واقع ہونگی و متی تعدد الاستثنا بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جبکہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط اپنے متصل سے اور
یہی صحیح مذہب نحویون کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا و الا ثلثا و الا واحدۃ مین ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ خمس و ثلث و واحد کا مجموعہ نو ہے جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی فیقع ثنتان بانت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ
الا سبعۃ حیث تعدد بلا واو کما ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھ مگر سات اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین
پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اسکو ثانی مستثنی پر بڑھایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک جو کچھ
باقی رہا وہی مستثنی مراد ہے مثال مذکور مین اول مستثنی نو ہے اسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو نو ہوا پھر اس سے ثالث یعنی سبعہ کو
ساقط کیا دو باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنی اخیر کو اسکے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اسکو اسکے قریب سے
گرایا اسیطرح گراتے گئے مستثنی منہ تک مثال مذکور مین اخیر مستثنی سبعہ ہے اسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا ایک کو تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے آٹھ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے
اسیواسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ المدنی و یلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا
الا اثنین الا واحدا اور لازم ہونگے مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک پس
وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہے کہ مستثنی اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اسکو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے انکو چھ پر
بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے انکو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے انکو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اس سے ایک ساقط کیا
پانچ باقی رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اسکو تین سے گرایا دو باقی رہے انکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے انکو پانچ سے
گرایا تین باقی رہے انکو چھ سے گرایا تین باقی رہے انکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے انکو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے انکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے انکو دس سے
گرایا پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکے دریافت کرنے کا سو اسکو شارح بطور لطیفہ اسکے
قولہ مین بیان کیا و تقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وہکذا ثم تسقط ما بیسارک مما بیمینک فما بقی
فما بقی فہو الواقع اور تقریب اسکے دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ مین اور عدد ثانی کو اپنے بائین ہاتھ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسی طرح لیتا جا ایک داہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے
اعداد سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث
یعنی سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن
یعنی دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ پچیس ہوا اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو
مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ بیس ہوا پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ
درہم لازم آتے ہیں **اخراج بعض التطليقة لغو بخلاف ايقاعه** یا طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا
واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب میں گذر چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں **فلو قال انت طالق ثلثا
الا نصف تطليقة وقع الثلث في المختار** وعن الثاني ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی
اسلیے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ انکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مثل ایقاع کے
وفي السراجية انت طالق الا واحدة يقع ثنتان انتهى فكانه استثنى من ثلث مقدرا اور سراجیہ میں ہے کہ اگر قول میں کہا تو طالق ہے مگر ایک تو دو طلاق واقع ہونگے انتہی کلامہ تو گویا
استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں **سالت المرأة الطلاق فقال انت طالق خمسين طلقة فقالت المرأة ثلث تكفيني فقال ثلث لك والباقي لصواحبك وله
ثلث نسوة غيرها تطلق المخاطبة لا غيرها اصلا هو المختار** لصيرورة الباقي لغوا فلم يقع بصرفه لصواحبها شئ مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے
پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق کافی ہیں سو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کے واسطے اور حالانکہ اس مرد کے تین زوجہ ہیں سوائے اس مخاطبہ
کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہوجانے باقی طلاقات کے لغو یعنی پچاس میں سے تین کے بعد باطل ہوگئیں تو اسکی سوتوں پر لفظ طلاق کے صرف کرنے سے
کچھ نہ واقع ہوگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے في ايمان الفتح ما لفظه وقد عرف في الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار
فانت طالق وقع الثلث واقره المصنف ثم فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ انہیں لفظوں سے مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے کہا
کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار
ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان میں ان سكنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سكنها قبل العدة لم تطلق
بخلاف فانت طالق فليحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اسی شہر میں آرہا قبل گذرنے
عدت خلع کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جانیکے وقت وہ عورت اسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یعنی اگر کہا اپنی زوجہ
سے کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر بعد اسکے شہر میں آرہا تو یہ مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت میں
تعلیق ہو سکتی ہے بقید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ان تزوجتك وان تزوجتك فانت كذا لم يقع حتى يتزوجها مرتين بخلاف ما لو لم يؤخر الجزاء فليحفظ
اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ
صورت ہے کہ اگر جزا کو مؤخر نہ کرے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ
ہوگی تقدیم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتك وان تزوجتك اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتك فانت طالق وان تزوجتك کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النهر والمنحة
ان غبت عنك اربعة اشهر فامرك بيدك ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو خالعت لا لانه تنجيز للاول تعليق زوج نے
کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب ہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ سابق میں گو ہو چکا کہ
زوال ملک مبطل تعلیق نہیں ہے اگر عورت نے خلع کیا یعنے زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے
کہ تنجیز ہے تعلیق یعنے تفویض منجز او ام النکاح قائم ہے پھر جب نکاح نرہا تو تفویض بھی نرہیگی اور مثال زوال تعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی رجل دعاہا
للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ہذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا تقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا
تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کریگی تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونوں اسے بھول گئے یہانتک کہ کل کا
دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ بقاء تعلیق موقت ہے امکان بر پر یمین شرط ہے یہاں بسبب ایکے اسکا وقت باقی نرہا اسوجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لیاتینہا
فاتفق مجاورت فجامعت ان استدامہا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت کریگا پھر حیض لیا سو عورت آئی اور اسنے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع میں جا لگتا رہیگا تو حانث
ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزال الماء مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھکو آسودہ کر دوں جماع سے تو تجھکو طلاق ہے تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے
آسودگی سے مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ لکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ میں زوجہ سے ہزار بار جماع نکروں
تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اس عدد خاص پر چنانچہ میں کہا کہ ستر بار کثیر ہے یا ناقل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس
بالقدم حنث دیانۃ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تیری وطی کروں تو تو طالق ہے تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر زوج
وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا تو اسکا عنی دیانۃ حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لامرأتہ جنب او حائض او نفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ عورت
اسکی جنب ہے جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اسمرد نے کہا تم عورتوں میں جو گندہ تر اور پلید تر عورت ہے مطلقہ ہے تو نفاس والی
عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی الاشکل عقلی الحائض ولو ذکر الحیض کہا ان عورتوں سے کہ تم میں جو اخبث ہے طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے میں حیض
اخبث اور معیوب تر ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امرأتہ طالق ان لم اقضہا فقال ہی ان تطلق امرأتک فلہ ان لا یصدقہ مثلاً زید نے کہا
خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر میں تیری حاجت پوری کروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے
تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اسکی حاجت کچھ اور ہو جسکو بدنے وکیا کہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی صرف سافی
کیواسطے یوں اظہار کیا علاوہ اسکے جبکہ زوج اور زوجہ میں وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو اپنی کے ساتھ بطور قیاس لی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ
ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامرأتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس لم یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تمکو آج کی رات اپنے گھر تک
تو اسکی عورت مطلقہ ہے سو انکو لیچلا تھوڑی ہی دور تو پکڑا اسکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اسکے گھر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق
لیجانے پر تھی نہ گھر میں داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت الا باذنی فخرجت لحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے
پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف لڑائی کا اسواسطے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف میں
یمین سے مستثنے ہوتے ہیں حلف لا یرجع ثم رجع لشئ نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹیگا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کیواسطے تو حانث نہوگا ان لم تجی بفلان
او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر فنزعہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو دلا دیگی
تو تو طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آ گیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا اسے لیا عورت کے
دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول میں کہ زوج نے
زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھکو نہ دوں وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

میرے گھر میں تیرا ایسا ہوگا پھر اُسکے باپ نے اُسکو بیچ دیا تو ان سب صورتوں میں وہ حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا و منع کرنا اکراہ ہو یعنے زبردستی ہو اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو پھر اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فانہ لو غلق الباب فلا یحنث فی الحال بخلاف اسمسئلہ کے کہ کہا میں سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اُس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ الاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہو شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم لوٹتا امر عدمی پر موقوف ہو اور عدم فعل پر جیسا کہ مسائل سابقہ میں تھی عاجز ہونے سے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہو جیسا کہ قول لا اسکن میں سکونت نہ کرنے میں تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ انہ لا یحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ ونقد من اقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کہا نہر الفائق میں مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے کہ حانث نہوگا اُس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کہ مقرر ادا کرونگا آج کے دن اپنے قرض کو پھر عاجز ہو گیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفلس ہو گیا پھر قرض دینے والے نے قرض چھوڑ دیا اس صورت میں حانث نہ ہوگا بخلاف اُس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں پھر قائل کلام کے سبب عجز کے اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنے عدم ادا کرنے اور بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب طوف علیہ عاجز ہوا اور یمین موقت ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اسسے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب اوسنے قرض ادا نہیں کیا اور عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنے جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہوگا انتہی کلامہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہوا اور یہاں عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہے تو یہاں تحریر اور بیان اسکا ہمنے ایسا کیا کہ شاید تو اسکو پا نہ سکیگا

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ متقدم ہوئے طلاق تندرست شخص اور قسام طلاق سے یعنے تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو طلاق مریض کی شروع کی مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے شروع اس باب کو طلاق مریض کیساتھ تعبیر کیا بسبب اسکی حالت کے یعنی مقصود بالذات یہی احکام مریض کے ہیں اور جو احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں اور یقال له الفار لفراره من ارثها فیرد علیه قصده الی تمام عدتها وقد یکون الفرار منها کما سیجیء اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی کہتے ہیں یعنے بھاگنے والا اسسبب سے کہ بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنے مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اسپر ارادہ اسکا تمام عدت تک یعنے اسکے قصد کا اثر نہوگا عورت عدت تک اسکی وارث ہوگی اور کبھی فرار عورت کیطرف سے ہوتا ہے جیسا کہ اسی باب میں اسکا ذکر بھی آویگا من غالب حاله الهلاک بمرض او غیره بان اضناه مرض عجز به عن اقامة مصالحه خارج البیت هو الاصح کعجز الفقیه عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانه وفی حقها ان تعجز عن مصالحها داخله کما فی البزازیة جو شخص کہ غالب حال اسکا ہلاکی ہے مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور لیٹا دیا اسکو بیماری نے تاکہ عاجز ہو گیا اسکے سبب اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنے بیماری باہر کے کاروبار ضروری نہیں کرسکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہے جیسا کہ عاجز ہو جانا فقیہ کا مسجد کو جانے سے اور عاجز ہو بازاری اپنی دکان کو جانے سے اور عورت کے حق میں مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنے پکانا اور گھر کے جھاڑنے سے کذا فی البزازیہ مفاده انهما لو قدرا علی نحو الخ دون صعود السطح لم تکن مریضة قال فی النهر وهو الظاهر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے قلت فی آخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضنی المبیح لصلاة قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعده فی الفراش کالصحیح ثم رمز حد التطاول سنة انتهی میں کہتا ہوں کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے وہ نماز کے بیچ میں سو وہ ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہو یعنے آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہو جبکہ وہ بیماری پرانی ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینوں مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر مجتبی کے شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتنا وسے عالمگیری میں ہے تطاول کی شیخ تمرتاشی سے منقول ہے اور دو اقسات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض تنبیہ یہ ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد

یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں یا مدت زیادہ ہو گئی ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے کہ جب ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہو تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہو گئی تو مانند صحیح ہیں
او بارز رجلا اقوی منه او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینة او افترسه سبع وبقی فی فیه فار بالطلاق خبر من یا جنگ کی کا اطلاع
ہو کہ جنگ کرے یہ اپنے سے زیادہ زور آور مرد سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار ہونے میں یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے یا پکڑا ہو
اسکو درندہ جانور نے اور اسکے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ عورت کا حق اسکے مال میں متعلق ہو چکا شارح کہتا ہے کہ
فار بالطلاق خبر من غالب حاله الهلاک کی یعنی جس پر ظن غالب ہلاکت کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوت کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعه الا من الثلث
اور صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عقود غیر لازمہ جیسے وقف یا نکاح کیا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانها وهی من اهل المیراث علم باهلیتها ام لا کان
اسلمت او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو جیسا کہ اسکی زوجہ
کتابیہ مسلمان ہو گئی یا اسکی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہو طائعا بلا رضاها فلو اکره او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی
بدون رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق بائن بزبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا یہ کہ عورت راضی ہو گئی اپنی طلاق سے تو وارث نہ ہو گی اسواسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا
اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ معتبر ہو وراثت کا اسواسطے کہ اکراہ میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیة المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید بڑھا دی
ولو اکرهت علی رضاها او جامعها ابنه مکرهة ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اسکے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بزبردستی طلاق کا سوال کرایا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے
صحبت کی تو عورت وارث ہو گی اسواسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں ہوتی ہو کذلک ای الحال و مات فیه فلو صح ثم مات فی عدتها لم ترث اور حال یہ کہ زوج طلاق دینے والا اسی
بیماری اسی حال پر ہے یعنی اسی مرض میں مر گیا اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہو گیا پھر زوجہ کی عدت میں مر گیا تو زوجہ وارث نہ ہو گی اسکی بذلک السبب او بغیره کان قتل
المریض او میتة اخری فی العدة المذکورة ورثت هی منه لا هو منها لرضاه باسقاط حقه اسی مرض کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اسکے سوا جیسے مریض قتل کیا جائے
یا کسی وجہ سے مر جائے عدت میں عورت کی قید مذکورہ کے باوجود کہ اوپر ہو تو مطلقہ وارث ہو گی زوج کی اور اگر عورت اول مر گئی تو زوج اسکا وارث نہ ہو گا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے
اسقاط حق سے ہم نے بلفظ ورثت کا جزا ہو شرط کی یعنی فلو ابانها کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر جائیگا
تو عورت مطلقہ اسکی وارث ہو گی موت اسکی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے اور مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطے کہ ہر چند اسپر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں
ہوتی وعند احمد ترث بعد العدة ما لم تتزوج بآخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ عورت اسکی وارث ہو گی بعد عدت کے بھی جبتک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے اور یہی مذہب ہے
اسحق اور ابن ابی لیلی کا اور امام مالک کے نزدیک اگرچہ دوسرے زوج سے نکاح کر لیگی تو بھی وارث ہو گی کذا فی حاشیة المدنی وکذا ترث طالبة رجعیة او طلاق فقط طلقت
بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیها ویتوارثان فی العدة مطلقا اور اسی طرح وارث ہو گی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہو گئی ایک طلاق
بائن کی یا تین طلاق کی اسواسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہانتک کہ وطی اسکی حلال ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں
طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اگر عدت منقضی ہو گئی تو نکاح زائل ہو گا ویکفی اهلیتها للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کیواسطے زوج
کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اسمیں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی مشروط ہے وکذا ترث مبانة قبلت او طاوعت ابن زوجها فی الحقة بینونة اور اسیطرح وارث
ہو گی مطلقہ بائنہ جسنے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اس سے ہم صحبت ہوئی بواسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کیطرف سے ہوئی
پھر زوجہ کیطرف سے تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہ ہو گی ومن لاعنها فی مرضه او آلی منها مریضا کذلک ای ترث اور جسنے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری
میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہو گی زوج کی بنا بچہ اسکی وجہ گذر چکی یعنی فرقت مرد کیطرف سے ہوئی نہ عورت کیطرف سے وان آلی
فی صحته وبانت به ای بالایلاء فی مرضه او ابانها فی مرضه فصح فمات او ابانها فارتدت فاسلمت فمات لا ترثه لانه لا بد ان یکون المرض الذی طلقها

فیہ مرض الموت فانہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہو گئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اُسکے مرض میں تو
وارث نہو گی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہو گئی پھر اسلام
لائی پھر زوج مرگیا عدت میں تو عورت وارث نہو گی زوج کی درصورت صحت ہوا سلئے وارث نہو گی کہ وراثت مطلقہ میں یہ ضرور ہے کہ جس مرض میں زوج نے اُسکو
طلاق دی ہو وہ مرض الموت ہو پھر جبکہ بعد مرض کے وہ تندرست ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مرض جس میں طلاق واقع ہوئی مرض الموت نہ تھا ولا بد فی الباین ان تستمر اہلیتہا للارث
من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او عتقت لم ترث اور درصورت ارتداد ہوا سلئے وارث نہو گی کہ ضرور ہے طلاق
بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہے طلاق کے وقت سے موت کے وقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لائی کتابیہ
یا آزاد کیجائے مملوکہ تو وارث نہو گی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک اہلیت نہیں تھی دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے کہ کفر
اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کیا لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقها فطاوعت او قبلت ابنہ لمجی الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہیں ہے اگر زوج نے اسے
طلاق رجعی دی یا دی ہی نہیں پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اُسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہو گی کہ فرقت اُسکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قیدہ لانہا
لو ابانت نفسہا فاجازہ ورثت خلاصۃ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو وارث نہو گی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی
ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہو گی زوج کی اجازت پر عمل کرنے سے کذا فی القنیۃ یعنی اس صورت میں زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا
نہ عورت کی طلاق پر او اختارت نفسہا او اختارت نفسہا ببلوغ و عتق و جب و عنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کیلئے اختیار کیا
اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی اور زوج کو مقطوع الذکر ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہو گی اپنی رضا مندی کے سبب سے یعنی ان سببوں سے عورت نے
جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہو گی ولو کان الزوج محصورا او فی صف القتال او مثلہ حال فشو الطاعون شاہ او قائما بمصالحہ خارج البیت
مشتکیا من الم و حمی او محموما یقضیہا اصلا و ہم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج بقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ
یا کہ زوج گھر کے باہر کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت درد مند ہو یا کہ زوج کو تپ ہوتی ہو یا کہ محموم ہو بعلت قضا حاجت کے تو عورت وارث نہو گی اگر ان حالات میں
مطلقہ ہوئی اور زوج مدت پا کر مرگیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں لحامل لا تکون فارۃ الا اذا اخذہا بالمخاض ہو المطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک
اذا تمت لہا ستۃ اشہر و حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر جب وقت لاحق ہو درد زہ کہ وہ اسوقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کر سکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اُسکو چھ مہینے
پورے ہو جاویں تب فار ہو ہوتی ہے مخاض یعنی طلق ہے یعنی درد زہ او علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین لو ولدہا منہ او بمجی الوقت و الحال ان
التعلیق و الشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ ہما ای المرض و الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل و کلام ابوین
و ہما فی المرض او الشرط فیہ فقط و رثت لفرارہ جبکہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر اور اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ
سوا ہو اگرچہ وہ شخص عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلاً ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی اور محرم کا آنا اسکی بیماری میں
ہوئی یا معلق کیا اُسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر
اور حالانکہ اُس فعل سے عورت کو چارہ نہیں یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں
یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان صورتوں میں عورت وارث ہو گی بسبب فرار زوج کے و منہا فی البدائع ان لم اتزوج علیک
فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ و لو ماتت ہی لم یرثہا او از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ اگر میں تجھکو طلاق نہ دوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نہ کروں تو تجھکو
طلاق ہے تین بار پھر زوج نے ہکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اُسکی وارث ہو گی اور اگر اس صورت میں عورت مرگئی تو زوج اُسکا وارث نہو گا اسواسطے

کہ بسبب تہمت کی طلاق اور تزویج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا وفی غیرہا لا ترث وہی ما اذا کان فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بد اور ان صورتون کے غیر مین وارث نہوگی اور وہ غیرہ ہیں جبکہ تعلیق اور شرط دونون صحت میں ہون خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت مین ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اسکو لابد نہین خواہ تعلیق اور شرط دونون مرض مین ہون خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض مین ہو ہ حاصلہا ستۃ عشر لان التعلیق اما بمجی وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علم حکمہا لمامر اسکا یہ ہے کہ سولہ صورتین ہین اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتین ہوئین اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت مین ہین یا مرض مین یا ایک صحت مین اور دوسرا مرض مین یعنی تعلیق صحت مین اور شرط مرض مین یا شرط صحت مین اور تعلیق مرض مین تو یہ سولہ صورتین ہوگئین چار کو چار مین ضرب کرنے سے اور باتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتون مین عورت وارث اور دس صورتون مین نہین ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کے احکام کی یون ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض مین تھی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل دونو صحت مین تھی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تھی وارث نہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تھی بھی وارث نہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین تھی تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت مین تھی تو وارث نہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت مین تھی اور شرط مرض مین تھی وارث نہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین بھی تو وارث نہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین تھی تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین تھی تو وارث نہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تھی وارث ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تھی وارث نہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونون مرض مین تھی تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت مین تھی تو وارث نہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض مین اور شرط صحت مین تھی وارث نہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت مین اور شرط مرض مین تو وارث نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت مین کہ اگر مین چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا اول زوج نے چاہا بعد اسکے اجنبی نے پھر زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لا یخفی اذ بمشیۃ الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونون صورتون مین پوشیدہ نہین اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اسمین مشیت زوج کی جزو علت کی نہ تمامی علت کی فصادقا ای المریض مرض الموت والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین او عین او اوصی لہا بشئ فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث المستتم مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضاء عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوا نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہو میراث سے تو اقرار یا وصیت ہی کا مال عورت پاویگی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہو اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاویگی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اسکے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق مین صحیح نہین اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اسکے موافق ہوگیا اور قدر میراث مین کچھ تہمت نہین لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہوگیا وتعتد من وقت الاقرار یعنی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے

ولو مات بعد مضیہا فلہا جمیع ما اقر او اوصی عمادیة اور اگر مرگیا زوج بعد انقضاے عدت کے تب تو اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاویگی جسکا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیة یہ واسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہیں رہی ہوگئی تو اقرار یا وصیت اسکے حق میں صحیح ہوگا کذا فی حاشیة المدنی **ولو لم یکن فی مرضہ صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع** اور اگر تصادق و اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت میں نہو تو صحیح ہوگا اقرار اسکا اور وصیت اسکی اور اگر زوج نے صحت میں عورت کی طلاق اور انقضاے عدت کا کیا اور عورت نے اسکی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اسکا کذا فی شرح المجمع اور اسیطرح وصیت بھی صحیح نہو گی کذا فی حاشیة المدنی **وفی الفصولین وعن تعلیق**

مریضا انہ ابانہا فی صحتہ واحلفہ القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا لو بعدہ اور فصولین میں ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اسکی بیماری کی حالت میں کہ اسنے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اسکا انکار کیا اور قسم لی اس سے قاضی نے سو اسنے قسم کھائی کہ طلاق نہیں دی پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی تصدیق کی اور زوج مرگیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اسنے تصدیق زوج کی اسکے مرنے سے پہلے کی اور اگر اسکی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہو گی **کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل** مسئلہ تصادق کا حکم مانند اس صورت کے ہے جس میں عورت کو تین طلاق ہوئی ہوں اسکے حکم سے زوج کی بیماری میں بعد اسکے زوج نے اسکے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملیگا یعنی اگر وصیت کمتر از میراث ہے تو وصیت کا مال پاویگی اور اگر میراث کمتر از وصیت ہے تو میراث پاویگی **قال صحیح لامرأتیہ احدیکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات فیہ فی احدیہما صار فارا بالبیان فترث منہ کافی** ومفادہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبینہ فی احدیہما صار فارا ولم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جسمیں مر گیا تو ہو گیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اسکی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنی تعلیق کی زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنی شرط واقع ہوئی مرض میں پھر تعلیق مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت میں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النہر الفائق **ولا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المرأة للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سیدہا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیة فاسلمت ولم یعلم کان فارا فترثہ ظہیریة** اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں اور حالانکہ عورت کے مالک نے اسکو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہو گئی اور زوج کو اسکی آزادی یا اسلام کا علم نہو تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اسکی وارث ہو گی کذا فی الظہیریة **بخلاف ما لو قال لامتہ انت حرة غدا وقال الزوج انت طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا والا لا ترث خانیة** بخلاف اس صورت کے جب کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو آزاد ہے کل اور اس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھکو تین بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنی وہ وارث ہوگی اور اگر اسکو کلام مولی کا علم نہو تو عورت وارث نہو گی کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اسکو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اسکی طرف سے ثابت نہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے **ولو علقہ بعتقہا او مرضہ او وکلہ بہ فی صحتہ فاوقعہ حال مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا** اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت میں پھر وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج فار ہوگا تینوں صورتوں میں عورت وارث ہو گی **ولو باشرت المرأة سبب الفرقة وہی ای المرأة مریضة وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقة بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او تقبیلہا ابن زوجہا او مطاوعتہا ابن زوجہا وہی مریضة لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا** اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مر گئی قبل اپنے انقضاے عدت کے تو زوج وارث ہوگا چنانچہ جس وقت فرقت واقع ہوئی دونوں میں بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں یا خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اسکی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت میں زوج باوجود جدائی کے اسواسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسیواسطے یہ جدائی طلاق نہیں کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ جدائی فسخ ہے **بخلاف وقوع الفرقة بینہما بالجب والعنة واللعان فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیة والفسخ**

عن الجامع وجزم بہ فی الکافی قال فی البحر فکان ہو المذہب لانہا طلاق ولو کانت مضافۃ الیہ وقیل قائلہ الزیلعی ہو کالاولی فیرثہا بخلاف واقع ہونے فرقت کے
دونون مین بسبب مقطوع الذکر ہونے کے یا نامردی اور لعان کے کہ ان صورتون مین زوج وارث ہوگا زوجہ کا بنابر روایت خانیہ و فتح القدیر کے جامع اور
عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی مین بحر الرائق مین کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فرقت
بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت مین بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب
فان کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض مین ہوا تھا تو زوج اسکا وارث ہوگا
باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر مین وراثت نہین ہے الا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرثہا بخلاف ردتہ فانہا فی حکم
مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ہی ورثتہ والا لا خانیۃ اور اگر عورت بیماری مین مرتد نہین ہوئی اس طرح کہ صحت مین مرتد ہوئی تو زوج
اُسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجائے اُسکے مرض الموت کے ہے اسواسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے
تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری مین مرتد ہوا خواہ صحت مین اور اگر زوج اور زوجہ دونون ساتھ ہی مرتد ہوے پھر اگر عورت مسلمان
ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیۃ قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق ثلثا فنکح امرأۃ ثم اخری ثم مات
الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لہما لان الموت معرف والاتصاف بالآخریۃ من وقت الشرط فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے
کہ پچھلی عورت جس سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سو اُسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی
دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت معرف ہے یعنے زوج کی موت سے یہ
معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت تھی اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنے تزوج کے وقت سے تو طلاق
ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اُس وقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث
نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فرع مسائل ملحقہ شارح کے ابانہا فی مرضہ ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا
فتزوجہا فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترثہ لانہا فی عدۃ مستقبلۃ وقد حصل التزوج بفعلہا فلم یکن فرارا خلافا لمحمد خانیۃ زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے
مرض موت مین پھر کہا اُس سے کہ جب مین تجھسے نکاح کرون تو تو طلاق ہے تین طلاق کر پھر اُس سے نکاح کیا عدت مین اور مرگیا اپنے مرض مین تو وہ
وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ مین ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنے طلاق
بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت باطل
ہوئی تو وارث کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہ ممکن نہین کہ عدت ثانیہ مین وہ وارث ہو اسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی
کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کقولہا طلقنی وہو نائم وقالوا فی الیقظۃ ولوالجیۃ جھٹلایا عورت کو
وارثون نے بعد موت زوج کے اُسکی بیماری کے طلاق دینے مین یعنے زوج کے وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض مین اسکو طلاق نہین دی عورت کا
دعوی غلط ہے تو اس صورت مین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی مین معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثون نے
کہا کہ جاگتے مین طلاق دی ہے کذا فی الولوالجیہ طلقہا فی المرض ومات بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتہا اجنبیۃ بخلافہ فی العدۃ
جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض مین اور مرگیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہوجانے
عورت مطلقہ کے بعد انقضاے عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت مین مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اُسکے قبضہ مین ہوگا تو عورت کا

کا قول اُسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہین کہ مرد اور عورت دونون کے مناسب حال ہون چنانچہ نقد اور قوش اور لیا ف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مر گیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور ہتیار کے اسمین زوج کے وارثون کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونون کے مناسب حال ہین اُسیکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثون کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ﴿

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت کا رجعت کی را کو فتح ہے اور اُسکو کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کبھی بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت شروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدۃ ای عدۃ الدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع کسے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنے وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال اور رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا (فامسکوھن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت مین بقاے عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضاے عدت کے رجعت نہین سبب باقی نہ رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول و انکرت فلہ الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسکے بالعکس مین یعنے اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ وھزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوک کے ہزل نقیض ہے جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اُسکے منہ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بھی رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق ہے استدامۃ راجعتک ورددتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک کے یعنے مین نے تجھسے رجعت کی اور لفظ رددتک کے یعنے مین نے تجھکو پھیرا اور لفظ مسکتک کے یعنے مین نے تجھکو رکھا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بھی اسواسطے کہ یہ الفاظ ثلثہ صریح ہین رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت یعنے تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی تھی اور انت امرأتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی ﴿ وبالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاھرۃ کمس ولو منھا اختلاسا او نائما او مکرھا او مجنونا او معتوھا ان صدقھا ھو او ورثتہ بعد موتہ جوھرۃ اور صحیح ہے رجعت فعل کے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اُس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہو حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کیطرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ بہ زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنے یون کہے کہ عورت نے مجھکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرۃ تو اس فعل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ رضامندی رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وصحت من المجنون بالفعل بزازیۃ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیۃ یعنے جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہوگیا تو اُسکی رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وتصح بتزوجھا فی العدۃ ﴿ یفتی جوہرۃ اور صحیح ہے رجعت عورت سے نکاح سے عدت مین

اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہے امام محمد کا خلافاً للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہے رجعت
مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائناً فان ابانہا فلا
رجعت صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دی ہے اور اگر عورت کو طلاق بائن دی ہے تو پھر رجعت نہیں ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید کے وان ابت او
قال ابطلت رجعتی او لا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی ہے تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا
یا یوں کہے کہ رجعت میرے واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہے بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اُسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہوگا
والاصح ان جعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنے یوں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال سے مہر کی
زیادتی میں قرار دیا جاویگا یا نہیں جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں یہ شرط ہے اور دوسرے قول میں نہیں وتعجیل المؤجل بالرجعی ولا یتاجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اُسکی یہ ہے کہ نکاح کیا
عورت سے مہر مؤجل پر یعنے مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو انمیں قریب ہے پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت آ پہونچی یعنے طلاق
تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنے شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنے مہر کی تاخیر
پھر عود نکریگی اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہو گیا ہو وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر فیہ لا یکون المؤجل حالاً حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ میں یوں ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اُسکی عدت منقضی نہو جاوے تو ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے
خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونوں قولوں میں یوں ہے کہ خلاصہ کی عبارت اُس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اُس صورت پر
محمول ہے جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی
اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنے زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے
سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونوں میں یعنے عورت اور زوج ثانی میں اگرچہ اُسنے وطی بھی کی ہو
کذا ذکرہ الشمنی ھ جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اُسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد
عدت کے زوج اول پاس رجوع کریگی بلا اعادۂ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدوں کا
اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتاہب وان قصد رجعتہا لکراہتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہے نہ داخل ہونا زوج کا عورت
کے پاس بدون اُسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اُسکی رجعت کا قصد رکھتا ہے بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے جیسا پیشتر مذکور ہو چکا
ھ ہدایہ میں کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے میں احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور
مرد اُسکی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی
عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعویٰ کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنے اسطرح کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی
تیری عدت میں سو عورت نے اسکی تصدیق کی تو دعویٰ رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعویٰ رجعت کا
صحیح نہوگا کذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت
ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت میں کہ میں نے اس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ میں نے اس سے جماع کیا تھا اور فصل
محرمات میں مقدم ہو چکا ہے کہ گواہ مقبول ہیں نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے اگر لمس و تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت میں تو بھی رجعت ثابت ہوگی

كان رجعة لان الثابت بالبينة كالثابت بالمعاينة وهذا من عجيب المسائل حيث لا يثبت اقراره باقراره بل بالبينة یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی یا جماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو اُسکے برابر ہی جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہوا اور یہ عجیب مسئلہ ہو اس سبب سے کہ مرد کا اقرار ثابت نہیں ہوتا اُسکے اقرار کرنے سے بلکہ اُسکا اقرار ثابت ہوتا ہو گواہی سے اور بحر الرائق اور نہر الفائق میں اعجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہو اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں ہو اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یوں اقرار کرنا کہ میں نے عدت میں رجعت کا اقرار کیا تھا یہ بھی دعوی ہو تو بدون گواہوں کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی كما لو قال فيها كنت راجعتك امس فانها تصح وان كذبته لكن الاشهاد في الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت میں کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے سبب اسکے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہو وہ اُس کا بھی مالک ہو جسکی خبر دیتا ہو قال لها راجعتك فقالت مجيبة له قد مضت عدتي فانها الاصح عند الامام لمقارنتها الانقضاء حتى لو سكتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہوں اس قول سے انشاء رجعت کا ارادہ کیا اور فوراً عورت نے بلا توقف جواب میں کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہ ہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہو رجعت کے انقضائے عدت سے یہاں تک کہ اگر عورت ساکت ہوکر رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضائے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے رجعت بعد عدت کے صحیح نہیں تو سبب اسکے کہ عورت نے انقضائے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضائے عدت سے مقارن و متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہاں اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت میں رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضائے عدت کی خبر سے قسم مقبول ہوگی جب کہ محتمل ہو انقضا کی یعنے بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہوں اور اگر دو مہینے سے قبل انقضائے عدت کی عورت نے خبر دی تو مقبول نہوگی اور رجعت ثابت ہوجاویگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نکلت عن الیمین علی مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہو اگر قسم کھانی عورت نے انقضائے عدت پر سو انقضائے عدت کی قسم سے انکار کیا قال زوج الامة بعدها اي العدة راجعتها فيها فصدقه السيد وكذبته الامة ولا بينة او قالت مضت عدتي وانكر الزوج والمولى فالقول لها عند الامام لانها امينة کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ میں نے رجعت کی عدت کے اندر سو اسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہیں یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے کہ لونڈی بیان عدت میں امین ہو فلو كذبه المولى وصدقته الامة فالقول له اي للمولى على الصحيح لانه ملكه في البضع فلا يملك ابطاله پھر اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت میں لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی میں سو ممکن نہیں لونڈی کو ابطال اسکا یعنے جب لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق دی اور عدت گذرگئی تو مولی کی ملکیت بعلت وطی میں ظاہر ہو چکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہیں کرسکتی قالت انقضت عدتي ثم قالت لم تنقض كان له الرجعة لاخبارها بكذبها في حق عليها شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اُسنے کہا کہ عدت نہیں منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اُس حق میں جو اُسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدة لو بالحيض لا بالسقط ولو تخليقها انه مستبين الخلق ولو بالولادة لم تقبل الا ببينة ولو مسرة فستنج پھر تو اعتبار نیت کا اسی صورت میں ہو اگر انقضائے عدت حیض سے ہو یعنے اگر عورت نے انقضائے عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا بعد طلاق کے دو مہینے میں تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سے کم میں دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہیں ہوتا حمل میں اسواسطے کہ ممکن ہو کہ بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہوا اور عدت منقضی ہوجاوے اور اگر عورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہو کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل جو ہوا اُسکے بعضے اعضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہیں منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھ صورت نہ بنے اور اگر عورت نے انقضائے عدت کی بسبب

ولادت سکے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت شاہرہ ہو کذا فی فتح القدیر وتنقطع الرجعة اذا طهرت من الحيض الاخير لتمام العشرة ايام
مطلقا وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہوگیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ
عورت نہائی نہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے او یمضی وقت صلوٰة یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے
عدت منقضی ہوگی ولاقل لا تنقطع حتى تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لكن لا تصلي ولا تتزوج احتياطا اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے
کمتر میں تو عدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنے مشکوک پانی کے غسل سے
بھی طہارت ثابت ہوگی انقضاے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنابر احتیاط کے او یمضی جميع وقت صلوٰة
فتصير دينا في ذمتها یا کہ گذر جاے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہوجاے عورت کے ذمے میں مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور
غسل نکیا تو عصر کے وقت اسکی عدت منقضی ہوگی ولو عادت ولم يجاوز العشرة فله الرجعة اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز
نکیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی او تتيمم عند عدم الماء وتصلي ولو نفلا
صلوٰة تامة في الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنے اقل حیض میں
عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں ہے اسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفي الكتابية بمجرد الانقطاع ملتقى لعدم الخطاب قلت ومفاده
ان المجنونة والمعتوهة كذلك اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اسکے نہ مخاطب ہونے کے ساتھ احکام شرعی
کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس مقابلہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی ایسا ہی ہے یعنی انکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی اسواسطے
کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں ہیں ولو اغتسلت ونسيت اقل من عضو تنقطع لتسارع الجفاف فلو تيقنت عدم الوصول وتركته
عمداً لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا جیسے ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہوگی اسواسطے جلد
جلد خشک ہوجانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہونچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اُسنے عمداً ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسيت عضوا لا تنقطع
اور اگر غسل میں پورے عضو کا پانی پہونچانا بھول گئی مانند ہاتھ یا پاؤن کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وكل واحد من المضمضة والاستنشاق كالاقل لانهما
عضو واحد على الصحيح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو ہیں بنابر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا
بھولگئی غسل میں تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منكرا وطيها فراجعها قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق او لستة اشهر
فصاعدا من وقت النكاح صحت رجعتها السابقة طلاق دی حاملہ کو آپکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی
چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کیوقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی ہم
جبکہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگی
اسواسطے کہ وطی ثابت ہو چکی واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد لڑکا قبل نکاح کے
ہوا تو رجعت بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیة المدنی یہان دُر المختار کے نسخون میں اختلاف ہے بعضے نسخون میں یون ہے فجاءت بولد لاقل من ستة اشهر فصاعدا من وقت النكاح
ظاہر ہے یہ نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعاً تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا وتوقف
(انکار وطی میں ۱۲)
ظهور صحتها على الوضع لا ينافي صحتها قبله فلا مسامحة في كلام الوقاية اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل
وضع حمل کے منافی نہیں تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایة الرواية کے کلام میں نہیں ہم شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعة نے شرح وقایہ میں

اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہے کہ اگر حاملہ کو طلاق دے اسکی وطی سے منکر ہوکر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہ ہے کہ وقت طلاق سے بدون کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہیں ہوسکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور حلت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہیں ہوسکتی ہے واسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اسکی تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام میں کچھ تساہل اور مسامحت باقی نہ رہا کما صحت **لو طلق من ولدت** **قبل الطلاق** فلو ولدت بعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ **منکرا وطیہا** لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہوکر اس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں ہے واسطے کہ بسبب ولادت کے عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت ہے واسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنے تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اس وجہ سے کہ اسکے اقرار پر غیر کا حق متعلق نہیں **ولو خلا بہا ثم انکرہ** ای الوطی **ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ** لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اسکی تکذیب نہیں کی **ولو اقر بہ وانکرتہ فلہا الرجعۃ** اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا **ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لہ** لان الظاہر شاہد لہا ولوالجیۃ اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اسکی منکر ہوئی اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں ہے اسلئے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے کذا فی الولوالجیہ **فان طلقہا فراجعہا** والمسئلۃ بحالہا **فجاءت بولد لاقل من حولین** من حین الطلاق **صحت** رجعۃ السابقۃ لعدم تکذیبہا کما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اس سے رجعت کی اور مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنے بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دی پھر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو برس سے کم میں وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ اسواسطے ہو جانے زوج کے اور عکو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی میں زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی **ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت** **فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر** ای **من بطنین** یعنے بعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین ما لم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الیاس **فہو** ای الولد الثانی **رجعۃ** اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدۃ بخلاف ما لو کان من بطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنیگی تو تو طلاق ہے پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنے ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ میں جنی جب تک عورت انقضاے عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں ہے سوا بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائیگا عدت میں بخلاف اس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ہونا نہیں **وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول** کما مر **ویطلق ثانیا** بالولد **الثالث** فانہ رجعۃ فی الثانی **ویطلق** بہ **ثلثا** عملا بکلما **وتعتد للطلاق الثالث** بالحیض لانہا من ذوات الاقراء ما لم تدخل فی سن الیاس فبالاشہر اور اگر زوج نے کہا کہ جب تو جنیگی تو تو طالق ہے تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ مذکور ہوا یعنی علوق اسکا مدت میں وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی اور ولد ثالث کے سبب سے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تیسری طلاق کہ وہ ولد

حالات کے سبب سے کلمات کے معنی پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالثہ کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق
سے حیض آنے والی عورتوں میں داخل ہے جب تک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے میں داخل ہوگی تو اسکی عدت مہینوں سے ہوگی ولو کانوا بطنین
یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے
عدت کے اسکی ولادت سے خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفاۃ
لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل فرکہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور
زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقد ان علت کے یعنے سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں
حاصل نہیں سنگار اسوقت مستحب ہے جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہے ولا یخرج بہا من بیتہا ولو لما دون
سفر للنہی المطلق مالم یشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اسکے
گھر سے نکال لیجاے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنے قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو
گھر سے نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا
رجعت منع اسوقت ہے جبکہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے
باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید فتح القدیر میں بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعی لایحرم الوطی خلافاً
للشافعی فلو وطی لاعقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی رح کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنے حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ
المراجعۃ والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں
ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وصرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور
مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق
نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت
تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنے اگر
ایک طلاق بائن ہوگئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے ہم لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یوں تھا
کہ بلا فصل اسکے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کا قصد نکرو
تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہوا اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر زوج کو عدت میں نکاح کرنے کی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس عموم سے
بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدرر والمنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ
نسب کے یعنے اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ میں نکاح جائز ہوتا اور بعد اسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہ نطفہ ہے یا ثانی کا ہم یہ تعلیل صغیرہ
اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموماً منع ہے اور زوج اس سے
بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لاینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول
نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کر دینگے اگر منکوحہ حرہ ہو تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہو تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں ہے ناسنے
المشکلات باطل او ماول کما مر اور جو قول مشکلات مین یعنے مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا اول ہے باطل اسوجہ سے ہو کہ نص اور
اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اسکی یون ہوسکتی ہو کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت مین اول طلاق سے با عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور
تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین مشرح ہو چکا حتی یطاہا غیرہ ولو الغیر مراہقا یجامع مثلہ وقدرہ
شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہان تک کہ جماع کرے اُس سے غیر اسکا اگرچہ غیر
یعنے زوج ثانی مراہق یعنے قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کرسکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہو یا زوج ثانی خصی ہو
یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اُسکے فوطے نہیں لیکن آلہ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہو کہ اسکا ولی
اُسکا نکاح کر دے مگر طلاق اُسکی بدون ہوش آنے کے صحیح نہوگی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہو کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے
ذمی اُس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اُسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحہا عبد بلا اذن سیدہ ووطیہا
قبل الاجازۃ لا یحلہا حتی یطاہا بعدہ زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح فاسد
اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اُس سے قبل اجازت مولی کے تو وطی اُس غلام کی عورت کو
زوج اول پر حلال نکریگی جبتک دوبارہ اُس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کے اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہے بدون اجازت کے نافذ
نہیں ہو من لطیف الحیل ان تتزوج بمملوک مراہق یشاہدین فاذا اولج یملکہ لہا فیبطل النکاح ثم تبعثہ لبلد آخر فلا یظہر امرہا اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت
خوب تدبیر یہ ہو کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کر دے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدوں کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک
کر دے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر کھلیگا اور یہ حیلہ
بنی ہو ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح مین شرط نہیں لہذا شارح نے آیندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایۃ الحسن المفتی بہا انہ لا یحلہا الا عدم الکفاءۃ
ان لہا ولی والا فیحلہا اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتوی ہو چکا ہو البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفایت کے اگر عورت کا
ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہوگا تو اُسکو حلال کر دیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء اولیا مین گذر گیا ہو تمضی عدۃ او مطلقۃ ثلثہ زوج اول کی
اُسوقت حلال ہوگی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی
کذا فی حاشیۃ المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلہا وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے
نص سے تو لونڈی کو حلال نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی پھر اُس لونڈی کے مالک نے اُس سے
وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہو زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امۃ بعد طلقتین او ثلث ولا زوال ملک ہو
لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنے جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسکو دو بار طلاق دی پھر اُس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اُسکی بملک یمین حلال نہین ہو اسواسطے
کہ حلت مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالی (حتی تنکح زوجا غیرہ) ہم مسئلہ ملک امۃ کا لا یحلہا وطی المولی پر معطوف نہین ہو اسواسطے
کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہو بخلاف اسکے تو شارح نے بمناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی او حرۃ بعد ثلث ورِدۃ وسبی یا ملک
حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنے ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہو گئی اور دار الاسلام مین
گرفتار ہوئی پھر اُسکے مالک نے اُس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہو حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ویطاہا

من فرق بینهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکها لم تحل له ابداً اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق
واقع ہوئی یعنے وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتدہ ہوگئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اُسکا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال
نہوگی یعنے ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہوگی تو شارح کے کلام میں یعنے حرہ مرتدہ کے ذکر میں یہ بحث ہے
اس اعتبار سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرة
لا یوطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہونے کا یقین ہو یعنے محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ وطی
کے لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اُسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وہ جو
کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلت وان افضاها بزازیة اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال
ہوگی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاة کر ڈالے کذا فی البزازیة مفضاة اُس عورت کو کہتے ہیں جسکے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹکر ایک ہوجاوے فلو مفضاة
لا تحل له الا اذا حبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلها جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاة ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال
نہوگی مگر جب وہ حاملہ ہوجاوے تاکہ بالیقین معلوم ہوجاے کہ وطی اُسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدون حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہوسکتا
اسواسطے کہ دونوں مکان ملکر ایک ہوگئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہ نہیں ہے اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاة نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اُسکی
یہ حالت ہوگئی تو دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہوگیا کما لو تزوجت بمجبوب فانها لا تحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی یثبت النسب فتح فالاقتصار
علی الوطی قصور الا ان یعمم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہوگی تاوقتیکہ
حاملہ نہووے اور جب حاملہ ہوگی تو اول کو حلال ہوگی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنے ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلہ تناسل
مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنے شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف سے منسوب ہوگا بسبب قیام نکاح کے یہاں تک کہ بسبب اس دخول حکمی کے
اُس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہوگا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوئی تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں
فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل ہوگا
والایلاج فی محل البکارة یحلها والموت عنها لا کما فی القنیة واستشکله المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کردیتا ہے عورت کو زوج اول
کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑکر حلال نہیں کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیة اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور
اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول
حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں بحث فی النهر وکانه ضعیف لما فی التبیین یشترط
ان یکون الایلاج موجبا للغسل وهو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارة اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین میں
یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدون حائل ہونے اس چیز کے جو مانع ہو
حرارت کی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارة سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد میں محال ہے تو تشکیک
مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونه عن قوة نفسه فلا یحلها من لا یقدر علیه الا بمساعدة الید الا اذا
انتعش وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراماً وان لم ینزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہی ہونا ادخال کا اپنی قوت
ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کریگا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اُسوقت حلت ثابت ہوگی جبکہ بعد

ادخال بمساعدت یدکے اسکو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنے بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام مین ہو اگرچہ وطی ان حالتون
مین حرام ہو لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل مین لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے ثلث فی المجتبے الصواب حلها

بدخول الحشفة مطلقا لكن في شرح المشارق لابن ملك لو وطيها وهي نائمة لا يحلها للاول لعدم ذوق العسيلة وينبغي ان يكون الوطي في حالة الاغماء
كذلك شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ مجتبے مین ہے کہ حق یون ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقا خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو
خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق مین یون ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم
ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح مین مرد اور عورت دونون کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی
عورت کو لذت حاصل نہین اور سزاوار یون ہے کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہو شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا
لائق اعتماد کے نہین ہے اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ مین ایسی کتاب معتمد نہین کہ اسکی روایت نقل مذہب مین درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اسکو
رد کرتا ہے اور ذوق عسیلہ نائمہ کو معدوم ہونا حکما کیا تو نہین جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہو حالانکہ خروج منی بدون لذت کے موجب غسل کا
نہین تو نائم کو حکم غسل کا نہین مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہین رہتی کذا فی حاشیة المدنی

وكره التزوج للثاني تحريما لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك وان حلت للاول لصحة النكاح وبطلان الشرط
فلا يجبر على الطلاق كما حققه الكمال خلافا لما زعمه البزازي اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبداللہ ابن
مسعود کے جو جامع ترمذی مین بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے واسطے
تحلیل ہوگی یعنے زوج ثانی اور زوج اول دونون پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یون ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ مین
تجھکو حلال کر دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہوجانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہوجانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر
جبر نہین ہوسکتا طلاق دینے پر چنانچہ اسکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل مین نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی
جائز ہے یہان تک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی جبرا اس سے طلاق دلائیگا اور فتح القدیر مین محقق نے اسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت مین
ثابت نہین اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہین پس اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوجائیگی کذا فی حاشیة المدنی

ومن لطيف الحيل قوله ان تزوجتك وجامعتك او امسكتك فوق ثلث مثلا فانت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف حیلہ زوج کا یون کہنا ہے کہ اگر مین تجھسے
نکاح کرون اور جماع کرون تو تو بائن ہے یا اگر مین تجھکو تین رات سے مثلا زیادہ رکھون تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج
ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہوجاویگی ولو خافت ان لا يطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امري
بيدي زيلعي وتمامه في العمادية اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اسکو طلاق نديگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یون کہے کہ
مین نے اپنی ذات کا نکاح کیا تجھسے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ مین ہے یعنے طلاق کا مجھکو اختیار ہو کذا فی الزیلعی اور پوری تقریر اسکی فصول عمادیہ مین ہے
ہم فصول عمادیہ مین یون ہے کہ جب عورت اسبات کی محلل سے ڈرے تو یون کہے کہ مین نے اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ میرا امر میرے ہاتھ مین ہے اور زوج
کہا کہ مین نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ مین نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ مین ہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق کا اسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض
کی تو اسکے نکاح مین نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا مضاف الی سبب الملک کے صحیح نہین حالانکہ دونون امر اسوقت موجود نہین بخلاف پہلی صورت کے

کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد
الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنے زبان سے کہا تو اس مرد کو ثواب ملیگا بسبب
قصد صلاح کے کہ میعاد بار الٰہ حرمت سکے وہ بچھڑے مسلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع صحۃ
النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المراۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا وابانہا وحلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی ینقضہ بہ
بطلان النکاح اسی فی القائم والآتی لا فی المنقضی بزازیۃ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنے اگر زوج اول کا نکاح
صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے
ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو
قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح میں کرے جو قائم ہو اور آئیندہ ہو نہ نکاح
گذشتہ میں کذا فی البزازیۃ ہم شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ یہ تعبیر اسکو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب پر
صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو
اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ میں تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسے مسائل لائق اظہار کے نہیں کیونکہ اسمیں مفاسد کا دروازہ
کھلتا ہے علاوہ اسکے تین طلاق کا وجود کالعدم متحقق نہ ہوسکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم دیا بوجہ شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس
مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اسواسطے کہ عدالت مشروطہ نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی بموجب
حنفی کے ہو تو یہاں آشوب کا مسئلہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول کان
فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنے بعد طلاق کے زوج
ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنے فساد نکاح ثانی
یا عدم دخول زوج کا دعویٰ کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقا قنیۃ ما دون الثلث ایضا کما
یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے
اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اسنے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گرا دیگا بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں
کی تو بالاتفاق نہ گرادیگا کذا فی القنیۃ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعندہم وباقی الائمۃ بما بقی وہو الحق فتح
وأقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنے ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح میں پھر آئی بعد
دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ
زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنے نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمد و باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنے اگر پہلے
ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہے کذا فی فتح القدیر
اور اسکو ثابت کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور بعض مصنف کے سوا اور علمانے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر اور علامہ شیخ قاسم حنفی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق
ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسواسطے متون میں یہی ثابت ہوا اور ترجیح کمال الدین ابن ہمام کی مخالف متون کے معتبر نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی

ثلثة صدقها اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضائے
عدت کی تو زوج اول کو جائز ہو کہ اُسکی تصدیق کرے یعنے نکاح کرے اگر اُسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدتها عنده کمیش شهران لا ثلث اربعون
یوما ما لم تدع السقط كما مر اور کمتر مدت عدت زوج ثانی کی نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جب تک کہ عورت اسقاط
ولد کا دعویٰ کرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد عدة ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق
لان اقدامها على التزوج دليل الحل وعن السرخسي لا يحل تزوجها حتى يستفسرها اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اُس مدت کے کہ انقضائے عدت کی تحمل تھی
پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز منقضی نہیں ہوئی یا کہا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح
کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنے زوج اول پر حلال ہونی عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اُسکا نکاح کرنا حلال نہیں جب تک کہ عورت
سے حلت کو دریافت نہ کر لے وفي البزازية قالت طلقني ثلثا ثم ارادت تزويج نفسها منه ليس لها ذلك اصرت عليه او كذبت نفسها اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اُسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے
قول پر ثابت رہی ہو یا کہ اُسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اُس صورت میں ہے جبکہ عورت مدعی تھی طلاق کی اور زوج اُسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار
کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اُس سے درست نہ ہوگا کذا في حاشية المدني سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعه من نفسها الا
بقتله لها قتله بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندي ترفع الامر الى القاضي فان حلف ولا بينة فالاثم عليه ان قتلته فلا شئ عليها
والبائن كالثلث بزازية عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی یعنے تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون
اُسکے مار ڈالنے کے تو عورت کو اُسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہو قصاص کے ڈر سے یعنے زہر سے مارے کہ قصاص اُسپر لازم نہ آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو
اوزجندی نے کہا کہ اسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہ ہوں تو گناہ اُسکا مرد پر ہوگا اگر
عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اسکو قتل کر ڈالے تو اسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا في البزازية وفيها
شهدا انه طلقها ثلثا لها التزوج باخر للتحليل لو غائبا انتهى قلت يعني ديانة والصحيح عدم الجواز قنية اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو
تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنے اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا
تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اُس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو سکے پھر جب زوج اول آئے تو اُس سے بعد عدت زوج
ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا في حاشية المدني والبا لیکن شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے
یعنے قضاءً جائز نہیں اسواسطے کہ قضا على الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں دیانۃً بھی درست نہیں جیسے کہ
قضاءً درست نہیں کذا في القنية وفيها ولم يقدر ان يتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته اليها لا يحل له قتلها ويبعد عنها جهده اور قنیہ میں ہے کہ اگر زوج
بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہ ہو کہ آپ چھوڑ سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اُس سے تو عورت اُسپر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف کو
تو مرد کو اسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اُس سے یعنے مقدور بھر وقيل له قتلها قاله الاسبيجابي وبه يفتي كما في التاتارخانية وشرح الوهبانية
عن الملتقط اي والاثم عليه كما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ میں جو مرد کو نہیں روک سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل کرے قائل اس قول کا اسبیجابی ہے اور اسی
قول پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہ فتوی موجود ہے یعنے اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت
مجبور ہے چنانچہ تصریح اسکی قول اوزجندی میں گذر چکی قال لمعتدة اي بعد طلاقه ثلثا كان قبلها طلقت احدى وانقضت عدتها وصدقته المرأة في

ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو لم تصدقہ ہی و قیل یصدقان کہ زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہا اس تین طلاق سے پہلے میں نے
عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا کہ اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسلئے کہ تین طلاق جب
عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اصح روایت میں جیسا کہ عورت
مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے و لو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہما واحدۃ اخذ بالثلث اور
اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں نے ان دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے دیا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اسواسطے کہ غیر مدخولہ
ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ... تین طلاق کرا اسواسطے کہ اقرار زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر و اللہ سبحانہ اعلم بالصواب

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبتہ ... لان مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنے جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے
جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے اسلئے دونوں باب متصل ذکر ہوئے ہو الیمین شرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہ و لو ذمیا
ایلا لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلا ذمی کا بیان قریب میں
آگے مذکور ہوگا و المولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشیء شق یلزمہ الا لمانع کفر اور مولی بضم میم و کسر لام کے کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی
عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ وہ لازم ہوتی ہے اسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں یعنے کافر
اگر ایلا کریگا تو بسبب قربت کفارہ نہ دیگا ... وجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے و رکنہ الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو یا التزام نذر کے
یا طلاق عتاق کے و شرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے کے عورت کے وقت تنجیز
ایلا کے یعنے اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہو کفایت کرتا ہے و منہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک اور ایلا کی ہی سے یہ مثال
ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کرونگا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت
ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے گویا اسنے بعد نکاح کے ایلا کیا و لو زاد و انت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ و بالقربان وقع بائن بترکہ
اور اگر مثال مذکور میں و انت طالق زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک انت طالق یعنے اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے
وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑنے سے ... اس مثال میں کفارہ لازم آویگا
وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہوا اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اسمیں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع
ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اسکے دوسری بار اس سے نکاح
کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی
و اہلیۃ الزوج للطلاق و عندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنے جسکو طلاق کی لیاقت ہے اسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے
نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنے چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اسکا ایلا بھی
صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاویگا تو صحیح نہوگی صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے
ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنے بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے
یعنے بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہوا تو امام کے نزدیک اسکی ایلا کا کیا فائدہ ہے شارح اگلے قول میں اسکا جواب

وفائدته وقوع الطلاق اور ایلا رومی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنے اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطه عدم النقص
عن المدة اور ایلا کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمه وقوع طلقة بائنة
ان بر ولم یطأ اور حکم ایلا کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اُسنے قسم پوری کی یعنے چار مہینے تک وطی نکی ولزوم الکفارة والجزاء المعلق ان حنث
بالقربان اور کفارہ اور جزاے معلق لازم آئیگی اگر اُسنے قسم توڑی بسبب وطی کے ضمیر والجزا کا واو بمعنی او ہے یعنے اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہوا اور اگر
تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہوا اور کہا ہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جبکہ حلف باللہ اور تعلیق معا ہو چنانچہ اس مثال میں کہ واللہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کروں
تو مجھپر حج ہے والمدة اقلها للحرة اربعة اشهر وللامة شهران ولا حد لاکثرها فلا ایلاء بحلفه علی اقل الاقلین ع۔ کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہیں
اور لونڈی کیواسطے دو مہینے ہیں اور اکثر مدت کی کچھ حد نہیں تو دونوں کمتر مدتوں سے کمتر کی قسم کھانے میں ایلا نہیں ہے اگرچہ حرہ میں دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی
میں ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببه کسبب الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اُس سبب کے ہے جو طلاق رجعی میں ہے یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور فقدان موافقت
طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلا کا سبب ہوتا ہے والفاظه صریح وکنایة اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو فقط جماع میں مستعمل ہو
اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونوں میں مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہیں بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیة المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل حقیقة
الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکره سعدی لعدم اضافة المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنے بعظمة اللہ وجلاله وکبریائه سے ایلا صحیح ہوا اور وعلم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح
نہیں ہے اسواسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا میں عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف
یمین کے یعنے حالت حیض میں باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا جامعک لا باشرک لا اغتسل منک من جنابة اربعة
اشهر لو حائضا لتعیین المدة یا یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے مباشرت نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے
اگرچہ عورت حائضہ ہو بسبب معین کرنے مدت کے یعنے تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک ایام حیض
نہیں رہتے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں قسم میں مدت مذکور نہیں وان قربتک فعلی حج او نحوه مما یشق بخلاف فعلی صلوة رکعتین لعدم مشقتهما
اور اگر قربت کروں میں تیری تو مجھپر حج ہے وہ جو ایسا امر ہے کہ اس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق
بخلاف اس قول کے کہ اگر میں قربت کروں تو مجھپر دو رکعت واجب ہیں تو اسکا قائل مولی نہیں یعنے ایلا کرنے والا نہیں بسبب شاق نہونے دو رکعت نماز کے بخلاف
فعلی مائة رکعة وقیاسه ان یکون مولیا بمائة ختمة او اتباع مائة جنازة ولم اره بخلاف اس قول کے کہ میں تیری قربت کروں تو مجھپر سو رکعتیں لازم ہیں اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگوں پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو میں نے
کتب فقہ میں نہیں دیکھا یعنے اگر کوئی کہے کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی ودفن کرنے کی شرکت مجھپر واجب
ہوئی تو ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمیں نہایت مشقت ہے او فانت طالق او عبده حر یا یوں کہا کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو تو مطلقہ ہے یا غلام میرا آزاد ہے
ہم یہاں تک مثالیں ایلا صریح کی تھیں ومن الکنایة لا امسک لا اتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہیں یہ مثالیں کہ میں
تجھکو نہ چھوونگا تیرے پاس نہ آؤنگا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنے تیرے پاس نہ آؤنگا لا اغشاک بمعنی لا اتیک کے ہے یعنے
تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح میں کہا کہ غشیان بالکسر مجامعت فرو گرفتن وبیہوش شدن و
هو المولی بنحو حتی تخرج الدابة او الدجال او تطلع الشمس من مغربها اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یوں کہنا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا یہاں تک

کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروبگاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وجبت فی الحلف باللہ و
الکفارۃ وفی غیرہ الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین سو زوج نے وطی کی اندر مدت کے اگرچہ زوج اسوقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر
جسوقت کہ حانث ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا مین یعنے تعلیق یمین مین جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ عتاق خواہ صوم اسکے اور ساقط
ہوگا ایلاء بسبب آخر ہونے یمین کے یعنے جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنے بعد چار مہینے گذرنے کے طلاق نہ واقع ہوگی
والا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا اور اگر مدت مین وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعدہا لم یقبل
قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہون کے وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا تقرر لفی مضی الثانیۃ
تبین ثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقتا ہو یعنی اگرچہ توقیت مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر
دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے آٹھ مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اسنے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر اگر دوبارہ اسسے
نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنے اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت
نکریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے لا لو کان مؤبدا اور کانت ظاہرۃ کا مراد قسم ساقط نہوگی اگر ہمیشگی سے اگر قسم دائمی یا ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنے
بشرطیکہ حائض نہو عورت قسم کھانے کیوقت چنانچہ ذکر اسکا گذر گیا و فرع علیہ فانکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فی ای قربان بانت باخریین
اور تفریع کیا مصنف نے اوپر عدم سقوط قسم دائمی پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن ٹھیری اور اسسے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور
دو مدتین بدون قربت کے گذر گئین تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑینگی یعنے زوج نے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو
ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے
منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہو نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور
بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اسسے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہین اور بدون نکاح کے
مدت کا اعتبار نہین فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سو اگر ایلا کرنے والے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اسپر طلاق نہ واقع
ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنے زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی سبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے
پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اسسے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب اسپر طلاق
نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف
ما لو بانت بالایلاء بما دون ثلاث وابانہا بتنجیز الطلاق ثم عادت بثلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب
ایلاء کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آئی اور شیخین کے نزدیک زوج اول کو
تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ انکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکی
تصریح باب الرجعۃ کے اندر مسئلہ ہدم مین ہو چکی یعنے اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا اور چار
مہینے تک قربت نہ کی تو پھر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ کی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی نے
طلاق سابقہ کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کرکے قربت نکریگا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کرکے

قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی اور اسیطرح
تنجیز طلاق کا حال ہو یعنے اگر کہا کہ واللہ مین قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اُسنے زوج ثانی سے
نکاح کیا پھر زوج اول کے نکاح مین آئی تو مانند سابق کے تین بار پھر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایکبار **وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لبقاء
الیمین للحنث** اگر قسم ایلائی کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ ہے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنے کے یعنے ہر چند
بعد تنجیز طلاق بائن پڑجانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن عدم یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہو تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا **واللہ لا اقربک شہرین ثم شہرین
بعد شہرین الشہرین ایلاء لتحقق المدۃ** اور یون کہنا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینوں کے تو ایلاء ہو بسبب متحقق ہونے مدت ایلاء
اسواسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہو واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے **ولو مکث یوما ای لاطلاق الزمان او ساعۃ کذلک بحر** اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ مین دو مہینے
تجھسے قربت نکرونگا پھر اُسنے ایکدن توقف کیا شارح کہتا ہو مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی اسی کے حکم
مین ہو کذا فی بحر الرائق **ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا فقال بعد الشہرین الاولین والا لتنفصل المدۃ** پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے
کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنے اسیقدر بولا کہ واللہ مین دو مہینے تجھسے قربت
نکرونگا تو دونوں صورتوں مین مولی نہوگا یعنے ایلاء نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنے جب اُسنے کہا کہ واللہ مین تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے
اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اُسنے ایکدن توقف کرکے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے تو دونوں یمین کے چار مہینے
ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا تو ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلاء کی پورے چار مہینے ہین لیکن ایلاء نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین
الاولین کو یمین ثانی مین نہ مذکور کیا تو دونوں یمین متداخل ہونگے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر مین تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع
ہوکر غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلاء کی اسمین کبھی نہ پائی گئی **لکن ان قربہا تحدث الکفارۃ والا تعددت** لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی
کفارہ لازم آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت مین اگر پہلے دو مہینوں مین وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینوں مین
وطی کریگا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہو متداخل نہین ہو دوسری صورت مین اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دو
کفارہ لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونوں یمین کی مدت متداخل ہو جدی جدی نہین **وقال واللہ لا اقربک
سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا** اور زوج نے جو یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اُسوقت جبکہ باقی رہگئے ہون ایکسال سے چار مہینے یا زیادہ اُسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال مین سے چار مہینے باقی نہین رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اُسنے قربت کی تو مولی نہوگا **ولو عدم سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا**
اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا ڈالا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق مین بھی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا
ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدا** اور اگر اُسنے مثال مذکور مین الا یوما اقربک فیہ کا زیادہ کیا یعنے یون کہا کہ واللہ مین تجھسے قربت نکرونگا
ایک سال مگر وہ دن جسمین تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اُسنے ہر ایک اُسدن کو مستثنے کرلیا جسمین عورت سے
قربت کرے تو اُسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہین تمام سال **او قال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا
منہا فیطاہا** یا اگر زوج بصرہ مین ہو اور اُسنے یون کہا کہ واللہ مین نہ جاؤنگا اور حالانکہ زوجہ مکہ مین ہو تو اس قول سے مولی نہوگا اس واسطے

کہ ممکن ہو کہ عورت کو کسی سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے آلی من المطلقة رجعیا صح لبقاء الزوجیة ویبطل بمضی المدة ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنے چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے
بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النہر و فی بعض
نسخوں میں بمضی العدة ہے بجائے بمضی المدة کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانة او اجنبیة
نکحہا بعد ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لا یصح لفوات محلہ فلو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد
ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا اضافت الی الملک کیا یعنے نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنے نکاح کے اور
اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنے ہر چند ایلا نہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا
ان مضت مدتہ وہی فی العدة بانت باخری والا لا خانیة اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز
عدت میں ہے تو اسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیة وعجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام
لکونہ فانیا عن وطیہا لمرض احدہما او صغرہا او رتقہا او جبہ او عنتہ او بمسافة لا یقدر علی قطعہا فی مدة الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا
فی السجن کما فی البحر عن الغایة وقولہ لا بحق ثم راہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی کرنہ حکمی کر چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا
اعتکاف کے ہو اسلئے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب تنگی شرمگاہ عورت کے
یا بسبب مقطوع الذکر یا امرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اسکو قطع نہیں کرسکتا اور پہونچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے
ناحق بشرطیکہ قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایة شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو
اسکے دریافت کرنے کو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہمنے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوے عالمگیری میں اسکو پایا منقول عن السراجیہ کے
کہ حبس بحق میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں ہے حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہوگیا وکذا حبسہا
ونشوزہا فقدمہ بحر وقولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت نحوہ لانہ اذاہا بذکر المنع فیرضیہا بالوعد اور اسیطرح عاجز ہوا
وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع
کیا زوجہ کیطرف یا یوں کہا کہ میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کردیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان
اقوال کے یعنے بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو ایذا دیتا اور تکلیف دی تھی
بسبب منع وطی کے تو اسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدة ففیئہ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبرہا لا یکون
فیئا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر
فرج میں وطی کریگا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو صحیح
ثم مرض لم یکن فیئہ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے فان قدر علی الجماع سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع لسانی میں ایلا کے وقت سے
اسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہوگیا تو اسکا رجوع
کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفیء باللسان
فلو ابانہا ثم فاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اولی عجز ہوا اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کہ

ہدایہ میں مذکور کیا وہ قیام نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنے رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنۃ تو اگر زوج نے بعد ایلاء کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی
رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت ہوگا اور ایلا باقی رہیگا **قال لامرأته انت علی حرام** ونحو ذلک کانت معی فی الحرام **ایلاء ان نوی التحریم ولم ینو شیئا وظہار
ان نواہ وھدر ان نوی الکذب** وذا دیانۃ ولا قضاء فایلاء قہستانی **وتطلیقۃ بائنۃ ان نوی الطلاق وثلث ان نواہا ویفتی بانہ
طلاق بائن وان لم ینوہ** لغلبۃ العرف ولذا لا یحلف بہ الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور مانند اس کلام کے کہا اور جو کلام میں
حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اُسنے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج
نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور یہ کلام ظہار ہوگا اگر اُسنے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل
اور مہمل ہوگا اگر اُسنے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی
اور یہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اُسنے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اُسنے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اُسپر ہے کہ
یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنے بالفعل یہ قول طلاق ہی میں اکثر
مستعمل ہے لہذا اس قول سے سوا مردوں کے کوئی قسم نہیں کہاتا ولو لم یکن لہ امرأۃ وحلف بہ لا کان یمینا کما لو ماتت او بانت لا الی عدۃ ثم وجد الشرط
لم تطلق امرأته المتزوجۃ بعدہ لصیرورتہا یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کے کوئی زوجہ نہو اور اُسنے کہا کہ علی الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ
حرام قسم کی یعنے زوج سے خطاب کرکر بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر
زوجہ مطلقہ مرگئی یا بائن ہو گئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اُسکی عورت وہ عورت جسسے بعد موت
زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق واقع ہوگی بسبب جانے تعلیق کے یمین یعنی جبکہ زوجہ مطلقہ مرگئی یا بائن ہو گئی تو تعلیق طلاق کی
بسبب نہونے محل کے یمین ہو گئی پھر جب تعلیق یمین ہو گئی تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہیں ہوسکتی ومثلہ انت معی فی الحرام وھا لحرام بلامنی وحرمتک علی وانت محرمۃ
او حرام علی او لم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک وانت علی حرام کالخمر او الخنزیر بزازیہ اور انت علی حرام کے مانند ہیں یہ اقوال کہ تو ساتھ
میرے ہے حرام میں یا وہ حرام مجھکو لازم ہوا اور میں نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرم ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسقدر کہا
کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور میں تجھپر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان
مثالوں میں طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کے زوجہ نہو گی تو یہ اقوال یمین ہو جاوینگے تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا **ولو کان لہ اربع
نسوۃ** والمسئلۃ بحالہا **وقع علی کل واحدۃ منہن طلقۃ بائنۃ وقیل تطلق واحدۃ منہن** والیہ البیان کما فی الصحیح وھو الاظہر والاشبہ کما فی الزیلعی والبزازی
وغیرہما وقال الکمال الا اشبہ عندی الاول وبہ جزم صاحب البحر فی فتاواہ وصححہ فی جواہر الفتاوی واقرہ المصنف فی شرحہ اور اگر زوج کی چار عورتیں
ہوں اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو کہ تحریم میں یعنی چار عورتوں کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھپر حرام ہے تو ہر عورت پر
ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین میں چنانچہ اسکا
ذکر طلاق صریح میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہاء نے مثل صاحب خلاصہ وغیرہا دریہ جہت کے
اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنے ہر عورت پر طلاق واقع ہوگا اور اسکا یقین کیا
صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح منح الغفار میں رکھا ہے [illegible]
منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو فتاوی میں ہے [illegible] کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے

یہ تجزوجہ کو شامل ہو تو ہر ایک وجہ پر طلاق بائن واقع ہو گی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہے نہ کہ انت
علی حرام میں اسواسطے کہ خطاب سب کا نافع ہے عموم کا اور بلا امراتی علی حرام میں ہے اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ گفتگو انت علی حرام میں ہے لہذا شارح نے
اگلا قول میں اسکا استدراک کیا لکن فی النہر بحث ان یکون معنی قول الزیلعی ان المسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ کما فی المتن بل
یجب فیہ ان لا یقع الا علی الغیر المخاطبۃ انتہی قات یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر الفائق ہے کہ وجہ بحث
کہ ہو معنی امر قول زیلعی کے کہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنے فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب وجہ واحدہ کے چنانچہ متن میں ہے کہ
یعنے کنز میں بلکہ یہ واجب ہے انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجہ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف
حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہے چاروں عورتوں کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہو گئی توفیق یعنے تصریح صاحب نہر الفائق او توضیح شارح سے
کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہو گیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنے جو کہتا ہے کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ
یا حلال المسلمین پر جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہو گی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انت علی حرام اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے
متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہو گیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف امراتی علی حرام پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں امراتی
کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین تو یہ
عام ہے اور یہی مراد ہے صاحب فتاوی اور کمال الدین محقق او مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امراتی علی حرام ہے اس میں اختلاف
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ تقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہو گی اسواسطے
کہ حرمت شی واحد ہے اسمیں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی
پھر کہا اسے کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کر کے تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول
سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث لہا تین بار کہ حلال خدا کا
حرام ہو اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہو گی قال لہا انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما نوی یہ یعنے
وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا
کہ اسنے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیہما والفرق لا یخفے
کہا کہ تم دونوں مجھپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی
سے ایک کی وطی سے قسم ٹوٹیگی اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں ہے اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کی حرمت مستقلہ ثابت
ہو گی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلا معنوی ہے
باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ جدا ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر فی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس اراد ی التکرار
استئنافا لانہ الایلاء واحد وللیمین ثلث ان تعدد المجلس فثلثہ الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اسکو تین بار ایک
مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہو گی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہو یعنی اگر چار مہینے بغیر وطی
کے منقضی ہو گئے تو ایک طلاق ہو گی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلس میں متعدد ہونگی یعنے ہر مجلس میں ایکبار واللہ
لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہو گی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم ہونگے واللہ اعلم

باب الخلع

ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنے ایک چیز کو دوسری چیز سے الگ کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے
اور موزہ کو پانوں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول
مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے
چنانچہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع
شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق
فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ یعنی ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر
زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یوں کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہوگا
بسبب عدم موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور یہ ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف ما لو قال بلفظ المفاعلۃ
او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف ما لو قال یعنے زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا
یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنے خلع قبول کرا اور اسکے عوض میں کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق
زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیۃ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط
فتح یعنے ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہیں کرتا
کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہا لیدخل لفظ المباراۃ فانہ تسقط کما یجیء ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی
خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تا کہ مبارات کا لفظ خلع میں
داخل ہو جائے اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آوےگا اور تا کہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل ہے خلع میں اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے
چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد بتعریفہ صحۃ خلع المطلقۃ
رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقاے عدت تک طلاق رجعی میں ملک باقی ہے
لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست ہے ولا بأس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب
آپسمیں پھوٹ پڑے نا اتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوٹنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نا اتفاقی مرد کیطرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت عبد اللہ
ابن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نتھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کر لے اور بلا ضرورت
عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے و جامع ترمذی میں حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جو عورت کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن
جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا وبطن
غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہے مگر اسکا عکس کلی کے یعنے جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہے وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے
یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچہ کے جو بکریوں کے پیٹ میں ہے حالانکہ دس درم سے کم میں اور
عورت کے مقبوضے سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے اسکا انعکاس جائز کہا ہے کلام عینی میں انعکاس سے
مراد شاید انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطقی کے نزدیک موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کیطرح صحیح نہیں ہو سکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط

خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنے سکوت ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں مع صفتہا ولو ابتدا ہو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق
الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ قبل قبولہا ولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس اے مجلسہ ویقتصر قبولہا علی مجلس علمہا اور خلع یمین ہے
مرد کی جانب میں اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں ہے رجوع زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح نہیں زوج کو شرط
کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر یعنے اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنے جب
عورت کو خلع کی خبر ہوا ور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہ وصح شرط الخیار
لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے
زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی
مجلس پر مانند بیع کے فائدۃ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ شرط ہے
عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً ہند کی عورت سے خلع بعوض مال عربی زبان میں کرادے تو قول
صحیح میں صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہیں ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ انمیں علم ہونا
ضرور نہیں اسواسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح ہوجاتا ہے یعنے فقط قضاءً صحیح ہے نہ دیانۃً کذا فی حاشیۃ المدنی
وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہے طلاق میں یعنے اگر
غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے تجھکو
آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور قبضہ علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق
والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا وابرأتک ای فارقتک فقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مباراۃ کے
چنانچہ یوں زوج کا کہنا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یوں کہے کہ میں نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مباراۃ کی میں نے تجھسے
یعنے تجھکو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا اور خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے
مول لی عوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجیء
اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا ور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت
میں ظاہر ہوتا ہے جبکہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنے جبکہ بدل خلع میں مال باطل
مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر
فیہ ما یعتبر فیہا من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاویگا اس امر کا
جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہے یعنے قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں
یہ بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا
شافعی بموجب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی
شافعی ہو اور مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم فسخ نافذ نہیں خلعہا ثم قال لم انو بہ الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اسسے طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر زوج بدل خلع میں کچھ مال ذکر چکا ہے تو قضاءً

اسکی تصدیق نہو گی چاروں صورتوں یعنی الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات میں ہو اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہو طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ
تصدیق ہو گی لیکن اس صورت میں بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہیں ہو اسواسطے کہ عورت بمنزلہ قاضی کے ہو ظاہر پر عمل کرنے میں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن البحر ولا یصدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارات لانہما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ البیع والطلاق اور اگر مال مذکور نہیں ہوا تو شوہر کی
تصدیق ہو گی اس خلع میں جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہو اسواسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایہ ہیں طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہیں بخلاف
لفظ بیع اور طلاق کے کہ ان میں زوج کی تصدیق نہو گی بدون ذکر مال کے بھی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں لفظ طلاق صریح ہیں قرینہ اور نیت کی کچھ ان میں حاجت نہیں
لفظ بیع اسواسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہو زوال ملک یمین سے اور زوال ملک یمین کو زوال ملک منافع لازم ہو وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وہو ظاہر الروایۃ
الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانہ بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن تتمۃ متفرقات طلاق المحیط اور اسمیں یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے میں
اشارہ ہو نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنے بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہو گی اور یہ ظاہر الروایۃ ہو مگر مشائخ نے کہا ہو کہ نیت شرط نہیں
اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہو گیا ہو چنانچہ قہستانی میں یہ مذکور ہو متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ
مشائخ سابقین کے زمانہ میں شاید ایسا ہی ہو گا کہ خلع بجائے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہو گا وکرہ لہ تحریما اخذ شئی ویلحق بہ الابراء عما لہا علیہ ان نشز
اور اگر ناموافقت اور نافرمانی زوج کی طرف سے ہو اسکو خلع کی عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہو اور اس سے ملحق ہو ابراء دین یعنے اگر عورت کا
دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اسکی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ حق یوں ہو کہ اس حال میں مال لینا
حرام قطعی ہو لیکن اگر لیگا تو مالک ہو گا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو منہ نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاہا علی الاوجہ فتح اور اگر
نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہیں اگرچہ بہ نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت
ہو گئی ہو تو بھی مال لینا درست ہو اگرچہ خلع میں لینا دینے سے زیادہ ہو یعنے اگر مثلا دس درم مہر میں عورت کو دیئے تھے اور بیس درم خلع کی
عوض لیے تو بھی جائز ہو بنا بر اس قول کے جسکی وجہ خوبتر ہو کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لاباس یفید انہا تنزیہیۃ وبہ
یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہو اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لاباس ہونے اسکا فائدہ دیتی ہو کہ کراہت
تنزیہی ہو تو اس تقریر سے حاصل ہو گیا اتفاق دونوں قولوں کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہو سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہو اور جو نفی
کراہت کی کرتا ہو وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہو نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرہہا الزوج علیہ تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال
وسقوطہ زبردستی کی صورت پر زوج نے خلع قبول کرلینے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہو گی اسواسطے کہ رضامندی شرط ہو لازم ہونے
مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنے خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کرلیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر میں مال دینا لازم ہو گا
اور نہ مہر ساقط ہو گا ولو ہلک بدلہ فی یدہا قبل الدفع او استحق فعلیہا قیمتہ لو البدل قیمیا ومثلہ لو مثلیا لان الخلع لا یقبل الفسخ اور اگر
ہلاک ہو گیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ میں یا اسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تھا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر اسکی قیمت
دینا لازم ہو گا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اسکے مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے
جبکہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہو خلعہا او طلقہا بخمر او خنزیر او میتۃ او نحو ہا مما لیس بمال وقع طلاق بائن فی الخلع رجعی
فی غیرہ وقوعا مجانا فیہما لبطلان البدل وہو الثمرۃ کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اسکے اس قسم سے
کہ وہ مسلمانوں کے حق میں مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہو گی خلع کے لفظ میں اور طلاق رجعی ہو گی خلع کے سوا اور الفاظ میں یعنی دونوں صورتوں میں طلاق کا

واقع ہوگا صفت ہوگا بسبب جہل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمت حلالا کہذا الخل فاذا ہو خمر رجع بالمہر ان سلم
والا لاشئ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا
تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہوا اور اگر مہر دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے
تو صفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں کما لعکس علی ما فی یدی من الحیۃ ولا شئ
فی یدہا لعدم التسمیۃ چنانچہ صفت طلاق واقع ہوتی ہے اُس صورت میں کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ
اسکے ہاتھ میں کچھ نہیں صفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ سے مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنے قبض اور تصرف وکذا عکسہ
اور یہی حال اس مثال کے بالعکس میں صفت طلاق ہوگی یعنے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اُسمیں کچھ نہیں لکن لو کان
فی یدہ جوہرۃ لہا فقبلت فہی لہ علمت او لا لاضرارہا بالنفس بقبولہا لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول
کریگی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہوجائیگا عورت کو ہاتھ میں جواہر ہونے کا علم ہوا ہو یا نہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اُسکے قبول کر لینے سے وان
زادت من مال او دراہم ردت علیہ فی الاولی مہرہا ان قبضتہ والا لاشئ علیہا وجوہرۃ او ثلثۃ دراہم فی الثانیۃ اور اگر عورت نے مثال مذکور
میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اُسکے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی
صورت میں یعنے درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنے اگر مہر
مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا عورت کو کچھ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت میں یعنے درصورت ذکر دراہم کذا فی البحر ہاتھ سے مراد دونوں
صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ بقبضہ ضمیرا ہو ولو فی یدہا اقل کملتہا اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنے ایک درم
یا دو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمت دراہم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ
عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں شارح کہتا ہے کہ میں نے اسکا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا ہم صاحب نہر نے کہا کہ اصح صورت میں دراہم
واجب ہونگے نہ دینار لیکن اسکو کہیں بصرح نہیں دیکھا کذا فی حاشیۃ المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریۃ اذا لم تلد لاقل المدۃ
وبطن الغنم وثمر الشجر کالید فیما ذکر ای مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر میں نہ جنی ہو اور بکری
بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم میں مانند ہاتھ کے ہیں جو ذکر ہاتھ کا مثال سابقہ میں بطور مثال کے ہے کذا فی البحر الرائق یعنے اگر عورت نے کہا کہ میری
کوٹھری والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اُسکی کوٹھری اور صندوق میں اور
لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنیگی تو
مرد اُسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر لونڈی چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنیگی تو مرد بچہ کا مالک نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال قیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لو
علم انہ لا متاع فی البیت وانہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بہما لا یلزمہا شئ لانہا لم تطمعہ فیصیر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدم وجوب المہر اور صاحب بحر الرائق نے
کہا کہ مسائل مذکورہ میں صفت طلاق واقع ہوگی خلاصہ وغیرہا میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یوں کہا ہے کہ اگر زوج جانتا کہ کچھ اسباب کوٹھری میں یا صندوق میں نہیں یا خلع
بیچ مہر میں زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اُسپر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورت میں زوج نے کچھ لالچ نہیں دلایا تو زوج کو
عورت نے کچھ فریب نہیں دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونے کا گمان تھا پھر اُسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہیں ہے تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا اعلم طحطاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی

خالعت علی عبد ابق لہا علی برائتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا
اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر
قادر ہو اسپر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا
بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھکو تین
طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض
بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین قبلہ فلہ کل الالف
اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دے چکا تھا تو اسکو پورے ہزار ملینگے یعنے اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض
ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئے عورت کا مطلب پوری جدائی سے حاصل
ہوگیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جبکہ عورت نے کہا کہ طلقنی
علی الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی
کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند بے کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی دوسری
صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شیء لانہ لم یرض بالبینونۃ
الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاہا بالاقل فبعضہ اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی
ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہ ہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب
مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی
و قولہ لہا انت طالق بالف او علی الف فقبلت فی مجلسہا لزمہ ان لم تکن مکرہۃ ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما یجیء الالف لانہ تفویض او تعلیق
اور مرد کا عورت سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ
اسپر زبردستی نکی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا ہولائی ہے (?)
یا تعلیق ہے یعنے بالف کہنے میں ہولائی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احداکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ
دینار فقبلتا طلقتا بغیر شیء اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض
سو دینار کے سو قبول کر لیا اسکو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھپر لازم
نہیں دینا مگر سو درہم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا وان لم یقبلا لان قولہ وعلیک
الف جملۃ تامۃ فلا ترتبط الا بقرینۃ وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال فی الحاوی وبقولہما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا
لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھپر ہزار درہم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درہم دینا
قبول بھی کر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنے ماقبل سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اعراب میں خواہ واو عطف کا ہے
خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درہم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا عتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس
عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے در حالت جو

ہزار درم اور جاوی قدسی مین کہا ہو کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہو قال طلقتک علی الف فلم تقبلی فقالت قبلت فالقول لہ بیمینہ
بخلاف بعتک طلاق تک امس علی الف فلم تقبلی و قالت قبلت فالقول لہا و کذا لو قال لعبدہ کذا لک کقولہ لغیرہ بعت منک ہذا العبد
بالف امس فلم تقبل و قال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق ان الطلاق بمال یمین من جانبہ وہی تدعی حنثہ وہو ینکر اما البیع
فاقرارہ بہ اقرار بالقبول فانکارہ رجوع فلا یسمع ملخصا من شرح وہبانیۃ تاتارخانیۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے
ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے
کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین
عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد کیا تھا
سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو ہزار
درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر سے کہ مین نے بیچا تھا
تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول لائق اعتماد کے
ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہو کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہو جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول زوجہ
لازم نہین ہو اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہوا اور زوجہ مدعی ہو زوج کے حانث ہونے کی یعنے تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اسکا انکار کرتا ہو
اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا اس صورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہو کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہو قبول کا اسواسطے کہ بیع
عبارت ہو ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو گویا قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہو بیع سے تو
مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہو اور زوج نافی تو گواہ اسکے
اول ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیۃ ولو ادعی الخلع علی مال وہی تنکر یقع الطلاق باقرارہ والدعوی فی المال بحالہا فیکون القول لہا
لانہا تنکر وعکسہ لا یقع کیف ما کان بزازیۃ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہو تو طلاق واقع ہو جاویگی بسبب اقرار مرد کے
اور دعوی مال کا بحال خود ہو سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو
اور اسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنے اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہو تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنے کی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیۃ یعنے دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو مال کا
دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فرع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضہ من دینہ
او اختلفا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج نے خلع سے انکار یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلاً یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط رضا مندی
اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنے خلع کے ساتھ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنے
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونون مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین
زوجہ کہتی ہو کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہو کہ اسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتون مین اگر گواہ نہنگے تو زوج ہی کا قول
لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان بغیر بدل فالقول لہا اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہو کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادعت المہر ونفقۃ العدۃ وانہ طلقہا وادعی الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر لہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے مہر و نفقہ عدت کا

اور یہ دعویٰ کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعویٰ کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسی کے نہیں تو عورت کا قول مہر میں معتبر ہوگا
اور مرد کا قول نفقہ عدت میں مقبول ہوگا مہر میں عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجین میں بقاے مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اُسیکا ہے جو
متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت میں زوج کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اسکا منکر ہے اور بحر الرائق میں
کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت میں متفق ہیں اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونوں سے نفقہ ثابت رہتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلع امرأتیہ علی عبد قسمت قیمتہ علی مہریہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونوں عورتوں کے
معین مہروں پر مثلاً قیمت غلام کی تین سو درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا سو درم کا تو دو سو درم والی پر دو سو درم لازم ہونگے
اور سو درم والی پر سو درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اُس صورت میں ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونوں عورتوں کا ہو اور دونوں کے
مہر برابر ہوں اور اگر غلام عورتوں کا ملک ہو نصفا نصفا اور دونوں کے مہر بھی برابر ہوں تو قیمت کی تقسیم کی کچھ حاجت نہیں ہے غلام بدلہ خلع کا ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبد ہی موقوف علی قبولہا ولم یجب شیء بحر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف
رہیگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدون عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا لیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے
عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہیں ہے ویسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ العمادی وغیرہ والمبارأۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما
لکل منہما علی الآخر مما یتعلق وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الاول والمتعۃ کالمہر بزازیۃ اور
ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح میں اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مبارات یعنے ابراء جانبین اسطرح کہ
عورت کہے کہ مجھکو بری کر دے تو فلان مال پر اور مرد کہے کہ میں نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہیں ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک
کو دوسرے پر اُس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہراکر پھر عورت نے
خلع کی خواہش کی اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہے کذا فی البزازیۃ ہم یہ جو کہا کہ خلع حق
ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنے مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور یہ جو شارح نے ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط
نہیں ہوتا اسواسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بحیثیت نکاح
متعلق نہیں چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قیمت کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط نہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اسکی صورت یہ ہے کہ عورت سے
بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنے ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہر چند قیاس اسکا مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت
کے اسواسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے یہ بھی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن
ابی السعود فیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے
خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کسیکا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اُسکی یعنے میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص
ہونے برات کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنے خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہوجاتے ہیں اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا نص علیہما
فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح ویستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہا بل بعدہا فہو حقوق
متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا
ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی نے فرمایا کہ (لا تخرجوہن من بیوتہن) یعنے نہ نکالو مطلقات کو انکے رہنے کے گھر سے تا انقضاے عدت

کہ جبکہ عورت مرد کو بری الذمہ کرے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کرلیا یوں بولی
کہ میں مالک گھر کو کرایہ دونگی یا کہ اپنے مالک کے گھر میں رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابراء سے ساقط
ہوتا ہو شارح کہتا ہو کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو جیسا ہے بیان کیے یعنے (قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق) کی اسواسطے کہ نفقہ
اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد انکے واجب ہوتا ہے یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسے شارح نے لگائی ہو تو استثنا کرنے کی کچھ حاجت
نہیں تھی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہو کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہو اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہو نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثنا منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی (وقیل الطلاق علی مال یسقط للمہر
کالخلع و هو المعتمد کذا ذکرہ البزازی) اور قول معتمد یہ ہو کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہو مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہو کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ
البزازی (ولا یبرا ابرائک اللہ ذکرہ القہستانی) اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہو اور اسکا شاگرد
علامہ باقانی اور رشید الدین علی بھی اسکے قائل ہیں لیکن قارئ الہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہو اور کہا ہو کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح
ہوگا اور اکا ذروقی اسکا تابع ہو گیا ہو اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہو کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہو سو عورت
کہتی ہو کہ اللہ تجھکو بری کرے اور میں نے لکھدیا ہو کہ یہ برأت صحیح ہو بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی (قال علی شرط البراءۃ من نفقۃ الولد ان
وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن الملتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا وترضعہ حولین بخلاف الفطیم) شرط کیا زوج نے خلع
میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہو اور
عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی بحر الرائق اور
شیخ ملتقی وغیرہ سے منقول ہو کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اسکو دودھ پلائے دو برس
اسواسطے کہ شیرخوار میں قرینہ دلالت کرتا ہو کہ مدت رضاعت نفقہ اور ہر بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہو کہ اگر اسکی پرورش میں مدت مقرر
نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی (ولو تزوجہا او ہربت او ماتت
او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ) اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت
نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا لڑکا مرگیا تو زوج پھیرلے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو در صورت نکاح کرلینے
مقابلہ کورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہوگیا اور یہاں اگر لڑکے کو بھی اسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو حصہ مدت بعد عدت باقی رہی گی
اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیرلینا جائز ہو اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور در صورت ہربکی بقیہ نفقہ کو زوج پھیرلیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو
پورا نکیا ہو یا یہ مراد ہو کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہو کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنے نافرمانی کرے تا کہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے
کذا فی البحر الرائق اور در صورت مرجانے عورت کے اسکے ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھرلے کذا فی حاشیۃ المدنی (الا اذا شرطت براءتہا) اور صورت مرنے عورت
یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیرلیگا مگر اس وقت نہ لے سکیگا جبکہ عورت نے اپنی برأت شرط کرلی ہو یعنے خلع کے وقت عورت نے یہ شرط کرلی ہو کہ میں مرگئی
یا کہ لڑکا مرگیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے (ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو فطیما فیصح) اور جس صورت میں
خلع بعوض نفقہ ولد کے واقع ہوا ہو تو عورت کو جائز ہو کہ پوشاک ولد کی اسکے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہوگا جبکہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا
اگرچہ لڑکا شیرخوار نہ ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اسکے لباس کے صحیح ہو چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہو ہر چند یہ اجارہ مجہول ہو لیکن منازعت کا باعث

نہین اسواسطے کہ والد بن بسبب کثرت شفقت ولد کے اوسکے کھانے اور لباس دینے مین تنگی نہین کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولد
شہر امثلا وہی معسر فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اوسکے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت
محتاج ہو ہر مہینے ولد کا خرچ مانگیگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور یہی قول پر اعتماد ہو کذا فی فتح القدیر یعنے چونکہ عورت مفلس ہو تو ولد کے باپ سے حاکم
اسکا خرچ ضروری دلادیگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اوسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو تراضت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح
فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل امساکہ لتلک المدۃ فیرجع بہ علیہا اور فتح القدیر مین ہے
کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق مین نہ پسر کے حق مین اسواسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت مین تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردون کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کرکے دوسرے سے
نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہو اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہون عورت کے پاس لڑکے کا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہو
اسواسطے کہ یہ حق ہو ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ مین یعنے مثلا ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ
باقی جو چند مہینے ہو ولد کو کھانا کتنا اسپر خرچ ہو تو اسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا ومہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی
وہی ممیزۃ ولم یلزمہم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح مین چنانچہ طلاق واقع
ہوتی ہو اس صورت مین کہ اگر صغیرہ تمیزدار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہو
یعنے فعل غیر ضروری ہو تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال دینا لازم
نہ آویگا لیکن جبکہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کرلیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام بالم تلتزم البدل اور صحیح نہین خلع صغیرہ کا مان کی طرف سے
جبتک کہ مان اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے یعنے اصلا اور صحیح مانین خلع کرنا ولد صغیرہ کیطرح یعنی نہ باپ
خلع کرسکتا ہو نہ مان خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اسواسطے کہ بغیر طلاق کا مالک نہین تو مان یا باپ اوسکے نائب بھی نہین ہوسکتے کذا فی
حاشیۃ المدنی کما لو خالعت بالمرأۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا
فیہما شرح الوہبانیۃ چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہین یعنی امور دنیاوی مین نادان ہو تو وہ مطلقہ
ہوگی اور اوسکو مال کا دینا لازم نہوگا یہان تک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونون صورتین یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے
کہ صریح خالی از عوض ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی
فالالف علی الاب وسقوط مہرہا لا یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہوکر یعنے مال دینا اپنی ذات پر لازم کرکے
خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہوکر بسبب اسکے کہ مال کے صغیرہ پر نہ تھا اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہوا اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند
خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنے جیسے اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہو بے مدد سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی
ولایت مین داخل نہین وترجیح سقوطہ ان یحیلہا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبضہ ذلک منہ بزازیۃ اور حیلہ سقوط مہر کا
یہ ہو کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرا دین بقدر مہر کے تو اجنبی اپنے کہے کہ بدل خلع کا دینا مجھپر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اسکو جسکو
زوج سے مہر لینے کی ولایت ہو یعنے باپ کو کذا فی البزازیۃ یعنے زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو لیلے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اسطرح سے صغیرہ کا
مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شئ لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی
سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اسکو لیاقت تھی قبول کرنے کی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوا ہے اور خلع سے زائل ہوجاتا ہے
تو اسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں ہے اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے
مال حاصل ہوا ہے اور خلع سے نقصان ہوا ہے تو اسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اسکے باپ نے قبول کرلیا ہو اسکی طرف سے قول صحیح میں کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز قہ اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اور محقق نے کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا
فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر المؤجل لو کان علیہ الا لکن
علیہ من المؤجل شئ ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لان المراد معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا سو قبول کرلیا
عورت نے اور دونوں نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر مؤجل
ہنوز باقی ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دے اسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اسکو دے چکا ہے اسواسطے کہ یہ مذکور ہوچکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے
عورت کی طرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل
من ارثہ والثلث وان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہوگا اسکے
تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا سو زوج اسکو
پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر ہوگا زوج کو
ملیگا یعنے اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاویگا یہ اسصورت میں ہے جبکہ عورت عدت میں مرگئی ہے
اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہے ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث ہی
پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو
لازم ہوگا اسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنے ہنوز مال و کسب اپنے
اپنی ملک خلاصی نہیں کی لہذا اسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ و ام ولد ان باذن المولی لزمہا المال للحال فتباع الامۃ وتسعی
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو ان دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کرکے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع کیا ہے
تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا انپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا من حر صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنے خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا
تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اسکا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہوا اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہوجاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوا اور بعدم ملکیت غلام اور
مدبر کی ظاہر ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اسکی ام ولد ہوجاویگی اگر اولاد
ہوگی اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اسکی لونڈی بن جاویگی تو یہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہوجاویگی اسصورت میں ہے جب

وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہ اما اختیارا اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہو کہ اگر وہ لونڈی کا
مالک ہو تو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا
ہوگیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہو لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قباحت لازم نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متفرقہ شارح کے
قال خالعتک علی الف قالہ ثلثا فقبلت طلقت ثلثا للاتحاد التعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا
تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ
تو قبول کرے تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا تو اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا
لہذا تین بار طلاق بعوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف ان قبلت الثلث
لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع ملتقی میں ہو کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہو چار بار بعوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی بعوض ہزار کے
اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو
عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو بعوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہو تو جب چار طلاق کو عورت نے قبول نہ کیا شرط
نہ پائی جاویگی انت طالق علی ان تدخلی الدار توقف علی القبول لا علی الدخول الدار فتوقف علی الدخول قلت وفی مطلب الفرق فان ان وان دخل المصدر فتدبر زوج نے کہا
کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یوں کہا کہ انت طالق علی ان
تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان اور ان صورتوں میں جو فرق کیا
کرنا چاہیے اسلیے کہ ان اور اسکے بعد کا فعل معنی مصدر کے ہو تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہو پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت
میں تو قبول پر طلاق موقوف ہوا اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اسکے جواب میں غور و تامل کر ہم مصدر صریح اور مصدر ماول میں البتہ فرق ثابت ہو چنانچہ شیخ زادہ محقق
محشی شرح ملتقی نے نقل کیا ہو کہ مصدر صریح کا حمل کرنا محل ثانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار اور ما بعد ان میں تو حاجت پڑی تقدیر مضاف
کی یعنی انت طالق علی التزام دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق
موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر ماول کا حمل کرنا جسم ثانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انت اما ان تدخلی بدا اما ان لاتدخلی اسواسطے کہ فعل میں
ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح رہا بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی
نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجاز ہے اور جب تک حقیقت کے مجاز کی طرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال
خلعتک علی واحدۃ بالف وقالت اما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھسے خلع کیا ایک طلاق کر بعوض ہزار کے اور عورت نے
کہا کہ میں نے تجھسے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خالعہا علی ان صداقہا لولدہا او لا
او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہے گا یا اس شرط پر
خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ دونوں میں ایکا حق دوسرے پر باقی نہ رہے منجملہ
حقوق نکاح کے تو عورت کے بیٹے کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو گی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور
اجنبی کا اور پرورش لڑکا کا حق عورت پر شرعا ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت خلعت منک فقال طلقتک بانت قیل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع
چاہتی ہوں تجھسے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھکو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مقید ہے جدائی کا اور بیچ

فتویٰ دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اسواسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے
تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابراتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیا الکل فی الزیادات
انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہا وہا بائنان لکن یقع غدا بغیر شیء ان لم یعد ملکہا اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس
صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اسکو رجعی طلاق دی یعنے اس صورت میں
بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری
رجعی طلاق ہے عوض ہزار درہم کے تو ہزار درہم بدلا دونوں طلاق کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق معوض بالمہر کے واقع ہوگی اور کل دوسری
طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال نیا لازم نہوگا
اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب باقی نہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو اور اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو
دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ
مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں صحیح اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئینی
من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب ہوں
تجھسے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہے بعد اسکے کہ مجھکو بری الذمہ کرے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنے چار مہینے زوج غائب ہا سو صغیرہ نے
اسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اسکا ساقط نہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب
مہر ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازیۃ اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء
لان الخلع اوسع من البیع اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اسکو بیس درم دے یا اتنے من چاول
دے تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں معین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنے جیسے بیع سلم میں مکان حوالہ
لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ روایت بزازیہ سے مستفاد
ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے جب بیس درم زوج پر لازم آگئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہ
صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل
خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک وبشرط ان یرد الیہا امتعتہا فقبل لم یحرم ولو شرط کتبۃ الصک
ورد الامتعۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنے لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر ہے یا اس شرط پر خلع کی
درخواست کی کہ زوج عورت کی چیزیں اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اسکو قبول کر لیا تو مجرد قبول کر لینے سے عورت مرد پر حرام ہو جاویگی بلکہ حرام جب ہوگی کہ لکھدینا
زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہو لحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں غالباً عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اسکی حرمت زائد ہے بسبب
منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے وہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا
عرب ظاہر من امرأتہ اسوقت بولتے ہیں جبکہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنے تو حرام ہے ظہار کے معنی

باب الظہار

امنت میں ہر جنید اور بھی ثابت ہیں لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص ذکر کیا (وشرعا تشبیہ المسلم) فالظہار الذی عندنا اور اصطلاح شرع میں ظہار
عبارت ہو تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہیں ہمارے نزدیک یعنے حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ ثمرہ ظہار کا
کفارہ ہو اور کفارہ میں معنی عبادت کے ہیں اور حالانکہ عبادت لائق نہیں مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری
ماں ہو ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہو اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی (زوجتہ) لو کتابیۃ
او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید میں ثبوت ظہار میں (من نسائہم) کا لفظ ارشاد ہوا ہو
اور عرف میں نساء رجل اسکی زوجات کو بولتے ہیں تو کتابیہ و صغیرہ او مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ او ام ولد اور مکاتبہ
اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی الملک البتہ ظہار صحیح ہو کذا فی البحر اور فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہو کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے
جبکہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہو (او) تشبیہ (ما) یعبر بہ عنہا من اعضائہا او) تشبیہ (جزء شائع منہا بمحرم علیہ تابیدا) بوصف لا یمکن زوالہ یا ظہار عبارت ہو تشبیہ
اس عضو سے جس عضو کو عورت کی تعبیر کیجاتی ہو جیسا سر اور گردن یا ظہار عبارت ہو عورت کے جزو شائع کی تشبیہ سے ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ
حرام ہو ایسے وصف کر کہ ممکن نہیں زوال اسکا جیسا کہ وصف مادری اور خواہری کہ کبھی زوال پذیر نہیں خواہ حرمت باعتبار نسب و مصاہرت کے ہو
خواہ باعتبار رضاعت کے جزو شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہو کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اسکے اس
عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل کے واقع ہوتا ہو یا جزو شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھ
یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ (فخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بمطلقۃ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز اسلامہا)
تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہو لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاوے یا بعد طلاق کے اسکی عدت گذر جاوے تو اسکی بہن سے نکاح
جائز ہو اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہو اور اسیطرح مجوسیہ کیساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اسکے اسلام کے یعنی ہر چند
مجوسیہ مسلم پر حرام ہو لیکن اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو مرد پر حلال ہوگی تو اسکی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری (وقولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی
فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا کما فی البحر) اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہو شخص مقدر کی جو شامل ہو مرد اور عورت کو تو
مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہو تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور
اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنے ظہار کا حکم اسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہو نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ
دونون کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہو اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق میں
اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہو کذا فی منح الغفار (وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہہا بظہر ابیہ
او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء) اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق میں رد کیا ہو بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط
سے ایک یہ شرط ہو کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہان تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح
نہیں اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہو اور شرع کا حکم عورتون میں وارد ہو نہ مردون میں (نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر
والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما نوی علی الصحیح) ہان بدائع کے قول پر اعتراض
وارد ہوتا ہو خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر ایسی ہو جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور رہا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر مرد نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوا اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے ہم
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نسا کی تشبیہ میں بھی ظہار رہتا ہے تو یہ قول بدائع کے مخالف ہوا لیکن بدائع کی طرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہ کہ غرض
صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ حال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اُسکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ
بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہوا اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہ ہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع
نے اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اُسکا علی الصحیح او قول ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قنیہ میں قاضی خان
میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مثل مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ نیت نہ کریگا تو ایلا ہوا اور اگر
طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضی خان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم

کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بالظہر وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ
میری ماں اسواسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اُسکے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنے جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اُسکی پیٹھ اور باقی
اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کی طرف منسوب کر کے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان
تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت
الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ
اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسا یہاں تک کہ اگر یوں کہیگا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ
لازم آویگا کذا فی التاتارخانیۃ وظہارہا منہ لغو فلا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے
لغو ہے یعنے اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھپر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھپر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے حرمت
ہوگی اور نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنے اگر عورت ظہار کریگی تو اسپر کفارہ یمین کا لازم ہوگا
نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وہذا اذا قال الظہار کانت علی کظہر امی وان قال لم یحذف علی
کما فی النہر وراسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی
او عمتی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفے ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالباء او قریبی وقد علمت ردہ اور یہ یعنے ظہار
کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسی طرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے
کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنے ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے
چنانچہ عنق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جزء شائع یعنے تہائی یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اسکے پیٹ کے ہے یا مانند اسکی ران
کے ہے یا مانند اُسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ یہ لفظ
لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہوا اور اسمیں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو یہ کہ فرج امی کے فرج ابی اور قریبی ہے
اور تجھکو اسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنے ظہار تشبیہ حال سے صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے
محرمات ابدیہ کی اُن اعضا سے جنکو دیکھنا اسکو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم ثابت ہوگا
اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے لیس یظاہر الابانیۃ لا رجعیۃ فیحرم وطئہا علیہ و

ووطئہا

مراد ہو طلاق واقع اور ظہار صحیح نیت وقع ما نواہ اماالکنایۃ اور اگر مرد نے قول کہا کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا بجائے مثل امی کے کافی بولا اور اصطلاح ہو اگر
مثل کا لفظ محذوف کر دیا یعنے یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر اسنے بزرگ اس قول سے تعظیم وعزت کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اسکی اور جو نیت
کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق
واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار ہوگا وان لم ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنے انت علی مثل امی سے
کچھ نیت نہ کی یا کاف کو حذف کر دیا مثل کو حذف کر دیا یعنے یوں کہا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنے تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق
نہ واقع ہوگی کمتر لفظ وہم ہے اسواسطے مراد ہوا کہ حق الارکان بکلام مہمل ہے ویکرہ قولہ انت امی ویا بنتی ویا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ
سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ تو میری بیٹی اور میری بہن اور مانند اسکے جیسے خالہ اور عمہ کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں اسواسطے کہ تشبیہ سے
خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب بتشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں حدیث مرفوع ثابت ہے کہ جورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وبانت علی حرام کامی صح ما نواہ من ظہار او طلاق ویمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو شیئا لا دنی وہو الظہار
فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہوا اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب
زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اسمین تحریم کا لفظ نہیں ہے اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنے ظہار قول اصح میں وبانت علی
کظہر امی بنیۃ الظہار لا غیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہ لفظ
صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا ولا ظہار صحیح من امتہ ولا ظہار صحیح نہیں اپنی
لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اسواسطے کہ لفظ نسائکم جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف میں نساء رجل کسی کو جب
کہتے ہیں نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار
صحیح نہیں اُس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اُسکے امر کے پھر اُس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کیا بسبب عدم زوجیت کے یعنے وقت ظہار کے
وہ زوجہ نہ تھی اسواسطے کہ اسکو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اسکا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل من قال ذلک احمد
بکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا اسکے اور
کفارہ دے مرد ہر عورت کیواسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنے اگر
مرد نے قسم کہائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نکرونگا پھر ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی ظاہر من امرأتہ مرارا فی
مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار والتاکید فان مجلس صدق قضاء والا لا کما فی المعتمدۃ کذا لو علقہ بنکاحہا کما عن التاتارخانیۃ
ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اُسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار و تاکید کا کیا سو اگر چند بار
ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کریگا ہے تو قضاءً اُسکی تصدیق نہ ہوگی لیکن دیانۃً البتہ
تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ میں مذکور ہو چکی ہے
مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اُسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنے
صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اُسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم
آویگا مگر جب تاکید کی نیت کریگا یعنے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور ذکر وہ سبحابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق

خود بخود بلانیت مالک کے آزاد ہو جاویگا تو یہ اعتاق نہین بلکہ عتق ہوا اور تحریر رقبہ عبارت ہو اعتاق سے نہ عتق سے ولو صغیرا رضیعا او کافرا او مباح الدم
اعتاق غلام صحیح ہو اگرچہ غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اسطرح کہ قاضی نے قصاص مین اُسکے قتل کا حکم دیا پھر اُسکے مالک نے کفارہ
ظہار مین اُسکو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثون نے خون معاف کر دیا تو اُسکے جواز اعتاق مین اختلاف ہو فتح القدیر اور ینابیع مین کہا ہو کہ یہ جائز نہین اور شرح مبسوط مین
کرخی سے منقول ہو کہ یہ اعتاق جائز ہو واللہ اعلم کذا فی العالمگیریۃ او مرہونا یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اُسکا آزاد کرنا کفارہ ظہار
درست ہو لیکن جسقدر مال مرہون ہوگا اُتنا مالک پر دینا لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدیونا او آبقا علمت حیوتہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار
ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جسکی زندگی معلوم ہو یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد وحربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی مین جسکو مالک نے مطلق العنان
کر دیا اختلاف ہو منجملہ فتح القدیر مین ہو کہ غلام حربی کا دار الحرب مین آزاد کرنا جائز نہین اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اگر اُسکو دار الحرب مین مطلق العنان
کر دیا تو بعضون کے نزدیک جائز ہو کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے
کفارہ ادا ہوگا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہوگا او خصیا او مجبوبا او رتقاء او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی
جسکی شرمگاہ مین ایسا گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار مین جائز ہو او مقطوع الاذنین یا غلام کہ دونون کان
کٹے ہون او ذاہب الحاجبین وشعر لحیتہ ورأسہ یا غلام کے دونون ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہون او مقطوع انفا وشفتین ان قدر علی الاکل
والا لا یا غلام نکٹا ہو یا اُسکے دونون لب کٹے ہون بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہین او اعور او اشل او مقطوع احدی
یدیہ واحدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چہرا یا اُسکا ایک ہاتھ یا ایک پاؤن کٹا ہو دوسری طرف سے یعنے داہنا ہاتھ تو بایان پاؤن
یا بایان ہاتھ تو داہنا پاؤن اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤن کٹا ہوگا تو اُسکا اعتاق کفارہ مین جائز نہین چنانچہ اُسکا ذکر آگے آویگا او مکاتبا
لم یؤد شیئا وعتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جسنے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہین کیا اور مکاتب کو اُسکے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے
وارث نے یعنے اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدون ادا کئے مر گیا پھر اُسکے وارث نے مکاتب کو مورث کیطرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو
جائز نہین کذا یقع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ بصنعہ بخلاف الارث اور اسیطرح ادا ہوتا ہو کفارہ اپنی قرابتدار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلا
ظہار کا بھائی کسیکا غلام تھا اور اُسنے بہ نیت ادائے کفارہ ظہار اُسکو مول لیا تو کفارہ ادا ہوگا اسواسطے کہ مول لینا اُسکا اختیاری فعل ہو بخلاف ارث کے
کہ وہ فعل اختیاری نہین یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث مین پاوے اور بہ نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہین تو یہ
اعتاق نہوگا بلکہ عتق ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب گذر گیا و عتاق نصف عبد ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما یجئی اور آزاد کرنا اپنے نصف
غلام کو بعد نصف باقی کو کفایت کرتا ہو کفارہ کیجانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اُسکا ذکر آویگا لا یجزی فائت جنس المنفعۃ لانہ
ہالک حکما کفایت نہین کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جسکی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنے منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤن سے
چلنے کی او عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اُسکے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہوگا اسواسطے کہ وہ در حکم میت ہو اور مراد فوت منفعت سے یہ ہو کہ بالکل منفعت فوت
ہو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ مین ضرر نہ کریگا الاعمی و مجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ و مریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام
مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش مین آ جاتا ہو تو اُسکا آزاد کرنا جائز ہو ہوشیاری کی حالت مین و ایسا بیمار جسکی
صحت کی امید نہو اور جسکے دانت گر پڑے ہون اسواسطے کہ وہ بالکل بیکار نہین والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب
اور جائز نہین وہ غلام جسکے دونون ہاتھ یا دونون ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیان ہر ہاتھ کی کٹی ہون یا دونون پاؤن یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن ایک طرف سے کٹا ہو اسواسطے کہ

بھوتوں میں تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہو ومعتوہ مغلوب کا فی اور جس غلام ہر کہ بہری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر وام ولد
ومکاتب ادی بعض بدلہ لم یجز لفوات تحریرہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد اداء شئی اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اس
مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلا ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہیں ہو گیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ
تو جائز ہوا اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنے جب مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اور اُسکا مالک بہ نیت کفارہ اُسکو آزاد کیا چاہے
تو اُسکی یہی تدبیر ہو کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے ۔ واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ بعد ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا
نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اُسکی قیمت کے بواسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر میں یعنے ایک غلام کے دو مالک
تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف غیر کی ملکیت میں نقصان پڑگیا یعنے دوسرا مالک اُسکو بیچ نہیں سکتا
لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ ادا ہوگا ہاں اول اپنا حصہ آزاد نکرتا اور نصف
باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ۔ ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ بعد وطی من ظاہر منہا لامر بہ قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے
نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اُس عورت کے جس سے ظہار کر چکا ہے اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے
اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہیں فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان ملکہ وہو محتاج لخدمتہ او لقضاء دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی البحر لہ عبد للخدمۃ
لم یجزہ الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنے العبد لیوافق کلامہم ویحتمل عود ضمیرہ للمولی لکنہ یحتاج الی النقل سو اگر ظہار کرنے والا اپنے پاس کوئی جسکو آزاد کرے اگرچہ
محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اُسکو بیچکر اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ بحر میں ہے کہ
کسی کا ایک غلام ہے خدمت کیواسطے اُسکو ادائے کفارۂ ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اُسی غلام کو آزاد کرے مگر اُسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہے جبکہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام البحر تو مطلب یہ ہے یعنی غلام لنگڑا ہو تو اُسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر
یکون کی عبد کیطرف پھیر کر یہ مطلب جو ہے کہ اسواسطے ذکر کیا تاکہ کلام بحر کا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی سوئی کیطرف
پھیر تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی محتاج ہوگی یعنے تاوقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل نہ
اس بیان میں ثابت ہوگی احتمال اخیر نامقبول ہے جسکہ عبارت جو ہے کی بظاہر مخالف ہے بدائع کے لہذا شارح نے اُسکی توجیہ معقول کر دی تاکہ اختلاف مندفع ہو جاوے
ولا یعتبر مسکنہ اور گھر کا معتبر نہیں یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمیں وہ رہتا ہو تو پھر اُسکا بیچنا اُسکی قیمت سے اور کفارۂ ظہار کیواسطے غلام کا خریدنا ضروری نہیں اسیلئے کہ
مکان ضروریات میں داخل ہے تو اُسپر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو
اور اُسپر اتنا ہی قرض ہو تو قرض کو ادا کرنے تو اُسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ اعتاق پر قادر نہیں اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہیں کیا تو اسمیں دو قول ہیں
ایک قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہوا اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہیں ولو المال غائبا انتظرہ اور اگر اُسکا مال غائب ہو یعنے مثلاً سفر میں ہو تو اُسکے
حصول کا منتظر رہے جب آجاوے تو غلام خریدکر کے آزاد کرے ۔ ولو علیہ کفارتان فی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما ثم اعتق عن الاخری لم یجزہ ولو عکس جاز اور اگر مرد پر کفارے
ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اُسکے ملک میں ایک ہی غلام ہو سو اُسنے ایک کفارے سے روزے رکھے اور دوسرے کفارے سے غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ
ہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارۂ اعتاق بلاشک صحیح ہے اور ایکے عکس جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور بعد کو دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے
اسواسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین ولو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال الا اتستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے
روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور دونوں مہینے انتیس انتیس دن کا ہوا تو اٹھاون دن کے روزوں سے کفایت کرینگے ورنہ

محتاجوں کو تملیک طعام کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلے دو وقت کھلا دے یا دن چڑھتے انکو کھلا دے اور دن ڈھلے وقت
کھانے کی قیمت دے یا اسکے برعکس کرے یعنے اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلا دے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن
ڈھلے کھلا دے یا دن ڈھلے اور سحر کے وقت کھلا دے اور پیٹ انکا بھر دے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت آسودہ کر کے کھلا دے تو جائز ہے بشرطیکہ ساٹھوں
جو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ یعنے گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہیں [illegible] سالن بھی آسودگی ہوتی ہے [illegible]
جو اور جوار کے کہ انمیں بدون سالن کے پیٹ نہیں بھرتا ہے تملیک طعام اور اباحت طعام میں یہ فرق ہے کہ تملیک طعام میں محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے
اور اباحت طعام میں محتاج مالک نہیں طعام کا کچھ اسمیں تصرف نہیں کر سکتا فقط کھانے کا اسکو اختیار رہا اور اباحت طعام میں مقدار اطعام کی کچھ مقرر نہیں نصف صاع میں
آسودہ ہو جاوے خواہ کمتر میں بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہیں کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجة چنانچہ یہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دے
ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہو بسبب تجدد حاجت کے یعنے ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہوتا ہے تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ عنقریب گذر چکا ولو
اباحة كل الطعام في يوم واحد اجزاه عن يومه ذلك فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کر دیگا ایک دن میں تو فقط اسی ایک
دن کو کفایت کریگا بالاتفاق یعنے مظاہر ساٹھ محتاج کا طعام دینا [illegible] كذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح ذكره الزيلعي
لفقد التعدد حقيقة وحكما اور اسیطرح جبکہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن میں بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنے ایک دن میں ایک شخص کو
ساٹھ بار دینا کفایت نہیں کرتا اسسبب سے کہ نہ تعدد حقیقی اور نہ حکمی ہے کہ نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہو نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہو امر غيره ان يطعم عنه
من ظهاره ففعل الغير ذلك صح وهل يرجع ان قال على ان ترجع رجع وان سكت ففي الدين يرجع اتفاقا وفي الكفارة والزكوة لا يرجع على المذهب امر کیا مظاہر نے
کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کی طرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اسکے امر کے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے یعنے کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور
یہ غیر آدمی بقدر طعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر مظاہر نے [illegible] کہا تھا کہ مجھسے لیجیو تو پھیر لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو دین میں
یعنے ادائے قرض میں بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوة میں نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے كما صحت الاباحة بشرط الشبع في طعام الكفارات سوى القتل
في الفدية لصوم وجنايات حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارات کے طعام میں سوا کفارہ قتل کے اسواسطے کہ کفارہ قتل میں طعام کا حکم
نہیں اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایات حج میں [illegible] شیخ فانی [illegible] نصف صاع کے حالت تملیک میں [illegible] بقدر سیری کے حالت اباحت میں
جیسے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اسکے عوض [illegible] ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اسکو پیٹ بھر کھلا دے یا تین روزے رکھے
جاز الجمع بين الاباحة والتمليك اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلا دے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے
یا بیس محتاجوں کو بطور اباحت کے کھلاوے اور چالیس کو نصف نصف صاع گیہوں تملیک کرے دون الصدقات والعشر مذکورہ صدقات اور عشر میں یعنی زکوة اور صدقہ فطر اور عشر میں
اباحت صحیح نہیں بلکہ تملیک انمیں ضروری ہے والضابط ان ما شرع بلفظ الاطعام والطعام جاز فيه الاباحة وما شرع بلفظ الايتاء والاداء شرط فيه التمليك اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت
اور عدم اباحت کا یہ ہے کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہے تو اسمیں اباحت جائز ہے اور جو بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہے تو اسمیں تملیک مشروط ہے تو کفارہ ظہار
کفارہ یمین [illegible] کفارہ افطار اور کفارہ صید [illegible] قرآن مجید میں اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور طعام عبارت ہے تمکین سے یعنے طعام پر محتاج کو قادر کر دینا
خواہ اباحت ہو خواہ تملیک اور زکوة وغیرہ صدقات میں لفظ ایتا اور ادا وارد ہوا اور ایتا اور ادا کے معنی دینے کے ہیں لہذا انمیں تملیک شرط ہے اباحت کافی نہیں
حرر عبدين عن ظهارين من امراة او امراتين فلم يعين صح عنهما ومثله في الصحة الصيام اربعة اشهر والاطعام مائة وعشرين فقيرا
لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلاموں کو دو ظہار سے خواہ دونوں ظہار ایک عورت سے کیے ہوں یا دو عورتوں سے اور مظاہر نے معین نہ کیا

فرق درمیان اباحت و تملیک ۱۲

کفارہ معتبر ہوتا ہین بلکہ کفارہ دینے کے وقت مقدور ہو تو روزہ رکھنا جائز نہین اگرچہ وقت وجوب کے وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہو تو روزہ رکھنا درست ہو اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اُسکو مقدور تھا اطعم ماتہ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن مین ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف طعام سے تو دوبارہ کھانا کھلاوے انہین سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھے کھلاوے یا دن ڈھلے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہو اعادہ طعام ضروری ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنے اباحت طعام مین ساٹھ محتاجون کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہو تو ساٹھ محتاجون کا شمار ایک سو بیس کے ضمن مین تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار مین جائز نہین کھانا کھلانا اُس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ دیگا اور شکم سیر کا ہے یہ مضمون مکرر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب مین بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہین تو اسمین دودھ چھوٹنے والا لڑکا بھی داخل تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا ہو کہ محتاجون کا پیٹ بھر دینا شرط ہو حالانکہ شکم سیر مین یہ حاصل نہین تو اُسکا کھلانا بھی جائز نہین

باب اللعان

یہ باب ہو لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد وسمی بہ لا بالغضب للعنۃ لفظہ قبلہا وسبق من باب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہم وزن ہے یعنے لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہوا اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پھینکنے اور دور ڈالنے سے یعنے رحمت الٰہی یا مراتب الیمین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا نہ بغضب جا لاکہ لعنت اور غضب دونو لعان مین ذکور ہے مین بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی سبب ہے ہر حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق مین اترا قولہ تعالی والذین یرمون ازواجہم الآیۃ سورہ نور مین ہے جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاویں اور انکو گواہ نہوا انکی ذات کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچوین بار یہ کہے کہ اللہ کی لعنت اسپر اگر وہ جھوٹا ہوا اور عورت سے یون ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچوین بار یہ کہے کہ اللہ کا غضب اسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادات اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیون سے مانند چار گواہون زنا کے ایسی گواہیان جو موکد اور مستحکم ہون قسمون سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر مشتمل ہو چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ مین مذکور کیا ہے اور درر المنتقی مین کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہین جو جانب مدعی سے مقرر ہو مگر لعان اور قسامت مین کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب اردع لہن یعنی پانچوین گواہی مرد کی مقرون بلعنت ہو اور عورت کی پانچوین گواہی مقرون بغضب ہے عورت کو لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہوا کہ عورتین اپنی گفتگو مین اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہین اور قاعدہ ہو کہ جس چیز کی عادت ہو گئی اُس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہو تو غضب کا لفظ انکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہاداتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہاداتہا مقام حد الزنا فی حقہا ای اذا تلاعنا سقط حد القذف وحد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالحد بل اشد مرد کی گواہیان قائم مقام ہین حد قذف کے اسکے حق مین اور عورت کی گواہیان قائم مقام حد زنا کے اسکے حق مین یعنی جبکہ دونو نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنے تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جھوٹی بات مین خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہو اسواسطے کہ صحیح حدیث مین ثابت ہو کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑتی ہو بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا مین تکلیف ہو اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونون مین تکلیف ہو وشرطہ قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا لا فاسدا وشرط لعان کی قیام زوجیت ہو اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کو قذف لعان کا موجب نہین بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح وسببہ قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ خصت بہ لکلا نہا ہی المقذوفۃ فتم لہا شروط الآن اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہو مرد کا اپنی زوجہ کو

ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنے عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعویٰ پر گواہ نہوں
اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت بمخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اُسی پر لگی ہو تو شروط احصان کی اُسکے واسطے چاہیے ورکنہ شہادات مؤکدات
بالیمین اللعن اور لعان کا رکن گواہیاں ہیں جو موکد بقسم و لعن ہوں وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینہما لحدیث
المتلاعنان لا یجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنے بعد تلاعن کے وطی اور مساس
حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور بحکم لعان کے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت ہے دارقطنی نے
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان ابدا یعنے مرد اور زوجہ لعان کرنے والے جب
جدا ہوں تو مجتمع نہوں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی ہر چند قوی نہیں لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی
اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنے والے کبھی مجتمع نہوں یعنی جب تک لعان کی حقیقت پر
اصرار کریں تو بالاتفاق نہیں اتفاق کا ہے نہیں ہوسکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کی ہے تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح
درست ہے اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی
دینے کا اہل ہو یعنی مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہیں ومن قذف بصریح الزنا فی دارالاسلام زوجتہ الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی
عدۃ الرجعی العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ بان لم توطأ حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد بلا اب جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دارالاسلام میں اپنی زندہ زوجہ
جو کہ منکوحہ ہو بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہو فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت نہ اسطرح پر کہ اسنے کبھی
حرام وطی نہ کی ہو ایکبار بھی بسبب شبہ حلت کے اور نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو … مذکور سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے
اور تعریض فی دارالحرب اور قذف مردہ … اور قذف غیر عفیفہ … سے لعان ساقط ہو وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم فخرج نحو قن وصغیر
وخرج الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء … ہیں حضرت مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل
ہو گیا اس قید میں اندھا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ دونوں اہل ہیں ادائے شہادت کے او من نفی نسب الولد منہ او من غیرہ یا جسنے نسب لڑکے کی اپنے سے
نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنے یوں کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہیں اور نہ اُسکے زوج سابق کا وطالبتہ او طالبہ الولد بنفی نسبہ ای بموجب القذف وہو الحد
عند القاضی ولو بعد العفو والتقادم فان تقادم الزمان لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جوہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا
یا مطالبہ کیا ہو اُس سے ولد منفی النسب نے اُسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنے عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ
بعد عفو اور گذرنے مدت کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق العبد ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مطالبہ … کہ زیادہ
مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد میں کذا فی الجوہرہ لعان میں مطالبہ اسواسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکرے گی تو
لعان ساقط ہو جاویگا کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والافضل لہا الستر وللحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہئے کہ
عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنے عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ … مشہور نہو … خبر لمن ای ان قذف … او ثبت قذفہ بالبینۃ لما انکرہ
لا بینۃ لہا الحلف … سقط اللعان لفظ اشہد کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگائے وہ لعان کرے اگر اقرار قذف کا کرے
یا اسکا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہوں تو مرد سے قسم لی جاویگی اور لعان ساقط ہو گیا …
الدعوی … آویگا فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاویگا یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنے

ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغگوئی کو ظاہر کرے تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنے اسی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ

بلعانہا اعادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح بحصول المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اسکی بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکو تقدیم

چاہیے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کرا چکے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کر دے

دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کو یعنے تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار و الا جنبیۃ حتی یلاعن او تصدقہ

فینتفع باللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کی

تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ لعان کرنا دفع ہوگا و لا تحد و ان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی اگرچہ مرد کی چار بار

تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے ہے کہ اسکو لعان نہ کرنا پڑے و لاینفی النسب لانہ حق الولد فلا

یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب ولد کی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو

زوجین کی تصدیق نہ ہوگی اسکے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا و لو امتنعا حبسا و حملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد لعان کیے زوجین نے

لعان سے انکار کیا تو وہ دونوں قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے

وہ دونوں محبوس نہ ہونگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا و استشکل فی النہر حبسہا بعد تمنعہا لعدم وجوبہ علیہا حینئذ اشکال کیا ہے نہر الفائق

میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب واجب نہ ہونے لعان کے عورت پر اس وقت میں یعنے جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اس وقت

اسکی حبس کی کیا وجہ فلا معنی اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمیں عورت محبوس ہوگی کیا وجہ

اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد میں

امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر مرد امر عند طلب اللعان نکریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج بعد قذف

کے ہو اور زوجہ بعد لعان زوج کے و اذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ و کان اہلا للقذف ای بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی

من جہتہ فان القذف صحیحا حد و الا فلا حد و لا لعان اور جبکہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب غلام یعنے رقیت یا کفر کے اور اہل قذف کا یعنے بالغ و عاقل اور

بولتا ہو تو اسپر قذف کی حد ماری جاویگی اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنے شروط قذف کی جامع ہے تو مرد کے

حد ماری جاویگی اور اگر قذف ان کی شروط کا حامل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہو نہ لعان و ان صلح شاہدا و ہی لم تصلح قاذفہا بان کانت ممن لا یحد

قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی و لا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب بزازیہ بحثا اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور

حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنے صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانے کی بار کھا چکی ہے اور ایسی زوجہ نہیں جسکے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے

یعنے عفیفہ نہیں اگر ہو تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاویگا تو اسپر بھی حد نہیں ہوگی نہ زوج پر چنانچہ حد

نہیں ہے ویسے لعان بھی نہیں اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں ہے تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیا جاویگا اسلیے کہ سد باب کیا یعنے

تعزیر اسلیے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنے عدم حد اور لعان بتصریح ہے اسکی جو اسکے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا

یعنے من قذف و جہتہ العفیفۃ و یعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا و ہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او عتقت فلا حد و لا لعان زیلعی اور معتبر ہے محصنہ

ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوگئی تو زوج پر نہ حد ہے

نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے حد ہو نہ لعان اور بعد اسلام یا آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہیں کہ حد ہو یا لعان و یسقط اللعان

بعدہ ہو یہ بالطلاق البائن ثم لایعود بتزوجہا بعدہ لان الساقط لایعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے
لعان مرد پر واجب تھا پھر اسنے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پھر لعان عود نکریگا اسکے نکاح کرلینے سے بعد طلاق کے اسواسطے کہ جو چیز ساقط
ہوگئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اسواسطے کہ زوجیت قطع ہوگئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اس سے نکاح کریگا تو
بھی حکم لعان عود نکریگا وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولایعود لو اسلمت بعدہ اور اسیطرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اسکی شبہہ کی
وطی سے اور اسکے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہوجاوے بعد اسکے ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف
کی موت سے اور اسکے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مرجاویں یا غائب ہوجاویں تو لعان ساقط ہو ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد اور ساقط نہیں ہوتا
لعان اگر اندھا ہوجاوے شاہد یا فاسق یا مرتد ہوجاوے ولو قال لہا زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای الجنون معہود فلا لعان لاسنادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے
کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اسکا معلوم ہے تو لعان نہیں ہے اسلئے منسوب ہوتا ہے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنے
لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل منہا فیلاعن
لاقتصارہ فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا ہے اور حالانکہ عمر زوجہ کی
چالیس برس سے کم ہو مثلاً بیس یا تیس برس کی ہو اسواسطے کہ اب دونوں لعان کرینگے اسواسطے کہ اکتفا کیا زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ زنا قبل ولادت
عورت کے متصور نہیں پس حقیقتہً نہ سمجھا گیا تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہگیا اور یہ موجب ہو لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی وصفتہ ما نطق
النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ اور صفت لعان کی وہ ہے جسکو قرآن اور حدیث ناطق ہے ہر طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی دونوں کو باہم روبرو کھڑا کرے اور اول زوج سے
کہے لعان کر تو زوج چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ خدا کی لعنت ہو مجھ پر اگر
میں جھوٹا ہوں اسکی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار بار یوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف
زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب ہو مجھ پر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں یہاں اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت
دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ہونا اور ایسی لعنت کافروں کو مخصوص ہے مسلمانوں کے حق میں ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ہونا
سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ
ویفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ یعنی پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاویگا
بسبب جدا کردینے حاکم کے یعنے فقط لعان سے بدون تفریق حاکم کے جدائی نہوگی لہذا دونوں باہم وارث ہونگے قبل تفریق اس حاکم کے جسکے سامنے لعان واقع ہوا اور
اور حاکم جدائی کرواوے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہوں اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہوچکا ہے کہ لعان کرنے والوں میں ملاپ نہیں کذا ذکرہ الشمنی ولو زالت
اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والالا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہوگئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہو جو امید
کہ اسکا دور ہونا متوقع ہو جیسے جنون تو حاکم دونوں کو جدا کردے اور اگر زوال اہلیت کا متوقع الزوال نہیں جیسے زوج اپنے تکذیب کی یا دونوں میں سے
کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اسپر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہوگیا تو ان صورتوں میں حاکم
دونوں میں تفریق نکرے بسبب باقی نہ رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما وکل بالتفریق فرق تاتارخانیۃ ومفادہ انہ اذا لم یوکل
ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک انمیں سے غائب ہوگیا قبل تفریق کے اور کسیکو اپنا وکیل کیا تفریق کیواسطے تو حاکم حکم تفریق کا کردے کذا فی
التاتارخانیۃ اور اس قید سے مستفاد ہوا کہ اگر غائب کسیکو وکیل اپنا نکرجاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اسواسطے کہ قضا علی الغائب درست نہیں

اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالیٰ پھر اگر بعد لعان کے
حاکم نے تفریق نہ کی یہانتک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کراوے اور تفریق کرے یعنے حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا
جائز نہیں بخلاف امام محمدؒ کے کہ انکے نزدیک اعادۂ لعان شرط نہیں ہے بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینہما بعد وجود
الاکثر من کل منہما صح ولو بعد الاقل ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اُسنے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین
لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اکثر بمنزلہ کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنے ایکبار یا دو بار کے بعد تفریق اُسنے کر دی تو تفریق
صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانہا نفذ لانہ مجتہد فیہ تاتارخانیۃ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما ہو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی
حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہو گی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنے ہر چند
امام اعظمؒ کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اسمیں قید لگائی ہے غیر
قاضی حنفی کی یعنے اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہو گی خواہ مدعین حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی
مذہب قاضی بھی تفریق کریگا تو نافذ نہو گی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں ہے وحرم وطیہا بعد اللعان قبل التفریق لما مر ولہا نفقۃ
العدۃ اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنے متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا
مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان
حتی لو علق وہی امۃ او کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زنا وہ ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو
اُسکے باپ سے نفی کرے اور اسکی ماں سے اسکو ملادے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جسمیں لعان جاری ہو سکتا ہے یہانتک
کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھیرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہو گی بسبب عدم تلاعن کے عدم صحت
نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نہ نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہو گا اور نسب کی بھی نفی نہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النہر والبحر اما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں بتفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی ابھی بیان
مختصر ہو چکی ہیں شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحتاً یا دلالتاً چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ
سابقہ میں اسکی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً حکم نہ ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
فان اکذب نفسہ ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبہ حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحتاً تکذیب نہ کی ہو دلالۃً کی
اس طرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ کر مر گیا سو اُسکے نسب کا اُسنے دعویٰ کیا تو اسکو حد قذف کی ماری جاویگی ولہ بعد ما اکذب نفسہ ان ینکحہا
حد او لا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کر لے اُس عورت سے کہ حد قذف کی اسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان
باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی وکذا ان قذف غیرہا فحد او صدقتہ او زنت وان لم تحد لزوال العفۃ والحاصل ان لہ
تزوجہا اذا اخرجا او احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسیطرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اسپر حد قذف کی ماری گئی
یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اسپر حد زنا نہ ہوئی ہو یہ نکاح جائز ہو گا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا
بعد لعان کے جائز ہے جبکہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او واحد منہما لفوات الرکن وکذا الخرس لو طرا بعد اللعان قبل
التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئہا بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک انمیں سے

کوئی گونگا ہو اگرچہ گونگی پیدائشی نہ ہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب تفریق ہو گی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہ کے ساتھ کم
ہونے رکن لعان کے یعنے اشہد کا لفظ اور رکن ہو لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ لفظ اشہد کا ضرور ہو لہذا ہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہیں
ہم جب زوج گونگا ہو گا تو اسکو حد قذف نہ ماری جاوے گی اسواسطے کہ اسکی قذف میں شبہ ہو گا لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل
کی نفی سے بسبب تیقن نہ ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو و لو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ یعنی کانہ قال ان کنت حاملا
فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کے تھوڑی مدت کے یعنے وقت قذف سے کمتر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے
نزدیک لعان ثابت نہیں نہایۃ الامر یہ ہے کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہو گی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں اور قذف
کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہو گا و تلاعنا بقولہ زنیت و ہذا الحمل منہ للقذف الصحیح اور دونوں لعان کریں
زوجین یوں کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے لعان کریں بسبب صحیح قذف کے یعنے اس مسئلہ میں صریحا زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہیں حمل کی نفی ہے نہ
زنا کی نسبت و لم ینفہ الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اسکی ولادت کے یعنے بدون
ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر بسبب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوا کہ سنن
ابی داود میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم
کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ حاکم نہ کرے اسکا جواب شارح نے اپنے اس قول میں دیا و نفیہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام لولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنے حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ میں
لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم نا ممکن ہو متصور نہیں و نفی الولد الحی عند التہنئۃ و مدتہا سبعۃ ایام عادۃ و عند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح و بعدہ
لا لاقرارہ دلالۃ و لو غائبا فحال علمہ کحال ولادتہا اور مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مبارکبادی دینے کے سات دن ہیں بحسب
عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خرید کرنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہوا اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اسکے اقرار کر لینے کے بطور
دلالت حال کے یعنے سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ فرزند کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اسکا مسموع نہو گا اور اگر مرد غائب تھا اور لڑکا اسکی غیبت میں
پیدا ہوا تو اسکے علم آنیکی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنے جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسے ہی غائب کو بعد دریافت کے سات دن تک نفی
صحیح ہے نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنے چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایہ و لاعن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف و
تحقق اللعان بنفی الولد و ان لم ینف النسب فقولہ فیہما و نفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنے جہاں کہ نفی صحیح ہے
یا نہیں صحیح ہے بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہوا تو مصنف کا
قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اسکا نسب نفی کر دے سو اپنے اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت نفی کے یعنے جب نفی ولد کی بحالت شرائط
نفی کے صحیح ہو تب نفی و لو نفی اول التوامین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ اور اگر نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب
کیا دوسرے توام کا تو اسکو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے اور توامان دو لڑکوں کو کہتے ہیں جنکی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو
جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اسلئے کہ اقل مدت پوری حمل کی
چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنے اگر اپنے قول سے نہ پھر جاویگا تو حد جاری جاویگی شیخ
رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بے موقع ہے اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اسکو تکذیب نفس لازم ہو گئی اسواسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قائل ہے حکما

اب بھی کیا اسکا اس قول سے سقوط حد نہیں اور یہ واسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور دُرر اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا شاید کہ یہ
لفظ کاتب کے غلط سے ہو انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی **وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ** اور اگر سابق کے برعکس کیا یعنے اول توام کے نسب کا اقرار کیا
اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنے نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنے جب اول کا اقرار کیا
تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہٰذا لعان واجب ہوگا **ولیثبت نسبہما فیہما لانہما من ماء واحد** اور نسب دونوں لڑکوں کا
دونوں صورتوں میں ثابت ہو اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہیں تو ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں **ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد فنفی الثانی
واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ** اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے شوہر نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول و ثالث کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف کے
جو نفی ہوا ہے اور وہ تینوں لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں تو ادب سے روایت فتح القدیر یہاں لعان ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ
حد ہے سو لائق اعتماد کے نہیں کہ القول ما ہے جسے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی یحد وہم بنوہ کموت احدہم** شمنی اور
اگر ولد اول و ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اسپر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اسکے بیٹے ہیں مانند مرجانے ایک لڑکے کے
کی ذکرہ الشمنی یعنے اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مرجاوے تو اسکا نسب نفی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو باقی کا
بھی ثابت ہوگا **مات ولد اللعان لہ ولد فادعاہ الملاعن ان مات ابنہ عن ابن لم یثبت نسبہ ابدا وان کان انثی لا لاستغنائہا بنسب ابیہ خلافا لہما**
ابن ملک مرگیا ولد اللعان کا اور اسکا ایک لڑکا ہو یا لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کے نسب کا دعویٰ کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا
تو اسکا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ ہرچند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اسکا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعویٰ ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے
اثبات نسب الابیت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اسکا نسب ملاعن سے نہ ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد بنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنے ہرچند ماں اسکی
ثابت النسب نہیں لیکن اسکا باپ تو ثابت النسب ہے تو اسکی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ بچہ اپنے نسب کا باپ ہی سے ہوتا ہے ماں سے
بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **الاقرار بالولد الذی
لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ** بحر اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اسکے نطفہ سے نہیں حرام ہے مانند سکوت کے یعنے جب معلوم ہو کہ
یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اسکو اپنا بیٹا کہنا یا یہانتک سکوت کرنا کہ لوگ اسکو اسکا بیٹا کہنے لگیں تو یہ اقرار اور سکوت حرام ہے واسطے ملا دینے نسب اس کے
جو اسکے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنے نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جو اپنے نطفہ سے نہو اسکی صاف نفی کر دے تاکہ خلط نسب نہو جاوے و سنن ابی داؤد
میں ابوہریرہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم میں اسکو ملا دیگی جو اس قوم سے نہیں ہے ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا
ظاہر کریگی اسکو خدا بہشت میں نہ داخل کریگا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کریگا خدا اسکو اولین و آخرین میں فضیحت کریگا **وفیہ متی سقط اللعان بوجہ او ثبت
النسب باقرار او بطریق حکم لم ینتف نسبہ ابدا** اور بحر الرائق میں ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایکبار کے اقرار سے یا ثابت ہو چکا
بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل میں اسکا نسب کبھی نفی نہیں ہوسکتا **فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی
بعد ذلک** سو اگر شوہر نے ولد زوجہ کی نفی کی اور ہنوز لعان نہیں کیا یہانتک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے لڑکے کو عیب لگایا یعنے یوں کہا کہ یہ لڑکا اسکے
زوج کا نہیں سو اجنبی پر بسبب قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب لڑکے کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعاً تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد اس لڑکے کا
نسب نفی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمناً ثابت ہو گیا اھ یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے **نفی نسب التوامین ثم مات احدہما عن توامہ وامہ و
اخ لام فالارث اثلاثا فرضا وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم بجعلہم ان نفیہا یخرجہ عن کونہ عصبۃ** او ر

بحر الرائق میں شرح تخلیص سے منقول ہو کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک اُنمین سے مرگیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو اون تینو وارثون کا ارث تین ثلث سے ہوگا باعتبار فرض و رد و بابنیے کے اسطرح کہ ماں کا چھٹا حصلہ رہ دونون بھائیون کا تہائی باقی رہا الف میں سوانہین تینون کو پھیر دیا جائیگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونون توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبیت کا سو نیکے باہر نہ دونون توام ایک نطفہ سے پیدا ہین لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہین ہوسکتا اسواسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی

تا قلا عن البحر قال و قد صرحوا بقاء نسب بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث و النفقۃ فقط حتی لا تقبل شہادۃ و عودہ خیر الشامی وان صدقہ الولد

انتہی کہا صاحب بحرالرائق نے اور البتہ تصریح کردی ہو فقہانے و لدالعان کے بقا نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام میں یعنے و لد منفی میں جمیع احکام و لد کے ثابت ہین بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنے زوجیت کے مگر دو حکم میں اُسکی ولدیت ثابت نہین ایک وراثت میں اور ایک وجوب نفقہ میں فقط یعنے نہ مرد ولد کی وراثت پا سکتا ہی نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہین بلکہ اُسکی ماں پر واجب ہو وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولد کے ثابت ہین یہان تک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسیکو اس لڑکے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہین چنانچہ ثابت النسب میں صحیح نہین اگرچہ لڑکا اُس شخص کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اُسکا دعوی صحیح نہین انتہی کلامہم فتاوی عالمگیری مین وغیرہ سے منقول ہو کہ ولد ملاعنہ بعض احکام میں ثابت النسب ہو چنانچہ اسکی گواہی ملاعن کیواسطے مقبول نہین اور نہ ملاعن کی گواہی اُسکے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہین اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کا جائز ہو اور ولد و فرع ملاعن کے فرع پر حرام ہو یعنی کلی جنبی نہ ہوگا و دعوی نسب اُسکا صحیح نہین با وجود تصدیق کے کذا اور بعض احکام میں ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہو یعنی ارث و نفقہ مین

قلت قال البہنسی الا ان یکون من یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہو بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب لدا لعان کا غیر ملاعن کو صحیح نہین مگر اس صورت مین صحیح ہو کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے مترجم طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی فقیہ کیطرف نسبت نہین کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنے یہ شنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہو تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہین ۔

باب العنین وغیرہ

یہ باب عنین یعنے نامرد وغیرہ کے احکام مین ہی غیر عنین مین خصی اور مسلول اور خنثی مشکل اور مجبوب اور شیخ کبیر اور شکاز داخل ہین شکاز ہم نے اون نامردون کو کہتے ہین جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلہ تناسل کو استادگی نہو کہ جماع کر سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لا یقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ عنن وہ یعنے عنین بوزن سکین لغت مین اُسکو کہتے ہین جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مجبور اور ممنوع جماع سے اور جمع اُسکی عنن ہو و شرعا من لا یقدر علی جماع فرج زوجتہ یعنی لمانع منہ ککبر سن او سحر اذ الرتقاء لا خیار لہا للمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع مین عنین اُسکو کہتے ہین جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہو تو جو شخص اور فرج پر قادر رہا اور جلی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہو یعنے عدم قدرت بسبب قصور عمر کے ہو چنانچہ زیادہ بڑھا یا جادو اسواسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اُسکو اختیار تفریق کا نہین ہو اسواسطے کہ اس صورت مین نقصان عورت کی طرف سے ہو نہ مرد کیطرف سے کذا فی الخانیہ اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا او مقطوع الذکر فقط او صغیرۃ جدا کالزر و قصیرا

لا یمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر و فیہ نظر جبکہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنے مقطوع الذکر و خصیتین یا فقط مقطوع الذکر پاوے یا زوج کے آلہ تناسل کو نہایت صغیر پاوے جیسے قمیص کی گھنڈی اور اگر آلہ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اُسکو اندرونی فرج مین داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہین کذا فی البحرالرائق اور اسمین بحث اور گفتگو ہو یعنے جب بیٹھ گیا ہی کہ وہ مثال پر قادر نہو تو وہ شخص مقطوع الذکر کے برابر اسکے کیسا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار ہو کذا فی شرح الوہبانیہ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحرالرائق سے ہو بعد نقل

عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ونفی الولد اور بحر الرائق میں ہو کہ مجبوب مانند عنین کے ہو
مگر دو مسئلوں میں ایک تاجیل میں یعنے عنین کی فرقت میں مدت ہو اور مجبوب میں مدت نہیں اور دوسرا لڑکا ہونے میں یعنے مجبوب کی زوجہ کے
اگر لڑکا پیدا ہووے دو برس تک بعد تفریق کے تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل ہوگی اور عنین میں تفریق باطل ہوجاویگی ہم
بحر الرائق میں یہ بھی مذکور ہو کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہیں بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب بار صحت مجبوب بشرطیکہ نہیں بخلاف عنین کے
کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء و قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی
کر دا دیوے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اسکی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہو اور قبل نکاح کے
زوج کا حال بھی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح کے اُس حال پر راضی نہو گئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اُسکو نہیں بلکہ اُسکے
مالک کو ہو اور اگر صغیرہ ہو تو تا بلوغ تفریق نہو گی کہ شاید وہ راضی ہوجاوے اور اگر اُسکی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی
طرف سے ہو تو اُسکا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جانکر راضی ہوئی تو بھی اُسکو طلب فرقت میں اختیار نہیں ہیہنا فی الحال ولو المجبوب
صغیرا لعدم فائدۃ التاخیر مجبوب اور اُسکی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کروادے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ
تاخیر کے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ سو اگر ایکبار عورت سے جماع
کرنے کے بعد اُسکے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایکبار جماع کرنے کے بعد تو دونوں صورت میں تفریق نہ کیجاویگی
بسبب حاصل ہوجانے عورت کے حق کے ایکبار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہو نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن
جامع قاضیخان اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی میں کچھ گناہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیۃ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنے
جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہیں سو مجبوب نے اُس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہوجاویگا نسب اُسکا بعد اسکے عورت کو
مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اُسکو جدائی میں اختیار ہو کذا فی التاتارخانیۃ ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ لانزال
بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اُسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال
انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہو بسبب بقاء مجبوبیت کے ولو کان عنینا
بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج
عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اُسکی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال
اُسکی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اُسکے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہو تفریق گواہوں سے یعنے گواہوں نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار
کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت
کے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہو گیا امام زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہو پھر تفریق
کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہیں جواب اس اعتراض کا یہ ہو کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہو اور
تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہو بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہو اور تفریق تھی
باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اسمیں عورت پر تہمت ہو ابطال قضا کی یعنی احتمال ہو کہ عورت جھوٹا اقرار

اسواسطے کہ رتق ہوکہ قاضی کا حکم باطل ہوجاوے لہذا اُسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وجدتہ عنینا ہو من لایصل الی النساء لمرض
او کبر او سحر ویسمی المعقود وہی بانیہ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہی جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی
مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور باعتبار عرب این اُسکو مربوط بھی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا
لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطفنا الخاص علی العام نحو آئہ والکان ہاو لان الفقہاء رضیا محوان فی ذلک یعنی یا عورت نے اپنے زوج کو
خصی پایا جسکے آلۂ تناسل مین ایستادگی نہ ہو خصی اُسکو کہتے ہین جسکے آلۂ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ ملی ہو اُنسے خواہ قطع کرنے سے سو اگر ایسا خصی
ہو کہ اُسکے آلۂ تناسل کو ایستادگی ہوتی ہو تو اُسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم ایستادگی آلۂ تناسل کے
خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہی عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہی لیکن بتخصیص اُسکو ذکر کیا بسبب اُسکے مخفی
ہونے کے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہوا اور ہر چند عطف خاص کا عام پر ہوا و عاطفہ مخصوص ہی اور یہان عطف خصی کا
عنین پر بلفظ او ہی لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود انکا افادہ احکام ہی کذا فی النہر الفائق صم نہر الفائق
مین یہ جواب ہی اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہی
تو بواو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجل سنۃ لاشتمالہا علی الفصول الاربعۃ یعنے اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایکسال کی
مدت مقرر کیجاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلون پر تو اگر نامردی پیدائشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول
مختلفہ کے دفع ہو جاویگی او عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کذا فی الہدایہ
ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوائے قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین صم تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی
فتاوی قاضی خان قمریۃ بالاہلۃ علی المذہب وہی ثلثمایۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم مدت عنین کی قمری سال ہے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے
اور قمری سال وہ ہی جسکے بارہ مہینون کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہی اور اسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور بھی جسکی نو ساعت اور اٹھ
دقیقہ ہوتے ہین کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی اور واقعات ابو الجبہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہی اور یہی ظاہر الروایۃ
ہی کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے بھی ثابت ہی کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما وقیل وبہ یفتے اور
قول ضعیف یہ ہی کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہی جسکا شمار ایام سے ہو نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہی بعضون نے کہا
یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہی اور یہ روایت حسن کی ہی امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور
ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہی بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ سال قمری شمار کیا اسواسطے کہ امیر المؤمنین
عمر نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایکسال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کے واسطے ایکسال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی اور چونکہ
عرب سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکی خلاف ثابت ہو
اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہی تو وہی معتمد ہوگا اور اسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اجل
فی اثناء الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی خلاف
سال قمری یا شمسی کا اُس صورت مین ہی جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلا دسوین یا پندرھوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب
سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنے تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی رمضان ایام

تحیض فیہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لامدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا بہ یفتی ولوالجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی مین
داخل ہین اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اسکے سفر کرنے کے ایام بھی سال ہی مین داخل ہین نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اسکے سفر کی مدت
اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الولوالجیہ یعنے جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی
اتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج
اور سفر مرد کے ویوجل من وقت الخصومۃ مالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے
وقت سے مقرر کیجاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد
تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لا یقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد
کرنے پر قادر نہو تو اسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوے تاکہ انمین روزہ رکھکر کفارہ ادا کرے کیونکہ
صحبت قبل کفارہ کے نہین فان وطی مرۃ فبہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب
کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاءً عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت مین ایکبار بھی وطی نکر سکا
تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اسکے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری
درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو
بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب بدون قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے ہم درصورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اسواسطے کر دیگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک
بالمعروف سے تو تسریح بالاحسان واجب ہے پھر جب اسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اسکا نائب ہو جاویگا دفع ظلم کے واسطے ولو
مجنونۃ بطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اسکے ولی کی طلب سے یا اس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے
مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار للمولی لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو
اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اسکے مالک کی مملوک ہے وہو ای ہذا الخیار علی التراخی لا الفور ولو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یبطل
حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیۃ اور وہ یعنے یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے
نہ فی الفور ہے سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہین ہوتا
اور اسیطرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنون مین زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدون جماع کے مساس وغیرہ
سے دونون منزل کیے ہوتے ہون کذا فی الخانیۃ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقہا چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس تو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اسنے مطالبہ نکیا تو بھی عورت کا اختیار
باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا مح بیضۃ
فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتون کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے
کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اسکی ران پر بہے تو وہ باکرہ
نہین یا اسکی شرمگاہ مین زردی انڈے کی ڈالے اگر وہ داخل ہو جاوے تو باکرہ نہین اور داخل نہو تو باکرہ ہے پھر صورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو
اختیار دیا جاوے اسی مجلس مین سال و جدائی کا سو اگر وہ اپنی ہوگئی زوج سے یا کھڑی ہوگئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہوگیا ہم یہ مسئلہ

مخالف ہو مسئلہ سابق کے کہ وہان تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہان مجلس تک مقصور ہو اسکا جواب یہ ہو کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت ہے کہ
کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ ہے کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ہی ثیب او کانت ثیبا صدق
بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر عنین عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہو باکرہ نہیں یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو
زوج کے قول کی تصدیق کیجاویگی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا مین یعنے قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کیجاویگی اور
اگر انتہا مین انکار کیا یعنے بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاویگا چاہیے زوج کے پاس رہے چاہیے جدا ہو جاوے کما یصدق لو وجدت
ثیبا وزعمت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطئہ کوثبۃ مثلا لان الظاہر الاصل عدم سبب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت مین بھی
تصدیق ہوگی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوا وطی زوج کے یعنے مثلا یون ظاہر کرے کہ زوال
بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کردیا اس صورت مین قول زوج کی اسواسطے تصدیق ہوگی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہو کہ زوال بکارت کا جماع سے ہی
ہوا ہے نہ انگلی سے اور اصل و سبب کے عدم پر سوا جماع کے اور قول اسیکا معتبر ہو جو متمسک بالاصل ہو اور ظاہر حال اسکا شاہد ہو کذا فی المعراج وان
اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان
تختار شیئا بحر ویفتی واقعات لانہ کان یمکنہا مع القیام فان اختارت طلق او فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کرلیا اگرچہ یہ اختیار بہ اعتبار دلالت
حال کے ہو اسطرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاویگا حق اسکا چنانچہ اسطرح بھی اسکا حق باطل ہو جاتا ہو اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنے
طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اسطرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اسکو مددگار قاضی کے کھڑا کریں یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے
فرقت کے اسی قول پر فتوی ہو کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اسواسطے اسکا حق باطل ہوگیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اسکو
اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اسکے سکوت کیا اور یہ دلیل ہو رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دیدے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے
تو قاضی تفریق کردے تزوج الاولی او امرأۃ اخری علمت بحالہ لا خیار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو
بتاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہوگئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہو کہ اسکی زوجہ عنین کے سبب نامردی کے جدائی ہو چکی ہو تو بعد نکاح کے
عورت کو جدائی کا اختیار نہیں ہی نہ زوجہ اولی کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اسواسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کرچکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور
اور یہ قول مفتی بہ مخالف تصحیح خانیہ کے ولا یتخیر احدہما بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور دونون مین سے کسی کو اختیار
جدائی کا نہیں دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریان تو مرد اور عورت
دونون کو شامل ہین اور پچھلی دو بیماریان عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہین کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہین جماع سے لیکن قہستانی
مین ہو کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہو فرقت کا اور اسطرح عینی مین ہے کہ عورت بدون ضرر کے اسکے پاس نہ ٹھہر سکے
عورت کو اختیار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وخالف الائمۃ الثلاثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا باقی تینون اماموں نے یعنے مالک اور شافعی اور احمد نے
امراض مسطورہ مین اگر یہ بیماریان زوج مین ہون اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریون کے نکاح کو رد کردے تو صحیح ہوگا اسکا حکم کذا فی فتح القدیر
ہم شارح اس قول مین چند خلل ہین اول یہ کہ ظاہر کلام شارح کا اسکا مقتضی ہو کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریون مین عورت کو اختیار فرقت کا ہو نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہو کہ
انکے نزدیک جنون اور جذام و برص مین دونون کو اختیار ہو اور پچھلی دو بیماریون مین فقط زوج کو اختیار ہو دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہو کہ رتق و قرن
کی بیماری زوج کو ہوتی ہو حالانکہ یہ خلاف واقع ہو تیسرا خلل یہ ہو کہ شیخ رملی محشی نے کہا کہ فتح القدیر مین ہمنے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا شاید کہ یہ تحریف ہو

کا توں کی بابت مواہب میں ہو کہ بیشک یہ سہو ہے البحر الرائق کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا ای العنین والمجبوبۃ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونوں یعنے عنین اور اسکی
عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہو یعنے تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں ہو جو ابدی حرمت ہو
وکذا لو جتہ وہل تجبر الظاہر نعم لان التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ اور اگر کوئی عورت ایسی ہو کہ اسکا زنانی چیرنا ہو یعنے بستگی زنانی مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے
درست ہو اور اسطرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہو اور اگر زوجہ نہ مانے تو ہمیں کیا زبردستی کرنا درست ہو یا نہیں یہ معلوم نہیں کہ درست ہے واللہ اعلم اسواسطے
کہ تسلیم نفس کی عورت پر واجب ہو وہ بدون اسکے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ بعضہم انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر والنفقۃ فبان
بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہو کہ بعض نے بیان کیا ہو کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد اس شرط پر کہ زوج
حر ہو یا سنی مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اسکے بر خلاف ہو یعنی غلام ہو یا رافضی یا خارجی ہو یا محتاج اسکے مہر و نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ
فلان بن فلان ہو اور ناگہاں وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان سب مسائل میں اختیار ہو ہر وقت کا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہوا ملے اور والدین اسکے نامعلوم
ہوں ہم عورت کو ان مسائل میں فسخ کا اختیار ہو بسبب فقدان کفاءت کے اول میں تو بسبب حریت کے اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت مالی نہیں اور رابع میں کفاءت نسبی نہیں

باب العدة

یہ باب ہو احکام عدت کے بیان میں ہی لغۃ بالکسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول و تشدید ثانی بمعنی شمار اور گننے کے ہو اور بضم اول
اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہیں اور اس مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کیلیے مہیا کرکے رکھے وشرعا تربص یلزم
المرأة او الرجل عند وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع میں اس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہو نزدیک پائے جانے سبب کے اور
مرد کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہیں جو موانع ہیں وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہو لیکن اصطلاح فقہا میں عدت
مخصوص ہو عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر ومواضع تربصہ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ
لمانع لزم زوالہ کنکاح اختہا واربع سواہا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرتا ہو اس
قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہو بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہو انتظار کرنا مرد کو اس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی
سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے ہم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع کو یوں ضابطہ کیا
کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اسکی عمہ اور خالہ اور اسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح
بی بی حرہ پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کرکے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کرکے پھر اسکی بہن سے نکاح کرنا چاہیے یا چوتھی عورت
سے نکاح بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کرکے پانچویں سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہیں اسواسطے کہ نکاح فاسد او شبہہ نکاح میں بعد وطی کے
عدت واجب ہوتی ہو اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ
زانیہ کو نکاح کرکے قبل ولادت کے وطی کرنا اور حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں چلی آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس حربیہ سے
جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایکبار حیض ہو جانے کے یا ایک مہینہ گذرنے کا اگر وہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ
مالکہ کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتدہ اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہونے کے نکاح کرنا انہی بیس
صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہو کہ غیر کی منکوحہ سے
نکاح کرنا جائز نہیں وعدہا ثمانیۃ تربص یلزم المرأة او ولی الصغیرة عند زوال النکاح فلا عدة لزنا او شبہتہ کنکاح فاسد

اعتقاد کرتا ہو اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہو کہ تقلید مفضول کی جائز ہو باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہو فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اسکو بیان کیا ہو اور اسیواسطے حموی نے کہا ہو کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہو وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال سے لممتدۃ طہر بتسعۃ اشہر ؛ وفاعدتہ بان مالکی یقتدی ؛ ومن بعدہ لا و للنقض کذا ؛ یقال بلا نفذ علیہ بنظرہ شارح کہتا ہو اور البتہ نظم کیا ہو اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو یوں فرمایا ہو کہ واسطے اس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہو اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرے ثابت کردے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہیں اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہو و فاعدتہ اصل میں فاعدۃ ہو لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کر دیا اور بعضے نسخون میں یقتدی بجائے یقتدر کے ہو طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہو سو مذکور ہو چکا یعنے اکثر ملکون میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہان نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض النہر والفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاتا ہو یعنے ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور یہ ہو کہ اسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اسحساب سے کل عدت اسکی سات مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ہو اور یہ قول حکم کا ہو اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہو کہ اسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو موجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجائے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس روز سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنے صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق میں تین مہینے کی عدت ہو اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ایام سے ہوگا یعنے ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر ہر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح خلوت کے متعلق کہتا یعنے خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونو سے عدت لازم ہوتی ہو اور یہی قول صحیح ہو اور ابتدائے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کے دلیل کے جو غیر صحیح ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیۃ اور اگر شوہر شیر خوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیۃ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہو کہ شیر خوار کے باپ نے اسکا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی ہو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وعدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے ہیں حساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہو بشرطیکہ باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد میں مرد کی موت سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مر گیا تو اسکی زوجہ پر عدت وفات نہیں اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہیں ہے اسلئے کہ مکاتب کے ادائے بدل کتابت سے پہلے وہ آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور جبکہ مالک احد الزوجین نکاح باقی نہیں ہے مطلقا وطئت ولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہو عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہیں سوائے حاملہ کے اسکی عدت بعد وضع حمل ہو قلت عم کلام ممتدۃ الطہر لم یحض وہی واقعۃ الفتوی ثم رایت فلان فراجعہ شارح کہتا ہو کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں ممتدۃ طہر کو بھی شامل ہو ممتدۃ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اسکو اکثر حیض نہیں آتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور میں نے

والروایات فی البلغۃ بلغت بدفعہا الی ان تبلغ الی الیاس تبلغ حد الایاس ثم اور اگر لڑکی حاملہ کے پیٹ میں مر گیا تو اسکی بقاء عدت اسکے گرنے تک رہے گا

یا کہ عورت آئسہ ہو کر پہنچ گئی کذا فی النہر الفائق ہم پر مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں ہے یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ محقق نے کہا کہ بسبب آئسہ ہونے

کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ قول ضعیف ہے کیونکہ آیت قرآنی سے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق سے

جدا یا پیٹ میں بچہ کا ارادہ کیا ہو جس میں حمل کا ہونا ثابت ہو کر یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا ہے اور مردہ دونوں کو

شامل ہے کذا فی حاشیۃ الدرر۔ وفی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن الثلاث وہی فی العدۃ ابعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطاً

بان تتربص اربعۃ اشہر وعشراً من وقت الموت فیہا ثلث حیض من وقت الطلاق حتی لو لم تر فیہا حیضا تعتد بعد ہا بثلث حیض حتی لو امتد

طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس کذا فی وجیز الکردری۔ اور ہیچ ہے کہ حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مر گیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین ہر دو مہینے عدت

وفات اور عدت طلاق میں سے جو بعید تر ہو وہ عدت کرنا لازم ہو گا یعنی احتیاطاً اسطرح کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی

چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں شروع طلاق سے کذا ذکرہ المحشی اور اس چار دن میں تصور ہے یعنے ابعد الاجلین کی تفسیر جو محشی نے کی پوری

نہیں کہ سب صورتوں کو شامل نہیں ہے واسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے

جتنے دنوں میں ہو یہاں تک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے اور حیض نہ آوے تو اسکی عدت باقی رہے گی تا امید حیض کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے

تین مہینے کی عدت ہوگی ہم تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق قاضی خان کے یوں ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاویں تو عدت منقضی

ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکے اور تین حیض نہ ہو چکے تو جب تک تین حیض نہ ہوں گے عدت تمام نہ ہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکے تو بدون

تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہ ہوگی۔ فائدہ عدت ابعد الاجلین چار صورتوں میں ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی ہوا دوسری عورت کہ

زوج کی دو عورتیں ہوں اور اسنے ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کرچکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر وہ مر گیا اور یاد نہ رہا کہ

دونوں میں سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو بلاتعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مر گیا

بدون بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی یہ صورت کہ دو عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی بلاتعیین صحت میں پھر اپنے مرض الموت میں

بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضاء عدت طلاق مر گیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہو گی کذا فی فتاوی قاضی خان اور پانچویں صورت

ابعد الاجلین کی وہ ہے جسکو شارح اسی بیان میں ذکر کرینگے یعنے جس ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مر جاویں اور معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مر گیا وفیدالبائن لان المطلقۃ

الرجعی بالموت احتیاطاً اور اگر کے زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر مطلقہ رجعی کی عدت وہی ہے جو عدت

کی عدت ہے بالاتفاق یعنے چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ آئسہ یا حیض ہو یا نہ ہو والامۃ لو عتقت فی عدۃ رجعی لاعدۃ البائن ولا الموت

انتقلت کعدۃ حرۃ اور عدت اس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہو گئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں تو گویا

کہ عدت اسکی مانند حرہ کی عدت کے ہے یعنے لونڈی کے زوج نے اسکو طلاق رجعی دی تو اسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز اسکی عدت منقضی ہوئی

تھی کہ اسکے مولی نے اسکو آزاد کر دیا تو اب اسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہو گئی یعنے تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت

لقصتہ فی العدۃ ای البائن والموت فکعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی

موت میں تو اسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہے

لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے و تنتقل العدۃ سنا کامۃ صغیرۃ مملوکۃ طلقت رجعیا فتعتد بشہر ونصف

فحاضت تنقضي بحیضتین ولو اعتقت تقضي ثلاثا کممتدة الطهر لا الآیسة بالاشهر فمات زوجها تنقضي بالحیض فمات زوجها تنقضي اربعة اشهر وعشرا اگر ایسا ہے کہ باقی ہو عدت
چھوٹی جو پہنچا ہے لونڈی صغیرہ سنکو جبکہ طلاق رجعی ہوئی تو اسکی عدت ہوئی ڈیڑھ مہینہ پھر اسکو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت
ہوگئی پھر قبل انقضا کے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اسکی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل تین حیض کے طہر اسکا دراز ہوگیا یعنے پچاس برس کی
عمر تک حیض آیا تو اب اسکی عدت تین مہینے کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضا کے
تین حیض کے زوج اسکا مرگیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہوگی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح جو اسکے انتقال کا قائل ہو تو شاید کہ آ
پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہو واللہ اعلم

الآیسة اعتدت بالاشہر ثم عاد دمہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا
ویستانفت بالحیض لان شرط الخلفیة تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایة کما فی النہایة واختارہ فی الہدایة
فتعین المصیر الیہ قال فی البحر بعد حکایة ستة اقوال مصححة واقرہ المصنف

آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اسکے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق
عادت قدیمی کے یا کہ اسکو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اسنے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ
ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اسواسطے کہ عین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو حیض سے شروع
کرے اسواسطے کہ عدت بالاشہر خلیفہ تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلیفہ ہونے کی یہ ہو کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہوا اور تحقق ناامیدی کا سبب ناامیدی ایسی کہ
تا بہ موت تک رہے اس صورت میں بسبب پھر آنے یا حاملہ ہونے کے ناامیدی نہ رہی اسواسطے کہ آئسہ وہ ہے کہ جسکو حیض نہ ہو نہ حمل اور یہی بطلان و استیناف عدت ظاہر الروایة ہے
کذا فی النہایة اور اسیکو پسند کیا ہے ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد متعین ہوگیا ایسا کہا ہے بحر الرائق میں بعد نقل کرنے چھ قول کے جنکی تصحیح ہوچکی ہے اس مسئلہ میں
اور اسی ظاہر الروایة کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح میں ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد میں چند قول ہیں لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو
مذکور کیا اسواسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہے کہ معراج الدرایة میں اسی قول پر فتوی ہے

لکن اختار البہنسي ما اختارہ الشہید وہو ان راتہ قبل تمام الاشہر
استانفت لا بعدہا قلت وہو ما اختارہ صدر الشریعة وملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز وتعتد فی المستقبل
بالحیض کما صحح فی الخلاصة وغیرہا وفی الجوہرة والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایة
وفی النہر انہ اعدل الاقوال وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی

لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جسکو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام
ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے
حیض دیکھا تو عدت پوری ہوگئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہے اسیکو صدر الشریعة نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے
اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہے اور موجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمانہ مستقبل
میں اگر زوج ثانی طلاق دیوے تو یہ عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسکی تصحیح کی ہے خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ و مجتبی میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے
اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری میں بیان ہو کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ یہی قول سب روایتوں میں معتدل تر ہے
اور پوری تقریر اسکی شارح کی اس شرح میں ہے جو ملتقی الابحر پر لکھی ہے

الصغیرة لو حاضت بعد تمام الاشہر لا تستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف بالحیض
کما تستانف العدة بالشہور من حاضت حیضة او ثنتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل

صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو
استیناف عدت کا حیض سے نہ کرے ہاں جبکہ درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ استیناف عدت کا
مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جسکو ایکبار یا دوبار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہوگئی یعنی پچپن برس کی ہوگئی تو ان صورتوں میں پہلی عدت چھوڑکر دوسری عدت کا

حکم اسواسطے ہوتا کہ جمع ہونا نے اصل اور بدل سے بچا رہے اسواسطے کہ بدل در صورت قدرت اصل کے ہوتا ہے تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جو جائز نہیں
والایاس سنتہ للرومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنے ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی ہو
والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی
النہر الفائق و عن محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور یاسکے سوا میں ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق
وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہونچی اور اسکو حیض نہ آیا
تو اسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطلۃ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ
والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اسمیں عدت نہیں نکاح باطل جیسے غیر کی عورت سے
دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا باندی کا
بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب اسکا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر
عالم بحالہا کما سیجیء والمولودۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا یعنے
اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجیء اور عدت اس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آگے اسی
باب میں آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہے تو اسمیں عدت نہیں اور جسکی وطی بشبہہ ہوگئی اسکو اپنے اول
زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اسکی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے
عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اسوقت
لازم ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنے دونوں قیدیں یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن
بجبر اسکے گھر کو یا میں نے اپنے نفس کو اسکے قابو میں کر دیا ہو اور مرد نے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہے اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اسنے
اعتبار نکیا ہو اور تلوار سے دھمکایا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے بیٹھے گی اور نفقہ
زوج اول پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر [illegible]
بالاشہر والبلوغ اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہیں رہی لیکن ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینوں سے
ہے اور عدت حاملہ کی وضع حمل ہے والحیض للموت ای موت الولی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدۃ ہولاء لتعرف براءۃ الرحم وہو بالحیض ثم لم یکتف
بحیضۃ احتیاطا یعنے عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں خواہ موت والی کی عدت میں
یعنی حیض کی عادت ہو تو مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں تفریق ہوئی ہو بحکم قاضی یا باہم
ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتوں کی عدت حیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض اسلیے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر
حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد
بحیض طلقت فیہ اجماعا اور اس حیض کا جسمیں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض
اور حدیث سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنے اسکے سوا تین حیض حرہ میں
اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب میں کہا کہ میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتویٰ اسی پر ہے کہ ابتدائے عدت اقرار کے وقت سے ہوگی
مطلقاً خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھکو معلوم نہیں یہ فتویٰ اسواسطے ہوا کہ مواضعت کی تہمت دور ہو جائے یعنے احتمال ہے کہ خلاف واقع
اظہار انقضائے عدت میں زوج اور زوجہ موافق ہوگئے ہوں کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ اسکی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض ہو
کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتویٰ یہ ہوا کہ اقرار طلاق کے وقت سے عدت شروع ہوگی زمانہ ماضی سے نہیں لیکن یہ کہ [illegible]
او قالت لا ادری وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسکنی وان صدقته فکذلک [illegible] ولا نفقة
ولا سکنی ولا کسوة لها لقبول قولها علی نفسها خانیة لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد میں کی یعنے زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کی طرف
منسوب کیا تھا اسکی تکذیب کی یا یہ کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر
عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوا اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد
اسوقت کے جسمیں طلاق کا اظہار کرتا ہو تو دوسرا مہر اسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنی اور
نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنے عورت خود قائل ہوچکی کہ میری عدت گذر چکی تو اسکا حق ساقط ہوگیا
وفیما اذا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقرا بطلاقہا فقد انقضت عدتہا الا ان منکرا و فیہا یہ ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اسکے پاس رہا کیا مدت تک
اگر مقر ہو اسکی طلاق کا تو عدت اسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہو طلاق کا تو عدت نہ گذری ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی [illegible] فان اشتہر
طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا ان بین الناس اشتہر علی فکذلک تنقضی والا لا [illegible] وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض زجرا [illegible]
فتبدأ من وقت الثبوت والظہور اور جواہر الفتاوی کی باب اول کتاب الطلاق میں ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اسکے ساتھ رہا کیا سو
اگر اسکا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہوگیا تو عدت اسکی منقضی ہوگئی اور اگر طلاق مشہور نہیں تو انقضائے عدت نہیں اور اسیطرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہوگیا لوگوں میں اور گواہ کیا لوگوں کو تو عدت منقضی ہوگئی اور نہیں تو نہیں یہی قول صحیح ہے اور اسیطرح اگر زوج نے
عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہ ہوگی مرد کی زجر کیواسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنے عدم شہرت طلاق میں ابتدا
عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأها فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرة وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بانہ
بعد العدة لعدم الحد بوطء المعتدة اور ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہے دونوں میں پھر اگر وطی اس عورت سے کریگا تو اسکو
حد ماری جاویگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق میں دلیل بیان کرکے مخصوص کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنے حد اس عورت پر
لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اس واسطے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں ہے او المتارکة ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ
یا ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہو یعنے قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت کو کہ میں نے تجھکو چھوڑا یا اسیطرح
کچھ اور کہے ومنہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولة والا فیکفی تفرق الابدان اور اسی سے متارکت ہے طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ نکاح فاسد
مدخولہ ہے تو فقط عزم ترک سے متارکت جائز نہوگی اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنے کا ارادہ نہو والخلوة
فی النکاح الفاسد لا توجب العدة اور خلوت کرنا نکاح فاسد میں خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہیں والطلاق فیہ لا ینقص عدد الطلاق لانہ فسخ جوہرة ولا تعتد
فی بیت الزوج بزازیة اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنے اگر دوسری بار اس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اس واسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہو۔ طلاق واقع نہ ہوگی کذا فی الجوہرۃ اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اسواسطے کہ واقع میں زوج ہی نہیں کذا

فی البزازیۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ الا ان لا یبین ما یبعد تبین فیما لا یحتمل الفاظ

کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجائش رکھتی ہے انقضائے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہے تو یہ مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے عورت کے

اور اگر مدت میں انقضائے عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں اسلئے کہ ہر چند عورت اس باب میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے لیکن امین کا قول

اسوقت تصدیق ہوتا ہے جب ظاہر حال اسکے بیان کے مخالف نہ ہو اور جب مدت میں گنجائش انقضاء عدت کی نہ ہو تو ظاہر حال اسکا مخالف ہوا لہذا اسکا قول مقبول نہ ہوگا

ثم لو باشتہر فالمقدر بالمذکورۃ ولو بالحیض فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کے مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ و آئسہ کی تو تقدیر اسکی مذکور ہو چکی

یعنی طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اسکی اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضاء عدت کی حرہ کے

حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ہیں ساٹھ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسلئے کہ مستحب طلاق سنی ہے

نزدیک تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مدت کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے

دس دن تو سب چالیس دن ہوئے یہ امام اعظم کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہے اس حساب سے کہ گویا اسکے آخر طہر میں طلاق ہوئی

تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت کیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو

بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت ختم ہو گئی تو اسکا قول مع یمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہ ہوگا الا ان یدعی

السقط کما مر فی الرجعۃ وبالم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم الیہا خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اسوقت ہے جب عورت نے

سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اسکی تشریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور تب کہ طلاق عورت کی اسکی ولادت پر معلق ہوا اور اگر طلاق

ولادت پر معلق ہوگی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت سقط یا حمل کا

دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضا بنگئے ہوں تو فورا بمجرد استقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت میں

کمتر مدت انقضاء عدت حرہ کی پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس ہی

دن مقرر ہیں جیسے کہ ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ

بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اسکو قبل وطی کے اگرچہ

وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ و قابو

میں ہے بسبب اول وطی کے بواسطہ بقاء اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اسنے دوسرا نکاح کیا تو قبضہ اول بجائے قبضہ ثانی ہو گیا چنانچہ اگر

بیع مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اسکے مالک سے اسکو خرید کرے تو مجرد عقد بیع کے وہ قابض ٹھہر جاتا ہے تجدید قبض کی حاجت نہیں وہذہ احدی المسائل

العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی

قائم مقام ہے نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی بیان کرتے ہیں کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا جو نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسکی

عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور کر چکا ہے تو نکاح کیا

اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی مع عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور

قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پھر عدت کے اندر اسی مرد نے نکاح ثانی بھر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

زوجها حتى تحيض لاحتمال علوقها من الزنا فلا يسقى ماءه زرع غيره فليحفظ لغرابته اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے
اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون مین وطی بھا دخل ہوا اور مصنف کی شرح سے ساقط ہوا اور حالانکہ قید دخول کی
ضرور ہی اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کرکے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور یہی قول ہی یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہوا اور چونکہ
منکوحہ غیر پر عدت نہین بسبب نکاح ثانی کے اسواسطے مرد پر حد جاری ہوگی ساتھ دانست حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا بھی زنا ہی اور زنا
موجب عدت کا نہین اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین یون ہی کہ
اگر عورت نے زنا کیا تو اسکا زوج اسسے قربت نکرے یہان تک کہ اسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس
روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ مین کچھ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کرچکا ہی کہ روایت
وہبانیہ کی ضعیف ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہیں کذا فی حاشیة المدنی بخلاف ما اذا علم
حيث تحرم على الاول الى انقضاء العدة ولا نفقة لعدتها على الاول لانها صارت ناشزة خانية قلت لو عالمة رضية كما عرفت بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو
معلوم ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہی اور وہ دانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہان تک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی
ہوجاوے اسواسطے کہ یہ زنا نہین بشبہہ نکاح ہوا اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہی کہ عورت نافرمان اسوقت
ہوگی جبکہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہیں اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی تفصیل
اسی باب مین مذکور ہوچکی سو اسکو غور اور تامل کر فرع مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منيه فى فرجها هل تعتد فى البحر بحثا نعم لاحتياجها لتعرف براءة الرحم وفى النهر
بحثا ان ظهر حملها نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اسپر عدت لازم ہی بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہان عدت
لازم ہی واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بدلیل اس سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت
وضع حمل تک لازم ہی اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ہم دونون جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہی کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور
بعد اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہی اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہی
اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہی تو بخوف ضائعت ولد اور اشتباہ نسب کے بہر صورت عدت لازم ہی اور بحث صاحب نہر کا جیسے
بھائی بینے صاحب بحر کے بلا وجہ ہی کذا فی حاشیة المدنی وفى القنية ولدت ثم طلقها ومضى مدة اشهر فقالت آخر لم يصح اذا لم تحض فيها ثلث حيض لان
لم تكن حاضت قبل الولادة لان من لا تحيض لا تحبل اور قنیہ مین ہی کہ ایک عورت جنی بچہ پھر زوج نے اسکو طلاق دی اور سات مہینے گزر گئے سو عورت نے
دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبکہ کہ اس عدت مین تین حیض اسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا وہ حاملہ
نہین ہوتی تو اسکی عدت مہینون کی ہوگی نہ مہینون کی وفیها طلقها ثلثا ويقول كنت طلقتها واحدة ومضت عدتها فلو مضيها معلوما عند الناس
لم يقع والا تقع اور قنیہ مین ہی طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہی کہ مین اسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور اسکی عدت
بھی گذر گئی یعنے تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذرگئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہی کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم ابقاء
ملک کے کہ بلا توسط زوج ثانی نکاح جدید عورت اسکو حلال ہوجاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگون کو معلوم ہی تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر
لوگون کو گذرنا اسکی عدت کا معلوم نہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اسکو حلال نہوگی ولو حكم عليه بوقوع الثلاث بالبينة بعد انكاره
فلو برهن انه طلقها قبل ذلك بمدة لو طلقة لم تقبل سو اور اگر قاضی کا حکم ہوچکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر الرائق
اسواسطے کہ ابطال حکم قاضی کا ہوتا ہے گواہوں کے بیان میں سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر
رأیہا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اسکے غائب زوج نے اسکو طلاق دی تین یا
یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سے اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ
عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا باس ان ینکحہا اور یہی حکم ہے اگر کسی عورت نے
کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھکو طلاق دی ہے اور اسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اس سے نکاح کر لے ہم لا باس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نکرنا اولی ہے بالتحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو
شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اس وقت سے کہ جسمیں یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبہا فی مدۃ تحتملہ
لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبرہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ لم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فترثہ لو مات
دونہ المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضاے عدت کی خبر دے چکی ہے اور عورت اسکی تکذیب کرتی ہے
اس مدت میں جو انقضاے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کر لینا اوسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے
دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورتوں کی خبر پر عمل کیا اور اسکی بہن سے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ نے
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں بچہ جنا تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اسکی بہن بھی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا بدون عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنے سوگ میں جا رمن بابہا عد ومد و فر وبی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم سے بھی روایت ہے
بمعنی قطع یعنے قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں
چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کافرہ ہو یا صغیرہ اور معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا
ترک الزینۃ ونحوہا لمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد بضم الحا
ویکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بت او موت وان امرہا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع
اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ وہ لونڈی ہو منکوحہ ہو نکاح صحیح اور زوج اسکی وطی کر چکا ہو سوگ اسوقت واجب ہے
جبکہ وہ بوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو یعنے قطع نکاح عبارت ہے قبل طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا بعض غیرہ کی فرقت سے قطع نکاح
اور موت سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کر گیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح
کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہمنے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے
ہم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کیواسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کیواسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر ہر صورت ترک زینت واجب ہے دخول ہوا ہو
یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا کسب الا فیہ
والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

ولو بفتح للتجميع اذا لم تعذر وترك الطيب المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتون کی کنگھی کرنے
سے تو کشادہ دانتون کی کنگھی منع نہین ہے اسواسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہین رفع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کرنے سے اگرچہ عورت کا کوئی اور
پیشہ بجز خوشبوسازی کے نہ ہو اور تیل سر مین ڈالنا یا بدن مین ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر
اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا پہننے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن مین ہوتی ہے اس سے کپڑے
رنگتے ہین ان سب چیزون کا استعمال جائز نہین مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہین ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوون کے جائز ہے
اور سرمہ لگانا آنکھون کی بیماری مین درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگا دے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا ایسا نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا
جائز ہے ولا باس باسود وازرق ومعصفر خلق لا رائحة له اور کچھ مضائقہ نہین سیاہ اور کرنجی کپڑے مین اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے مین جسمین کسم کی خوشبو باقی
نہین لا حداد على سبعة كافرة وصغيرة ومجنونة ومعتدة عتق كموته عن ام ولده ومعتدة نكاح فاسد او وطی بشبهة او طلاق رجعی سوگ نہین سات
عورتون پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چھوکر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی کی
عدت والیون پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہین کہ وہ مکلف نہین اور ام ولد قید ملکیت سے چھوٹی تو شکر کا مقام ہے
اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہین ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی مین سوگ کا کیا ذکر ہو بلکہ اسکو
آرایش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ويباح الحداد على قرابة ثلاثة ايام فقط وللزوج منعها لان الزينة حقه فتح وينبغي حل الزيادة
على الثلثة اذا رضي الزوج او لم تكن مزوجة نهر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والے کی موت مین فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو
تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یون ہے کہ حلال ہو یا وہی ترک زینت تین دن سے
بھی زیادہ جبکہ زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین مین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ حلال نہین ہے کسی عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسیکے غم مین سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس
دن فتح القدیر مین مذکور ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت مین یہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ
تین دن کے اندر بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ وہم ہو گیا ہے اسلئے کہ فتح القدیر کی عبارت نہین بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے
بشرط رضا کے زوج یا عدم زوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت
فتح کے امام محمد نے نوادر مین کہا کہ حلال نہین عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت مین یعنے تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے
كذا في حاشية المدني وفي التاتارخانية ولا تعذر في لبس السواد وهي آثمة الا الزوجة في حق زوجها فتعذر الى ثلثة ايام قال في البحر وظاهره منعها من السواد
تاسفا على موت زوجها فوق الثلاث اور فتاوی تاتارخانیہ مین ہے کہ عورت معذور نہین سیاہ کپڑے پہننے مین بلکہ وہ اس سیاہ پوشی سے
گنہگار ہے مگر زوجہ جب اپنے زوج کے حق مین سو تین دن تک معذور ہے بحر الرائق مین کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے
اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشی مین کچھ مضائقہ نہین اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز
نہین تو صحیح یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہین چنانچہ تفصیل تاتارخانیہ
کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے وفي النهر لو بلغت في العدة لزمها الحداد فيما بقي اور نہر الفائق مین ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے
اندر تو اسپر سوگ کرنا لازم ہوگا مابقی مدت مین والمعتقة اي معتقة كانت يعني فيعم معتدة عتق ونكاح فاسد واما الخالية

فتخطب فالم تخطبها غیرہ ورضیت بہ فلو سکتت فقولان تحرم خطبتها بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی المجتبیٰ
تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اس وقت جبکہ دوسرے نے
اسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ
پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنے کوئی تم میں سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر لفظ خطبہ بکسر اول یعنی پیام نکاح اور بعضے اہل لغت بضم اول کے بھی
قائل ہیں وصح التعریض کارید التزوج لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد
ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنے گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھولکر چنانچہ یون کہنا کہ میں نکاح کا ارادہ کرتا ہون
یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالیٰ مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق دینے والے کے
عداوت کی نوبت پہونچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ وطی بشبہہ کے اسواسطے
کہ ان صورتون میں کوئی طلاق دینے والا نہیں جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی
میں مضمرات سے یون منقول ہے کہ بناء تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جاکر تعریض درست نہیں اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا
گھر سے نکلنا جائز نہیں اسواسطے کہ نفقہ ثابت والیون کا مرد پر فرض ہے سوائے معتدہ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیون کو جائز نہو تو تعریض کیونکر
ہوگا ولا تخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان تکتری
بیت الزوج معراج لو حرۃ وامۃ مبوّأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائنہ کسی طرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے
اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت میں زوج
گھر کو کرایہ لینا تا مدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت
نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اسکو عدت میں نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو
یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے کہ خدمت مولیٰ کی اسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق ومکاتبۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا ولا الی صحن دار فیہا
منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالیٰ بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکاتبہ اپنے گھر سے جسمیں قبل عدت کے رہتی تھی مطلقا نہ نکلے رات کو نہ دن کو
اور نہ گھر کے اس صحن میں نکلے جسمیں غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے میں ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نکلنا حق ہے اللہ تعالیٰ کا تو زوج اسکو
باطل نہیں کر سکتا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنے عدت والیون کو انکے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی کے
کہ اسکو عدت میں نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنے مولیٰ کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلہا
لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور عورت زوج کی عدت والی نکلے دن میں
اور رات میں اور اکثر شب اپنے گھر میں شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اسکا اسی پر ہے نہ وارثون پر تو ضرورت ہوئی اسکو نکلنے کی
واسطے تحصیل معاش کے یہان تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کے مانند ہو جاویگی پھر اسکو بھی باہر نکلنا
جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد دن سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
مالا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ میں نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبر گیری کے واسطے

اس حالت میں جبکہ کوئی اُسکا کارندہ نہو طلقت او ماتت وہی زائرۃ فی غیر مسکنہا عادت الیہ فوراً لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مرگیا اور حالانکہ وہ
اپنے رشتہ داروں کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سُنکر فوراً اپنے گھر میں پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت پر
پلٹ آنا واجب ہے وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری
کریں اُس مکان میں جسمیں عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکالی جاویں اُس سے الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا
او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہیں مگر اُس وقت
جب کہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈر ہے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے یا گھر کے
کرایہ دینے کا عورت کا مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتوں میں نکلے اور رہے اُس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان ورنہ جائیے
یہ حکم تھا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتیں پیش آویں تو وہاں رہے جہاں کہ زوج چاہے ولو لم یکفہا نصیبہا من الدار اشترت من الاجانب
مجتبی وظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء ویحرر واقرہ المصنف قلت لکن الذی رایتہ فی المجتبی استترت من الاستتار فیحرر اور اگر معتدہ
وفات کو کفایت نکرے اُسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت ملے اُسکو بالا تو خرید کرے بیگانوں سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہے
مول لینے کے وجوب پر اگر اُسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اسکو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے
اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ میں نے مجتبی کے نسخوں میں دیکھا ہے سوا اسکے نہیں ہے کہ استترت ہے جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے
تو اس تقدیر میں مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے لوگوں سے پردہ کرے [illegible] اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخوں میں
شارح نے استترت دیکھا سو غلط نسخے تھے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا کمتر ہے کہ رہنے کو کفایت نہیں کرتا پھر بیگانوں سے بقدر کفایت
کے تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یوں ہے کہ استترت من الاجانب واولاد الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانوں اور زوج کی
اولاد کبار سے قدر حصہ اپنے سے تو اسکے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہیں اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا بد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضرور ہے پردہ مرد اور
عورت کے درمیان تاکہ مرد کو بیگانی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن ہوتے ہی عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع خلوت
محرمہ کا ہے یعنی اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہیں ہوتی وان ضاق علیہما او کان الزوج
فاسقا فخروجہ اولی لان مکثہا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد وعورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گزر نہ
رہے یا کہ زوج فاسق ہے کہ حرام حلال کی کچھ تمیز نہیں رکھتا [illegible] تو مرد کا نکلنا بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اس مکان میں تا عدت واجب ہے مرد کا
رہنا اس مکان میں کچھ واجب نہیں [illegible] اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ حاکم کو [illegible] زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہرچند فقہانے زوج فاسق
کے خروج کو اولی کہا ہے [illegible] لیکن اولویت کی تعلیل میں جو مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولی بمعنی ارجح ہے
تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ [illegible] اور [illegible] ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینہما امرأۃ
ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما اور مستحب یہ ہے کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتبر عورت کو مقرر
کرے جسکو روزینہ بیت المال سے دیا جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد وعورت میں حائل ہونے پر یعنی ہوشیار
قوت والی ہو کہ مرد کو اُس سے ڈر ہو اور اگر زمانہ فتور کرے کہ لوگوں کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال لہما

بقیہ

ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبیٰ مین یون ہے کہ بہتر یہ ہو کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے
اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کیا دے کہ وہ حائل رہے دونون مین کہا محشی نے کہ مصنف نے کہا جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر مین بعد عدت
کے بشرطیکہ دونون زوج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہون مثلاً عورت سر اور ہاتھون کو برہنہ نہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونون کے ایک جا بیٹھنے مین کچھ فتنہ کا
خوف نہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش
ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہما ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب مین جنمین طلاق وغیرہ سے
جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونون کے اولاد ہے کہ انکا چھوڑنا دونون پر سخت مشکل ہے سو دونون
اولاد واسطے گھر مین رہتے ہین اور ایک فرش پر جمع نہین ہوتے اور آپس مین جورو خاوند کیطرح نہین ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا
ہان درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح مین مسلم رکھا۔ ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس بینہا وبین مصرہا
مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل منہا طلاق بائن دی عورت کو یا اسکو چھوڑ کر سفر مین مر گیا اگرچہ راہ مین نہین بلکہ
کسی شہر مین طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنے تین دن کی راہ نہو تو عورت
لوٹ آوے اپنے شہر مین اور اپنے گھر مین عدت منقضی کرلے اور اگر عورت کے شہر مین اور اس جگہ مین تین دن کی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اسکی مسافت
وہان سے تین منزل سے کم ہو تو وہین چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنتہ ومیسرتہ فان کان فی مفازۃ
خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی او لا فی الصورتین اور اگر اس جگہ سے دونون طرف مدت سفر کی ہو یعنے وہان سے وطن بھی تین منزل ہو
یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہو یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے مین اور مکان مقصود
کیطرف چلے جانے مین اور داہنے بائین اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہین اور عورت کے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو یا نہو دونون صورتون مین
جب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونون طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھر آنے اور چلے جانے
مین اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونون طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہے لیکن وطن مین پھر آنا
مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر مین منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر بینہ وبین مقصدہ سفر او کانت
فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان لیکن اگر عورت کا
جانے یا پھر آنے مین ایسے مقام پر گذر ہو جو رہنے کے لائق ہو یعنے شہر ہو یا گانون نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق مین اتنی قید اور زیادہ کی کہ
اس محل اقامت مین جہان گذر ہوا اور عورت کے مکان مقصود مین سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق یا موت کے وقت کسی شہر یا گانون مین ہو جو
لائق رہنے کے ہو وہین عدت کرے اگر محرم نہ پاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہین عدت کرنا چاہیے اگر محرم بھی پاوے نزدیک امام
پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہان تک کہ اسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان اس شہر اور مکان مقصود کے سفر کی مدت سے کم مسافت ہو تو
عدت وہین کرنا واجب نہین بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ [illegible] ومن الاحکام
فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا فیہ فلہا ان تحول بہا [illegible] وینقل مکان [illegible] عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل مین کذا فی فتح القدیر یعنے جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اسکا مستقر ہو کہ ایک جگہ نہین ٹھیرتے جہان جہان

چارہ اور پانی انکے جانوروں کو ملتا ہو وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انہیں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکان کرتی ہے یعنی ڈول میں یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگوں کے پاس رہنے سے اس مکان میں جسمیں زوج نے اسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہو کہ اسکو ساتھ لیکر جاتا پھرتا رہے تو ڈولی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ مضرت نہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے **ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر** اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں **ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن غیر انہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ** اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہو احکام سابقہ مذکورہ میں یعنے اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو آگے چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہو کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہو اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اسپر مفارقت لازم ہو

فروع مسائل ملحقہ شارح کے **طلب من القاضی ان یسکنہا بجوار لا بجنبیۃ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریۃ** زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس میں رکھے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی **قبلت ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیۃ** زوجہ نے اپنے زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیۃ **لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج مجتبی قلت ومر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ کالکتابیۃ والمجنونۃ وام الولد اعتقہا فلیحفظ** روک نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہو کہ روایت بزازیہ کی اسکے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہو کہ مرد کو جائز ہو منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جبکہ مولی نے آزاد کر دیا ہو روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا اختلاف مٹا دیا یعنے ثبتبے کی نفی منع خروج اسپر محمول ہو کہ روکنا حق اللہ میں ہے اور روایت ظہیریہ محمول ہو کہ روکنا باعتبار حق شوہر کے نہیں کہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہو اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہو سو یہ سہو کاتب ہو اسواسطے کہ ولیس منع خروج ظہیریہ سابق کو ہو چکی بزازیہ

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہو ثبوت نسب کے بیان میں یعنے ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہو اور کس میں نہیں **اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین** زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عایشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنے امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں سنن دارقطنی اور بیہقی میں ابطریق ابن مبارک عایشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنے جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہو اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہو کمال سرعت سے اور ہرچند یہ اثر ہو حدیث مرفوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت حمل اجتہادی نہیں تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عایشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا انہوں نے کہا سبحان اللہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں حاملہ ہوئی ہر لڑکا چار برس میں لیکن یہ اثر الزام نہیں اسواسطے کہ حدیث کا معارض روایت کی نہیں ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اکثر امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہو اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہو یہانتک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کیطرح معلوم ہوتی ہو اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر **واقلہا ستۃ اشہر اجماعا** اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اسمیں کسیکو خلاف نہیں حق تعالے نے فرمایا **وحملہ وفصالہ**

ثلثون شہرا یعنے حمل ولد کا اور فصال اُسکا تیس مہینے یہان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت
دو برس ہین تو معلوم ہو گیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علمانے آیت مذکورسے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہے کہ تیس مہینے
رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہین ہوتی
سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع ہین
الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ جمع نہین ہوا اور اسکے تحقیق یہ ہے کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر **فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی**

بالاشہر لایاسہا بدائع **وفاسد النکاح فی ذلک کصحیح** قہستانی **وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا ووطئہا فی العدۃ**
تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین
برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا
بسبب احتمال دراز ہونے اسکے طہر کے اور باحتمال اسکے حاملہ ہونے کے عدت مین یعنے احتمال ہے کہ مثلا بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اسکو طہر رہا حیض نہ آیا
تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہریگا **مالم تقر بمضی**
العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اس صورت مین ہوگا جبکہ عورت اقرار نکرتی ہو انقضاے عدت کا در حالانکہ مدت بھی انقضاے
عدت کی متحمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ
اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور مدت حمل اور تولد کے متحمل ہین اور اگر انقضاے
عدت کا ایسے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت کی متحمل نہین تو شرعا عورت کی
تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل تھا کذا فی الہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین
بھی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ مین بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہے
سہوا غلط کاتب ہے کذا فی الدرر **وکانت الولادۃ رجعۃ لو فی الاکثر منہما او فیہما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک ان ثبت نسبہ** اور ہوگی ولادت
رجعت اگر مطلقۂ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت
نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا ہم ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال کے
زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنے نو مہینے یا بارہ مہینے مین
مثلا ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہو سکتی لیکن نسب صورت
ثابت ہے **کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ** چنانچہ ثابت ہوتا ہے نسب بدون
دعوی زوج کے مبتوتہ مین یعنے مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب
جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنے جبکہ مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ طلاق کیوقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو
اہتمام زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہو لہذا اسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہے یقین ضروری نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے **ولم تقر**
بمضیہا کما مر یعنے ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اسوقت ثابت ہوگا جبکہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو بشرط احتمال عدت
چنانچہ یہ مضمون سقرسب مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار

چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوئی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ کیساتھ مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہ ہوگی اور وقت فرقت
سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی الجوہرہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعید نے تصریح
کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **وان لتمامہا لا یثبت النسب قیل یثبت لتصور العلوق**
فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو
لازم آویگا کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق کا لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال
میں نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قول وال وجیت حمل ثابت ہوا اور یہی سبب ہے قاضی خان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی
قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام
صاحب کنز اور وقایہ اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ علماء روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **الا بدعوۃ لانہ**
التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضاً پوری دو سال کی ولادت سے مبتوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کا بیڑا اپنے ذمہ لازم
کرلیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ہم شارح نے جواب زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے
کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب یہ دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور
تفسیر شبہۃ الفعل و شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من سنتین والآخر لاکثر** دو برس سے
ولد مبتوتہ ثابت النسب ہوگا مگر جبکہ مبتوتہ نے دو لڑکے جوڑا کہ ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکا دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرا لڑکا دو برس سے
زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی
ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں **الا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت**
الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہو جاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی اسکو منکوحہ تھی پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا
تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کیوقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی
العالمگیری عن التبیین **وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع** اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنے خیار بلوغ اور
عتق اور عدم کفایت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں **لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان**
الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہا لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوت زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں
یعنے پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا شارح نے استدراک کیا متن کا ظاہر یہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری
اختیار کیا موافقت متون **وان لم تصدقہ المراۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح** یعنے پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ
زوج کی تصدیق نکرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں ان دو روایتوں میں ایک
روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے **ویثبت نسب ولد**
المطلقۃ و لو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخول بہا ان ولدتہ لاقل من الاقل اور ثابت ہوگا نسب مطلقہ کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ جبکہ
مراہقہ جنی ہو کمتر مدت میں یعنی کمتر مدت چھ مہینے ہیں یا اس سے کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے مطلب یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا
مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہو نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہے تو اسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

کہ ابھی نطفہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وغیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لدون من وقت الاقرار لاقل من ستۃ اشہر والا فلو ادعتہ فکبالغۃ
جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضاے عدت کا اقرار نہیں کیا اسکا ولد ثابت النسب ہو اور اسیطرح اور مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جو چھ مہینے سے کمتر میں جنی اقرار کے
وقت سے یہ اسوقت میں ہی جبکہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہیں کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہی لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا

طلاقہا

لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا یکون بعدہا لانہا الصغر یاتحمل سکوتہا لاکاقرار یعنی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہو جبکہ جنے بعد طلاق کے
نو مہینے سے کمتر مدت میں ہو اسواسطے حمل رہنے کے نکاح میں یا عدت میں اور اگر نو مہینے سے کمتر میں جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ میں جنے تو ثبوت نسب نہوگا
بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اسکا سکوت بجاے اقرار انقضاے عدت قرار دیا جاویگا ہم یہ جواب ہو اس سوال مقدر کا
کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو احتمال ہی کہ اسکو نکاح میں یا عدت میں حمل ہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار کا ہاں اگر
اقرار انقضاے عدت کرتی اور اسکے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ میں لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی چونکہ انقضاے عدت مراہقہ کا بسبب
کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنے فقط مہینوں پر نہ حیض پر لہذا بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اسکا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی
تو جبکہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت ہوگا فلو ادعتہ حبلا فہی کالکبیرۃ فی بعض
الاحکام للاعتراف فہا بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہو گی بعضے احکام میں بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحرالرائق میں کہا کہ اگر مراہقہ نے
دعوی حمل کا کیا طلاق بائن میں پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی میں ستائیس مہینے سے کمتر میں جنی تو اسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان مراہقہ اس حکم میں
تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن ابھی کلام میں برابر نہیں مثلاً طلاق رجعی میں اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے میں یا زیادہ میں جنے گی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اسکے ولد کا
نسب بایں حالت ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول بہا
اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موت کا اگر ابتداے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عدت ثابت ہی نہ دخول
اور اجتماع زوجین جیسا کہ ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے
اور دس دن سے کمتر میں جنے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضاے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے
ہوے اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ میں جنے تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیہا
بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضاے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے میں
تو نسب ثابت نہوگا والا الآیسۃ فکالحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت میں آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے کہ عدت موت کی
مہینوں کے حساب سے ہر معتدہ کیواسطے سواے حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان جاءت لاکثر منہا من وقتہ لا یثبت بزازیہ ولولہا فکالاکثر بحر
اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتداے موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال میں جنی تو اسکا حکم
مثل اکثر دو سال کے ہی کذا فی البحر حاصل بحث یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل
من اقل مدتہ من وقت الاقرار والاقل من اکثرہا من وقت البینونۃ لتیقن کذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اس عورت کے لڑکا جنے کہ اقرار کیا اپنی عدت کے گذر جانے کا
اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت میں وقت فراق سے یعنے طلاق بائن یا موت سے تو نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے
دروغگوئی عورت کے یعنے جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے میں جنی تو معلوم ہوا کہ اسوقت اسکے رحم میں نطفہ تھا اور اسکا اقرار انقضاے عدت کا محض غلط تھا اسواسطے کہ
چھ مہینے سے کمتر میں تولد ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ کہ مقرہ کے ثبوت نسب میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی اقرار سے دوسری شرط یہ ہی

وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنے گی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ
اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد گذشتہ اقرار انقضائے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی
نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار **والا لا یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار** اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت
فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب ثابت نہوگا واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضائے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے **ویثبت
نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قیل برجل** او ثابت ہوتا ہے نسب بچہ معتدۃ موت یا طلاق کا اگر عورت کی
ولادت کا انکار ہوگیا ہو یعنے زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہے ولادت کی
تو ثبوت نسب پوری دلیل سے ہوگا یعنے دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی
گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے **او حبل ظاہر ای بلا شہادۃ بکونہ ظاہرا
فی البحر بحثا فعم** یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے
یہ مراد کہ نشانیاں حمل کی اسقدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل
کہا ہے کہ ہاں شہادت ظاہرہ حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل نہ ہو وہ نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی
کذا فی حاشیۃ الدر **او اقرار الزوج بہ ای بالحبل** یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا **ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ
رجعی ولدت لاکثر سنتین لا لاقل** اور اگر تعیین لڑکے میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت
نسب میں کافی ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ
رجعی دو برس سے کم میں جنے گی تو ثبوت میں حالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی
او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگوں کے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مرگیا اسکے بعد بعضے
وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثوں کے حق میں نہ سب ورثہ کے حق میں یعنی ورثہ مقرین لڑکے کو اپنے حصوں سے وراثت دینگے
نہ ورثہ منکرین **وانما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر کذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وہم من
اہل التصدیق فیثبت النسب لا ینفع الرجوع** اور ثابت ہو جاوے گا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں اگر پورا ہو
ہو جاوے نصاب شہادت کی انہیں سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسیطرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی
ہوں تصدیق کے یعنے عاقل بالغ ہوں تو اسوقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور رجوع نکریگا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنے حصہ لڑکا دینا پڑیگا
والا یتم نصابہا لا یشارک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نکریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور
ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لیگا **وہل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا نظرا لشبہۃ الاقرار
وشرط العدد نظرا لشبہۃ الشہادۃ** اور وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں برعایت شبہۃ اقرار
اور شرط کیا ہے فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہۃ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں فقط
شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اسواسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہے تو تصدیق میں بھی لازم کیا **ونقل المصنف
عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر**

الہمم الا ان یقال لاحل الشرایۃ فتامل فیہ لیترجح اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضروری ہے پھر مصنف نے کہا کہ ہمارے استاد یعنے صاحب بحر الرائق کا یون کہنا کہ مناسب یہ ہے کہ مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہین اسواسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت مین بحث ہے اور کیونکہ مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے مین یعنی مقر کا اقرار ہر صورت مین صحیح ہے خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یون جواب ہو سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کیواسطے سو اس مطلب کو غور کرو اور اس مسئلہ کی کتب معتمدہ مین تلاش کرنا چاہیے ہم حلبی محشی نے کہا یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کیواسطے مشروط نہین غیر کیواسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہین دیا اور مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہین اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کرین تو کچھ عدالت کی حاجت نہین

ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف وبقولہما یفتی کما فی الدرر

اور اگر معتدہ جنی پھر دونون مین اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھسے نکاح کیا ہے چھ مہینے سے اور مرد نے کم مدت کا دعوی کیا یعنے چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدون قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لیا جاویگی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی میں اسکا ذکر آویگا

وہو ابنہ بشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح لا من سفاح الا ان ہذا اللفظ وما بعدہ ان شاء اللہ کا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہے اسواسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہے بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کی نیک سیرت گمان کرکے قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت لنصف حول منذ نکحہا لزمہ نسبہ

احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر کہا مرد نے کہ اگر نکاح کرون مین اس عورت سے تو اسکو طلاق ہے پھر نکاح کیا اس سے سو وہ پورے چھ مہینے مین بعد ابتدا نکاح کے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب اسکا بنا بر احتیاط کے بسبب ممکن ہونے وطی کے حالت عقد نکاح مین یعنی عین ایجاب و قبول کی حالت مین وطی ہوئی ہو اور تمام نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر مین جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہرگیا اور اسیطرح ولد ثابت النسب نہوگا اگر چھ مہینے زیادہ مین عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہوگیا ہو لیکن فتح القدیر مین عدم ثبوت نسب مین بحث کی ہے اور اسکو بحر الرائق مین مسلم رکھا ہے فتح القدیر مین کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ مین نفی نسب کی کرنا خلاف احتیاط کے ہے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے نہایت بعید ہے اسواسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے مین ہے طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہے لیکن نقل مذہب کی معارض نہین ہو سکتی ولزمہ مہر بالعقد والوطی حکما ولا یکون بہ محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اسواسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہوگئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہوگا کذا فی النہایہ اسواسطے کہ محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب و قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ مین وطی واقع ہے قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح صادق نہین علق طلاقہا بولادتہا لم تطلق بشہادۃ امرأۃ بل بحجۃ تامۃ خلافا لہما کہا معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اسکی ولادت پر تو طلاق واقع ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہوچکا ولو اقر الزوج مع ذلک بالحبل او کان ظاہرا طلقت بالولادۃ بلا شہادۃ لاقرارہ بذلک اما النسب فیلزمہ کامیۃ الولد فلا یثبت بدون شہادۃ القابلۃ اتفاقا فتح اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنے والے شوہر نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہے تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدون شہادت کے بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب لوازم اسکے جیسے اس عورت کا ام ولد ہونا اس لڑکے کیواسطے سو وہ ثابت نہوگا بدون دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام و صاحبین کے کذا فی البحر قال لامتہ ان کان فی بطنک ولد او ان کان بک حبل فہو منی فشہدت امرأۃ ظاہرۃ بیمینہ القابلۃ بالولادۃ فہی ام ولدہ اجماعا ان جاءت بہ لاقل من نصف حول من وقت مقالتہ وان لاکثر منہ لا لاحتمال علوقہ بعد مقالتہ قید بالتعلیق لانہ لو قال ہذہ حامل منی ثبت نسبہ الا

سننبین خنثی بنقشہ غایتہ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہوا ور حالانکہ حمل اُسوقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے
گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد ہے باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کیوقت سے اور اگر
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہ ہوگی بوجہ احتمال حمل ہونے کے بعد مقالہ مولی کے مصنف نے اِس مسئلہ کو تعلیق کر مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولی نے بلا تعلیق
یوں کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھ سے تو وہ لڑکا نسب ثابت ہوگا دو برس کے درمیان تک کہ اُسکی نفی کرے مولی کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ہو ابنی و مات المقر
فقالت امہ المعروفۃ بحریۃ الاصل و الاسلام بانہا ام الغلام انا امرأتہ و ہو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرگیا مقر کہا
اُسکی ماں نے جسکی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور کیا کہ میں عورت ہوں مقر کی اور لڑکا اسکا بیٹا ہے تو یہ دونوں وارث ہونگے اُس مرد مقر کے بدلیل استحسان شرط یہ کہ
مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اُس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا معروف النسب نہ ہو اور مرد کی تکذیب بھی نہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا وامومیتہا
لم ترث و قولہ فقال وارثہ انت ام ولد ابی قید اتفاقی اذ الحکم کذلک لو لم یقل شیئا او کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ و لم یعلم
اسلامہا وقتہا او قال وارثہ کانت زوجتہ لہ وہی امتہ لا ترث فی الصور المذکورۃ بل لہا مہر المثل قیل لم یجز اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا
معروف اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی
ہونا اقراری ہے اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا بھی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت
مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یوں کہا کہ وارث کی زوجہ وہی تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان صورتوں مذکورہ میں ارث نہ ہوگی
فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضوں نے کہا کہ ہاں مہر ملیگا ہم تمرتاشی و صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہیں اور اتقانی نے اسکو
رد کیا ہے کذا فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح و ہو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی
لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مالک نے یعنے کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم آنے فسخ نکاح کے یعنے اگر
نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا بعد تمام ہونے کے ہم ترجمہ میں تمام ہونے کی قید لگا دی تاکہ
فسخ بعدم کفاءت او فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اُسکا جواب
یہ ہے کہ یہ فسخ نہیں یہ انفساخ ہے یعنے نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہے توڑنے سے ویعتق الولد و تصیر الامۃ ام ولد لاقرارہ بیتوتہ
ام ولد میتیہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونیکا ولادۃ الامۃ الموطوءۃ
لہ و لذا توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لڑکا مالک کے دعوی پر یعنی بدون
دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اسکا ولد بدون دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی
کرنے سے نفی ہو جاویگی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف کامتہ مشترکۃ بین اثنین استولدہا احدہما عبارۃ الدرر استولداہا
ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بدون دعوۃ لانہا لحرمۃ وطئہا کامۃ و لذا قال تہامولیہا چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصوں میں کہ ان میں سے ایک شخص نے طلب ولد
کی یعنے اُسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب درر کی یہ عبارت ہے کہ دونوں نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب
ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اُس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکے مولی نے اُسکو مکاتب کیا تو اسکا ولد بھی ثابت النسب
نہوگا بدون دعوی مولی کے وسیجیء فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد میں آویگا کہ فراش عورت کا چار مرتبہ
پر ہے ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہیں دوسرا متوسط یعنے فراش ام ولد کا کہ اسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب

ہو لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہو تیسرا قوی یعنے فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اُسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب ہوا اور اُسکی نفی نہیں ہو سکتی بدون لعان کے چوتھا اقوی ہے یعنے فراش معتدہ بائن کہ اُسکا ولد ثابت النسب ہی بلا دعوی اور اُسکے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہو لعان پر اور لعان کی شرط ہی قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں اور اسیطرح منکوحہ فاسدا ور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب معدوم ہونے شرط لعان کے یعنے صحیح او رجعیت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداما ای استخدام جن کذا فی فتح القدیر

اور البتہ کفایت کی ہو فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب میں قیام فراش عبارت ہو حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنے مرد منتہای مغرب میں عورت منتہای مشرق میں اتنے فاصلہ سے رہتے ہوں کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ کو پورے چھ مہینے میں جنی ابتدائے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہو بسبب متصور ہونے وطی کے بہ اعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہو کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا عمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب میں ساعت واحد میں آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہو کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت میں ولادت فرض کیجیے تاکہ اُس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا متخیل اور متصور ہو لیکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ و لا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ومن لولی قال طی مسافۃ یجیز جہول ثم بعض یکفر ودا اثباتنا فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بعض ما اثر من کرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق میں ہی کہ تصور وطی مغربی میں دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر اقتصار کرنا بہتر ہو اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانۂ قلیل میں کرامات میں داخل نہیں ہو طحطاوی کہتا ہو لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہو یعنے طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہو باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہو کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہو یا نہیں سو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہو اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہیں کرامت میں ساتھ معجزے کے یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونوں خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہو کرامت اور معجزہ میں اسواسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعاے رسالت سے فوراً کافر ہوتا ہو ولی پھر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ میں کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہو کہ جو ولی کیواسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہو پھر بعض علما اسکو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت میں خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصوص ہو یعنے اس قول کی نصرت اور تائید امام ممدوح کے اس قول سے ہو کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو تو معجزہ ہو اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہو اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہو تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہو کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانۂ قلیل میں ولی کیواسطے بعضے علما جائز نہیں کہتے اور اسکے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضے کافر اور اسیطرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور شق قمر اور جوش کرنے پانی بہنا انگلیوں سے اور طعام قلیل میں جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت کے ناجائز جانتے ہیں اور حق یہ ہو کہ طی مسافت کرامت میں داخل ہو اور اسکا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہو کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہیں سوا اُس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہو جیسے قرآن کی برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بالنصاف امام نسفی کا کلام ہو جو مذکور ہو چکا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امراتہ فتزوجت بآخر وولدت اولادا ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام

وعلیہ الفتویٰ کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتویٰ ان احتمل الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی
بما عند المصنف وعللہ ابن ملک بانہ فرش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اسکو موت شوہر کی
یا طلاق کی خبر پہونچی سو اُسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سُنے دعوی موت یا طلاق کا کر کے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج
ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے بنابر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا کذا فی [illegible]
اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور
شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے
چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر چھ سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول
نقل کیے ہیں پھر فتوی اسی پر بتایا ہے جسکو مصنف نے مختار جانا ہے یعنے زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ قول کی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین میں یوں
بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنے مالک فراش ہے عورت اُسکے تحت تصرف میں ہے تو نسب اُسکا فراش حقیقی کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح
فاسد ہو اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اسکی طرف رجوع کر طحطاوی نے کہا زوج ثانی سے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اسکی تصریح ہو چکی اور یہ خلاف اور نفی فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اسواسطے کہ جب زوج اول
آویگا تو عورت اسکو واپس دی جاویگی باتفاق امام و صاحبین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقۃ بشارح نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول
مذ شراہا لزمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں ابتداے خرید سے تو نسب لڑکے کا مرد کو لازم ہوگا
خواہ مرد اقرار کرے اسکا یا انکار کرے سو اسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ سو اسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر طلاق کا
اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا
تو بھی یہی حکم ہے الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتین فمن طلاقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو لڑکے کا نسب ثابت نہوگا
بدون اقرار مرد کے سو اسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ سو اسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی ہے لیکن اگر لونڈی کو جسکو طلاق قبل دخول
ہوئی ہو یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہو گئی ہو تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتداے طلاق سے ہوگا نہ ابتداے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کم مدت
میں جنی تو ولد اسکا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جبکہ دو بار طلاق بائن ہوئی تو اسکے
ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس یا کمتر مدت میں یعنے اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ بچہ دو برس یا
اس سے کم مدت میں جنیگی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہوجاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اسکی وطی نہیں ہوسکتی ہے لہذا
اسکے حمل کو ابعد اوقات کیطرف نسبت کیا یعنے یا قبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا اور فی
مسئلہ مع طلاق رجعی میں نسب لڑکے کا ثابت ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتداے خرید سے
چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو وہ [illegible] میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ
ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو طلاق دی پھر اسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور
بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت
کبری یعنے دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ انمیں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے وہ وقتی سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت وقت طلاق چھ مہینے

مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہوا اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت میں تو نسب ثابت نہوگا اور اگر
ایک طلاق بائن دی ہو بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہو تو نسب ثابت ہوا اور اگر ولادت
اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہو تو مرد پر اسکا نسب لازم نہیں ہاں اگر ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہو تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق
رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہو ہر صورت نسب ثابت ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی ولکن الولد حقیقتها بعد الشراء اور سراج میں ہے اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے
کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی
فلو باعها فولدت لاکثر من الاقل مذ باعها فادعاه هل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اسکو خرید کیا پھر اسکو بیچ ڈالا پھر وہ بچہ
جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتداء بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہو یا نہیں یہاں دو قول ہیں
ابویوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہو بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب بیع کے نکاح باطل ہو گیا اور محمد کے
نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولده او اعتقها فولدت لدون سنتین لزمه لا لاکثر الا ان یدعیه اور اگر مولی مر گیا اپنی ام ولد کو
چھوڑ کر یا اسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب ولد کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اسکا مولی کو
نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدة فولدت لسنتین من حین العتق او الموت ولنصف حول فاکثر مذ تزوجت وادعیاه
معا کان للمولی اتفاقا لکونها معتدة بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنه فانه للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں
آزاد کرنے یا موت سے یا اسکے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدائے نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ ہی مولی کہتا ہو یہ میرا ولد ہو اور زوج
ام ولد کا کہتا ہو کہ میرا ہو تو یہ ولد مولی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہو بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر
پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتدائے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا اور شارح کے قول میں [illegible] کا ذکر بے معنی ہے
اسواسطے کہ بعد موت مولی کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہو ولو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فللاول لفساد
نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتداء طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا
ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت میں تھا ولو لاکثر منهما مذ بانت ولنصف حول فاکثر مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور
جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کیطرف نسبت
ولد کی متعذر ہو گئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہو ولو لاقل من نصفه لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح
صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدائے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی
صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم نہوا کہ نسبت اسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہو اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت
متعذر ہو گئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہو اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہو کہ زوج
اول کا نطفہ مستقر نہ ہونے کے سبب سے [illegible] تھا تو حاملہ ثابت نہیں کہ نکاح کرنا لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منهما ولنصفه ففی عدة البحر بحثا انه للاول
لکن نقل هنا عن البدائع انه للثانی [illegible] علی الترجیح ولیل الاقتصار [illegible] فالنکاح فاسد [illegible] للاول ان
ولکن اشبه [illegible] لاقل من سنتین [illegible] اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتداء طلاق بائن سے اور

پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدۃ میں بحث کرکے کہا ہے کہ شاید لڑکا زوج اول کا ہو اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف زوج اول کے لہٰذا لڑکا
زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ یہ لڑکا زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اسکے
انقضاء عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول کو ملحق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے مفید نہ ہوا کیونکہ لڑکا زوج ثانی
کیواسطے اس صورت میں ہے جبکہ اسکو بقاے عدت اول کا علم نہ ہو یہانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کیوقت بقاء عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا
زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو اثبات اسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں بتاریخ طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے
دو سال سے زیادہ مدت میں اور نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو وہ لڑکا زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط تام
الخلق ان لاربعۃ اشهر فنسبه للثانی وان لاقل [illegible] فللاول [illegible] من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ کو پھر اسکے پیٹ سے بچہ تام جسکے اعضا
ظاہر ہو چلے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایکدن کم چار مہینے میں گرا تو نسب اسکا زوج اول کا
ہوگا اور اگر نکاح فاسد ہوگا یہ مسئلہ بحر الرائق سے منقول ہے اور پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضاء ظاہر نہیں ہوتی مگر ایک سو بیس
دن میں چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ رہتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی [illegible]
ہے کہ نکاح عدت میں واقع ہوا اقول وفی جامع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لا یثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل شارح کا اشارہ [illegible]
ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی
واجب نہیں ہوا اسواسطے کہ یہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اسکی وطی میں شبہ ہے لہٰذا اسمیں نسب ثابت ہوتا ہے اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے
پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اس سے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو
نسب ثابت نہ ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یوں نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور لڑکا اسکا وارث نہ ہوگا
کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی تو وہ اولاد امام ابو حنیفہ کے نزدیک ثابت النسب ہیں گی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے
امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت کلام کے کذا فی النہایہ کذا فی العالمگیریہ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرها تربیۃ الولد یہ باب ہے حضانت میں حضانت بفتح حاء و کسرہ عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکوں کی پرورش کے احکام اس باب میں ہیں [illegible] حضانت کو
بالکسر اول کہا ہے اور شارح نے مختار مصباح اور بحر الرائق کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا
کہ شروط حضانت کے یہ ہیں کہ حاضنہ مرتد نہ ہو [illegible] اور زوج اجنبی سے نکاح نہ کیا ہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اسمیں بھی یہی شرطیں ہیں [illegible]
شرط غیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی یثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ فحتی تسلم لانها تحبس ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ
یا مجوسیہ ہو اور اگرچہ بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں لڑکی کی مرتد ہوگئی ہو تو اسکو حق پرورش نہیں یہانتک کہ وہ اسلام قبول کرے اسواسطے کہ ارتداد میں حق پرورش نہیں
کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہیگی پھر حبس میں پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد کے ماں باپ دونوں مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہوگیا اور عورت مجوسی رہی
تو بھی حق پرورش اسکا ہوگا اسواسطے کہ عورت کو محبت لڑکی کی پیدا ہے اگر ماں کافرہ ہو او مسلمۃ و فاجرۃ فجورا یضیع الولد به کزنا و غناء و سرقۃ و نیاحۃ کما فی البحر والنهر
بحثا قال المصنف والذی یظهر العمل باطلاقهم کما هو مذهب الشافعی ان الفاسقة بترک الصلوۃ لا حضانة لها وفی القنیة الام احق بالولد ولو سیئة السیرۃ معروفة بالفجور
ما لم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جائے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق

صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اسکا اختیار ہو ولا تجبر من لہا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لہا بان لم یاخذ ثدی غیرہا او لم یکن
للاب ولا الصغیر مال بہ یفتی خانیۃ وسیجیء فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعا ثابت ہے اُس پر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں پہونچتا کہ شاید اُس سے
نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا اُس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہوں تا کہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو ان
صورتوں میں بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاویگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنے عدم جبر پر الا درصورت تعیین کذا فی الخانیۃ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ
میں آویگا عم ہدایہ و تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں ہے اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو
پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقہا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ بحر اور جبکہ ماں نے
اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میتہ اور متزوجہ کے ہو گئی تو اس صورت میں حق حضانت کا نانی کیطرف منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا یقدر الحاضنۃ علے
ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدہا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد فلیس لہا ان یبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرہا اجبرت
بلا خلاف فتح وہذا ایم بالوجود وامتنع من القبول بحر وحینئذ فلا اجرۃ لہا جوہرہ اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی
ذات میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے کہ
پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں کہ اسکو باطل کرسکے شرط کرکے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی
فتح القدیر اور یعنی غیر ام کا نہ پایا جانا شامل ہے اس صورت کو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورش کا قبول انکار کرے کذا فی البحر اور اس وقت میں یعنی سواے ماں کے کوئی نہو یا ہو مگر قبول
نکرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نہ پاویگی اسواسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرہ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں پرورش
میں چنانچہ قبل اسکے تفصیل اسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنے فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور
خواہرزادہ سے اور فتح القدیر میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا اگر یہی ثبوت جبر
ظاہر الروایت ہے مطلقا اور نہی کہا کہ کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنے درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے میں مطابق ہو گئے ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ ظاہر روایت سے عدول کرکے مفتی بہ عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین المتنافیین سے راضی ہوئے اور لازم یہ تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے
اور دوسرے پر چاہیے تو اشارہ کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ لابیہ وہی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ
کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقلہ المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ وہ منکوحہ اور معتدہ اسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر
منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ
ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو باپ پر تین چیزیں واجب ہیں اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی شرح ملا مسکین اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا اجرت
رضاعت سے مخالف ہے اس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار میں جواہر الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ قاضی خان سے یوں سوال کیا کہ بدون کے
اجرت حضانت کی پہونچتی ہے مع اجرت شیر خوارگی کے جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہیں ہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شاید جواہر الفتاوی
کی عبارت میں تحریف یا سقوط ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزیں ہیں رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے
دوسری کیونکر ساقط ہو وفی شرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لہا امساک الولد ولیس لہا مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناہما
جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار ان علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب اور باقانی کی شرح نقایہ میں
بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہونچتا ہے اور اس عورت کا کوئی مکان نہیں جہاں صغیر کو

ساتھ لیکر رہے تو پھر باپ میں کہا باپ پر دونوں کیواسطے مکان دینا واجب ہی اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہی کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش میں واجب ہی

اور اسیطرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی من لزمہ نفقتہ
قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم مراتب الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہی کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اسکو مال وراثت
سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرف اسپر واجب ہی جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہو شارح کہتا ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں کے
کے قواعد بھی اسکو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہی کہ حضانت مانند رضاعت کے ہی یعنے بنا بر قول راجح
جیسے رضاعت بقدر ارث اسکے وارثوں پر واجب ہی ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہی خلاصہ یہ ہی کہ اسمیں تصریح روایت کی نہیں لیکن نظر فقہی
اسکو مقتضی ہی کہ جب صغیر کا باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہی بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی

خیر الدین الرملی (ثم) ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے
کی ماں کو یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہی یا اسنے حضانت قبول کی یا اسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہی اگرچہ بچند واسطہ
نانی بعید ہو مثلا نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنے اگر نانی غیر کی مثلا منکوحہ ہوگی فواحش میں [illegible]
حق پرورش صغیر کا نانی کو نہ پہونچیگا (ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور) پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہی اگرچہ دادی بچند واسطہ بعیدہ ہو بشرط
مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہونچیگا واما ام ابی الام فتوخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاوے
بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق (ثم الاخت لاب وام ثم لام) لان ہذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن ہی پھر مادری بہن مقدم ہی سوتیلی بہن سے
اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہی ماں کی قرابت والیوں کو (ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب) پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہی
پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو [illegible] سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنا بر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضی خان و
بحر الرائق یہ روایت صحیح ہی جو شارح نے بیان کی چنانچہ قول آیندہ میں شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا (ثم الخالات کذلک) ای لابوین
ثم لام ثم لاب (ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ) پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہیں اسیطرح یعنے پہلے سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی
بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں (ثم العمات کذلک) یعنی خالاؤں کے بعد پھوپھیاں اسیطرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی (ثم خالۃ الام
کذلک) پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسیطرح یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اسکے بعد سوتیلی خالہ (ثم خالۃ الاب کذلک) پھر ماں کی خالہ کے
بعد باپ کی خالہ اسیطرح پہلی باپ کی سگی خالہ پھر باپ کی مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ (ثم عمات الامہات والآباء بہذا الترتیب) پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی
پھوپھیاں اسی ترتیب مذکورہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی ہکذا فی الفہیم
من فتح القدیر پھر اس ترتیب مذکور کی وجہ یہ ہی کہ ولایت پرورش کی حصول شفقت کی جانب ہے لہذا درباب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہی باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار
سنن ابو داؤد میں عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہی کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہی میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکے دودھ کی مشک
تھی اور میری گود اسکا گہوارہ اور جھولا تھا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہی اور چاہتا ہی کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسکے
رکھنے میں تو احق ہی جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرلے اور اختیار شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور
لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی ماں لڑکے کیواسطے بہتر ہی تیرے شہد سے
پھر لڑکا عورت کو دیدیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہی کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد

سے بسبب دور ہونے مانع کے لیئے حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہو گئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج میں یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہو تیرا حق حضانت ساقط ہو گیا اور عورت اسکی منکر ہوا ور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہیں تو اسوقت بھی عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لان عینتہ اور اسیطرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے میں اگر اسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا جو عورت کہا اگر اسکو معین کر کیا یعنے اگر عورت نے دعوی کیا کہ میں نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھے طلاق دیدی تو اس صورت میں اسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا تھا سو اسنے مجھکو طلاق دیدی تو اس صورت میں دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہوں کے یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہاں صاحب حق ایک شخص متعین ہی والحاضنۃ اما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہو لڑکا کے رکھنے میں یہانتک کہ اسکو حاجت نہ رہے عورتوں کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوئی ہی اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ تقریبا سات برس کی حصول استغنا میں غالب ہی خصاف نے تقدیر نہیں کی ہی اور بقدر ورہی کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کرلے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا اور تو نے جانا ہی اور واقع میں حسن ہی جو تو تعین کی قدر اور سات برس کی تقدیر نہ کی اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہی کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہی اور استنجا کر لیتا ہی ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ لڑکے کی عمر میں باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہی اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہی تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا خود کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاویگا اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ قبول نہ کرے تو حاکم زبردستی سے دیگا اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم تادیب و ارشاد سکھانا واجب ہی اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس و استنجا کرنے میں غیر کا محتاج ہو اور آپ نہ کر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا ماں یا نانا کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے میں سزاوار تر ہیں یہانتک کہ اسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہی کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایۃ ہی اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے یہ توقع آداب دریافت کرنیکی محتاج ہی جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم میں عورت زیادہ تر قادر ہی اور جب صغیرہ بالغ ہو گئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہی سو اسپر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہی بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے میں ماں کہتی ہو کہ ہنوز اسکو حیض نہیں آیا اور باپ کہتا ہو کہ آتا ہی تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہی کہ عورت منکر ہی اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہی شارح کہتا ہی میں کہتا ہوں کہ اختلاف کے بین لائق ہی کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمیں حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر صغیرہ حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہی یہ قول ہو صاحب النہر الفائق کا شیخ حمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ میں بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہیں بلکہ روایت صحیح پر عمل کرنا مناسب ہی کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ میں تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیئے اگر وہ بلوغ کا اقرار کریں تو انکی تصدیق کرنا چاہیئے کہ وہ امین ہیں اسرار میں ماں باپ کو انکی کیا اطلاع ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہیں لڑکے پاس رکھنے میں یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا پھوپھی احق ہی صغیرہ کی پرورش میں یہانتک کہ وہ مشتہاۃ ہو یعنی لائق شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہی مشتہاۃ کی بہ تقدیر اکثر

فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہو اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی حاصل یہ ہے کہ نانی کے پاس بلوغ تک رہنے کا حکم ہوا اور انکے
سوا خالا یا عمہ کے پاس مشتہاۃ ہونے تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نسا کی جیسے سینے پکانے کے ہر ان خدمت لینے کے نہیں ہو سکتی اور ان نانی یا دادی کے
سوا خالا یا عمہ انکی طرح خدمت نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت مثل ظاہر الروایۃ
یہ ہے کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنے ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ لو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی
اور لقایہ اور وقایہ اور ملا مسکین و غیاثیۃ المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی صحیح ہے لقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق محمد
کذا فی حاشیۃ المدنی حاصل صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس رکھنا ظاہر الراس مصلحت میں ہے جبکہ باپ نے اسکو طلاق دی ہو اور دوسرا جگہ نکاح بھی رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہو
اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اسسے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لا تسقط الحضانۃ بتزوجہا مادامت لا تصلح للرجال
الافی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ فائدہ معلوم ہوا
کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق
موانست زوج کے ہو اور زوج اسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیہ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں
صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنے نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہو
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی دار اد
اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امہ وتحضر عندہ فیاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر الاب امرأۃ وقال
ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ لا ان ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ ویدفع الصبی
الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مرگئی ہے تو مجھکو
اس لڑکے کا خرچ دے ہو اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اسکی نہیں مرگئی اور وہ میرے
گھر میں ہے اور ارادہ کیا اس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہاں تک کہ قاضی اسکی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو ایجاوے
اسوقت مرد کو لڑکا دلایا جاویگا کہ مرد نے اس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت غیر کا یعنے نانی اور ماں دونوں کو حق پرورش
ثابت ہے لیکن پہلے نانی کا ان دونوں میں پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنے
نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں ہے میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مرگئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا
اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انھیں دونوں کو دلایا جاویگا اسواسطے کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر یہ لڑکا انھیں دونوں کا ہے
کزوجین بینہما ولد فادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لا منہ فہو ابنہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ
پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس وجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے
اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسیکے پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنے بسبب ثبوت فراش یعنے
حالت زوجیت کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویأخذ الصبی منہا وکذا
لو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذا المرأۃ فقد انکر کونہا
جدتہ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو

مرگئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہی تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے
حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہی نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی
سزاوار تر ہی صغیر کا اسواسطے کہ جب جدہ نے کہا کہ یہ لڑکا میرا نواسا ہی اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اسنے نانی ہونے کا انکار کیا تو اسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا
اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہی مرد کے حق کا اقرار کر چکی اسکا بیٹا کہکر آخر ہو گیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر ولا خیار للولد عندنا مطلقا
ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فیخیر بین ابویه وان اراد الانفراد فله ذلک مؤید زاده معزیا للمنیۃ اور نہیں ہی اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک
مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہی چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہی
کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہی اور بعد بالغ ہونے کے تو اسکو اختیار ہی ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ
کرے تو بھی اسکو جائز ہی چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہی منیہ کیطرف منسوب کرکے تنہا رہنا مشروط ہی اسکے رشید ہونے پر اور اگر اسکی تنہائی میں خوف فساد ہو
تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہی کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا
زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہی اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہی میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہی تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہی اور یہ تیری
ماں ہی تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اسنے ان کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہی حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے یوں معلوم ہوتا ہی
کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اسواسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل بلوغ کی ہو اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں کہ لڑکا کم فہم ہی وہیں کا رہنا اختیار کریگا جہاں
کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہی کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایۃ حاشیۃ المدنی وافاد بقوله
بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمها الاب الی نفسه الا اذا دخلت فی السن واجتمع لها رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیها اور حکم بلوغ کا
مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہونچی لڑکی عورتوں کی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہی تو اسکو اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اسکو فاسق دھوکے
مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے تو رہے جہاں اسکا جی چاہے اسواسطے کہ اب خوف باقی نہیں ہی دخلت
فی السن سے مراد یہ ہی کہ ثیبہ اور بڈھی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ وکفایۃ المتحفظ وان ثیبا لا یضمها الا اذا لم تکن مأمونۃ علی نفسها فللاب والجد
ولایۃ الضم لا لغیرہ کما فی الابتداء بحر عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنے ایکبار اسکا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اسکو پاس رکھنے کی نہیں مگر جبکہ
ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنے خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہی اور دادا ولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں
پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہی کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی برایه لیس للاب
ضمه الی نفسه الا اذا لم یکن مأمونا علی نفسه فله ضمه لدفع فتنۃ او عار وتادیبه اذا وقع منه شیء ولا نفقۃ علیه الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جبکہ عاقل
ہوا اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانے کا تو باپ کو پھر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اسپر اطمینان اور اعتماد نہو
یعنے مرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت میں باپ کو اختیار ہی اسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار ننگ کے اور باپ کو اسکی
تادیب کا اختیار ہی اگر اس سے کوئی فعل بیجا واقع ہو اور باپ پر اسکا نفقہ واجب نہیں اگر وہ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق
والحاشیۃ المدنی والجد بمنزلۃ الاب فیه فیما ذکرا ور دادا باپ کے برابر ہی اسمیں جو مذکور ہو چکا وان لم یکن لها اب ولا جد ولکن لها
اخ او عم فله ضمها ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منها اور اگر بالغہ
کا باپ اور دادا نہو اور اسکا بھائی یا چچا ہو تو اسکو اختیار ہی بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہی جو نہ مفسد امانت

بالغہ ہے اواسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اسکو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہوگا اور اسیطرح حکم ہے ہر عصبہ میں جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لہا

اب لا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد بالسکنی والا وضعہا

عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظر المسلمین کذا ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ و دادا نہو اور نہ انکے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اسمیں حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اسکو چھوڑ دے جہاں چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اسکی حفاظت پر کچھ فرق نہیں اسمیں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانوں کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچا رہے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم

ینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤیدزادہ معزیا للخلاصۃ اور جبکہ پہونچین لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب و کار کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا انسے نوکری اور مزدوری کرا وے اور انکی اجرت سے انپر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ انکا خرچ باپ پر ہے اور جب ہو نکاح کر دیوے تاکہ گرچہ وہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہیں انکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو لڑکے کا کمایا ہوا کسی امین کے پاس رکھا جاوے جیسا کہ باقی املاک صغیر کی امین کے پاس رہینگی اگر باپ فضول خرچ ہے جیسا کہ اسکی تصریح کی ہے مؤیدزادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کر کے لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج بالولد من بلدۃ

الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہروں میں زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اسیدن اپنے شہر میں پھر آنا تو لیجانے سے عورت کو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونوں شہروں میں اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایکدن میں جانا اور آنا ممکن ہو تو اس شہر میں جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر فلا عکسہ لا یضر الولد تخلقہ باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ

وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین مگر صورت تفاوت دو شہروں کی مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گانوں سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر میں صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانوں میں لیجانا درست نہیں بسبب ضرر صغیر اسواسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہوجاویگی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی جسمیں مطلقہ گئی ہو وطن ہو اسکا اور حالانکہ وہیں شوہر نے اسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانوں ہو بنابر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہو تو وہاں صغیر کا لیجانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب میں بھی جائز ہے وہذا الحکم

فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاہا ما بقیت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی میں لیجانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوگئی ہو قادر نہیں صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے ماں کے شہر سے بدون ماں کی رضامندی کے جب تک صغیر ان کی پرورش میں ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز الا ان یسافر بالولد قبل سقوط

حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے نے زوجہ سے

اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے بسبب نکاح کر لینے مطلقہ کے تو جائز ہو باپ کو سفر میں جاتے لیجانا صغیر کا یہان تک کہ عود کرآئے حق اسکی مان کا یعنے جب صغیر کی ماں کو زوج نے
طلاق دے تو اب سفر مین صغیر کا رکھنا جائز نہین بلکہ ماں کے پاس پہونچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا تو حق حضانت عود کیا کذا فی البحر وغیرہ اور
مصنف نے اپنی شرح مین جواز سفر کو مقید کیا ہو اس شرط سے کہ جب بعد مان کے حق حضانت کسیطرف انتقال کیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہو مقام ترد د اسمین یہ ہو کہ ان کے
نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہو گی تو البتہ باپ کو سفر مین لیجانا صغیر کا درست ہو گا اور اگر نانی موجود ہو گی تو سفر مین لیجانا نہ جائز ہو گا اسواسطے کہ ایسے
حق پرورش کا نانی کو ثابت ہو اور شرنبلالیہ مین برہان سے یہ روایت منقول ہو جو سراجیہ کے مخالف ہو کہ باپ صغیر کا لیجانا محل اقامت سے قبل استغنا ء صغیر کے جائز نہین اگرچہ
مان کی حضانت نہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحامی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ
اور جاوی مین ہو کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ صغیر کا لیجانا باہر شہر کے اس مکان تک درست ہو کہ ممکن ہو ماں کو دیکھنا اپنے ولد کا ہر روز جیسا کہ ایک شہر سے دوسرے کنارے مین
لیجانا بھی اسی شرط کیساتھ مشروط ہو یعنے ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیۃ اذا اسقطت حضانۃ الام واخذہ الاب لا یجبر علی ان یسلمہ لہا بل

ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وفی شیخنا الرملی بان یسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب فی ذلک الرملی وفی التاتارخانیۃ
شارح کہتا ہو اور سراجیہ مین ہو کہ جب ساقط ہو گئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہین باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کے
دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاویگی اور فتوی دیا ہو ہمارے استاد خیرالدین رملی نے اسکا کہ بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر مین لیجاوے اور اسکا فتوے بھی
دیا ہو کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہین صغیر کو اپنے پاس رکھنے مین مگر صغیرہ کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہین رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ فرع مسائل متفرقہ

شارح کا خرج بالواو ثم طلقہا فطالبتہ برد ہ ان اخراجہ باذنہا لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہا لزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا فعلیہ ردہ بحر الرائق مین
ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہو کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ مین پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ مین لیگیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا
عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ مین لیگیا ہو تو اسکو بصرہ مین عورت کے پاس پہونچا دینا لازم نہین بلکہ عورت سے
کہا جاویگا کہ اگر تو چاہتی ہو تو وہان جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اسکے لیگیا تھا تو صغیر کو پہونچا دینا ان کے پاس لازم ہوگا باپ پر جیسا کہ صغیر کو ساتھ اسکی
مان کے لیگیا تھا پھر ان کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اسکو طلاق دی تو مرد پر لازم ہو پہونچا دینا صغیر کا مان کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

باب النفقۃ

ہی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہو نفقہ کے احکام مین نفقہ لغت عرب مین اسکو کہتے ہین جسکو خرچ کرے آدمی اپنے اہل و عیال پر و شرعا
ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع مین نفقہ عبارت ہو طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی بحر سے منقول ہین کذا فی منح الغفار
اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہو اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر مین یون ہو کہ اصطلاح شرعی مین نفقہ شے کا عبارت ہو اس خرچ معین
کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اسمین بہائم حلوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفا ہی الطعام اور عرف مین نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہین لہذا
اکثر کتب فقہ مین نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہین یہ اسلیے کہ عطف مقتضی ہو مغایرت کا اور وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو
حق تعالی نے آیتہ مین یون ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہو دستور کے موافق اور دوسری آیت مین فرمایا کہ رکھو عورتون کو
جہان تم رہتے ہو اور تیسری آیت مین ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جسپر روزی تنگ ہو تو جسقدر خدا نے اسکو دیا ہو اتنا
صرف کرے حق تعالی کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہین فرماتا اور صحیح مسلم مین مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین خطبہ کے اندر
یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا تم پر رزق واجب ہو موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہو کذا فی فتح القدیر

النفقة تجب علی الغیر باسباب ثلثة فی زوجیة و قرابة و ملک بدأ بالاول لمناسبة بامر او لانہا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بوجہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اسیکا ذکر کرنا مناسب تھا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجة بنکاح صحیح فلو بان فساده او بطلانه رجع بما اخذته من النفقة بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح پر کہ وہ معتدہ تھی کسی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اُس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہیں تو اسکا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہوا اور نکاح باطل میں عدت نہیں اسواسطے کہ وہ زنا ہوا اور زانیہ پر عدت نہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدم ہوا ہوا اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں ہے عالمگیری میں یہی مذکور ہے کذا فی حاشیة المدنی علی نوح وجبا لانہا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلہ ہے احتباس کا یعنے زوج کے گھر میں مقید ہوئی تلاش معاش کو نہیں جا سکتی لہذا زوج پر اسکی خبر گیری ضروریات کی فرض ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعة غیره تلزمه نفقته کمفت و قاض و عامل و وصی زیلعی و مقاتلة قاموا بدفع العدو و مضارب سافر بمال مضاربة اور جو شخص کہ محبوس ہے غیر کی منفعت کیواسطے تو غیر پر اُس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوٰۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ انکا بقدر کفایت انکی اور انکے اہل و عیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا میت کے مال میں واجب ہے اس مدت تک کہ صغیر کے مہمات میں مصروف ہے کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہے کہ دفع اعدا کو دین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور جیسا کہ مضارب کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اسکی روزی واجب ہے ولا یرد الرہن لمنفعتها او عتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب قاعدہ یہ ہوا کہ جو کوئی غیر کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اسکی روزی واجب ہے تو لازم ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب یا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہے لہذا مالک پر بسبب ملکیت کے نفقہ اسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر ولو صغیرا جدا فی ماله لا علی ابیه لا اذا کان ضمنها کما مر فی المهر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اُسکے مال میں صغیر کے باپ پر مگر اُس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جبکہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اسکا ذکر ہو چکا لا بقدر علی الوطی لان المانع من قبله اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہی ہے اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہ ہوگی تو نفقہ واجب نہ ہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ میں مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمة او کافرة او کبیرة او صغیرة تطیق الوطی او تشتهی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع عنها فلا نفقة کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہاں تک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق نہ ہوگی تو مانع استمتاع کا زوجہ کیطرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب نہیں

جبکہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نیابت صغیر ہوں ہر چند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کالمعدوم ہوا اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود
قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایہ ہم مصنف کو مناسب تھا کہ بجائے ولو کانت مسلمہ کے سواء کانت کہتا کما لا یخفی
علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ اوسکا نکیا فقیرۃ او غنیۃ مسطورۃ او لا کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار خواہ
یا سطرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ہم اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب ہڈی یا گوشت اندر کے لائق جماع
نہووے تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اسکا نفقہ زوج پر نہ ہو واجب اسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کیونکہ ایسی
صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس منفعت سے مطلقا نہ بخصوص احتباس وطی سے او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطأ
وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی و اختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمتگاری یا موانست کے ہو اگر زوج اسکو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابو یوسف کے اور اسی قول کو پسند
کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ولو کلہ مؤجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر و ایضا
محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اُسنے اپنی ذات کو روکا ہو یعنے وطی پر قادر نہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے
باتفاق ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جبکہ زوج نے مہر موجل
کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے اور
اشباہ کے محشی نے بھی اسکو پسند کیا ہے اسلیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اسکے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما یفتی ویخاطب بقدر
وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ ولو موسرا وہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
الہدایہ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اور اگر زوج کم مقدور ہے
اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور
زوجہ محتاج ہے تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اسکو جیسے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکساں نہو ایک صاحب مقدور ہو
اور دوسرا مفلس تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورت سے کم اور محتاج سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین
خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی
دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اُسکے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کیواسطے اس حدیث سے استدلال
کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہیں دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو
کفایت کرے لیکن اگر اسکی ناواقفی میں لے لوں تو مجھکو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے
یعنے متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر کہا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت
کے دیوے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اسکے مقدور سے وہ اسپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطلبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ
زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر رہا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی
البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہے زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا
ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت لنفسہا ما منعت

وعليه الفتوى كما حرره في الفتح اور اسیطرح نفقہ واجب ہی جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہوا اور اُسنے آنے سے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہے تو مہر معجل لینے کیواسطے
یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہو نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے
استئناس کے وہ اسی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہو نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اپنے یا
آنے سے مانع نہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہو چنانچہ فتح القدیر میں اسکو تحریر کیا ہو وفي الخانية مرضت عند الزوج فانتقلت لدار ابيها ان لم يمكن نقلها
بمحفة ونحوها فلها النفقة والا لا كما لا يلزمه مداواتها اور خانیہ میں ہو کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر میں بلایا
تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہو اسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہو اور اگر ڈولی میں آسکتی ہو اور نہ آوے تو اسکا نفقہ لازم نہیں چنانچہ
زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور نہ اجرت طبیب یا فصد کی واجب ہو كذا في الهالكيرية لا نفقة لاحدى عشر مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة
موت ومنكوحة فاسدة وعدته والمة لم تبوء وصغيرة لم توطأ والخارجة من بيته بغير حق وهي الناشزة حتى تعود ولو بعد سفره خلافا للشافعي زوج پر
نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اُس عورت کا جسنے زوجہ کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہو جمیع اصول اور فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اُس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اسکے واسطے علیحدہ مکان رہنے کو نہیں دیا اور زوجہ
صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب نہیں اُس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو
شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہانتک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہیں گی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اُنکے
نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اُسکا واجب نہوگا تا وقتیکہ زوج گھر میں آوے كذا
في حاشية المدني عن حاشية البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہو ناموافقت او نا فرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہو خروج ناحق اور منع نفس سے
اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہو كذا في البحر والقول لها في عدم النشوز بيمينها وتسقط به المفروضة لا المستدانة في الاصح كالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہو عدم
خروج میں ساتھ قسم کے یعنے اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہو نشوز کی اور قسم کھاتی ہو تو زوجہ ہی کا قول معتبر
ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہو بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مستدانہ قول اصح میں مانند موت کے یعنے اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور
چند ماہ اسپر گذر گئے اور اُسنے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اُسنے نفقہ قرض لیا ہو اور
پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہو موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستدانہ كذا في حاشية المدني باختلاف
عن الذخيرة قيد بالخروج لانها لو مانعته من الوطي لم تكن ناشزة اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو گھر میں وطی
سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہو چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر بزبردستی سے كذا في الزيلعي وشمل
الخروج الحكمي كان كان المنزل لها فمنعته من الدخول عليها فهي كالخارجة ما لم تكن سالته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہو چنانچہ مکان
عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہو اُسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا سوال
کیا ہو یعنے اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان میں لیچل میں یہاں نرہونگی اور اگر زوج نے اسمیں توقف کیا ہو اور زوجہ نے
اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اُسکا ساقط نہوگا ولو كان فيه شبهة كبيت السلطان فامتنعت منه فهي ناشزة لعدم اعتبار الشبهة في زماننا
بخلاف ما لو خرجت من بيت الغصب او ابت الذهاب اليه او السفر معه او مع اجنبي بعثه لينقلها فلها النفقة اور اگر اُس گھر میں جسمیں زوج
نقل مکان کا ارادہ کرتا ہو شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہو یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے

انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہی بسبب نہ معتبر ہونے شبہات کے ہمارے زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام
خالص سے بچنا البتہ ضرور ہی علاوہ اسکے اجتناب شبہات مستحب ہی اور اطاعت زوج فرض ہی اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے روا نہیں ہی بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے
گھر میں ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہی سو وہ وہاں سے نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر میں تہا ہی اور وہاں زوجہ کو بلایا اور وہاں
جانے سے اُسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لیجاوے اور اُسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں اور اُسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہی اسواسطے کہ سفر میں لیجانا بدون
مرضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہی اور اُسنے ایک اجنبی یا محرم کو بھیجا تا کہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اُسنے اُسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اُسکا نفقہ
زوج پر لازم ہی اسواسطے کہ نا محرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہی یعنی ایک منزل ہی اور محرم کے ساتھ جانے سے انکار کریگی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی
حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا للارضاع صبی وزوجہا شریف لم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہی اگر اُسنے نوکری کی لڑکے کی دودہ پلانیکی اور زوج
اسکا شریف ہی کہ اسکو عار آتی ہی وہ دودھ پلانیکی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہیں نکلی بلکہ وہیں وہ بلاتی ہی تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہی کہ یہ عورت
بھی ناشزہ ہی اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کہا ہی محشی نے قوی کہا ہی اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی پھر کیوں وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہی ولو
سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا
وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو
جاتی ہو یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہو تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہی کہ اس سے
معلوم ہوگیا جواب اُس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کاموں میں رہتی ہیں
اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہیں تو انکا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض ہی مگر شارح نے اعتراض کو
بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہی کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہیں بخلاف اُسکے جو بلا عذر رات یا دن کو تسلیم نفس کرے شیخ رحمتی نے اسکا
جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں ہی اسواسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہی تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہی طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور
ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہیں بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہوسکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح جوہرۃ
وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ محبوسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ بظلم قید ہو اسواسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو میں نہیں
مگر جبکہ زوج ہی نے اُسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہی تو اُسکو نفقہ ملیگا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاویگی
اگر زوج قیدخانہ میں اُس تک پہونچکر اُسپر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اُسپر لازم ہی ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہوا ہو یا حق
عورت اُس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہاں عورت کیطرف سے نہیں علاوہ اسکے زوج کے گھر میں موجود بھی ہی اور وہ نکل
جانے سے اصلی بھی نہوگا تو فی الحقیقہ احتباس قائم ہی لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں یوں ہی کہ اگر زوج
قیدخانہ سلطانی میں ہوگا تو قول صحیح یہ ہی کہ نفقہ ساقط ہی طحطاوی اور مدنی محشیوں نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضی خان سے منقول ہی حالانکہ
فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں اسکے مخالف ہی تو خطا نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہی یا صاحب ہندیہ سے جیسا کہ شارح نے نقل کیا ہی اور صحیح روایت مذہب قواعد مذہب کے مخالف
ہی کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہی باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورت کی طرف سے منع تسلیم نہیں تو محبوسہ سلطانی میں بطریق اولی واجب ہوگا ہم نے فتاوی قاضی خان اور
عالمگیری کو یہاں پیش نظر دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہی عبارت قاضی خان کی یہ ہی وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج
محبوس قیدخانہ سلطانی میں بظلم ہو تو اسمیں فقہا کا اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ زوجہ مستحق ہی نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں بھی عبارت بعینہ کو رشد واللہ اعلم فی البحر عن الفتاوی ان لو

حیث علیها الفساد وکحبس معہ حیث لیست خیرا اور بحر الرائق مین ہالفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجائے ساتھ زوج کے
نزدیک بنا بر اسکے خواہ زوج نے اسکو اپنے دین کے سبب قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہان اجنبی مرد نہون کذافی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف
ای لایمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیرا بحر اور اُس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہین جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر مین نہین
آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہین آسکتی زوج کے ساتھ تو اسکا نفقہ واجب نہین اگرچہ زوج کے گھر مین آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا
بسبب عدم تسلیم کے تقدیرا کذافی البحر ومغصوبۃ کرہا اور اُس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہین جسکو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم
زوج پر ہو اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذافی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس
اور اُس زوجہ کا نفقہ نہین جو حج کرنے گئی ہے بغیر زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ ولو نفلا کے مقام پر ولو فرضا کہتا اسواسطے کہ فرض حج کے جانے مین سقوط اور عدم سقوط
نفقہ مین اختلاف ہے اور نفل حج مین تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی
تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذافی الدر المنتقی ثم المراۃ ان من الطحن والخبز الکائنات ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان
یاتیہا بطعام مہیا و الا انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہان غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اُن لوگون مین سے ہے جو ایسے کام نہین کرتے ہین چنانچہ عمدہ خاندان کی لڑکی
یا کہ زوجہ ہو جیسا ایسی عادی نہین لیکن شکو ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہین سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اسکو پکا پکایا کھانا لا دیا کرے و الا بان کانت ممن تخدم نفسہا و
تقدر علیہ فلا یجب علیہ اور اگر زوجہ اُن عورتون مین سے ہے جو اپنا کام آپ کرتی ہون اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا ہوا
کھانا دینا واجب نہین بلکہ اسکو آٹا وغیرہ اپنے واسطے نہین پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہین اگرچہ قاضی جبر نہین کرسکتا
سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہین لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اسکو سالن نہ دے کذافی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہین کہ
پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی نہ دے تا کہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ لانہ علیہ الصلوۃ

والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہین
زوجہ کو اجرت لینا اوپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوپر اسکے باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا مین بانٹ دیے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے
ذمہ پر کر دیے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر مین جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کر دیے حالانکہ وہ تمام عالم کی
عورتون کی سردار ہین یہان تک کہ عایشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہین اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہین جو سید الخلق ہین پھر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمیان کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کرسکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما شافعیہ
اعمال خارجی اور باطنی مین گفتگو کرتے ہین کہتے ہین کہ ان کامون کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھین بحکم رسالت اور نہین بھی تامل ہے کہ
کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھین یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہدین نے دیانۃ واجب کہا نہ قضاءً اسواسطے کہ جنکو گھر کے عادت نہین ہے ایسے کام کی
اپر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی اپر جبر نہین کرسکتا کذافی حاشیۃ المدنی ویجب علیہ الۃ طحن وانیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ [illegible] لہذا

سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ [illegible]
اور زوج پر واجب ہین آلات پیسنے کے جیسے چکی اور موسل اور برتن اور پانی پینے اور پکانے کے [illegible]

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور بندہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے
کنگھی اور اشنان جو ہندوستان میں گھاس ہے بال صاف ہوجاتے ہیں اُس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل کی گندگی
کو دور کرے اور یہ بحکم پانون کی جوتیاں واجب ہیں اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ تاندزاد
زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اسقدر کہ بساند
دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب فصاد و پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے
بدن کا میل چھوڑاوے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہیں لکڑیاں جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے
کذا فی الظہیریۃ والوقعات اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ او زوج ولو جاءت
بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اُسپر ہے جسنے اسکو بلایا یا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ یا زوج نے اور اگر دائی خود
بلا درخواست آئی دونوں پر اسکی مزدوری محتمل ہے **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ** لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورت کو پوشاک
دینا ہر نصف سال میں ایکبار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں
آسکتی اور جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی ہے اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اُسنے
موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک
دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریۃ نقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ** ولو بعد فرض القاضی خلاصۃ **الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ**
فیفرض ای یقدر لہا لیطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا من کرباسہ بلا اذنہ
فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اُسکی ضروریات کا خرید کردینا تاکہ عورت کو
باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کردینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل سے
قاضی نے نفقہ نہ معین کردیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہراوے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ
ہو قت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کردینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو
نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اُسکے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستار خوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستار خوان ہے کہ بہت لوگ
اُسکی کشادہ چشمی کے سبب سے اُسکے دستار خوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اُسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اُسکے کھانے میں سے کھاوے اور اُسکے
کپڑوں میں سے کپڑا لیا کرے بے اُسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص اپنے سے جدا اور سخاوت سے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت سے نفقہ واجب میں
کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اُسکو قید کرے اُس قید ہونے سے بھی ایام سابق کا نفقہ زوج سے ساقط ہوگا
کذا فی الخلاصہ وغیرہا **ثم فی کل شہر** ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کرے مراد اُسکی یہ ہے کہ ہر شخص
کیواسطے وہ مدت ٹھہراوے جو مناسب حال اُس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کیواسطے ایک دن کی مدت ٹھہراوے اور زمیندار اور کاشتکار کیواسطے سال بھر کی مدت ٹھہراوے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے
لوہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کر کے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اسواسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینے کا
خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دیسکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہے یا ایسا نوکر ہے جسکو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو تو اسپر
مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی کہ الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم

عند المسائر الیوم الاٰتی اور زوج کو اختیار ہی ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہی ہر روز طلب کرنے کا شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ فجر تک ہاتھ رہے اور پکا لے خلاصہ یہ ہی کہ مہینہ اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کیونکہ اُسکا ترک جائز ہو بلکہ بنا بر تخفیف و رعایت کے ہی اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہی ولہذا اخذ کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفًا من غیبتہ عند الثانی و بہ یفتی فتح وقس سائر الدیون علیہ وبہ افتی بعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہی مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنے اگر زوجہ ڈرتی ہے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کہ بخوف اسکے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کر تو جس دین پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اسکے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں یہ مذکور ہی فتح القدیر میں ہی کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا "تا بقائے نکاح" ضامن طلب کرے تو صحیح ہو ولو کفل لہا کل شہر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدًا عند الثانی و بہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہو زوج کا یعنے ہر مہینہ میں مقدار نفقہ کا تاج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوگی ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنے فقط اسقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہوا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہا بالموت بخلاف سائر الدیون اور بحر الرائق میں ہی عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم بالکل مجرا نہونگے بدون رضامندی زوج کے یعنے اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں حساب کر لو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون رضامندی زوج کے نفقہ اسکے دین میں مجرا نہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہی کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہی بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ دونوں شخص باہم مجرا دیں یا نہ دیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارا سکنہا وہما یسکنان فیہ فلا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہی کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہی کہ فتوی اس روایت کے مخالف ہی یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہی چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فلو لبثت بعد سنۃ فقالت لہ اخبرتک بان المنزل بالکراء وطلبت لاجر فہو علیہما الا انہا العاقدۃ ہذا ایدا اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ سے اُس گھر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اُسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہی اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہی تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہی نہ زوج کذا فی البزازیۃ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فالاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہی کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اُسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہی لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم ودنانیر کما فی الاختیار وغیرہ المصنف بشرح مجمع للمصنف اور قاضی ٹھہرا دے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی طرح تقدیر کی باتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہی لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط پھر مجتبی سے منقول ہی کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المناسب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہرا دے درہم سے پھر نقد کا اندازہ درہم سے کرے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفیہ لو قترت علی نفسہا فللزوج ان یرفعہا للقاضی لتاکل ما فرض

کے تو کبھی زوج سے اُسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اُسپر اور مقرر دیکھا ہی ہمنے بعضے مردون کو کہ عورت کے فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین
اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ مروتی ہے گانے مال پر حرام ہی جیسے اُسکی پوشاک لینا حرام ہی انتہی کلامہ لیکن قدمنا فی المہر
عن المبتغی الزفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ لا یحرم علیہ الانتفاع بہ الی عرفنا یکثرون کثرۃ المہر
لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین باب المہر مین بحر الرائق سے بروایت
مبتغی کہ اگر نہ وجہ پہونچائی جائے زوج کے پاس مع ان کے بقدر جہیز کے جو اُسکے مناسب حال ہو تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہونچتا ہی مگر اُس
صورت مین مطالبہ نہین جب زوج چند مدت چپکا رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ پہونچا تو اگر جہیز مع زوجہ کے ساتھ فرش اور ظروف کے آئی تو
زوج پر اُنسے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہوگا اسواسطے کہ ہمارے عرف اور رواج مین یعنی مصر مین کثرت مہر التزام کرتے ہین بسبب زیادتی جہیز کے اور قلت
التزام کرتے ہین اسواسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہی وہ مشروط کے برابر ہی تو لائق ہی عمل کرنے کے جو مذکور ہو چکا یعنی عورت کے جہیز کا استعمال
مرد پر حرام نہین کذا فی النہر الفائق اور صاحب نہر کے کلام پر محشیون نے بہت گفتگو کی ہی اور ذکر کرنا اسکا بتفصیل طوالت کلام کا سبب ہی خلاصہ یہ ہی کہ جہان
بالیقین اسکا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کیواسطے کچھ لیتے ہین مثلاً مہر ان کا سو درم ہی اور زوج نے دو سو درم دیے سو کا مہر اور سو کا جہیز اور زوجہ کے
باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدون خوشامد بیوی کے بھی جائز ہی اور اگر باپ اُسکا جہیز نہ دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ
صورت مین زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہونچتا ہی اور اگر اسطرح کا معمول اور رواج نہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف مین لانا زوج کو جائز نہین بدون خوشی زوجہ کے اسواسطے
کہ مالک جہیز کی زوجہ ہی نہ زوج ہان کچھ البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہی اگر وہ مہر لے چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن فتاوی البحر ولو قدر القاضی للنفقۃ
حکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرطہ دعوی فلا تسقط بمضی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضا سے منقول ہی کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم مین داخل ہی
یا نہین مین کہتا ہون کہ ہان تقدیر قاضی کی حکم ہی اسواسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اسکی شرط کے موافق یعنی زوج کے خصومت مین یہ دعوی ہی اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسکا
تام حکم ہی پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دیگا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہوگا بلکہ ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا
کل یوم او کل شہر ہل یکون قضاء ما دام النکاح قلت نعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ یصح بما مضی ومن شہر مستقبل اور جبکہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا
عورت کیواسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقاے نکاح تک رہیگا یا ایک دن یا ایک مہینے تک ہی کہتا ہون کہ ہان یہ حکم تا بقاے نکاح زوجین مین جاری چلا جاویگا مگر بسبب
مانع کے البتہ موقوف ہو جاویگا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاویگا با وجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ معین ہو جاتا ہی لہذا فقہا نے کہا ہی
کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کرنے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا مگر دین لازم سے اور ثبوت نفقہ کا بدون حکم قاضی یا بہ تراضی طرفین کے
نہین ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعدہ ذلک طلب التقدیر فیہا یہانتک کہ اگر زوج نے نکاح مین
شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہو بلا تقدیر یعنے نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسیطرح لباس مین شرط کی کہ ایک ہی لباس ہوگا گرمی اور جاڑے مین تو یہ شرط لازم
نہوگی تو عورت کو اختیار ہی کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس مین قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اسواسطے کہ یہ شرط قبل حکم قاضی پہلے ہوا اس امر پر
شرط کی ہی کہ جو چیز واجب نہین ہوا اور یہ بحث ہی صاحب بحر کی روایت صریح نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا
لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہی تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہی بسبب نا
جانے دعوی اور حادثہ کے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مین نے یہ مسئلہ صریح نہین دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا مین ابن نجیم نے لکھا ہی کہ حکم قاضی کا [illegible]

مذہب کو نہیں بتاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور بعد ما جا ہیں ثبوت مقتضی ہو کہ بعد حکم قاضی مالکی کے بھی حنفی کو تقدیر جائز ہو
اسواسطے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہو کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اسکی صحت کا حکم کیا تو یہاں نہ خصومت اور نہ دعوی پہلے نہیں واقع
ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع خلاف کا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بتقدیرہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات
الاحکام لا وعلیہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق لرضاہا بذلک
باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنے طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اسکے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل
مقدار ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہو یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی
تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اسکے مخالف جائز نہیں ہو اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اسکو توڑ نہیں سکتا سو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاویگی تقدیر سابق یعنے
جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جب خصم راضی تو کیا کریگا قاضی
لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہو گئی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر حتی قدر کسوتہا
دراہم ورضیت فہل لہا ان ترجع وتطالب ثوبا قماشا اجاب نعم اور سراجیہ میں ہو کہ عورت کی پوشاک میں درہم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور بعد اسکے
قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہو یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہو وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی
باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملتہا معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہو کہ جتنا
بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہو تو اسکو اور نفقہ قاضی دلادیگا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج
اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اسکی مالک عورت ہو ماہ شوال میں یہ درم باقیماندہ
مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس کے جسکے یعنی اگر عورت نے
فضول خرچ کیا کہ مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقربا محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آیندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے میں
کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلادیگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت ازدواج کے باحتیاط استعمال ہوئی
اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونوں پوشاکیں
سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اسواسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت
کیواسطے کافی نہیں تو اسکی دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما والمشغول بغیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا
اولم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہو ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہ خادم کو سوا اسکی خدمت کے
تو اگر خادم مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہو پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا
خادم مکاتب ہو تو بھی اسکا نفقہ نہیں اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ہو ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل یلزمہ نفقتہ بحسب
البحر ولا الفقہ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہوگا زوجہ کے
خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کم ایک سے زیادہ ہو اسکا لیلینے پر زوج کو اختیار رہیگا کذا فی البحر سجتا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب نہوگا اگر زوجہ نہ لونڈی کی ہو کذا فی الجوہرہ بسبب عدم

ملکیت لونڈی کی موسر لا معسر فی الاصح والقول له فی الاعسار لو برهنا فبینتها اولیٰ خانیة دیکھے خادم کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس
قول صحیح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا افلاس تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذرانیں تو جو گواہ عورت کے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہ ہوں کہ افلاس
ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتبار کے ہونگے کذا فی الخانیة ولو لها اولاد لا یکفیها خادم واحد فرض علیه لها بقدر ما یکفیها اکثر اتفاقاً فتح اور اگر دو سے
چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر عن الثانی منیة زفت
الیه بعدم کثیر استحقت نفقة الجمیع ذکره المصنف ثم قال فی البحر عن الغایة وبه نفتی قال فی المرتبة ویفرض علیه نفقة خادمها ان کانت من الاشراف فرض نفقة
خادمین علیه الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار پہونچائی گئی زوج کے پاس بہت خادم کے ساتھ تو سب خادم کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اسی
روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب مجتبیٰ نے اور سراجیہ میں کہ زوج
نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجملہ اشراف کے ہو تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتویٰ
ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اسکے واسطے خادم نوکر رکھے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لادینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی
حاشیة المدنی ناقلا عن السراجیة ولا یفرق بینهما بعجزه عنها بانواعها الثلثة ولا بعدم ایفائه لو غائبا حقها ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز
ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور مسکن سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اسکے عدم ایفاے حق زوجہ اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو
اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کرسکتا وجوزه الشافعی باعسار الزوج وبتضررها بغیبته ولو قضی به حنفی لم ینفذ
نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ اذا لم یرتش الآمر والمأمور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہونچنے عورت کے زوج کے
غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا
ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کردے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ رشوت کا
حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب
مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے افلاس پر ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ قبضہ گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر
اسواسطے کہ افلاس امر مقدور سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہو گیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں
ہوسکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک اسی جا جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں
ہوسکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو گیا ہو کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر والذخیرة وبعد الفرض یأمرها القاضی بالاستدانة لتحیل علیه ان
ابی الزوج اما بدون الامر فترجع علیها بما هی علیه ان صرحت بانها علیه او نوت ولو انکر نیتها فالقول له مجتبیٰ اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب ہو
حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادا قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اس سے کہدے کہ میں تجھسے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض
پھر زوج سے لیجیو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے
پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کردی ہو کہ یہ زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے
کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی المجتبیٰ وتجب الادانة علی من تجب علیه نفقتها لولا الزوج کاخ وعم ونحو
الاخ ونحوه اذا امتنع لانه یحبس المعروف زیلعی والاختیار [illegible] اور واجب ہے قرض دینا اسپر جسپر عورت کا [illegible] نفقہ [illegible] اگر زوج [illegible]
بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور جو اسکے مانند ہے جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کرے [illegible] کذا فی [illegible]

فروع مین هم زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار مین ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہو اور اُسکا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہو یا بھائی مالدار ہو تو نفقہ
عورت کا زوج پر واجب ہو اور حکم کیا جاویگا عورت کے بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اُسکے زوج کو مقدور ہو تو اُس سے اپنا قرض لیوے جتنا
کہ عورت کو دیا ہو اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اسواسطے کہ ایسے حال مین بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہو تو اس وابسطے معلوم ہوا کہ
قرض دینا عورت کے نفقہ کیواسطے جبکہ عورت او اُسکا زوج مفلس ہون واجب ہو اُس شخص پر جسپر نفقہ عورت کا واجب تھا اگر زوج عورت کا نہوتا اور اسیطرح اگر زوج
مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اُسکو اُنکے خرچ کی طاقت نہو تو دیجائیگا نفقہ اولاد صغار کا جسپر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر اُنکا باپ نہوتا جیسے اُنکا بھائی اور چچا پھر جب
صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جس قدر اُنکو کھلایا یا پہنایا ہو اُس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قضی بنفقۃ الاعسار ثم ایسر فخاصمتہ تمم نفقۃ الیسار فی المستقبل قاضی نے
حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوج کے پھر بعد اُسکے مالدار ہوگیا اور عورت مفلس تھی ہی پھر جھگڑا کیا عورت نے اپنے زوج سے نفقہ مین تو پورا کریگا قاضی نفقہ کو موافق
مقدور زوج کے آیندہ کیواسطے زمانہ گذشتہ کیواسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہان نفقہ متوسط ہی اسواسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ متوسط نفقہ واجب ہو اور
اگر مصنف یون کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہی جیسا کہ قول آیندہ مین ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی و بالعکس و جب الوسط کما مر یا بالعکس یعنی زوج
اور زوجہ دونون مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کردیا تھا پھر زوج مفلس ہوگیا تو اب متوسط نفقہ دیجائیگا یعنی مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے
دیگا اور باقی اُسپر قرض ہوگا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب مین اسکا بیان گذر گیا صالحت من نفقتہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت مصالحہ
کرلیا عورت نے اپنے زوج سے عوض نفقہ ہر مہینے کے چند درہم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھکو اسقدر درہم کفایت نہین کرتے ہین تو زیادہ کردئے جاوینگے ظاہر عبارت اسپر دلالت
کرتا ہو کہ مجرد دعوی سکے بدون الحاق خود کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ مین اور تغیر ہوگی حالانکہ ایسا نہین بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین نہ ہون تو اُسکے دعوی کو دیکھے
والا بقدر کفایت زیادہ کردے چنانچہ قاضیخان مین ہو کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اسقدر پر کہ اُسکو کفایت نہین کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت
طلب کرنا جائز ہو اور بحرالرائق مین ظہیریہ سے منقول ہو کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کردیا پھر غلہ گران ہوگیا یا سستا ہوگیا تو قاضی اُسکو بدلڈالے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو قال الزوج لا اطیق ذلک فہو لازم فلا التفات لمقالتہ بکل حال اور اگر عورت سے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھکو اسقدر درم دینے کی طاقت
نہین تو یہ صلح لازم ہو تو کچھ التفات نکیا جاویگا اُسکے قول پر کسی حال مین اپنا مقدور ظاہر کرے یا نکرے اسواسطے کہ مصالحہ پر راضی ہوا دلیل ہو اسکے قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام
وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصلح علیہ یکفیہا فحینئذ یفرض کفایتہا نقلہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان تعرف القاضی عن حالہ
بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جبکہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جانے قاضی کہ جسقدر پر صلح ہوگئی ہو اُس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہو تو اسوقت مین
قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کردے نقل کیا ہو اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین خانیہ سے اور بحرالرائق مین ذخیرہ سے منقول ہو کہ مصالحہ زوج پر لازم ہو مگر
کہ معلوم کرے قاضی زوج کی بیقدری لوگون سے پوچھکر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اُسکی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج
محتاج لم یلزمہ الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ مین ہو کہ صلح کی زوجہ نے زوج سے ہر مہینے کے نفقہ مین سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہو تو لازم نہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل
کا یعنی عورت کے مثل سے حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہوگا والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین
اصنافا او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شی اور نفقہ زوجہ کا دین نہین ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضا طرفین یعنی دونون نے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ
درمون پر صلح ہوگئی ہو خواہ طعام کی قسمون پر مثلاً گیہون تہتی اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہوگا یعنی چند روز بدون نفقہ
گذرگئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کردیا یا دونون قدر معین پر راضی ہوگئے تو بہ نسبت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہوگا بوجہ ترجیح ما انفقت یعنی اگر نفقہا
[illegible] لیکر اُسکو زوج سے پھر [illegible] اپنا مال خرچ کیا بعد قاضی کے حکم کے [illegible] فالقول

تو لڑکا بھی مکاتب ہوا اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اُسکا اُسکے باپ پر ہوا اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہو مولیٰ کا ولو مکاتبین ای لان نفقۃ
علی ابیہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کریگا لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اُسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہی اور نفقہ ولد کا
اُسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہی کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کے ولد پیدا
ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اُسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون
الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہی کہ نفقہ ولد کا اُسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہی جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور
فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ اگر کسی نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر
تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہو گئی ہو فتدبر اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ و لم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا
وکذا المشتری الثالث ولم یجر الا انہ دین حادث قالہ الکمال ابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنے
اگر غلام بیچ دیا اور نفقہ جمع ہوا بعد خرید کرنے اُس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اُسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اُسنے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جانکر
رد بیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا و
علیٰ ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہی یعنی روز بروز پیدا ہوا جاتا ہی تو جتنی بار نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اُسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اُسکی
ادا سے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے مثل مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ بار بار اسیطرح ذکر کیا ہی
کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصلاح میں سو جو کہ درر غرر میں بتابع صدر الشریعۃ مذکور ہی سو سہو اور غلط ہی ہم شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ
کے کلام کا حاصل یہ ہی کہ غلام نے باجازت مولیٰ ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اُسکا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا سو ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام
بیچا گیا اور یہی اُسکی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ پھر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہی تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا
اور کسی سبب سے اور پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ بیچا جاویگا انتہی یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہی تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے مستفاد ہوتا ہی کہ بیع ثانی
غلام کی واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی اور کلام کے قرینہ سے اور علاوہ اسکے صحیح نہیں ہی اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ دین نفقہ میں غلام بار بار بیچا جاتا ہی سو اُسکی علت
یہ ہی کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہی مشتری کے پاس حال اگر باقی پانسو درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو اُنکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اسکے ادا کیواسطے
تا زمان عتق انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار و حاشیۃ المدنی و تسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہی نفقہ غلام کی موت اور قتل ہونے سے قول اصح میں
ویباع فی دین غیرہ مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنے نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوا جاتا
بلکہ یکبارگی ہوتا ہی تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی و یبیع القاضی فی الماذون ان الغرماء استعانوا بمفادہ ان لہما استعانۃ ولو فی النفقۃ کل یوم بحصہ و آویگا احکام عبد ماذون میں
کہ صاحبان نے کبھی کہ اگر غلام روٹی اسکی اجرت لینا درست ہی اپنے دین میں اسمیں استفادہ ہوا کہ جو کچھ بھی آمدنی محنت مزدوری اپنے نفقہ کیواسطے کرانا جائز ہی اگرچہ
ہر روز کے نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اھ کہ زوجہ جی صاحب میں ہر قال ابن بابو فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی ای المفتی بہ کما یاتی فی کتابنا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے
بیچا جاویگا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہی یعنی جواب دیا کہ اگر کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہی ہم یہ جواب اپنے مذہب میں نہیں پائی ہو
کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہی صاحب بحر نے استخراج کیا ہی اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی و نفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ
او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبوئۃ بان یدفعہا الیہ لا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ ہو یا ام ولد ہو بوجہ تبوئہ کے واجب
ہوتا ہی زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو یعنے علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اسکو سپرد کرنے مالک اور اُس سے خدمت نہ لیوے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کار بار میں رکھیگا تو زوج

ہوتی ہیں اتنی سسرا دیور سے نہیں ہوتی ہم علی الخصوص ہندوستان کی عورتیں کہ سوتوں سے نہایت سخت بیزار ہوتی ہیں بسبب رواج کے تو ہندوستان میں دو یا تین
یا چار سوتوں کو ایک گھر میں رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے ولا یلزمہ اتیانہا بامرأۃ مؤنسۃ ویؤمر الزوج بإسکانہا بین قوم صالحین
بحیث لا تستوحش سراجیۃ اور واجب نہیں زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت کا رکھنا جو اسکا دل لگایا کرے اور زوج پر الاقتضاء سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیک بخت
ہمسایہ میں ایسی جگہ جہاں زوجہ نہ گھبرائے اور اسکو وحشت نہو کذا فی الشرعیۃ ہم یہاں سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ اودہ وہ فتاوی کی سراجیہ کہ مشہور ہے
کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ پڑوسیوں کے ایسے گھر قریب ہوں کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو انکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسائی عورتوں سے کلام
کر سکے تو ایسے مکانات بلند کہ پاس رہنا جہاں پکارنے سے آواز نہ جاسکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ
کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گردپیش پڑوسی لوگ نیک نہوں وہ مکان سکنی شرعی نہیں ہے اسلئے کہ اسمیں عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا
لو البیت خالیا عن الجیران لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعتہ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بامران مالاجیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر
کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنے زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کر دے اگر مکان خالی ہو پڑوسیوں کے
خصوصا جبکہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمیں اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس
مکان کے پڑوسی نہوں تو شرع میں مکان ہی نہیں کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیوں کا اعتبار ہے تو جہاں
پڑوسی نا حیثیت نہیں تو وہاں سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا مونست کیواسطے لازم نہیں ہے لا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل
جمعۃ ان لم یقدرا علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا واحتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور منع کرے زوج زوجہ کو
ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ میں یعنی سات دن میں ایکبار بشرطیکہ والدین اسکے پاس نہ آسکتے ہوں یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہے جسکو اختیار میں مختار کہا ہے اور اگر
زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اسکو ہو اور وہ اسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اسکی خبرگیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اسکی
خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اپ خبرگیری وہ بتاوے اور عورت اس قدر عصیان زوج سے ناشزہ ہو گی کہ اسکا نفقہ زوج پر واجب
نہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعہا من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وفی غیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے
والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال میں ایکبار آنے سے منع نہ کرے تو
عورت کو انکے پاس جانا اور انکو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ یفتی خانیۃ
اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے ہمیشہ کہ ٹھہرنے سے گھر میں زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ اور متن کے ایک
نسخہ میں بیتوتت ہے جسکا بیان ہوا کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس قرار سے یعنی ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے
کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا ام فتاوی عالمگیری ہو یا قاضی خان اور نہایہ شرح ہی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ وہ دیکھو والدین کے پاس جانے سے اور انکو اسکے پاس آنے سے ہر جمعہ میں ایکبار
منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر میں ایکبار منع ہے ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ انکو زوجہ کے پاس ٹھہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار میں مصرح ہے
کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت کے پاس آکر باتیں کریں اور اسکو دیکھیں بشرطیکہ گھر میں زوج داخل نہوں زوج کو اسکا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اسمیں قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں
ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت میں نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق میں ہے کہ موجب ظاہر صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ میں ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال میں ایکبار با اجازت وبلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہیں ہے خلاصہ میں ہے کہ زوج کو جائز ہے
کہ زوجہ کو ساتھ جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور انکی بیمار پرسی کو اور انکی ماتم پرسی کو یا ان دونوں میں سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی

بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار وفیما عداھن من زیارۃ الاجانب وعیادتھم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر
فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگوں کے ملنے سے اور انکی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ کھانے جانے سے اجنبی لوگوں سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے محرم
نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرموں کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہوچکا ہم
محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورت کا جانا جائز نہین اگرچہ اسکے باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین اور جسمین انواع فساد محتمل ہین کذا
فی حاشیۃ المدنی وفی البحر لہ منعھا من الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ ومغسلۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ زوج کو جائز ہو منع
کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ وہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو
بے اجازت زوج کے یہ کام نہین کرسکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہی اور عورت پر
اسکے زوج کا حق اسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اسمین زوج منع نہین کرسکتا اگر اسکے ساتھ کوئی اسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم
نہین ہوسکتا ہم خلاصہ مین روایت ہی کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہو زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہی قبل
مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جبتک مہر معجل کو زوج نہین اداکرتا زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہی یا اسپر محمول ہو کہ اس جگہ سوا اس عورت کے کوئی دائی
جنائی یا مردہ شو نہین تو اسوقت مین اسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہوگیا اور فرض کیواسطے
نکلنا اگر عورت پردہ دار نہین تو بلا اجازت جائز ہی اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہی کذا
فی حاشیۃ المدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ امتنع زوجھا من سؤالھا اور جائز ہو زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین جانے دینا درست ہو مگر
زوجہ کو اسی مسئلہ ضروری کی دریافت کرنے کیواسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہی جس مسئلہ کو زوج اسکا کسی عالم سے سوال کرکے دریافت نہین کرتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کرکے
اسکو بتا دیگا تو عورت کو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی حاجت ضرورت ہوا اور اسنے چاہا کہ مجلس علم مین جاوے کہ مسائل وضو اور صلوٰۃ
سیکھے تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اسکو بتادے اور وہان جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہی کہ اسے مجلس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہی
اسلیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورۃ احد
قال الباقانی وعلیہ الفتوی خلافا لما فی مختصر العلم بکشف بعضھن کذا فی الشرنبلالی معزیا للکمال اور جائز ہی زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی
اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام مین جانا عورتون کا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسیکے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہی باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہی
پھر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھ اختلاف باقی نہ رہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ یقینی معلوم ہو کہ
بعضی عورتین بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین اور اسیطرح شرنبلالیہ مین ہی بنقل کلام کمال الدین کے شیخ حموی نے کہا اور اسیطرح عورتون کے نکلنے مین فی الحقیقۃ مطلقا
نہین اسواسطے کہ انکی عادت ہی کہ بدون آرائش وزینت کے نہین نکلتی ہین اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہی قول اقرب
یہ ہی کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہو اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہی بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونون قولون مین نہ رہا اور منع کرنا عورتون
کا متفق علیہ ہوگیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہوجاتی ہین حمام مین اور چند احادیث مرویہ مین نفقہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس
والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہی انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعھا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر ورجحہ
فی البحر ولو مفقودا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہی یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی العینی
اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہی اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہوگیا ہو خواہ وجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین سفر شرط نہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ عن قاضی خان

ہی او کفیلها بردها اخذت وکذا لو لم یبرہن وتکافلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اُسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دے چکا ہو تو زوجہ یا اُسکے ضامن سے
مطالبہ ہوگا اُسکے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہو بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لا سکا اور زوجہ قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ اُسکو پھیر دینے کا
ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لا سکیگا اور زوجہ قسم کھا لیگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا ہم یہ عبارت صحیح نہیں ہمین
کاتبون کی تحریف ہو کہ کتب معتمدہ کے مخالف ہو اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہو کہ اگر زوج پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کھائے کہ میں نے نفقہ نہیں پایا
تو عورت اور کفیل دونون بری الذمہ ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری میں بدائع سے منقول ہو کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دے گیا تھا
تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوا کہ اصل عبارت شارح کی یون ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبون نے تحریف کرکے بجائے اقرت کے حلفت لکھدیا اور
دلیل واضح کاتبون کی تحریف پر یہ ہو کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت ہدایہ کے موافق کی ہو (فاذا رجع وبرہن) خالفها ان اوطلقها کانت
رجع علی الکفیل او الزوجۃ وان اقرت یا خذها ای النفقۃ یرجع علیها فقط کما فی القہستانی عن شرح الطحاوی انتہی (لا تفرض علی غائب بإقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح) فلا یقضی
کیا جاویگا نفقہ زوج غائب پر دیکھ گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لاوے قریب مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس منکوحہ ہونے زوج غائب کی یا قرابت کے گواہ لاوے کہ
میں غائب کی بیٹی ہوں یا غائب کی بیوی یا ایسی ہی کسی اقرار نکرے تو قاضی نفقہ نہ دلادیگا (ولا تفرض ایضا ان لم یخلف) مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ لانہ لا یقضی بالاستدانۃ
ولا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اس صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی زوج غائب پر
نفقہ مقرر کردے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اسمین قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور ثبوت نکاح پر حکم نہ دے اسلئے کہ یہ قضا علی الغائب ہو اور جائز نہیں ہمین
(وقال زفر یقضی بها ای بالنفقۃ لا بای النکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ) وہذا احدی المسائل الستۃ التی یفتی بها بقول زفر اور زفر نے کہا کہ
جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیون کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہو بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہو اور یہ
مسئلہ ایک ہو ان چھ مسائل سے جنمین زفر کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر والنہر ولقاضی خان والعالمگیری عن العینی شرح الکنز اور جو صحیح ہندہ مسائل مفتی بہا قول
زفر کے ثابت کیے ہیں نظم یا نثر میں تحقیق انکی موجب تطویل ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتها علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لهم و
یامرها بالانفاق او بالاستدانۃ لترجع بہ اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہو اور اسکی ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہونگے گواہ اُسکے نکاح پر واسطے نفقہ
ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکون کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اُسکے پاس مال ہو
یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اس سے پھیرے کذا فی البحر الرائق (وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق
وبلوغ وتفریق بعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ) ان طالت المدۃ واجب ہی مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور اُس جدا شدہ عورت کیواسطے جو بلا گناہ جدا ہوئی جیسے خیار عتق
اور خیار بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہو نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن شاید اُس صورت میں ہو کہ بوجہ مدت کی دراز ہو جاوے ہم یہ جواب ہو
سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور غیرہ نے بیان کیا تو جیسے یہ سب کو بھی یا تو نفقہ اور سکنی کے مذکور کیا ہو اُسکی کیا
وجہ ہو شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہوجاتی ہو تو پوشاک کی حاجت نہیں پڑتی لہذا اُسکو بیان نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہو گی تو ضرور
پوشاک کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی نا قلا عن البحر (لا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی المدۃ علی المختار بزازیۃ) او ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے
بنا بر قول مختار کے کذا فی البزازیۃ مع عدت جبکہ نفقہ لیا یا زوج نے اسکو دیدیا اور عدت گذر گئی تو علما کی نزاع ہو کہ قول مختار یہ ہو کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازیۃ
(ولو ادعت امتداد الطہر فلها النفقۃ ما لم یحکم بانقضائها ما لم تدع الحبل فلها النفقۃ الی سنتین من طلاقها) اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اسکے واسطے نفقہ لازم ہوگا
جبتک کہ قاضی نے انقضاء عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہوں کہ عورت نے انقضاء عدت کا اقرار کر لیا ہو پھر جب قاضی انقضاء عدت کا حکم دیگا تو بعد اسکے

ساقط ہو جیسا کہ اگر مرتدہ محبوس ہو گئی یا حاکم نے اسکو روک رکھا ہے کہ پاس ہو گیا تو اسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم عادت وتابت
لسقوط العدۃ باللحاق لانہ کالموت [illegible] لانہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ اگر جبکہ عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے آئی
اور توبہ کرکے مسلمان ہو گئی تو اسے رشتہ میں نفقہ اسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر
اور یہ تعلیل لحوق کی انکی بشیر ہو کہ سقوط نفقہ بعد حکم ہو گیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جبتک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو لحوق مرتد کا موت
حکمی میں داخل ہوگا اور اگر بعد حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر آ گئی تو اسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنے کے ساتھ سو اسکو یاد رکھنا
چاہیئے مؤلف اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہو گیا جامع میں جو ابتدا یہ ہے کہ نفقہ عود نہیں کرتا بعد لحوق دار الحرب عود کے تو وہاں مراد یہ ہے کہ بعد
حکم لحوق کے عود نہیں کرتا اور ذخیرہ کی جو روایت ہے کہ عود کرتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا
علی الحر لطفلہ یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینوں قسم کا اوپر اسکے طفل کا شامل ہے مونث اور جمع کو یعنی بیٹا اور بیٹی چند ہوں یا ایک سب کا نفقہ ثابت ہوا اور حر کی
قید سے غلام نکل گیا کہ اسپر لڑکے کا نفقہ واجب نہیں ہے طفل عبارت ہے صغیر سے جبکہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو تا بلوغ اور طفل جمع پر بھی بولا جاتا ہے کذا
فی المغرب اور کہا ہے طفل واحد اور جمع بھی آتا ہے مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد
لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اسکے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اسکے موجود مال میں ہے جو اسکو بطریق ارث
کہیں سے ملا اور اگر طفل کا مال غایب ہو یا حاضر نہ ہو تو اسکے باپ پر نفقہ ہے پھر اسکا باپ اسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا پھیر لے اگر نفقہ دینے کے وقت اسنے رجوع پر گواہ کر لئے
نہ رجوع کر سکیگا اگر اسنے نیت اسکی کی ہو گی مگر بطور دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہے باعتبار قضا کے ولو کانوا فقراء فالاب یکتسب وینفق علیہم
ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ثم یرجع علی الاب اذا ایسر اور اگر باپ اور اسکا ولد صغیر دونوں محتاج ہوں تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اسکو طاقت نہ ہو تو سوال
کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب میسر نہ ہو یا کفایت نہ کرے تو قرابت والا جو مالدار ہو انکو نفقہ دیوے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے کذا فی
الذخیرۃ ولو خاصمتہ الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام ما لم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی
ماں نے باپ سے جھگڑا کیا ان کے نفقہ میں تو قاضی انکا نفقہ مقرر کریگا اور باپ کو حکم کرے کہ انکا نفقہ ان کی ماں کو دے جبتک کہ ماں کی خیانت ثابت نہ ہو اور اگر خیانت اسکی
ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ نہ دے بلکہ ہر روز صبح شام ان کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ خرچ کیا کرے [illegible] کذا فی
حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو باکثر [illegible] تحت التقدیر [illegible] اور صحیح ہے صلح کر لینا انکا باپ سے اولاد صغار کے
نفقہ پر اگرچہ تھوڑی سی یا زیادتی پر صلح ہو گئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہو [illegible] صلح ہوئی ہو ورنہ [illegible]
لگ گئی ہو تو کوئی اثر نہیں [illegible] اندازہ کرتا ہو اور کوئی کمی تو زیادتی یا زیادتی صلح کی منافی نہیں اور اگر ایسی ہو کہ تحت تقدیر [illegible]
[illegible] ہوں تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر تھوڑی [illegible] مقدار پر صلح کر لی کہ انکو کافی نہیں ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا بقدر کفایت کذا فی البحر
ولو ضاعت رجعت بنفقتہم وبہ حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو گیا ماں کے پاس سے تو اسکا نفقہ دوبارہ [illegible] فی المنتقی [illegible] الا فی الاتفاق
وتکون دینا علی الاب [illegible] لا نفقۃ علی الحر [illegible] الا انہ ولا علی العبد [illegible] وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم [illegible]
اور یہ بھی ہو کہ باپ محتاج ہو اور ماں مالدار ہو تو ان پر حکم کیا جاتا ہے مالدار کو نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب باپ کو مقدور ہو تو ادا کرے اور
مالدار ماں مقدم ہو مالدار دادا سے یعنی اگر ماں اور دادا دونوں مقدور والے ہوں تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب [illegible] اور زیادہ شفقت کے اور اسی
کتاب میں ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہیں اسکی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور غلام پر نفقہ واجب ہے اسکی اولاد کا اگرچہ حرہ کے پیٹ سے ہوں بلکہ انکی ماں پر نفقہ

لازم ہوا اور کافر باپ پر اسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر ہدیہ و عدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہو اپنی کتاب میں شارح کا
کذا فی حاشیۃ المدنی و کذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا و زمن و من یلحقہ العار بالتکسب و طالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور ایسے صحیح
واجب ہو نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہو کمائی سے چنانچہ اپاہج ہو یا لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے اگرچہ وہ تندرست ہو یا کیفیت ہو تا عدم نکاح اور اُس لڑکا نفقہ باپ پر
واجب ہے جسکو عار ہے کہ ننگ اخلاق ہو پیشہ وری سے مانند انبیاء کرام کے اور اُس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جسکو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو پیشہ وری کے
واسطے کذا فی الزیلعی والعینی اور ہم یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف کا اولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اسواسطے کہ صحابہ و اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ انکی عمر کی عادات کے
سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور انکو لوگ برے کہتے ہوں نزدیک میں لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگرچہ لڑ انبیاء کرام سے ہوا اور لوگ انکو مزدوری میں لگاتے ہوں

تو وہ عاجز ہو اسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہے کذا فی الدا لکنہ قیدہ فی الخلاصۃ بان یکون بہ رشد قلنا عن الوجیز و کذا فی مجمع الفقار و افتی ابو حامد بعدم لطالبۃ زماننا کما بسط
فی القنیۃ و کذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد ونحوہ وی دیا ہو ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کیواسطے بسبب فسق اور عدم دین کے
چنانچہ اسکو خوب واضح بیان کیا ہو قنیہ میں اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہو خلاصہ میں فیض الحق کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طلب علم میں اور فرقت
مطلوب ہو نہ منصب دنیاوی پایا پہ اُسکا نفقہ باپ پر واجب ہو فتاوی عالمگیری میں ہے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب سے
ہے تو انکا نفقہ انکے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور انہیں کا رشد و تقوی مسلم ہوں

اور اگر ویسے ہوں تو انکا نفقہ بھی واجب نہیں لا یشارکہ ای الاب فیہا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ و عرسہ بہ یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ

فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب لا الام موسرۃ بحر نہیں شارک ہو کوئی باپ کا اس امر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز بیٹوں کے نفقات میں
باپ کا کوئی شریک نہیں ہی پس واجب ہو نہ اسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہو نہ اُسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہو نہ غیر پر اور
اسی پر فتوی ہو یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام کمال باپ پر ہوتا وقتیکہ نہایت تنگدست نہ ہو اور جب کہ تنگدست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں
باپ کے سوا اُس قرابت والے پر واجب ہوگا جس پر نفقہ طفل کا واجب تھا درصورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہو بدون اسکے کہ باپ پھیر لے

بنا بر صحیح مذہب کے مگر ماں مالدار ہو ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال علیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرۃ
صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہو کذا فی الجوہرۃ یعنی جب یہ صحیح ہے یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے
طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اسپر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو
درست کرنا ضرور ہے اور خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اُسکی اولاد کے نفقہ میں کوئی
شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں اسکی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہو جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے متون اور شروح میں
اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد و مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے
متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود فضل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اسکی عادت
ہے اور زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اُسکے استاد خیر الدین رملی نے اُسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل ہے شارح کی عبارت میں
یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ
خلاف ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت مقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اسکا یہ مطلب خلاف متبادر کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے
یہ روایت کی ہے سو یہ بھی نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ در المختار کا دیکھا

جسکو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اُسمین یون عبارت تھی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہوا اور باقی نسخ
غلط ہین فروع مسائل متفرقہ شارح کے ولو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قامت مقدور رہے ماں باپ دونوں کو نفقہ
نہ دے سکتا ہو ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ ترحقدار ہے اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذری ہین جنہ تنگذاری ہین اور باپ مقدم ہو چنانچہ
تعظیم اور توقیر مین باپ مقدم ہے اور روایت ضعیفہ یہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو له اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمها فیهما اور اگر ایک
شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ ترحقدار ہے اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بعضوں نے کہا ہے اور یہ قول ضعیف ہے
کہ نفقہ کو دونون مین تقسیم کر دے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اُسکے ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر
باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو له زوجات
فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعها للاب لیوزعها علیهن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک نفقہ باپ کو دیوے تاکہ وہ
وہ تقسیم کر دے بقدر اُنکے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات للمفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے واقعات المفتین مین
ہے اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بچوں ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبدالقادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے
خطبہ مین مذکور ہے اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین کذا الام علی نفقۃ الولد
لترجع بها علی الاب اور اسیطرح ماں سے زبردستی دلایا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اُسکے باپ سے نفقہ پھیر لے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوج امہ
اور اسیطرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ لایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ
لیرجع بها علی الاب کذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ جبر دلایا جاویگا تاکہ پھیر لے انکے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور اسیطرح
ابعد سے بعوض نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آجاوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اسکو اُس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین
من الرابع والثلاثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر به الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی
والمنفق متطوع انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثون کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثون کو
نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اُسکا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہوتا بعد خرچ ہو چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت مین قول وصی کا مقبول
ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو کہ نفقہ دیا ہے صغیر ہو لانه کلامه اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
وفیها قال انفق علی او علی عیالی او اولادی ففعل فقیل یرجع بلا شرطه وقیل لا ولو قضی دینه بامره یرجع بلا شرطه وکذا کل ما کان مطالبا من جهۃ العباد کجنایۃ ومؤنۃ
مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذه السلطان لیصادره لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصه قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح انتہی اور فصولین مین ہے کہ
ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو نفقہ دے یا میرے عیال یا اولاد کو نفقہ دے پھر اُسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ
کہ بدون شرط کے پھیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اُسکے کہنے سے تو پھیر لیگا اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسیطرح بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مطالبات مین جنکی
امر کیا ہے مطالبہ جانب بندون سے ہو چنانچہ جنایت اور مصارف مالیہ مثل عشر اور خراج کے [illegible] صورت یہ ہے کہ مثلا زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی
دیت پھر خونبہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دیدے اور اُسنے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے بدل پھیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے
اوپر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اسکو بھی پھیر لیگا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ جس شخص کو بادشاہ نے ظلما مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھکو

چھڑا لے یا سو مرد یا ہو لے اپنا مال یا سو اُسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چھڑایا تو بعض نے کہا کہ وہ شخص اُن پیا اُس سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا نہیں لے بنابر قول صحیح کے اور
اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لینے پر ولیس علی امه ارضاعه قضاء بل دیانة اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اُسکا بنابر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے
ہم ماں بسبب خود شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھکو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اُسپر جبر نہیں کر سکتا اسواسطے
کہ حق تعالی نے فرمایا لا تضار والدة بولدها یعنی والدہ کو اُسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نہ چاہیئے تو دودھ کیواسطے جبر کرنا یقیناً ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے
البتہ اُسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے
جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھسے نہیں ہو سکتا تو اُسپر کوئی زبردستی
نہیں کر سکتا کہ شاید بماجبری سے قبال کرتی ہو الا اذا تعینت فتجب کما مر فی الحضانة مگر جسکو ماں ہی متعین ہو یا کہ وہ دودھ پلائے کیواسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی عورت کا
دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودھ پلانے والی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حال اُسکا یہ ہو کہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو اسصورت میں
ماں پر دودھ پلانا قضاء بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اُسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانة میں گذر چکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء
الاجارة بزازیة اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاویگا نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیة یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اُسنے نوکری سے انکار
کیا اور حال اُسکا یہ ہو کہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اُس سے نہایت ہلگیا ہو تو نوکری باقی رکھنے میں جبر کیا جاویگا تاکہ ضرر نہ ہو ولیستاجر الاب من ترضعه عندها
لان الحضانة لها والنفقة علیه اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر رکھے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اسکی ماں کا
باپ پر واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہ ہو تو جسکو حق حضانت پہونچتا ہو اُسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام بلا شرط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا ماں
کے پاس تو کیا اُسکی شرط ہوئی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہو کہ ماں کی جنا سے ہی صغیر کو اپنے گھر لیجاوے یا گھر میں داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلادیا کرے
اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اُسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیة المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امه لو منکوحة
ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرة والمجتبی نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اُسکو صغیر کے مال سے نوکر رکھے یا اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے
کہ انمیں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ کا جائز رکھا ہے اور مجتبی میں بعضوں سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے
جائز ہو لکھا ہے کما تواب خیرہ اور مجتبی کا قول الفتوی بہ ظہر کذا فی حاشیة المدنی او معتدة رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اُسکو نوکر نہ رکھے وجاز فی
البائن فی الاصح جوهرة لا استیجار منکوحته لولده من غیرها اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے بقول اصح یعنی اگر صغیر کے باپ نے اُسکو طلاق بائن دی ہو
اور وہ عدت میں ہو تو اُسکا نوکر رکھنا دودھ پلانے کیواسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرة جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اُس لڑکے دودھ پلانے کیواسطے جائز ہے جو اُس منکوحہ کے بیٹے سے
نہیں چنانچہ سوتیلا لڑکا ہو جو علیحدہ ہے اور اُسکی دوسری بیوی کو نوکر رکھنا علیحدہ لڑکے کیواسطے درست ہے اسواسطے کہ گو کہ وہ اُسکا دودھ پلانا واجب نہیں
جونکہ کرنی درست ہو وهی احق بارضاع ولدها بعد العدة اذا لم تطلب زیادة علی ما تاخذه الاجنبیة ولو دون اجر المثل بل الاجنبیة المتبرعة احق منها زیلعی اسکے
فی الارضاع اور ماں زیادہ حقدار ہے اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری میں بعد گذرنے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نہ مانگتی ہو اُس اجرت سے جسکو اجنبی عورت مانگتی ہو اگرچہ وہ اجرت
مثل سے کم مانگتی ہو اور اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر حقدار ہے دودھ پلانے میں ماں سے جو بدون اجرت نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرة
الحضانة فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاویگی چنانچہ باب الحضانة میں گذر چکا یعنی اگر باپ صغیر کے دودھ پلانے کیواسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ
حق پرورش ماں کا باقی ہے ساقط نہیں اُسکی اجرت وہی پاویگی والارضاع النفقة ولکنه اور باپ پر لازم ہے شیر خوار کیواسطے نفقہ اور دودھ پلانا اسواسطے کہ فقط دودھ صغیر کو
کفایت نہیں کرتا بلکہ جھلانے کیواسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کچھڑی مثلاً تو قاضی اُسکے بھی مقرر کرے سوا اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

سلہ ایک نسخہ میں یوں ہی کی بجائے فتجب ہو یعنی اس صورت میں ماں متعین ہو گی تو اسپر دودھ پلانا فرض ہے

کما فی حاشیۃ المدنی و للام اجرۃ الارضاع بلا عقد الا جارۃ اور مطلقہ ماں کے واسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہے بدون عقد اجارہ کے یعنے جتنے سال کی مدت تک اندر صغیر کو ماں
دودھ پلاوے گی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اسکو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدون عقد کے وحکم الصلح کالاجارۃ
اور حکم صلح کا مانند حکم استیجار کے ہے یعنی صلح نوکری کے برابر ہے احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ آٹھ درم ہر مہینے میں لیا کرونگی اور دودھ پلاونگی تو اگر ماں
منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں ہے اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو جیسے ایسی جو ہے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بلا خلاف
جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار و وجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ
زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اسکے واسطے واجب ہو اسکے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے
بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب قرض والوں کے یعنے جیسے اور قرض والوں کو میت کے مال سے حصہ ملیگا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملیگا اسواسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو
زوج کی موت سے ساقط ہو جاتا ہے وتجب علی موسر ولو صغیرا یسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد پر جو مقدور رکھتا ہو اگرچہ صغیر ہو بقدر فطرہ کے واجب ہو
بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہو حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہ ہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے ہدایہ میں اور اسی پر فتوی ہے اور
بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا شرط ہے اور اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی والکمال انفاق
فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی نے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول کو بیچ لڑکے کے فاضل کسب سے اور نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو
تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اسکے اور اسکے عیال کے خرچ سے باقی بچے تو وہ اصول پر خرچ کرے مثلاً بیٹا ہر روز چار پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اسکے عیال کا خرچ
ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اسپر واجب ہے کہ دونوں پیسے اپنے والدین کو دے صاحب شرح نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی النفقۃ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کر لے خواہ
اسکی کمائی اسکے خرچ سے فاضل ہو یا نہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالی نے والدین کا ذکر کرکے حق میں فرمایا ہے وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ احسان
دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے ونفی فی المجتبی للاب ان یسرق من مال ابنہ اذا کان محتاجا ولم یکن ثم قاضی
لانہ لا اثم اور شبہ نہیں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے اپنے بیٹے کے مال سے چورا لینا بقدر کفایت کے جس صورت میں کہ بیٹا غائب ہو اور وہاں قاضی نہو
اور اس چوری میں اسپر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے التماس کرے وہ نفقہ دلا دیگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر
النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مفتقد اور بیٹے پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اگرچہ
اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اسوقت فرض ہوگا جب باپ
مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اس صورت میں نواسی پر واجب ہوگا جب ماں نہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ
وہ اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد یا ولد الولد پر انکا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے انکو کسب کی مشقت میں ڈالنا
والقول لمنکر الیسار والبینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہو مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا اسکا منکر ہو
مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجھپر اسکا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا
اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذرانے ہوں یعنی مدعی مقدور گواہوں سے ثابت کرتا ہو اور منکر بھی اسکو جو مدعی ہوگا مقدور کا اسکے گواہ مقبول ہونگے منکر کے پاس گواہ نہ
ہیں لا ابریہ البینۃ ... قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ
انھیں واجب ہے اور آدھا انھیں بھی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اسواسطے کہ علت وجوب نفقہ ولادت ہے سو وہ دونوں میں برابر ہے

ولزوجتہ ولاطفالہ کما فی النہر بحثا بقدر حاجتہم قرتہا ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کیواسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اسکے اطفال کے نفقہ کیواسطے
کذا فی البحر بحثا یعنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ مصنف شیخ رحمتی نے کہا کہ یہی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو یعنی ان لفظوں میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی
زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کیواسطے اسکے مال منقول کو بیچ لے یہ اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اسکے اطفال کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی ولا فی دین لہ علیہ سوی النفقۃ لمنافاۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اسپر ہے سوا نفقہ کے بسبب منافات ہونے
دین نفقہ کے باقی دیون سے یعنی دیون میں بیچنا درست نہیں ہے اسواسطے کہ تبیعا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہوچکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا واسطے
اعانت ہو وجوب باپ کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحاجی عن البحر فقط ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن کذا یعنی لو انفق الودیعۃ علی ابویہ زوجتہ واطفالہ
بغیر امر مالک او قاض لانکار والا فلا ضمان استحسانا تاوان دیگا قضا نہ دیانۃ امانت دار ولد کا چنانچہ اسکا بیان ہوتا ہے تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد
غائب کے ماں باپ پر زوجہ اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی موجود ہے اور اگر قاضی موجود نہ ہوگا اور امانت دار غائب کے عیال میں یا امانت میں کمی ہوگا تو تاوان نہ دیگا
بطریق استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ بمنزلہ ٹھہرا نفسہ کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بسبب دینے کے اسواسطے کہ بعد تاوان
دینے کے امانت دار مالک ہوا النفقہ مدفوعہ کا تو ایسا ہے کہ محسن ٹھہرا اپنا مال مالک کے دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو ظہر انہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ
اور اسطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جسکو اسنے نفقہ دیا اسواسطے کہ بعینہ اسکا حق پہونچ گیا مثلا زید نے کچھ امانت کسی
خالد کے پاس رکھی پھر زید سفر کو گیا اور مرگیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو خالد اس امانت کو ولد سے
نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی انفسہما وہو من جنسہ ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب نفقۃ الاولاد والزوجۃ قبل القضاء
حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا قرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب لڑکے اس مال کو جو اسکے پاس ہو اپنے اوپر
حالانکہ وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دینگے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک
کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پاجاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اسکو لینا اسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون رضاے غائب کے ولہذا مال
غائب میں حکم انکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ انکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضاے غائب کے ولو قال الابن النفقۃ
وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ ولو برہنا فبینۃ الابن خلاصہ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اسنے باپ سے کہا کہ تونے نفقہ
لیا اور حالانکہ تو مقتدر والا تھا اور باپ نے اسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن تھا باپ مقتدر والا
تو قول لڑکا مقبول ہوگا اور اگر اسدن محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوے کے گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے
کذا فی الخلاصۃ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے قدرت میں نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر ومضت مدۃ شہرا ای شہر فاکثر سقطت
لحصول الاستغناء فیما مضی والا النفقۃ سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا
نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی
اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی
اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کیا ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے
بالتصریح ثابت ہے کہ قضاے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کیواسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدون
اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا والا ما دون الشہر ونفقۃ الزوجۃ والصغیر

قضیہ دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے ہر مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے
کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی ہر مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے تو یہ باعتبار عادت قضاۃ کے طول و قصر کہا ہے اور باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں گذر
چکی اور یہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین بغیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہو جاتا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی
محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جائیگا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اسکو رجوع کرنے کا اختیار نہوگا بسبب
عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل اطفالہ من مال الناس فلا رجوع لامہم بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کر کے کھایا بعد حکم نفقات
کے تو انکی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا انکے باپ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حاجت دفع ہو گئی ولو اطعموا شیئا واستدانت شیئا فالنفقۃ مما لها رجعت بما زادت خانیۃ اور اگر اطفال کو کچھ
نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ اسکی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے خرچ کیا تو انکے باپ سے پھیر لے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ و منقول منها
ونوادہ فی البحر لکن ینظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاقها بما استدانتہ حتی لو استدانت وانفق من غیرہ ووفی مما استدانتہ لم یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا
اسوقت دین ہوتا ہے جبکہ قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق میں اس شرط انفاق کو مطلق کیا اور نسبت کیا ہے
لیکن نہر الفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہیں یہانتک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اسکو
قرض ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلام ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض وہ مال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اسیکا
مال کہا ہے تو نفقہ ساقط ہو جائیگا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہو تو اسکا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اسپر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا
محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فافادات الاب اذا مات بعد الاستدانۃ المذکورۃ فهی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ فی الصحیح بحر نقل
عن الذخیرۃ تصحیحہ ای الدین ونقل المصنف عن الخلاصۃ انہا لو لم ترجع حتی مات لم تاخذ من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مر گیا بعد وہ شخص
مر گیا جسپر نفقہ دینا واجب ہے بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر
اسکے خلاف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ متروکہ مال میت سے نہ لیا جاویگا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یوں بیان
کر کے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اسکا اسکے باپ سے نہ پھیر لیا یہانتک کہ اسکا باپ مر گیا تو باپ کے مال متروکہ سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہے انتہی
قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کیواسطے ہے یعنی جبکہ قولوں میں تصحیح مختلف ہوگی تو مفتی غور اور تامل کرے
جسپر آسانی ہو اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے وفی البدائع امتنع من نفقۃ القریب المحرم
ولا یحبس لنفقۃ انما المعنی الزمن غیر متدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوطها بدونہ کما مر اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کا نفقہ
نہ دیتا ہو تو اسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب ساقط ہو جانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک ہو سکتا ہے اور بحر الرائق میں بطور بحث کے نہ بنا بر روایت کے
عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کم مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا ہم عدم حبس سے مراد یہ نہیں کہ حبس
اسکا مطلقا جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں ہے اسواسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کے
نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ قرض لیکر اسکو کھلاوے
اور وہ بالغ ہونے صغیر کے اسی سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر میں نہو دوسری
صورت یہ ہے کہ جسپر صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعها للمملوک منفعۃ وان لم یملک رقبتہ کموصی بخدمتہ اور واجب
ہے تینوں انواع قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کیواسطے

دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اُسکا کھانا کپڑا واجب ہے مع لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بقدر حاجت بطور غالب عادت اُس شہر کے واجب ہے یعنی اُس شہر کی اکثر خلق
جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہوا ور نفقۂ کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں ہے اگر مالک عمدہ کھانا
کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو یہ واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہوا اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں
بنسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو انکو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے
اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو مناسب ہے کہ اسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنا بر ادب کے نہ بیٹھے یا ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اُس طعام میں سے
اسکو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور یہی مشہور ہے یہ فضل غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہے تو اسکی حفاظت رہنا ہے
کھانے اور کپڑے میں بنا بر حق کے کذا فی البحر توضیح السراج اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں انکی بابت
ہیں حق تعالیٰ نے انکو تمہارا زیر دست کیا ہے سو جسکے پاس اُسکا بھائی زیر دست ہو تو اسکو کھلاوے جیسے آپ کھاتا ہو اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہو اور ایسا تکلیف کا کام لو جو نہ شاق
اور سخت ہو اور اگر سخت کام ہو تو آپ بھی انکے مددگار ہو یعنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھانا اور پہننا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ کھانا دینے اور پہنانے میں برابری مرتبہ دونوں
کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا
یہ مطلب ہے کہ اپنے مالک کا کھانا کپڑا اُسکی جنس سے ہو مثلاً اگر مالک سوتی کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ وہ ململ وغیرہ پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے
اور جو سمجھا گیا ہے ہرگز منقول نہیں کہ غلام کو بھی اپنا سا پہناتا ہو بلکہ بعض اصحاب الحاجۃ بنظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع
علی البائع ما دام فی یدہ ھو الصحیح وفیہ اشکال فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبتہ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان بیع کا بائع پر ہے جب تک
کہ وہ اسکے ہاتھ میں ہو اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اسی لیے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں ہے باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت
لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعض علما نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اسکے ضمان میں ہے تو اُسپر نفقہ بھی
واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اُسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ
ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر محترف یصنعہ فیہ جبر لنفسہ فیعین البناء یعنی اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اُسکا نفقہ اسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو اس طرح پر
کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا رنگار یعنی معمار کو اینٹ گارا دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے
عاجز ہو یا اعمیٰ والا لکونہ زمنا او جاریۃ لا یواجر مثلہا امرہ القاضی ببیعہ وقالا یبیعہ القاضی وبہ یفتی اور اگر غلام مزدوری نکر سکتا ہو جیسا کہ
لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اُسکی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اسکے مالک پر جبر کر کے حکم کریگا کہ بیچ ڈالے اور
صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اسکو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اسی پر فتوی ہے ان محلا لہ الا کمدبر وام الولد فبالاتفاق لا غیر غلام
مذکور کو بیچا اگر وہ محل ہو بیع کا یعنے اگر اسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اسکا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اسکے مالک پر اُسکا نفقہ قاضی لازم کردے
بحکومت اسکے سوا اور کچھ نکرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عجز عن الکسب او لم یاذن لہ
ایک غلام ہے کہ اسکا مالک اسکو نفقہ نہیں دیتا تو اُسنے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اسکی رضامندی کے تو
اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اسکو کھانا اور لینا جائز ہے والا لا کما لو انفق علیہ مولاہ
لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر بحثہ اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اسکا مال
کھانا اور لینا جائز نہیں جیسا کہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے

اور دوسرا ورق نسخوں سے بھی یہ لفظ زائد معلوم ہوتا ہے ۱۲

نہ کھائے بلکہ کمائی کرے اگر اسکو طاقت ہو کذا فی المجتبی و قیدنا ذھا فی عبدا و دابۃ فی ایدیہما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی مین ہو کہ دو شخصون نے جھگڑا کیا
غلام یا جانور مین جو انکی دونون کے قبضہ مین ہو تو انپر جبر کیا جاویگا اسکے نفقہ مین یعنی دونون زبردستی اسکا قوت لایا جاویگا تا وقتیکہ ایک کا دعوی ثابت ہو ونفقۃ العبد
المغصوب علی الغاصب الی ان یردہ الی مالکہ غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر ہے جب تک اسکے مالک کے پاس اسکو پھیر دے فان طلب الغاصب من القاضی
الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ لانہ مضمون علیہ لکن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب
کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لیکر نفقہ دیا کرے اور غلام کی قیمت مین قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت مانگے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے اسواسطے کہ غاصب کا
تاوان بہر صورت ثابت ہی خواہ غلام زندہ رہے یا مر جاوے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اسکو قاضی بیچڈالے نہ غاصب اور اسکی قیمت کو قاضی اسکے
مالک کیواسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اسکو دیوے وطلب المودع واخذ الابق واحد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ
ونحوہا لا یجیبہ لکلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ وینفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر طلب کیا امانتدار نے یا بھاگے غلام پکڑنے
والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت مین طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا حکم امانت کے غلام کے نفقہ کیواسطے اور ما نند اسکے یعنی
غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کیواسطے تو قاضی اسکو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلامون کی نفقات کیواسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اسکو کھا جاوے یعنی کثرت
قرض سے غلام کی قیمت اسمین مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اس غلام کو اجارہ پر دے اور اسکی مزدوری سے اسکو کھلاوے یا اسکو بیچڈالے اور اسکی قیمت کو اسکے مولی کیواسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا
ضرر دفع ہو اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہی صاحب نہر کی مدد ابتدا سبب کی توشایح سیکا انکا کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ الدر والنفقۃ علی الاجیر وا لمستعیر الا کسوتہ فعلی المعیر
و تسقط بالعتق ولو مینا و تلزم بیت المال فی اللقیط اور نفقہ غلام کا اجارہ لینے والے پر ہو اور کسوت اسکی عاریت دینے والے پر ہے عاریت مانگنے والے پر نہ عاریت دینے والے پر
اور لباس اسکا عاریت دینے والے پر ہو اور ساقط ہو جاتا ہو نفقہ غلام کا اسکے آزاد کرنے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور لقیط کا نفقہ لازم ہے بیت المال پر کذا فی الخلاصہ و فی التاتارخانیہ
لقیط کا نفقہ بیت المال مین ہو اگر اسکے پاس مال نہو اور کوئی قرابت دار نہو کذا فی الظہیریہ عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدہما من الانفاق
اجبرہ القاضی لان یعتزر شریکہ جو جانور کہ دو آدمیون مین مشترک ہو اور ایک اسپر خرچ نہ کرتا ہو تو قاضی اسپر زبردستی کرے کہ وہ بھی صرف کرے تاکہ اسکے
شریک پر ضرر نہو کذا فی الجوہرۃ و فیما یوجر اتاہ بالبیع واما بالانفاق علی سہامہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان و اضاعۃ المال اور
جوہرہ میں ہو کہ جانور کے مالک کو کہا جاوے کہ یا انکو بیچڈالے یا اپنے چوپایون کو چارہ دانہ دے امر دیانۃ کیا جاویگا یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے لطریق جبر
اور بسبب ممانعت کے نہ قضاء یعنی حکومت جبر نہ کرے بنابر ظاہر مذہب کے ہدایہ مین کہا کہ عدم جبر صحیح ہی انفاق کا امر اسواسطے کہ حدیث میں منع ہی جاندار کی ایذا رسانی سے
اور مال کے ضائع کرنے سے اور جیوان کو نفقہ نہ دینے مین دونون ممنوع کام جمع ہین تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال یعنی والاصح الثلثۃ اور
امام ابو یوسف سے منقول ہو کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں اگرچہ یہاں کی دعوی نہین لیکن
مالک کے ترک نفقہ سے عیب ہو تا ہو قاضی ترک ہر ایک جبر ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہو اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہو کذا فی فتح القدیر لا یجبر فی غیر الحیوان
وان کرہ تضییع المال ما لم یکن لہ شریک اور نہ جبر کیا جاوے سوائے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ گھر اور زمین اور باغ کی مرمت مین اگرچہ مکروہ ہو مال کا
ضائع کرنا جب تک کہ اسکا دوسرا شریک نہو اور اگر اسکا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر جیوان مین بھی جبر ہوگا چنانچہ مرمت شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا
قلت وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما فالحق الثانی ویرجع علیہ و نقل المصنف عن البحر عن الخلاصۃ انفق الشریک علی العبد
فی غیبۃ شریکہ بلا اذن الشریک او القاضی فہو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح
کہتا ہو اور جوہرہ مین ہو کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصون مین اور ایک شریک اسکو نفقہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اسکو نفقہ دیگا اور اپنے شریک سے

بقدر اُسکے حصے کے پھیر لے برابر ہے کہ اُسکو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے شیخ الغفار میں باتباع بحر الرائق کے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا اور دوسرا شریک کی غیبت میں بلا اجازت شریک اور بدون حکم قاضی کے تو اسنے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اسکے حصے کے کچھ نہیں لے سکتا اور یہی حکم ہے نفقات اور کھیتی اور ودیعت اور لقطہ اور مشترک گھر کی جبکہ وہ مرمت طلب ہے تو ان چیزوں میں صرف کرنے والا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو انکے مالک یا شریک سے پھیر نہیں سکتا ہم جانتے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت میں یہ فرق ہے کہ جوہرہ کی روایت میں کہ یتیم کا نفقہ ہے اور غلام مشترک پر صرف نہیں کیا ہے پس شبہ پڑتا ہے کہ شریک کے اندازہ سے پھیر لینا درست ہے بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہاں شریک کا حاضر نہیں ہونا شبہ ہے لہٰذا اُسکی شرکت ثابت نہیں تو پھیر لینا کسی طرح نہیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ ایسی باتیں تناقض نہیں واللہ اعلم جوہرہ میں ہے کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہے تو اسکا دودھ نہایت بچھڑے کو دودھ نہ پلائے اور اگر دودھ کی کثرت ہو تو دوہنا بھی بہتر ہے کہ تکلیف کا سبب ہو اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اسکے پینے سے بچے تو مکروہ ہے جب تک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب یہ ہے کہ دوہنے والا اپنے ناخن ترشوا رکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور اگر سواری کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اسپر بوجھ نہ لادا اور زیادہ تر اسکو ... کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونوں مشترک ہیں رفع قید میں یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے اور حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور تریسٹھ برس کی عمر عالم میں ہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کیے اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی منیرۃ الاستقاطات باسمائہا اختصارا فاستقاط الحق عن القصاص عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے استقاط شرع میں بنا بر اختصار جدا جدا رکھے گئے ہیں تاکہ بولنے میں زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے استقاط کا نام عفو ہے اور استقاط دین کا نام ابراء ہے اور استقاط حق وطی کا نام طلاق ہے اور استقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہے مناسب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ عن الرق عتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہے اور عتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہے اور عتاق استقاط حق ہے وعنون بہ لا باب الاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تاکہ لفظ عتق کا ماننا جسکا نام استیلاد اور ملک قریب بھی شامل ہے اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیونکہ اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب میں وقوع عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہاں استقاط مالک کی ملکی کو عتق بولا ہے اور استقاط مولی کا فعل ہے اور اسکا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر میں کتاب الاعتاق کر تعبیر کیا ہے ... لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عتق و عتاق عتق لغت عرب میں مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہیں کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسی طرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر میں ہیں ہرچند لغت عرب میں عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور غلبہ اور قوت کے بھی آیا ہے لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی میں مناسبت ضرور ہے لہذا شارح نے یہاں فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہے بلکہ درحقیقت استعمال ... لغات اور معانی کے کوئی نہیں اسی مناسبت سے ... جبکہ غلام آزاد ہوا تو اسکو عتیق اور معتق اور حر کہتے ہیں وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ من الاحرار اور اصطلاح شرع میں عتق عبارت ہے اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کرے کہ وہ مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار میں داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے اور غلام باقی نہ رہے قید بوجہ مخصوص ... مدبر ... مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئے مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے سب ساقط ہو جاتے ہیں اور وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہوگا چنانچہ مزید تصریح انکی آئندہ کی مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ وما یقوم مقامہ کالملک القریب ودخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا

وہ لفظ ہی جو ارادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اُسکے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دارالاسلام میں یا ان پھر غلام مسلمان خرید کرکے
دارالحرب میں لیجانا تو مجرد داخل ہونے دارالحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہوکر دارالاسلام میں آویگا
تو آزاد ہو جاویگا اور اگر حربی غلام دارالحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام و صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن المنح وصفتہ واجب للکفارۃ ومباح بلا نیۃ لانہ
لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہی کہ وہ واجب ہوا ور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق
واجب تو وہ ہی جو کفارۂ قتل و ظہار و افطار و قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلانیت ہو عتق میں نیت شرط نہیں ہوئی کہ وہ عبادت نہیں ہی یہانتک کہ کافر کا
آزاد کرنا بھی صحیح ہو جاتا ہی کہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضائے حق تعالیٰ کے آزاد کریگا تو یہ عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب ہی حق تعالیٰ
کی خوشنودی کیواسطے ہو یہ موجب اُس حدیث کے جسمیں عتق اعضا کا ذکر ہی صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد
کریگا تو حق تعالیٰ اُسکے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یحصل الخ اگر بتدبیر و شرائے قریب الظاہر نعم اور کیا یہ ثواب
یعنے عتق اعضا مدبر کرنے میں اور اپنے قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہی کہ ہاں انمیں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہی اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبارت ہی
اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہوا ور شرائے قریب میں ظاہر ثواب ہی ایک اعتاق کا دوسرا صلۂ رحمی کا ومکروہ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہی جو کسی آدمی کی خاطر ہو
مکروہ اسواسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہوگیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اسکو مباح میں شمار کیا ہی تو ظاہر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہی گی کذا فی
حاشیۃ المدنی وحرام بل کفر للشیطان اور عتق حرام وہ ہی جو شیطان کیواسطے ہو بلکہ یہ تو کفر ہی یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہو تو حرام ہی اور اگر تعظیم منظور ہو تو
صاف کفر ہی یہ صفت شیطانی کا کام ہی اور اسیطرح بت کیواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دارالحرب میں چلا جاویگا یا مرتد ہو جاویگا یا چوری یا قطاع الطریقی کریگا
تو اسکا بھی آزاد کرنا حرام ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرہا او مخطئا ادہ ایضا والعلم بانہ ملکہ کقول الغاصب للمالک ولبائع للمشتری
اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہی آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اسنے یا کہ مولی چوک گیا
اسطرح پر کہ مثلاً اُسکے غلام کا نام صالح تھا اُسنے چاہا کہ یوں پکارے کہ یا صالح سو اُسکے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد دیا اگرچہ مولی بیمار ہو مرض الموت یا وہ نہ جانتا
کہ یہ میرا غلام ہی چنانچہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کردے اور اشارہ کیا مبیع کیطرف مشتری نے و مغصوب کیطرف غاصب نے
تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کرکے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام مالک کا
آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کرکے بائع سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہی سو بائع
نے اسکو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اسکا قابض ٹھیریگا اور ثمن دینا اسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور
خطا اور نادانستگی مانع عتق کی نہیں اسواسطے کہ احادیث سے ثابت ہوچکا ہی کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمیں ضرور نہیں چنانچہ اسکی تصریح
کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں ہوچکی لا من صبی ومجنون ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ونائم لما لا یصح طلاقہم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر کا اور
شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل جاتی رہی ہو برسام کے مرض سے اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں
ولو ہذہ لما انہ مالکا وقال وانا حربی فی دار الحرب قد علم ذلک فالقول لہ اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کیطرف یعنی یوں کہا میں نے
غلام کو بچپن میں یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دارالحرب میں اور حال لوگوں کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا
قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب ویخرج عن الحمل اذا ولدتہ لستۃ اشہر او اکثر ولو الاقل صح یعنی صحیح ہی
عتق حر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جبکہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ پیٹ تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے
چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں
اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا شک ہے ہو یا نہ ہو تو شک سے ملکیت ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہوگا اسواسطے کہ بدون مالک کے عتق
صحیح نہیں الا باضافتہ الیہ کان ملکتک الی سببہ کان شریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ پہلے عمرو نے غلام کو کہا کہ اگر
میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہوجائیگا یا سبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا عمرو نے غلام کو کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد
خریدنے کے آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق سبب ملک سے یا تعلیق ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف
اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائیگا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہیں اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت
مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہوا اور حالانکہ قتل مورث سے ارث کو وراثت نہیں پہونچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کیوقت وارث مرتد ہوجاوے یا کہ وہ غلام
مورث کے قبل از موت اسکی ملک سے نکل جاوے ہاں اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھکو ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف
التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعہا ابوہا ثم تزوجہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریۃ وکانہ لان الملک
ثبت مقارنا لہما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرجاوے تو تو آزاد ہے پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر
اسسے نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرجاوے تو تجھکو دوبار طلاق ہے پھر اسکا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریۃ اور شاید کہ طلاق اور عتق
اسواسطے واقع نہونگے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنے باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق سب پائی گئی
اسواسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جبکہ یہ تینون پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق
کی شرطون پر ثابت ہوا تو مجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہونا ہے اور عتق نہیں ہوتا
مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہان ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اسمین تامل اور غور کر
بصریحہ بلا نیۃ عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغتا و شرعا میں مستعمل نہایۃ ہو مگر عتق میں تو لفظ
صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اسوقت شرط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں
کذا فی منح الغفار سواء اورد صفۃ کانت حر اور ہر کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور معنی پر دلالت کرے چنانچہ یوں کہے
کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ مراد اس ذات کو کہتے ہیں جس میں حریت پائی جاوے او عتیق یا یون کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہر چند لفظ عتق کا مصدر
اسمیں ذات کے معنی نہیں لیکن یہ مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ عدل بمعنی عادل مشہور ہے او معتق او محرر یا یون کہے غلام سے کہ تو معتق یا
معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الجزء فقط کان کنایۃ اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر بدون مبتدا کے ذکر کیا تو کنایہ ہونگے یعنے انت حر نہ کہے بلکہ یون کہے
کہ حر یا عتیق یا محرر تو اسوقت یہ عتق صریح نہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنے بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ لطائف میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر بغیر کسی اسم کے
پوچھا گیا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اسنے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبارا نحو حررتک او عتقتک او اعتقک اللہ فی الاصح
ظاہر تو عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبر یہ یہان فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا اللہ نے تجھکو آزاد کیا تو اسکا
قول اصح میں عتق صحیح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشا عتق میں جیسے بیع میں آیا ہے کہ انا اللہ کہنا اسواسطے
مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او ہذا مولای او نادی سخو یا مولای او یا مولائی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولا ہے یا غلام کو بلاکر

پکارا کہ یا مولائی یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولاتی ھو مولاکا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں از انجملہ ناصر اور ابن عم
اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولیٰ کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح عن الوجیہ
بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اسواسطے کہ یہ کلمہ لطف اور
مہربانی کا ہے نہ عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریۃ من العمل دین یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ میں نے اس قول سے
کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاء اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے خلاف ہے الا اذا سماہ بہ
واشہد وقت تسمیۃ خانیۃ فلا یعتق الا بہ یرید الانشاء وکذا فی الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جبکہ مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت
لوگوں کو بھی اسکا شاہد بھی کر دے کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جب تک کہ اسی یا عتق کا ارادہ نہ کریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا
مطلقہ نام ہو اور لوگ بھی جانتے ہوں تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی تاوقتیکہ طلاق کا ارادہ نہ کریگا ثم بعد تسمیۃ بالحر اذا ناداہ بہ آزاد فہ بالعجمیۃ کیا آزاد
او بعکس ان سماہ بازاد و ناداہ بالعربیۃ یا حر عتق لعدم العلمیۃ پھر غلام کو مسمی حر کرنے کے بعد جب اسکو زبان عجمی میں بلفظ مترادف (یعنی) پکاریگا چنانچہ یا آزاد کہا یا بالعکس
کیے یعنی اسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی میں اسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو دونوں صورتوں میں غلام آزاد ہو جاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت میں اسکا حر نام ہے نہ آزاد
اور دوسری صورت میں اسکا آزاد نام ہے نہ حر وکذا راسک حر و وجہک حر ونحوہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر
آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے اور مانند ان اعضا کے جس سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضا کا کتاب الطلاق میں گزر گیا واضافتہ الی جزء شائع کثلثہ عتق ذلک القدر
المتجزی عند الامام کما سیجی اور اگر عتق کو جزء شائع کیطرف مضاف کیا مثلا یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو بقدر آزاد ہوگا جتنا مولیٰ نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا
تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب تجزی عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ او لامتہ
انت حر خانیہ اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولیٰ کا اپنے غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقاموں میں اعراب
اور تذکیر و تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وہبتک نفسک او بعتک نفسک فیعتق مطلقا ولو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولیٰ کا اپنے
غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جاویگا ہر طرح سے اسمیں ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نہ کرے
اگرچہ اسنے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولیٰ نے یوں زیادہ کر کے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی اتنے درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلا تو غلام کا آزاد ہونا
اسکے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر مر ہبہ و بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بالصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں جوہری قدس سرہ سے بھی یہی قول منقول ہے اور
شارح نے انکو صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا
تو یہ عبارت تھی ملحق بالصریح قولہ وہبت لک نفسک و بعتک نفسک منک آخرہ واللہ اعلم ومنہ اعتقک علیک عتقک علیک فیعتق بلا نیۃ ولو زاد وجب للعتق لجواز
وجوبہ لکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہے یا تیرا عتق تجھپر ثابت ہوا اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ تیرا
عتق تجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولیٰ پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریہ پھر جب احتمال کی گنجایش ہوگی تو صریح
نہ باقی رہا وفی المبتغی قیل لہ اعتقت عبدک فقال برأسہ ای نعم لم یعتق اور مبتغی میں ہے مولیٰ سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اسنے سر سے اشارہ کیا
کہ ہاں اسطرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اسنے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اسکا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من ہذا العمل
عتق قضاء اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کریگا یعنی اگر یوں کہیگا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ ہم یہ عبارت شارح کی
مسئلہ اجارات سے متعلق نہیں ہے لہذا در بلکہ اس کلام کیطرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی المدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال

انت حر ولا نیة له عتق کذا فی الذخیرۃ ولو قال عنیت سالما عتقا قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے سو
مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہوجاویگا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں ہے اور اگر مولی
نے کہا کہ انت حر یعنی اے سالم تو آزاد ہے اور ارادہ کیا تھا دوسرے غلام کا تو قضاءً دونوں آزاد ہوجاوینگے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہوگا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ
قال الرجل لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال له عتق قضاءً اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اسے جو عربی زبان نہیں جانتا کہ تو اپنے غلام کو یوں کہ کہ انت حر سو اسنے
اپنے غلام کو یوں ہی کہا تو قضاءً اسکا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد کے ولو قال یا سالم یا اسکا اسم حر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے
اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر یا تیرا سر حر ہے اگر اس حر کو بغیر اضافت کہا تو آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کاہے عام ہوتی ہے اور کاہے خاص تو عتق میں شک واقع ہوا لہذا
بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا ولو نوی عتق لانه وصف لا تشبیه اور اگر اسکا سر حر با اضافت کہا تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں یہ صفت ہے اس کی
تشبیہ کی گویا یہ مطلب ہے کہ تو حر ہے وبکنایۃ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک ولا سبیل ولا رق وخرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہو عتق
کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام کو کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں یا
میری کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا نہیں ملکیت تجھ پر یا اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو میں نے چھوڑا تمام یہ اقوال کنایات ہیں کہ انہیں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں کا واسطے
کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال بلا منازع ہو کر تعیین مقصود ہوگا
کذا فی الدرر کقوله لامته قد اطلقتک او انت اعتق ولزوجته انت اطلق من فلانة وهی مطلقة لتعلق بالطلاق ان نوی تجھسا اور جیسا چنانچہ مولی کا یہ قول
اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے اور حالانکہ فلانی آزاد ہوچکی ہے یا اپنی زوجہ سے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ
فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال میں زوجہ اسکی مطلقہ ہوگی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق
اور طلاق کی کریگا جیسے عتاق اور طلاق کی نہی میں نیت شرط ہے چنانچہ غلام کو کہے کہ انت حر یا زوجہ کو کہے کہ انت طالق تو نہر الفائق میں لکھا ہے کہ
قول اتفاق کیا ہے کہ عتاق اور طلاق کو اگر کوئی تجھی کہے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصة قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق
بل تثبت له احکام الاحرار حتی یقیم بانه مملوک ویصدقہ فیما کذا البحر لا یعتق قاس علیه فی البحر لا ملک لی علیک لکن نازعه فی النهر اور خلاصہ میں ہے
کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا بلکہ ثابت ہونگے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی ابتدا اسکی مملوکیت کا دعوی نہ کرسکیگا
تا وقتیکہ اور اسکے خدمت نہ لے سکیگا اور اگر وہ مرجاوے تو مولی بطریق ولا اسکی وراثت نہ پاویگا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ عتیق نہیں لیکن ظاہر یہی ہے تو
اسکے احکام احرار کے جاری ہونگے یہاں تک کہ اسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اسکا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد
اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اسکا اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اسکا مالک رہیگا اور اسطرح غلام کو عتق ثابت نہ ہوگا لیکن حکم احرار کے
ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں ہے بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہیگا
کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا لیکن احکام احرار اسپر ثابت ہونگے تا وقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اسکی تصدیق کرے تب اسکا مالک
ہوگا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملک لی علیک میں
متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقًا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر نہیں
نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہ ہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونوں قول برابر ہوگئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس بعبدی
ولا ملک لی علیک بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضا بهذا ابنی للاصغر سنا من المالک والا ...

اور نفی سلطان کی بسبب قوت ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے کہ یا ابنی میں اگر عتق کی نیت کریگا تو غلام آزاد
ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم کہا ہے اسکو
بحر الرائق میں مع فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور
امام احمد کا اور اپنے قول کی دلیل یقتضی ترجیح کذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح قول کہ تو حر کے مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ
اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ کبھی عام ہوتی ہے اور کبھی خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ
کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الرحمتی الا فی قولہ طلقتک لما تقدم لا بنیۃ امرک بیدک و اختاری فانہ لا یعتق مع النیۃ یعنی مگر کنایات الطلاق ایضا
بحث بدائع و یتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہ ہوگا اگرچہ مولی نے اس قول میں یہ کہا کہ میں نے تجھکو مطلق کیا اگرچہ قول کے ساتھ نیت بھی ہو نہیں بلکہ اپنے
غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو مختار ہے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد
ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو امرک بیدک اور اختاری بھی کنایات عتق سے ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق سے بھی ہیں اور اسمیں کچھ غرابت نہیں کہ ایک لفظ
وغیرہ سے جو کنایہ ہے تنجیز کی صلاحیت رکھے دونوں اختیار کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختاری تفویض طلاق کی کنایات سے ہیں تو ایقاع بھی
کی کنایات سے ہو اسی واسطے شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختاری میں عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور
بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اعتقتک کے کہ اسمیں قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا انت حر او امر عتقک بیدک کما لم یحتج
لا سبیل لی علیک الا بالطلاق اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں
مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تمام نہیں ہوتی اعتق
بنحو انت علی حرام ان نوی لکن یکفر بوطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی
سے وطی کرے تو کفارہ دے اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وصح ایضا بقولہ عبدی او حماری حر او داری حر اور عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا
گدھا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہے کما الجمع بین امرأتہ و بہیمۃ او حجر و قال احدکما
طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر شخص اپنی عورت اور جانور یا پتھر کو ملایا اور کہا کہ تم دونوں میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور
اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا الجمع بین امرأتہ و اجنبیۃ و المیتۃ جوہرہ طلاق واقع ہوگی اگر ملا دیگا اپنی زوجہ و اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ
ہم بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا الجمع بین امتہ الحیۃ و المیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ تو یوں کہا کہ ان دونوں میں سے
ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں بادطلاق کا ذکر نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وصح ایضا
بملک ذی رحم محرم ای قریب محرم نکاحا ابدا اور یہی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہو تو اگر ایک شخص نے
اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو محض خرید کے آزاد ہوجاویگا خریدکنندہ والا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں
مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپس میں نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کریگا تو آزاد نہونگے اسواسطے کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن
محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کریگا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہو لیکن قریب نہیں نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ آپ آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے
لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہے تو یہ حدیث

حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے وانہ مقصا یعتق بقدرہ عتق مدہ
او حملا کشرا زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے
خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہے اسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اسکے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ
ہوگی لیکن قبل ولادت اسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دارنا حتی اذا عتق
المسلم او الحربی عندہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ خلافا ولا ولاء خلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو
دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد ملک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام اسلامیہ کے وہاں جاری نہیں ہیں اگر مسلمان یا
حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور
محمد کے نزدیک مالک کیواسطے حق ولا ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ تخلی بالبدن کردینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک انکے ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ انکے نزدیک
اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں
مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق اماموں صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضا تحریر لوجہ اللہ تعالی
و الشیطان و للصنم و ان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے
وہ گنہگار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اسکو وثن کہتے ہیں کذا فی عنایۃ البیان و کفر بہ ای الاعتاق
للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر و عبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا نزدیک قصد کرنے
تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ اپنے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا ویصح ایضا بکرہ
او غیرہ بالی او زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی اس شخص نے اتنی نہ کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضا
مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور رضا لانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے پر قیمت غلام
کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی و سکر بسبب محظور یعنی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الاشربۃ المصنفۃ فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اس مستی اور
نشے میں جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا
استعمال بقصد قوت اور تفریح زبیب کا طبخ کا اور دوا وغیرہ جو انکو بہت نہیں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور
ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے
شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اسوقت لقمہ اتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اسکے بعد نشہ ہوگا
تو اسکی بیہوشی کی مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویات اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ
ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا ویصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصد حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے
عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح و عتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب
گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو چاہیے کہ قبل دخول دار اسکو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہو اور پھر مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار
گھر میں غلام داخل ہوا تو آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی و التعلیق بامر کائن تنجیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

عتق للحال بخلاف قوله لمكاتبه ان انت عبدي فانت حر لا يعتق لتقصير الاضافة ظهيرية اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حال میں موجود ہو تنجیز ہے نہ تعلیق
یعنے فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اس غلام سے کہا جو اسکی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاویگا
بخلاف یوں کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب آزاد نہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریہ پورا غلام وہ ہے جو
بدون رضامندی مولی کے کوئی تصرف نکر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے تو پورا غلام نہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہوگا وفیہا
تصبح حر التعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ یوں کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کریگا آزاد ہو کر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کیوقت میں داخل
ہوگا تو آزاد ہوگا و تقوم حرا و تقعد حرا تنجیز اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوا ہو آزاد ہو کر اور بیٹھا ہو آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہے اسواسطے کہ مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ تو
ہر حال میں آزاد ہے قال ان سقیت حماری فذهب به للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیه کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلادے تو تو آزاد ہے
سو غلام اسکو پانی پلانے کو لیگیا اور اسنے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ مراد اس کلام کی یہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں
کہ پیاس بجھانا یا اسکو پانی پلانا اسکو لازم ہے قال عبیدی الذی هو قدیم الصحبة حر عتق من صحبه سنة هو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے وہ آزاد ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا
جو اسکے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتیق و نوی فی الملک دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ
قدیمی مملوک ہے تو دیانةً اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی تصدیق نہ کریگا اسواسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد
فی السن لا یعتق اور اگر یوں زیادہ کر کے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہوگا غلام قضاءً نہ دیانةً اسواسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا و عتق
بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہو اسواسطے کہ استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے جیسا کہ کلمہ توحید میں لا بانت الا مثل الحر وان نوی اس قول
سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بکل مالی حر اور یوں کہنے سے آزاد نہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اسواسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف
اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی المدنی عن البحر ولا بکل عبد فی الارض او کل عبید الدنیا او اهل بلخ حر عند الثانی
وبه یفتی او متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہوتا کہ زمین میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے
ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں ہوتا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ عن قاضی خان بخلاف اهل بغداد لکنه او اهل الدار بخلاف اس قول کے کہا
کہ بغداد کے رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق ہم ظاہر کلام شارح کا یہ دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت
ہے بحر الرائق میں حالانکہ یہ خلاف واقع کے ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اسمیں بالاتفاق عتق ثابت ہوا اور مسئلہ بغداد اسمیں
مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہیگا کہ سب غلام اس بغداد کے آزاد ہیں حالانکہ اسکا غلام بھی اہل بغداد سے ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہوگا اور محمد کے نزدیک
آزاد ہوگا کذا فی حاشیة المدنی اور فتاوی عالمگیریہ میں فتاوی قاضی خان سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل بغداد میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے
تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا عتقا اصالةً و قصدا اذا ولدته بعتقہا لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا حاملہ
لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اسکا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہونگے جبکہ بعد عتق اپنے کے اسکو کم چھ مہینے سے جنے گی ماں کا بالاصالت آزاد ہونا
تو صریح ہوا اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اسوقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جزو ہے اسواسطے کہ جب اقل مدت حمل میں
جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ وہ لڑکا قبل اعتاق کے اسکے پیٹ میں موجود تھا ولو لاکثر عتق تبعا لا تنزله الجزء والا اور اگر بعد عتق اسکے پورے چھ
مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اسکا ولد بالاصالت نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے
وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالت اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے

ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ بطور بیع یا ہبہ یا ارث سے دی اسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہو ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق میں نہیں مغرور وہ مرد جسنے
فریب کھایا اسطرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جبکہ لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط
کر لی تو اسکی اولاد تابع ماں کی نہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا حق عبارت یہ ہے البتہ اور خواہ بچے شارح کا ذوی یہ ہے بس سرکشی او زنا فرمانی کے ٹھہرائی گئی
دبکفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اختیار کیا تو اس مالک نے بطور اطلاق اپنے غلام ہوگی انکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا انکا کفر ہوا لیکن حصول کا کفر خلاصہ یہ ہے کہ رق
اسی عجز حکمی کا نام ہے کہ جس سے انسان ولایت و شہادت و قضا اور مالکیت مال کے لائق نہیں رہا اور چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف سے معلوم ہوتے ہیں لیکن حالانکہ انمیں مغایرت ہے لہذا
شارح نے واسطے اثبات مغایرت کے قول اپنا یہ بیان کیا کہ تصریح فرمائی وصدق الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فانہم ارقاء غیر مملوکین لاحد ولا یوجد الاسیر کو بدون
بالرق لا الملکیۃ حتی یحرزوا بدارنا فاذا احرزت وجدا ولہذا یقیتہوا فی الرق قہستانی اور صدق رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب ہیں کہ وہ سب رقیق ہیں
پر کسی کے مملوک نہیں تو اسیر حربی اول گرفتاری میں موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دار الاسلام میں پہونچکر قابو میں کیا جاوے
تب مملوکیت اسپر صادق آوے گی تو کافرہ اسپر جب گرفتار ہو گی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اسکا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی القہستانی ہم تقریر رق اور ملک کا جو شارح نے بیان کیا
صحیح ہے لیکن مثال صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں ولد تابع اپنی ماں کا نہیں رقیت میں بلکہ وصف رقیت اسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہ ہے کہ کافرہ
حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اسکا رقیت میں اسواسطے کہ یہاں گفتگو ہے اتباع جنین میں کذا فی حاشیۃ الحلبی ہمچنین ملک اور رق میں فرق ظاہر ہو گیا اور معلوم ہوا
کہ کسی شے کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہے مگر انسان میں اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہو جاتی ہے نہ رق
اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمنا اسواسطے کہ فراغت ہو گئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق قن
اور ام ولد اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اسکا اعتاق صحیح نہیں اور
مکاتب میں رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ میں اسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اسمیں ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف سے باہر ہے اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو
مکاتب آزاد نہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدرر عن الزیلعی والحریۃ والعتق فرعہ کالکتابۃ والتدبیر المطلق والاستیلاد اذا لم یشترط الزوج حریۃ الولد کام اور جنین
تابع ہو ماں کا حریت اصلیہ میں اور حریت عارضی یعنی عتق کے فروع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تا وقتیکہ لونڈی کے زوج نے حریت ولد کی مولی سے شرط نکی ہو
چنانچہ کتاب النکاح باب نکاح رقیق میں اسکا حکم مذکور ہو چکا ام حریت اصلیہ کی مثال یہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو جو بچہ اس سے ہوا تو اسکا بچہ بھی ماں کا تابع ہوکر
حر اصلی ہوگا اور حریت عارضی کا ذکر ہو چکا حاملہ کے عتق میں اور کتابت کی مثال یہ ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل میں بچہ
پیدا ہوا تو بعد ادائے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہونگے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونوں ساتھ ہی
آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقیدہ اس طرح پر کریگا کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تو آزاد ہے تو بچہ تابع ماں کا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنی
ام ولد کا نکاح کر دیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونوں آزاد ہونگے و فی رہن اور رہن میں تابع ہو ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن کیا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی
مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن اسکو [illegible] چھڑا سکتا و دین اور دین میں تابع ہو ماں کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کی اجازت دی پھر وہ مقروض ہو گئی تو بچہ بھی
دین میں اسکا تابع ہوگا یعنی قرضخواہ اسکے ولد کو بیچ لینگے و حق اضحیہ اور حق اضحیہ میں ماں کا تابع ہوگا اسطرح پر کہ مثلاً قربانی کیواسطے [illegible] بکری یا گائے کا بھی بچہ بدلی اور اسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماں کیساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلیگا تو ذبح ہوگا و استرداد بیع اور استرداد بیع میں ماں کا تابع ہوگا یعنی اگر کسی نے گائے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی
پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماں کا و سرایت ملک اور سرایت ملک میں تابع ہو ماں کا یعنی ملک قطعیہ [illegible]
اور کسی بیع فاسد [illegible] کہ ایک لونڈی [illegible] بسبب عیب قدیم [illegible] اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

تو اسکا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ موضع ہیں جنمیں حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہے یعنی مالکیت و رقیت و حریت و عتق
کتابت و تدبیر و طلاق و استیلاد و رہن و حق و حق مہنیہ و استرداد بیع سرایت ملک و لا یتبعہا فی کفالۃ اور جنمیں تابع نہیں ہوتا اور ان کا کفالت میں یعنی اگر حاملہ لونڈی یا جاریہ
مولی لیضمانی یا جا ضرضامنی کی اور ضمانت مدت تک بنی رہی یہانتک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ لڑکا ضمانت میں ماں کا تابع نہیں ہوا و اجارۃ اور اجارہ میں ماں کا
تابع نہیں یعنی کسی نے حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ میں داخل نہیں یعنی ماں کیطرح خدمت کرنا اسکو لازم نہوگا و جنایۃ اور جنایت میں تابع ماں کا نہوگا یعنی
اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو مولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاویگا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر و حاکم شہید نے مختصر کی ہے کہ جنایت
ماں کیطرف سے ولد تک سرایت کریگی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی و حد و قود اور حد اور قصاص میں تابع ماں کا نہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاویگی مگر بعد ولادت کے اور
قصاص لیا جاویگا مگر بعد وضع حمل کے و زکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانوروں میں بچہ تابع ماں کا نہیں و رجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھیر لینے میں بچہ تابع ماں کا نہیں یعنی اگر لونڈی
کسیکو بخشی اور وہاں حاملہ ہوئی اور واہب نے اسکے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل میں رجوع کرنا جائز نہیں کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز کہا ہے چنانچہ اسکا ذکر کتاب الہبہ
میں آویگا والیصاء بخدمتہا اور اسکی خدمت کی وصیت میں یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو اسکا بچہ وصیت میں تابع ماں کا
نہیں و فی لا یتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہیں ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بنگیا ہو یا ناقص یعنی گائے بھینس یا بکری کو ذبح کیا اور اسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو
اسکے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہیں کرتا اسکو بھی ذبح کرنا چاہیے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اسکی
ماں کے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظم اور زفر اور حسن بن زیاد کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہو تو اسکا کھانا
حلال ہے بسبب ذبح ہونے اسکی ماں کے فہی تسع کما بسطہ فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہیں جنمیں جنین تابع ماں کا نہیں چنانچہ ابن نجیم نے اسکو مصرح بیان کیا ہے اشباہ کے
باب البیوع میں وزاد فی البحر ولا فی نسب حتی لو نکح ہاشمی امۃ فولدہا ہاشمی کابیہ قن کامہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ
ولد تابع نہیں اپنی ماں کا نسب میں یہانتک کہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اسکا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے
اسواسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہوگیا اپنے ولد کی رقیت سے کیونکہ اسنے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب میں ولد اپنے باپ کا اسواسطے تابع ہوا کہ نسب
واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کی جانب اسمیں غالب ہوئی اسواسطے کہ مردوں کا حال مشہور ہوتا ہے نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے
کہ اگر باپ سید نہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہوگا اگرچہ اسکو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جسکا باپ سید نہو اور
ماں سیدہ ہو تو اسکا ولد سید شریف ہے اسواسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہر اور شریف کی ابتدا اسیطرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النساء بنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے اور سغناقی نے کہا کہ میں نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا میں نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے
قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں عیسی علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت میں فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی جیز میں ہے
کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی میں ہے کہ جسکا باپ سید نہو ماں ہو تو اسکے سید ہونے میں اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ
قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعضے علماء نے کہا کہ جسکی ماں سیدہ ہے اسکو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کیواسطے صالح ہے تو جسنے کہا کہ وہ سید نہیں
تو مطلب اسکا یہ ہے کہ جسکی فقط ماں سیدہ ہو اسکی شرافت اسکے برابر نہیں جسکا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا و لا یتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین الی آخرہ
بقیۃ الاذہبیۃ البیوع ویتبعہا ولدہا وقتنا اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہیں ہے بعد ولادت کے مگر دو مسئلوں میں ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہوں کے
اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جاوے اور اسکا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع میں تابع اپنی ماں کا ہو جاویگا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر
عدم دخول بیع کی تصریح ہوگئی ہو تو تابع نہوگا کذا فی الدر المنتقی اور قنیہ میں ہے کہ شیر خوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع میں تابع ہے ماں کا نہ وہ

یا شریک سعایت کراوے غلام سے چنانچہ ابھی کہہ چکا ہے کہ یہ جو کام سعایت کا ہے عبارت ہے اُس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ باقی آزاد ہو جاوے کذا فی النہر یا
والولاء لهما لانهما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کیواسطے ہے پہلا شریک وہ جسنے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جسنے اپنا
حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کرکے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اُس سے سعایت کی درخواست کی مہر صاحب تاسّی آزاد غلام کی میراث دونوں شریک وارث ہیں اسواسطے کہ اُسکے آزاد کرنے والے
بھی یہی دونوں شخص ہیں ویضمن المعتق لو موسرا وقد عتق بلا اذنه فلو به استسعاه على المذهب یا شریک کو اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضامن لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ
بے اذن شریک کے اُسنے آزاد کیا ہو اور اگر اُسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضامن نہ لے سکیگا غلام سے سعایت کرائیگا بنا بر ظاہر الروایت کے مع درصورت اجازت ضمان کے
نفی مراد ہے نہ اعتاق او صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن على العبد والولاء كله
له والمعتق كله من جهته حيث ملكه بالضمان اور آزاد کرنے والا اسلئے غلام سے اتنا مال جتنا اُسنے ضمان دیا یعنی اسقدر مال کیواسطے سعایت کرالیگا اور تمام وراثت
غلام کی آزاد کرنے والے کو ملیگی بسبب حاصل ہونے کل عتق کے اُسکی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر وهل يجوز الجمع بين السعاية والضمان ان تعدد الشركاء نعم
والا لا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلا ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا
حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضامن لے اور دوسرا سعایت کراوے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البدائع والبحر ومتى اختار امر اتعين الا السعاية فان له الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات مسطورہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہے یعنی
اسکو بدلکر دوسرا امر اختیار نہیں کر سکتا سوا سعایت کے اسواسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کریگا تو اسکو آزاد کر دینے کا اختیار ہے لحوالہ وہی کہا کہ
ظاهر الكتابة والتدبير والصلح سعایت کو شامل ہے والله اعلم ولو باعه او وهبه لم يجز لانه كمكاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اسکو ہبہ کر دے تو جائز
نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہیں رہا ويساره بان يملك قدر قيمة نصيب الآخر يوم الاعتاق سوى ملبوسه وقوت يومه في الاصح مجتبى
اور آزاد کرنیوالے کا مقدور ثابت ہوگا بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوا لباس اور رسد اُس دن کے کہانے کے یعنی اگر معتق بمقدار قیمت حصہ
شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اسکا مقدور ثابت ہو قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو اختلفا فی قيمته ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانكاره الزيادة
وكذا لو اختلفا في يساره واعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اسکی قیمت ٹھہرائی جائیگی اور اگر
مر گیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور
مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شهد اي اخبر لعدم قبولها لان فيها جر مغنم بان كل من الشريكين اعتق الآخر حظه فانه كل يسعى لهما اور اگر
گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونوں کی حصہ ادا کرنے کیواسطے شارح کہتا ہے
شہادت بیان بمعنی خبر دینے کے ہے اسواسطے کہ مقبول نہیں شہادت کیونکہ اگرچہ چند شریک ہوں اور آپس میں دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی مقبول نہ
ہوگی اسواسطے کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے کا اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اُس سے لیں کذا فی البدائع مالم يحلفا فقا
فيعتق نصيب الناكل ويسترق نصيب في حظهما دونوں شریکوں کیواسطے غلام سعایت کریگا جبتک قاضی دونوں سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اسوقت میں
غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے
کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں ہے سوا سعایت کے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں
کیا تو غلام پر رقیت ثابت کیجاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اُسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقر اُسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا استحقاق

کل تو تو آزاد ہی اور اُسکے بالعکس دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل نہوگا تو تو آزاد ہی سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر مین داخل ہوا یا نہین تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے یقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی مین دونون شریکون کے واسطے اسلیے کہ ہر شریک کا نصف باقی حصہ ہی اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسیکو نہین لہذا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون مین نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونون کے واسطے ہی ولاء العتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین کل واحد منہما لاحدہما بالتفاصیل الجہالۃ اور اگر یہ صورت مسائل سابق کے تعلیق کی دو مالکون نے اپنے دو غلامون مین جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہی تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنے مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین داخل ہوا اور عمرو نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہی اگر خالد کل گھر مین نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر مین داخل ہوا یا نہین تو کوئی غلام آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلے مین نسبت مسئلہ سابق کے دوہری جہالت ہوگئی غلام مین بھی اور حانث مین بھی یعنے معلوم نہین کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہین کہ کون ہوا زید یا عمرو بخلاف مسئلہ سابق کے کہ وہان ایک ہی جہالت ہی یعنے حانث مین جہالت ہی معلوم نہین کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام مین جہالت نہین اسواسطے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہی حتی لو اتحد المالک کان اشتراہما من علم بحلفہما عتق علیہ احدہما وامر بالبیان فتح تا اینکہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہوجاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنے تعلیق کو جانتا تھا تو اُسکے پاس ایک غلام آزاد ہوجاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنے دونون مین سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ مین بسبب تعدد مملوک و مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہین تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا والحالف بان قال عبدہ حران لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف ما لو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذبہ بخلاف الاخری یا قسم کھانے والا ہوا ایک اسطرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اُسکا غلام آزاد ہی اگر اس گھر مین آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہی اگر اس گھر مین آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر یمین دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کرچکا یعنے پہلے یمین مین شرط طلاق کے موجود ہونیکا مقر ہوا اور دوسرے یمین مین شرط عتق کی موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکے وہ صورت کہ اگر پہلی یمین نام خدا سے ہو یعنے اگر یون کہے کہ واللہ مین اس گھر مین داخل نہین ہوا پھر یون کہا کہ اگر مین اس گھر مین داخل ہوا ہون تو میرا غلام آزاد ہی تو اسمین کفارہ لازم ہو نہ عتق ثابت ہو اسواسطے کہ اگر عدم دخول مین صادق ہی تو کفارہ نہین اور اگر عمداً کذب کہا ہی تو یمین غموس ہی اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہین ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوتی تاکہ اُسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کیجائے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہی اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو یہی حکم ہی بنا بر اسکے اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق مین ہوچکا کذا فی حاشیۃ المدنی و من ملک قریبہ بسبب ما مع رجل آخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بالقرابۃ اولا علی انظار ابن الکمال بدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابتدار کا بدون ضمان کے شریک کو اسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنا بر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہی یعنے ضمان کا سبب تعدی ہی سو یہان نہین اسواسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہین ولشریکہ ان یعتق او یستسعی اور اسکے شریک کو اختیار ہی کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اُس سے سعایت کراوے الا لو ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اُس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اُسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہو کر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان کر مالک ہونے کا و ان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فان الاجنبی یضمن المشتری موسراً او یستسعی العبد ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہی چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ قدرت ولا

ہوا اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے وان اشتری نصفہ قریبہ ممن یملکہ کلہ لا یضمن لبائعہ مطلقا
لمشارکتہ فی العلۃ اور اگر خریدا اپنے قرابت دار کے نصف کو اُس شخص سے جو اُسکا پورا مالک ہے تو بیچنے والے کو ضمان نہ دیگا مطلقاً خواہ مالدار ہو خواہ مفلس بسبب شریک ہونے
بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں داخل ہونے کی علت ایجاب و قبول ہے سو اُسمیں بائع نے مشتری کا ساتھ شریک کرلیا وقید بملکہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ
الضمان اجماعا للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک
شریک سے خریدیگا تو اُسپر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام و صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا اسواسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں
کیا ضمان مشتری پر اُسوقت لازم ہوگا جبکہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہے تو شریک غلام سے سعایت کرا دیگا کذا فی العالمگیریۃ عبد بین ثلثۃ دبرہ واحد و بعدہ اعتقہ آخر وہما
موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمتہ قنا و رجع بہا علی العبد لا معتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہے
جسکے تین مالک ہیں اُنمیں سے ایک مالک نے اُس غلام کو مدبر کیا اور بعد اُسکے دوسرے مالک نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جسنے
نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اسقدر غلام سے پھر لے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے
سے اسواسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع
ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو تیسرے
شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ ہے یعنی مالک ہونیکا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اسواسطے
کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنے والے سے
کذا فی حاشیۃ المدنی وضمن المدبر لمعتقہ ثلثہ مدبرا لا ماضمنہ المدبر من ثلثہ قنا لنقصہ بتدبیرہ اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنیوالے سے تہائی قیمت مدبر کی ضمان
لے مدبر کرنیوالا اسقدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب نقص بیع یا غلام کے اسیکو مدبر کرنے سے وہی ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمتہ قنا اور باب التدبیر میں بیان
ہوگا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اسواسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر
کردینے سے بیع کا فائدہ فوت ہوجاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے والے سے نو درم ضمان لیگا اور مدبر کرنیوالا
آزاد کرنیوالے سے چھ درم ضمان لیگا اسواسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہوکر اٹھارہ درم ہونگے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر
والثلث للمعتق لعتقہ کذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنیوالے اور مدبر کرنے والے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنیوالے
کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح اُن دونوں کی ملک پر آزاد کرنیوالا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اسنے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنے والا دو تہائی کا مالک تھا
ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دیکر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاویگا وقال ہی ام ولد شریکی وانکر الشریک لا شیء للمنکر ویتوقف یوما
خدمتہ او یعمل باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اُس دعوے کے نہیں تو یہ لونڈی
شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے اُسکے اقرار پر عمل کرنے سے اسواسطے کہ جب اُسکی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے نصف
حق کا منکر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اُسکا حق موجود ہے ونفقتہا فی کسبہا والا
فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اُسکی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کرسکے تو شریک منکر پر اُسکا پورا نفقہ ہے کذا فی الاختیار من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف
نفقہ منکر پر ہے اسواسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق لقول امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی
کی موقوف رہیگی تاوقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے ہم لونڈی کی نصف میراث اور اُسکا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو

امام اعظم کے نزدیک تہائی آزاد ہوگی اور بقدر حصۂ منکر کے اُسکے وارثوں کے واسطے سعایت کریگی کذا فی العنایۃ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہیں ام ولد کی امام کے نزدیک اسواسطے کہ
ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی والدہ یعنی ماریہ قبطیہ کا ذکر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرت نے فرمایا کہ اُسکو اُسکے لڑکے نے آزاد کر دیا تو
سعایت مقتضی ہو رہتا اور زوال قیمت کی لیکن صحیح یہ ہے کہ دوسری حدیث معارض ثابت ہوا ابن ماجہ و حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال التقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا الضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی وقومّاہا ثلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی
کچھ قیمت نہیں مگر ام ولد نصرانی کی باسلام کی بقدر ثلث یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو اُسکا اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اُسپر سعایت لازم ہوگی اسواسطے کہ مسلمان ہو کر
کافر کی مملوک نہیں رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہیں ہو سکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اُسکی قیمت پر سعایت لازم آویگی اور صاحبین کے نزدیک ام ولد کی قیمت بقدر ثلث
قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما فثبت
نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہوئی تو ضمان نہ دیگا وہ مالدار جسنے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اسطرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد
جنی سو دونوں مالکوں نے اُسکے نسب کا دعوی کیا اور وہ دونوں کی ام ولد ہو گئی پھر ایک مالک نے اُسکو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنیوالا ضمان
نہ دیگا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہوگا اور نہ لونڈی کے
اور اُسکے ولد پر سعایت لازم ہوگی اسلیے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہیں جو ضمان اور سعایت آئے متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک اگر مدعی مالدار
ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما الضمن بالجنایۃ اجماعا فلو قربہا الی سبع فافترسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لا ضمان غصب لذا
یضمن الصبی لو بمباشرۃ یا بعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاویگا بسبب جنایت کے باتفاق امام و صاحبین کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس لایا اور شیر نے اُسکو
پھاڑ ڈالا تو وہ شخص ضمان دیگا دوسرے مالک کو اسلیے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہیں بخلاف ضمان غصب کے اور اسی واسطے
صغیر پر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اسکے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر نے کوئی تلف کر ڈالے تو اُسپر ضمان جنایت لازم آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ نہیں ولو قال لعبید
عندہ من ثلثۃ اعبد لہ احدکما حر فخرج واحد ودخل آخر فاعاد قولہ لہما فمات مولاہ بلا بیان ایک شخص کے تین غلام ہیں سعید اور مرجان اور فیروز سو
اگر مثلاً سعید اور مرجان دو حاضر غلاموں سے کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول
دوبارہ کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اُسپر بیان کرنیکا حکم کیا جاویگا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کرینگے تو قاضی جبر مالک پر حکم کریگا کہ بیان کر دے کہ قول اول و
ثانی میں کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جسکو مالک بیان کریگا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثۃ ارباعہ ونصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر
مالک بلا بیان مر گیا تو جو غلام کہ دونوں قولوں میں ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی
ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا تم تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو میں ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہوئی
تو ایجاب اول سعید اور مرجان میں دائر ہوا لہذا ان میں منقسم ہو گیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ
ایک تم دو میں آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت میں یعنی مرجان اور فیروز میں دائر ہوا تو یہ بھی دونوں میں نصفا نصف ہو گیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو
سو جو نصف کہ مرجان کو پہونچا وہ بالکل مرجان میں شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جسقدر
نصف آزاد کو پہونچا وہ تو لغو اور بیفائدہ ہو گیا اور جتنا فارغ کو پہونچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اسواسطے کہ نصف کو جو دو حصے کیجیے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے
بخوبی معلوم ہو گیا کہ مرجان سے تین ربع آزاد ہو گئے دو ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے کذا فی الدرر وعامۃ الکتب وعتق من کل
غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب

ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنے فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی میں جیسے ثابت غلام یعنے
مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں جیسے کہ
سوا اور مسائل میں اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا الثبوتہ بطریق التوزیع والفرقۃ ثم تعدد یعنے ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے
ہوگیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہوگا یعنے ایک غلام کا عتق سبب ضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہوگیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل میں متجاوز نہیں
ہوسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی فی شرح ابی المکارم عن المختصر وان صدر ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم یجز الورثۃ وقیمتہم سواء قسم الثلث بینہم کما مر
فیجعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لنصف وربع واقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہے ثلث المال اور اگر یہی دونوں قول مذکور صادر
ہوں مالک سے اسکی بیماری میں اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکیں اسلیے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور ترکہ میت کا نہیں اور وارث
میت کے اسقدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاویگا
اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل بند کو ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے یعنی ربع ایک کے
اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں ربع ایک
اور چونکہ چار میں گنجایش سات سہم کی نہیں یعنے چار کو زیادہ کرکے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہیں میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوگا اگر
کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کردی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع نصف اور ربع کا نہیں ہے تا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل
نہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسیطرح مصح کیا ہے شارح کلام اہل فرائض کے لئے کذا فی الدرر فعتق ممن ثبت ثلاثۃ منہ سبعۃ فی الآخر
وعتق من کل من غیرہ سہمان ویسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لما ذکرنا من ثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونوں ایجاب
میں یعنے مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنے سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ
سہم میں سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنے عتق کے سہام سات
ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے انمیں سے ثلث آزاد ہوئے یعنے سات باقی رہے دو ثلث یعنے چودہ وان طلق نسوۃ ثلث
کذلک وہن غیر ممسوسات واحدا اور اگر طلاق دی یک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسیطرح یعنے ایک شخص کے تین عورتیں ہیں ایکدن اسکے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اسنے کہا کہ تم
دو میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک انمیں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اسنے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں کے برابر ہیں ہم مہر کا برابر ہونا کچھ
ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب تنویر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا درصورت تفاوت مہر کے بھی یکسان ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی
ابی السعود وقبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی وے قبل وطی کے قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اسلیے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے
جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول ہوا تھا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نرہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایۃ والدرر ہم اس مسئلہ
مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں ثابت ہیں جبکہ زوج بطلاق مبہم
دیکر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کردیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاویگی بلا عدت اور نصف مہر پاویگی اور دوسری عورت کہ بوقت
خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاویگا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات
بھی لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان مہر من ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ
والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہوگا زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کے مہر

مین ہشتم حصے ساقط ہونگے اور زوجہ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوگیا تھا جو داخلہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوگیا ثابتہ اور داخلہ مین آدھون آدھ ہوگیا پھر ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہین دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول مین نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر غیر معین ہے اسواسطے نصف مہر دونون مین تقسیم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اسکے ایجاب ثانی مین تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ اگر واقع مین ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہین ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول مین خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر مین ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ مین برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی مین ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونون مین نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضون نے کہا کہ شیخین کا قول ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق مین فرق مذکور کے بیان کی البتہ حاجت ہے کذا فی الہدایہ بحر الرائق وحواشیہا ملخصاً واما المیراث فلہن ربع وثمن فللداخلۃ نصفہ لانہ لا یزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الآخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہین تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہین مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ مین نصفا نصف ہے اسلیے کہ کوئی مرجح نہین ایک کو دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منہن عدۃ الوفات احتیاطا لا الطلاق لعدم الدخول اور تینون زوجات ثلثہ پر عدت وفات کی لازم ہوگی بنابر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات مین احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامرأتیہ احدٰکما بائن فوطی احدٰہما او ماتت کان بیانا للاخری قبیل وکذا التقبیل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم مین چنانچہ یون کہنا زوج کا اپنی دو عورتون سے کہ ایک تم مین سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہین بعضے علما نے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنے اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لیگا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہین ہوتی یعنے اگر دو عورتون سے کہا کہ ایک تم مین بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دیگا یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنے دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت مین دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسیکو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولعل التقیید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیع کالبیع لم ارہ شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہو بیان مین یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا ہم جب طلاق بیان نہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب مین نہین دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار مین صریح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اسکی ملخص عبارت یہ ہے ولو قال لعبدیہ احدکما حر ثم باع احدہما او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ اور ملتقی الابحرین یون ہے والبیع بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع انتہی وبعد شارح ملتقی نے شرح لکھا ہے در المختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ تھا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہین معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہین ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز بشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا او موت ولو بقتل العبد نفسہ وتحریر ولو معلقا وتدبیر ولو مقیدا او استیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ والقیام وتزویج ورہن وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ذکرہ ابن الکمال لان المساومۃ بیان فمنہ اولے بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ وہ غلام نے

اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر مطلق اور مقید کا بیان
باب التدبیر میں آویگا اور استیلاد یعنے دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا
مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسی طرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اس واسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جیسا بیان ہے تا عتق
مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہیں بیان ہونے میں کذا فی البدائع اس واسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب ہے قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانیکے فی حق عتق مبہم کہ اولہ کما حرر
ففعل بأذکر تعین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کس کی آزادی
مراد ہے پھر امور مذکورہ میں سے کوئی امر کیا یعنے دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مرگیا یا ایک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو
مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا
عتق متعین ہو گیا صریح ہو گیا ابہام رفع ہوا اس واسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اسکا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم
اعن ہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیار اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے
مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنیکا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے کہا ایک کی طرف اشارہ کر کے کہ اسکو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہوگا اس واسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے
دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اسکے دوسرے غلام کی طرف جسکا عتق متعین ہو گیا اشارہ کر کے کہا کہ اسکی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاویگا یعنے دونوں غلام
آزاد ہو جاوینگے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنے زوج اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے
پوچھا کہ کسکو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اسکو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہو گی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسکو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو
دونوں مطلقہ ہونگی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اسمیں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یون کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے ہزار درم مجھپر ہیں سو اگر کسی نے پوچھا کہ
کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا
متعین ہوگا بنا بر ضرورت اقامت واجب کے بخلاف اقرار کے کہ اسکی تعیین مقر پر واجب نہیں اس واسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبر اسپر جائز ہو تو اقرار میں ایک
کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہوگی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولوالجیہ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنے کسیکو
مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جائیگا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہوگا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنے غلام قاتل کی آزادی سو واسطے متعین
ہو گئی تاکہ مولی کا ضرر نہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہوگا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہوگا لایکون الوطی و
دواعیہ بیانا فیہ قالا ہو بیان حبلت او لا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہوگی وطی اور اسکے دواعی بیان عتق مبہم میں یعنے اگر ایک لونڈی سے مولے
نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں لونڈی اس وطی سے حاملہ ہوا نہوا
اسی قول پر فتوے ہے کذا فی الہدایہ اس واسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہوا ہوگا وکذا الموت لا یکون
بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما ابنی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فماتت احدہما لا تتعین الباقیۃ للعتق ولا للاستیلاد لان
الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہیں ہوتی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سو اگر مولے نے اپنے دو غلاموں
سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مرگئی تو باقی غلام عتق کے
واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہونگے اسلیے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہو سکتی
اخبار میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت

مرتجم اول چند ورق پیشتر مذکور کر چکا ہے کہ تدبیر مطلق وہ ہے جو بعد مالک کے آزاد کرے کہا اور مقید وہ ہے جس میں

[illegible]

حرة فوارث ذکرا وانثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقہا بتقدیم الذکر ورقہا بعکسہ فیعتق نصفہا وسیعیان فی النصف یمتنع
کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مؤنث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہیں کہ پہلے مذکر جنی یا مونث تو ولد مذکر تو ہر حال
مین غلام ہی رہیگا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مونث کا اسواسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہوگا اسلیے کہ وقت تولد کے یا اسکی ماں کہ تھی اور وہ آزاد نہ ہوگی
مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مونث کا تولد ہوا تو نہ ماں اسکی آزاد ہوگی نہ مولود بسبب پائے جانے شرط کے اور حسب صریح رن ہین ایت کسی کی معلوم تو ماں اسکی نصف
نصف آزاد ہوگی بسبب آزاد ہونے دونوں کے درصورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونوں کے درصورت تقدم مونث کے تو درصورت عدم ثبوت تقدم کے دونوں نصف نصف آزاد ہونگی اور دونوں
سعایت کرینگی اپنی نصف نصف قیمت مین شہد العتق احد مملوکیہ لو امتیہ لغت عند ابی حنیفہ رح لکونہا علی عتق مبہم دو گواہونے دو غلامون میں سے ایک کے آزاد کرنیکی گواہی دی
تو نزدیک امام اعظم کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونون گواہونے دو لونڈیون میں سے ایک لونڈی کے بھی عتاق کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی
لائق سماعت کے نہیں الا ان تکون شہادتہما فی وصیتہ ومنہا التدبیر فی الصحة والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت میں مقبول
نہیں مگر اسوقت مقبول ہے کہ دونوں کی گواہی وصیت میں ہو اور وصیت مین داخل ہے صحت میں مدبر کرنا اور مرض الموت میں آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم میں ہو تو
باجماع امام و صاحبین کے مقبول ہوگی ہم جبکہ تدبیر فی الصحة وصیت میں داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت میں داخل ہوگی بحرالرائق اور نہر الفائق میں کہ اسی وصیت کی
یون مثال دی ہے کہ دونوں گواہ گواہی دین کہ مالک نے اپنے مرض الموت میں دو غلاموں سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی و محشی نے کہا تو اس مثال میں وصیت اور عتق فی المرض میں کچھ فرق
نہیں معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثون کو وصیت کرجاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کرکے مرے والاصل ان الطلاق
المبہم یحرم الفرج اجماعا فلا یشترط له الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرم عنده لکن لم یجز ان یفتی به فلیحفظ اور طلاق مبہم و عتق مبہم میں اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام
کردیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام و صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہیں اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ میں
بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرمگاہ کا نہیں نزدیک امام کے لیکن اس مقام میں امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہیں کذا فی الهداية
اسواسطے کہ فرج احتیاط تحریم میں ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کما لقبل لو شہد بعد موته انه ای المولی قال فی صحته لقنیة احدکما حر قبلا الاصح لشیوع العتق فیہما
بالموت فصار کل خصما متعینا وصححه ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدون نے گواہی دی بعد موت مولے کے کہ اُسنے اپنی صحت میں کہا
تھا اپنے دو غلاموں سے کہ ایک تم میں سے آزاد ہے گواہی مقبول ہوگی بنابر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونوں غلاموں میں مولی کی موت سے
یعنے جب تک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اسواسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونوں میں سے کون آزاد ہے اور
جب مولے مرگیا تو دونوں غلاموں میں عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے لیکن فخر الاسلام اور صاحب کافی نے
اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیة المدنی فروع مسائل ملحقه شارح کے شہد ان عتقه سالما ولا یعرفونه عتق گواہی دی دو گواہوں نے
کہ مولے نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہیں ہیں تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلاموں میں مسمی بہ سالم ایک ہی
غلام ہو ولو له عبدان کل اسمه سالم وجحد فلا عتق کشہادتہما بعتقه لمعینة سماہا فنسیاہا اسمہا او بطلاق احدی زوجتیه وسماہا فنسیاہا لم تقبل
الجہالة فتح اور اگر مولے کے دو غلاموں کا نام سالم ہو اور مولے اعتاق کا منکر ہو تو گواہوں کی گواہی اس گواہی سے کہ مولے نے
سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہوں کی ایسی گواہی کہ مولے نے معین لونڈی کا نام لیکر آزاد کیا اور گواہوں کو اسکا نام
یاد نہ رہا یا دو عورتوں میں سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جسکا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اُسکو بھول گئے تو ایسی گواہی مقبول نہ
ہوگی بسبب کمال جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا و سکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھا لینے کے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی الصراح و حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کی اور تعلیق بالولادة کا عتق البعض میں اسواسطے مذکور ہوا کہ در صورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من له حین حلفه ولو لیلا سواء ملکه بعد حلفه او قبله لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکه وقت دخوله کما قائل نے کسی مخاطب سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک اُسدن ہے سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاویگا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک ہوگا مخاطب کے داخل ہونیکے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ وہ مملوک بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اسواسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہونگا وہ آزاد ہے اور مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دن یا لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا الولم یقل یومئذ عتق من له وقت حلفه فقط کقوله کل عبد لی او املکه حر لیعد غدا او بعد شهر اعتبر وقت حلفه لان لی او املکه للحال فلا یتناول الاستقبال حتی لو لم یملک شیئا یوم حلفه لغت یمینه اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معتبر ہوئی لہذا اگر مولے یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اُسکا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولے کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اُسکے قسم کھانیکے وقت اسواسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اسلیئے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل و اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال و استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفا اور شرعا اور لغتہ زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہوگا استقبال کو یہانتک کہ اگر متکلم مالک نہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اُسکی تعلیق لغو ہو جاویگی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہوگا و به بکل عبد لی و املکه حر بعد موتی من کان له مملوک یوم قال هذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو مدبر ہو جاویگا جو غلام کہ اُسکا مملوک ہوگا اُسدن جسدن یہ قول اُسنے کہا اسواسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے لا یکون مدبرا مطلقا بل مقیدا من ملکه بعده ولکن ان مات عتقا من الثلث لتعلیقه بالموت فیصیر وصیة اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا لیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مرجاویگا تو دونوں غلام یعنے جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاوینگے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بصیغہ حال کے آزاد ہوگیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال و الاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولهذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال و استقبال دونوں کو شامل ہے لہذا اگر کوئی تہائی مال کی وصیت کریگا اور حالانکہ وہ مفلس ہے اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مرگیا تو وصیت اُسمیں جاری ہوگی کذا فی الدرر و حاشیة المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانه تبع لامه لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اسواسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنے مملوک سے متبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریة من قال کل مملوک لی ذکر فهو حر ولو لم یقل ذکر دخل الحمل و عتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اُس مولی کی لونڈی کا جسنے یوں کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اسواسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ ذکر کا نکہتا یعنے فقط اسی قدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہوکر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اسکا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک و العبد لا یتناول المکاتب و المشترک بل یتناول المدبر و المرهون و الماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارہ کو بنا بر قول درست کے شارح قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا جنمین کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون و ماذون کو لفظ مملوک کا شامل نہیں و لو نوی الذکور او لم ینو المدبر یرق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک

آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام بری کی نیت نہ کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کے منافی ہے اور دیانۃً اسواسطے
تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی ممالیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال لاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں
اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اسکی تصدیق نہوگی بواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال
نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیاں اسکی آزاد ہوجاوینگی فروع مسائل لحقہ شارح کے حلف ان لا یعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبا او
اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو
مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت کے بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام کے بیع کرنا
اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدا اعتق وصحیحا لا اگر مولے نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو میں بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع
صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاویگا اور بیع
صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت
دار فلان فانت حر فشہد فلان مع آخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی
دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانہا علی فعل نفسہ
اور اس قول میں کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو
غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اسکا شرع میں اعتبار نہیں ولو شہد
ابنا فلان انہ کلمہ ابا ہما جازت ان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا انکے باپ سے تو گواہی انکی درست ہوگی اگر باپ انکا
منکر ہو کلام کرنے کا اسلیے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعاہ عند محمد خلافا للثانی اور اسی طرح باپ اگر دعوی بھی
کلام کا تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں اور ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کیا

باب العتق علی جعل

بالضم ای المال یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بالضم جیم بمعنی مال ہے اور بفتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے
اور جعالۃ بالکسر و جعلیہ بھی اسیکے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لعم مجلس علمہ لو غائبا
عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو ردہ او اعرض بطل آزاد کیا مولے نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول
کیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا اور اسکے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہوجاویگا اگرچہ اسنے
مال ہنوز ادا نہیں کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہاں تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھ کھڑا ہو
مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ
قبول عوض کا ضرور ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد
اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم
وان علقہ باداۂ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو
آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولے نے غلام کو ادا کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے

حاصل نہیں ہوتا تو گویا اُسنے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اسکے قبول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہی یا نہیں اسکے جواب مین
بحر الرائق مین تردد کیا ہی نہ اسکے حکم مین صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی ہمین قول فیصل نہین ذکر کیا واللہ اعلم لامکاتبا لانہ
صریح فی تعلیق العتق بالاداء ومع ہذا لیس لہ حکم المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکرہا بتمامہا ادائے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اسواسطے کہ قول مذکور مین ادائے
مال پر تعلیق عتق کی صریح ہی بخلاف کتابت کے کہ اسمین تصریح عتق کی نہین ہوتی بلکہ کتابت مین یون کہتا ہی کہ مینے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ یعنے جس غلام کا عتق ادائے
مال پر معلق ہو وہ مخالف ہی مکاتب سے بیس مسئلون مین انہین سے تو مسئلون کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا دیا ہی اسبب کا اتمام
کردیا ترجمہ شمار مسائل کے واسطے ہم نے یہ نشان بہ سے عدد کا واسطے انتصار کے رقم کریگا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سوا تبنے کہا ا تو موقوف نہین عتق غلام کا اسکے
قبول پر یعنے اگر بلا قبول مال کو ادا کریگا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اسکا قبول کرنا شرط ہی ولا یبطل بردہ ۲ اور باطل نہوگا عتق غلام کو رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے
وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ ہو الاداء ۳ اور مولی کو جائز ہی بیع کرنا اُس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور وہ شرط کیا ہی ادائے مال ہی بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز اداء
بدل کتابت کے اسکا بیع کرنا مولی کو جائز نہین ولو باعہ ثم اشتراہ ہل یجب قبول ما یاتی بہ خلاف ۴ اور اگر مولی اسکو بیچے پھر اسکو خرید کرے کیا واجب ہی قبول کرنا اُس
مال کا جسکو غلام لاوے اسمین اختلاف ہی ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہی اور محمد کے نزدیک واجب نہین لیکن اگر مولی مال کو قبض کریگا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف
مکاتب کے اسکے مال کے وجوب قبول میں اختلاف نہین کذا فی منح الغفار وتحقق بالتخلیۃ بحیث لو تدیدہ للمال اخذہ ۵ اور آزاد ہوگا غلام کو تخلیہ کو آگے رکھدینے سے
اسطرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اٹھا لے ہم مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہوجاتا ہی کذا فی الزیلعی تو دونون مین کچھ فرق نہوا تو اسکا ذکر یہان بے موقع ہوا کذا
فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ تبرعا ادا مر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداؤہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر او کیس ابیض فدفع
فی اسود اوبہذا الشہر فدفعہ فی غیرہ ۶ اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے یا غلام نے غیر شخص کو ادائے مال کا امر کیا سو اُسنے
ادا کردیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا نگیا ۸ چنانچہ غلام آزاد نہوگا اگر مولے نے ادائے مال میں دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے
دینار ادا کیے ۹ یا مولے نے مثلا ہزار درم دینے کی سفید تھیلی مین قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی مین دیے ۱۰ یا مولے نے اس مہینے مین ادا کرنیکی شرط کی تھی
سو غلام نے دوسرے مہینے مین مال ادا کیا سو ان چارون مسائل مین غلام آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چارون صورتون مین
آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حط البعض فطلبہ وادی الباقی ۱۱ یا مولے نے مال معین سے کچھ کم کردیا یا غلام کی درخواست سے
باقی مال کو اُسنے ادا کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب باقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأہ ۱۲ اور اسیطرح غلام
آزاد نہوگا اگر مولی مال کو معاف کردیگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہی اس مسئلہ کا ذکر بھی یہان بے موقع ہی اسواسطے کہ ابرا نہین ہوتا کہ دین
مین اور یہان غلام مذکور پر دین کہان ہی جو ابرا کی گنجائش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی وادی الی ورثتہ لعدم شرط بل العبد باکسابہ لہم ۱۳ یا مولی
مرگیا اور غلام نے مال معین وارثون کو ادا کیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولے کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا
ہوا مال وارثون کا مملوک ہی تو غلام بیچا جاویگا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء وترک مالا ۱۴ چنانچہ اگر غلام مرجاوے قبل ادا کرنے مال معین کے
تو ترکہ اُسکا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونیکے واسطے نہ ادا کیا جاویگا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذہ بالظفر بہ وافضل عندہ من
کسبہ ۱۵ بلکہ مولے کو جائز ہی کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے ۱۶ یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین
سے اُسکے پاس اُسکا لینا بھی جائز ہو بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بمثلہ علیہ ۱۷ اور اگر مال معین کو غلام نے
ادا کیا اُس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہوجاویگا اور اتنا مال غلام سے مولے پھیر لیگا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے

مسئلہ اداء مال کتابت

جس میں ... ہوں

کسائی سے وہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولے کی ملک ہے تعلیق ادا کردہ بالمجلس ان علق بان او اذا ۸ اور متعلق ہوگا اداکرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم مین اگر مولے نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا او متی کی تو ادا مال مجلس پر مخصوص نہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ ولادہ بخلاف المکاتب فی الکل ۹ اور تابع اُسکی نہوگی ولاد یعنی عتق مین جیسے اگر لونڈی کا عتق ادا مال پر معلق ہو پھر اولاد جنے پھر مال کو ادا کرے تو اُسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہین کہ اولاد بھی اُسکے ساتھ ہو جاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ مین چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ مین اُسکی تصریح کردی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ بہذہ المواقیۃ عشرون ۱۰ اور وہ یعنے مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اُسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اُسکی کفالت صحیح نہین اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہو جاتا ہے اور سینکڑون پر اکرنے والا ہے بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجائے عشرون کے عشرین کہتا اسواسطے کہ مفعول ہے ہونیکا مسیحو اتنجے مال معلق کو دین صحیح کہنا صحیح نہین اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہین ہے کیونکہ مولے نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہین کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہین ہے اسمسئلہ کا بیان فی کرنا ہی غلط ہے بلکہ اسمسئلہ کا محل ذکر اعتاق علی مال تھا جہان اعتاق علے المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور مصنف درر و غرر نے وہین ذکر کیا ہے اسلیے کہ اعتاق علی المال مین مجرد قبول کے غلام آزاد ہو جاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اُسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہین اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن العلامۃ

وزاد فی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرض منہا ودفع لم لا یعتق ورجع الغریم علے المولے الا ان عرفا بالمہا ذون لاحق بمالہ حتی تتم دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہین جو ذخیرہ مین مذکور ہین کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولے نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولے کو دیے تو غلام آزاد ہو جاویگا اور قرض دینے والا مولے سے ہزار پھیر لیگا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے مال کے احق ہین تاوقتیکہ اُنکے دیون تمام ہون ولو استقرض الفین فدفع احدہما الا اخری فللغریم مطالبۃ المولے بہا لمنعہ لعتقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے سو ایک ہزار مولے کو دیے اور ایک ہزار خود رکھ لیا تو قرض دینے والے کو مولے سے دونون ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولے نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنے اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہین سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولے ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولے سے کریگا ولو قال انت حر بعد موتی بالف فالقبول بعدہ ای بعد موتہ فلا یعتق بعد ذلک وارث او وصی او قاضی عند امتناع الوارث ہو الاصح لان المیت لیس باہل للاعتاق فلا یعتق بلا اعتاق او الا المیت اور اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درہم اگر غلام نے ہزار درہم کو قبول کرلیا بعد موت مولے کے اور بعد اس شرط کے مولے کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کردیا تو غلام آزاد ہو جاویگا ہزار درہم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہین اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنیکے لائق نہین اور وارث غلام کی میت کے واسطے ہوتا مذکور ہوئے کے وارث ہونگے عورتون کو وراثت نہ ملیگی اور اگر میت کا وارث نہ ملتی وارثوں کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن البحر او قبول غلام بعد موت مولے کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا بعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولے کی حیات مین قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور یہ الاکہ صحیح نہین ہے یہ بھی شرط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر والا او جد کالا مرین لا العتیق بذلک اور اگر دونون امر نہ پائے جاوین یعنے بعد موت مولی کے غلام ہزار درہم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کرین اُسکو تو فقط اس مولے کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حررہ علی خدمتہ حولا فقبلا کا عتقہ کلے ان یخدمہ سنۃ فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اُسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یون کہا کہ مین نے تمکو آزاد کیا ایکسال تک میری خدمت کرنے سو غلام نے اُسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ علی الشئی قبول مجلس پر شرط ہے وفی ان خدمتنی

سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدم اقل منہا او خدمہ بعضہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق لان ان للتعلیق

وعلی المعاوضۃ اور مولے کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنے خدمت
یکسالہ سو اگر غلام مولے کی خدمت سال بھر سے کم کریگا یا بعوض خدمت کے مولے کو مال دیگا یا مولے نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے
تو تو آزاد ہے پھر اسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرط تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون
وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنے مبادلہ مین فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمۃ الخدمۃ المعروفۃ بین
الناس مدۃ ایا کانت او جنبۃ ست عتیق ٹھہرے تو غلام مولے کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان
جہلت او مات ہو ولو حکما ای او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہوجانا یا سونے مرجانے کا حکم
اندھے کو بجاے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدمہ بعضہا فبحسابہ
اور اگر غلام مولے کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتیق ٹھہرا تھا سو غلام ایکسال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین
کے نزدیک چہارم وضع کرکے پونی قیمت غلام کی اسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ منہ
للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ ویؤخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی
واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاوے اور یا غلام مرگیا ہے تو اسکے ترکہ میں سے مولے کے واسطے قیمت مذکورہ لیجاوے اور محمد
کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت اخذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی ونفقتہ عیالہ ونفقتہ ای اعلی
مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولی کالمعسر فی البحر للثانی وللمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ
محتاج ہون خدمت کی مدت مین اسکے مولے پر ہے جیسے اس غلام کا نفقہ مولے پر ہے جسکو مولے نے خدمت مین یا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے
عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے
تک اسکو مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنے کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز
کیا ہے یعنے مولے پر اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے ہم محشی حلبی نے کہا کہ ظاہر قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس
مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلاعوض کرتا ہے لہذا اسکا نفقہ مولے پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض فک
گلوخلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہے ولو باع عبدہ منہ بعین کبعتک نفسک بہذا العین فہلکت او استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچا خود غلام
سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلا سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی
یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال
رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی مرۃ لصحۃ اشتراط البدل علی الاجنبی
فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کردینا
اگر مولے نے اسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنے خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین ہم اگر عورت اس مرد سے نکاح کریگی تو ہزار درم اسکی قیمت اور اسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے درم
ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابلہ مین پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے
یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومہر مثلہا

الشراء اما تقتضاء دلذا انجب حصتہ ما علم اسے الیقیمۃ ولسقط حقتہ المہر اور آزاد کرنیوالے نے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنے یوں کہا مولے سے اپنی
لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درہم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اُسکا نکاح بھی کردے سو مولے نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اُسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درہم
تقسیم ہونگے لونڈی کی قیمت اور اسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضاء کلام کے گویا اُسنے یوں کہا کہ لونڈی مجھ میرے ہاتھ بیع کر اور اسکو میری
طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کیساتھ اُسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درہم کو دو عوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درہم مجموع پر منقسم ہونگے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا
جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوگا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے فلو تحت القائل فحصتہ مہر مثلہا من الالف مہر لہا فیکون لہا فی وجہ ضم عنی و ترکہ سو اگر آزاد
لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درہم سے اُسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اُسکا مہر ہوگا تو اُسیقدر عورت کا مہر ہوگا دونوں صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے
اور اسکے ترک کرنے میں ہم اگر قیمت لونڈی کی اور اُسکا مہر مثل دونوں برابر ہیں اسطرح کہ سو درہم کی اُسکی قیمت ہے اور اسیقدر کا اُسکا مہر مثل ہے تو ہزار درہم دونوں پر منقسم
ہونگے پانسو درہم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنے جبکہ قائل نے لفظ عنی کا نہیں ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنے پانسو درہم
قائل پر واجب ہونگے اور جبکہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اُسپر پانسو درہم قیمت کے بابت مولے کے واجب ہونگے اور پانسو درہم مہر لازم آویگا اور اگر قیمت اور مہر
مثل میں تفاوت ہوگا اسطرح کہ قیمت کے دو سو ہوں اور مہر کے ایک سو تو ہزار درہم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا
تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اُسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولے کے واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قیمتہا فی الاولی ہدر و فی الثانیۃ
للمولا با عتبار التضمن الشراء وقدمہ او ہزار درہم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولے میں رائگان گیا اسواسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور
جسقدر اُسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہونچا وہ اُسکے مولے کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کیلئے کما قدمنا فصیلۃ اعتق المولی امتہ علی ان تزوجہ
نفسہا فزوجتہ فلہا مہر مثلہا وجوزہ الثانی اقتداء بالنبی علیہ الصلوۃ والسلام فی صفیۃ قلنا کان علیہ الصلوۃ والسلام مخصوصا بالنکاح بلا مہر آزاد کیا
مولے نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اُسنے اپنی ذات کا نکاح مولے سے کیا تو اُسکا مہر مثل مولے پر لازم آویگا امام اعظم
اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتداء فعل آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہ میں کہ صحیحین میں بروایت انس رض کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے
حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور اُنکو آزاد کیا اور آپنے نکاح کیا اُنکے عتق کو اُنکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے
ہیں کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنے نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوصہ میں اقتدا جائز
نہیں فان ابت فعلیہا السعایۃ فی قیمتہا اتفاقا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے انکار کرے تو اُسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعی
واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو اعتقت المراۃ عبدا علے ان ینکحہا فان فعل فلہا مہرہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے
غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اُسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے
انکار کریگا تو اُسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المسئلۃ علے ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شیء علیہا فانہ لعدم تقوم
ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اُسنے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہوجاویگی پھر اگر ام ولد نے مولے کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار
کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کذا فی الخانیۃ اسواسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہیں جو بقدر قیمت اُسپر سعایت لازم آوے فروع مسائل
ملحقہ شارح کے قال اعتق عنی عبدا وانت حر فاعتق عبدا بعید الا لعتق وفی ادلی العتق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون راضیا بالزیادۃ واما العتق فلخروج
لان کسبہ ملک للمولے مو سے نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور تو سوا غلام کا

آزاد کرنا اسپر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لیکر آزاد کردیا تو یہ آزاد نہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہوگا کذا فی
البحر اگر یہ درمولے کے اس قول مین کہ مجکو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اُسنے عمدہ غلام لادیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اُسنے مولے
کے ملک مین داخل کردیا تو مولے راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اُسکو ملک مولے سے نکالنا ہے اسواسطے کہ غلام مخاطب جب
مملوک ہے مولے کا تو مال جید کے اخراج سے مولے کیونکر راضی ہوگا

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام مین یعنے غلام کے مدبر کرنیکے احکام مین زندگی کے اعتاق کے بعد اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور
لونڈی دونون کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہے وہو لغۃ الاعتاق عن دبر وہو ما بعد الموت وہ یعنے تدبیر لغت مین عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنے
بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا ولہذا مدبر اُس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولے کے آزاد ہو
اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ ترمناسب تھے اسی واسطے اکثر فقہا اسکو بیان کرتے ہین اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہین کذا فی الصحاح یعنے انجام کار کو سوچنا اور
یہی معنی معروف ہین اور بعضے فقہانے اسکو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب نہر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مالک نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو
غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے ثواب حاصل ہو وشرعا تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرع مین تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق
موت مولے کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہے تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری مدبر مقید اور یہ تعریف مدبر مطلق
کی ہے مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب مولے نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اسکو مدبر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور
اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک جاؤن تو تو آزاد ہے یہ چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے کہ غالب حال یہ ہے کہ اسی برس کا
آدمی سو برس کا ہو کا ہے کو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقید مین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اُسمین توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہین اسواسطے کہ نکاح موقت
ممنوع ہے تو تابید معنوی منظور نہی کے وہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین لہذا تابید معنوی صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے در صورت
عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق المدبر المقید کما سیجئ وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس بتدبیر اصلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی
اطلاق کی قید سے مدبر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنے یون مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد
ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ مدبر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یون کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام مجرد مرنے زید کے مولے کی زندگی
مین سے آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا ادبرتک او ان مت اولکت او حدث بی حادث فانت حر او تعلیق العتق
او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبرتک نا وبعد موتی اولا چنانچہ یون کہنا مولے کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جس دم
کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجھے حادثہ ہو یعنے موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہے یا مین نے تجکو مدبر کیا
ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور
نہ ذکر کرنا دونون برابر ہے ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اسمین معنی کا
اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور راول منزل کو پہونچنا اسیطرح ہوگا او انت حر یوم اموت ان نوی
مطلق الوقت لقرانہ بمالا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا مولے نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ مین مرون یوم سے مراد اس مثال مین
مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اُس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہے یعنے موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر

غیر ممتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونون کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے سولے رات کو مریگا تو بھی غلام آزاد ہوگا مگر جب مولی بلفظ یوم کا نیت
فقط دن کی ارادہ کریگا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہ تدبیر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہو جاویگی اسواسطے کہ یقینی نہین کہ موت
اسکی دن ہی کو ہو وان مت الی مائۃ سنۃ مثلا وغلب موتہ قبلہا ہو الصحیح لانہ کالکائن لا محالۃ یا مولے نے یون کہا کہ اگر مین سو برس تک مثلاً مر گیا تو تو آزاد
ہے اور ظن غالب اسکی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہے قول مختار یہی ہے اسواسطے کہ مثلاً اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے یقینی ہے تو بسبب ثبوت کے ہوا
باعتبار غالب احوال خلق کے اور غیر مختار درمختار قول یہ ہے جو بیع اور جامع الفصولین ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے مطلق باعتبار لفظ کا اور باقی تفصیل و تحقیق اسکی [illegible] تدبیر
مطلق مین ہو چکی وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبدہ بسہم من مالہ عتق بموتہ وفیہ نظر او الفرق لا یخفی ذکرناہ فی شرح الملتقی اور ماتن نے کاف تشبیہ سے
عدم حصر کا اشارہ کیا یعنے امثلہ مذکورہ مین مدبر مطلق منحصر نہین تا اینکہ اگر مولے نے اپنے غلام کے واسطے اپنے مال مین سے ایک سہم کی وصیت کی تو وہ غلام
آزاد ہو جاویگا اسکی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کریگا تو آزاد نہوگا اور فرق سہم اور جز مین فقہا کے نزدیک مخفی نہین اور ہم نے شرح ملتقی الابحر مین فرق کو
بیان کیا ہے ہم اختیار شرح مختار دونون مین فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جز عبارت ہے شئی مبہم غیر معین سے تو جب کہ مولے نے تمام
کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس قیمۃ غلام کا بھی وصیت مین داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے
سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو اسکی تعیین وارثون کے اختیار مین ہے لہذا رقبہ غلام کا بالتردد جز مین داخل نہین ہو سکتا تو آزاد بھی نہوگا
اور محشی مدنی نے بھی اسیطرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہین اول صریح جسمین تدبیر صریح ہو اور ثانی بلفظ
تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھپر نہین اور رابع بلفظ وصیت جیسے
مال سدس یون کہنا کہ مین نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے آزاد کرنے سے کیونکہ غلام مین یا
کی صفت بدون عتاق کے نہین ہوتی ودبر عبدہ ثم ذہب عقلہ بطل التدبیر بجنونہ حال المامر انہ تعلیق وہو لا یبطل بالجنون ولا یرجع مدبر کیا اپنے غلام کو
پھر مولے کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف مین گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہین ہوتی جنون اور رجوع کرنے
سے بخلاف الوصیۃ برقبۃ الانسان ثم جن ثم مات لبطلت بخلاف وصیت کے یعنے مولے نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کے واسطے وصیت کی پھر مولے مجنون
ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی ولا یقبل التدبیر الرجوع عنہ ولو ضمنا الا [illegible] فالتدبیر کوصیۃ الا فی ہذہ الثلث اشباہ وزاد مدبر السفیہ
ومدبر قتل سیدہ اور مدبر قبول نہین کرتی رجوع کو یعنے تدبیر کر کے اس سے پھر جانا جائز نہین اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اس سے پھر جانا
درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہین تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سواے ان تین امور مذکورہ کے یعنے جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ
والنظائر اور اشباہ کے تین امور پر دو امر اور زیادہ کئے گئے ہین ایک سفیہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنے مرد احمق کی وصیت امور
خیر مین نافذ ہے اور تدبیر اسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اسکے مدبر کو کل قیمت مین سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولے کو قتل کریگا تو آزاد
ہوگا اور کل قیمت مین سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کریگا تو وصیت باطل ہوگی فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی
مدبر مطلق کی بیع جائز نہین بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ انکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین مین جابر سے مروی ثابت ہے کہ
ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کیا تھا اسکے پاس کچھ مال نہ تھا سواے اس غلام کے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو آٹھ سو درہم کو بیچا [illegible]
فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالک کی موطا مین ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث [illegible]
جو دارقطنی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دارقطنی نے رفع اس حدیث کی [illegible]

کی ہی اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہی اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہین تو ممنوعیت اسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول
ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہین تو بالضرور محمول ہی سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہین اول یہ کہ ابتدائے
اسلام مین بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولے جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہی کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے روایت
کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنے اجارہ اسکا ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہی کہ حدیث جابر
کی حدیث قولی نہین جو عام ہو بلکہ واقعہ ہی حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہین بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہی تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے
معارض نہین ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہی کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہی نہ مدبر مطلق پر جمعًا بین الاحادیث اور اسی طرح موطا کی حدیث کے جوابون کو قیاس
کرنا چاہیے کذا فی فتح القدیر ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ حکم قاضی رافع ہی اختلاف
مذہب کا وبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کردیتا ہی بعضے علما نے کہا ہی کہ ہان قضائے قاضی مبطل تدبیر ہی ہم شارح نے بطلان تدبیر کو
بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضائے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہین بلکہ منصوص ہی اہل مذہب کا اسواسطے کہ ظہیریہ مین مصرح ہی کہ اگر مولے
نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی تا اینکہ اگر یہ غلام پھر مولے کی ملک مین کسی نہ کسی وجہ سے آویگا پھر بعد اسکے مولے مریگا تو
غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہان اگر مولے حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے بطلان بیع کا بعد نالش غلام کے
حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہوجاویگا یعنے بالاتفاق اسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہین کہ اسپر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہونگے ولا
یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ امانۃ فلا یتاتی الایفاء والاستیفاء بالرہن یعنے اور نہ ہبہ کرنا غلام
مدبر کا جائز ہوگا نہ اسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہین تو کتابون کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہی یعنے وقف کرنے والا یہ
شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابین باہر کوئی نہ لیجاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہی اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے
کے ہاتھ مین بطور امانت کے ہی اور امانت مین بدون تعدی کے ضمان نہین تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہین ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب
بحر نے اشباہ مین کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف مین جائز نہین اور رہن لغوی البتہ جائز ہی یعنے مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کے واسطے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ بستفیض فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کردینے اور مکاتب
کردینے سے تا کہ آزادی اسکو جلد حاصل ہوجاوے اور باب المکاتب مین کتابت مدبر کے مسائل واضح ہونگے یعنے جب مولے نے غلام کو مدبر کیا تو اب
سوائے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اسکو اپنی ملک سے نہین نکال سکتا یہان تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہین کرسکتا اور بدل صلح مین
نہین دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علے وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان لبثت بعد موتی فانت حر او ویسیلہ
اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ سکے یہ ہی کہ اسکو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر مین مرون اور تو میری ملک
مین ہو تو تو آزاد ہی یا یون کہے کہ اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہی ولیستخدم المدبر ولیستاجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح جبرا اور مدبر سے خدمت
خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اسکا نکاح زبردستی کردینا جائز ہی اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کردینا درست ہی والمولے
احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولے مدبر کے کسب کا اور اسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہی بسبب بقائے ملک
مولے کے فی الجملہ ہم اور اگر مدبر کسی کا خون کریگا تو مولے پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخون مین بجائے ارش کے ارث کا لفظ ہی سو غلط ہی
اسواسطے کہ مدبر آزاد نہین مگر بعد موت مولے کے اور مولے کی حیات مین جو اسکے پاس ہی وہ مولی کی ملک ہی پھر مولے کا وارث ہونا بے معنی ہی وکمو

ولو علما کلحاق ستخرا العتق سنے آخر جزء من حیوۃ المولےٰ من ثلثہ ای من ثلث المال یوم موتہ الا اذا قال ان مت فی صحتی فانت حر او مدبر فانت مجہلا فیعتق نصفہ من الکل ولصفہ من الثلث حاوی اور مولیٰ کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو جیسا کہ معاذ اللہ مولےٰ مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملے آزاد ہوگا مدبر حیات مولےٰ کے جزو اخیر مین اُسکے ثلث مال سے یعنے اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اُسکی موت کے دن موجود ہو مگر جبکہ مولےٰ نے اپنی صحت مین کہا کہ تو حر یا مدبر ہے اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اُسکے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اُسکا مولےٰ کے ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی حاوی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جسکی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس مین سعایت کرے اور اگر اُسکا ربع نکلے تو تین ربع مین سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اُس صورت مین ہے جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال مین گنجائش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی تلقیہ لان عتقہ من ثلثہ وصریح مدبر دو ثلث مین سعایت کریگا اسواسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہے ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث او کان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث مین سعایت کرے اگر مولےٰ نے سوائے اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو اور مولےٰ کا ایسا وارث ہے جو تدبیر کو جائز نہین رکھتا یعنے آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہین رکھتا تو اگر مولیٰ کا کوئی وارث نہو یا وارث ہوا اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارثکے ثلث سے زیادہ جاری نہین ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لاتسعی علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت مین سعایت کریگا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت مین سعایت کرتا ہے اور اگر اپنے مالک کو ام الولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہوجاویگی مالک کی موت سے اور اُسپر کچھ سعایت لازم نہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ مین مشرح ہے ہم مدبر قتل سید سے اسواسطے آزاد نہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہین ہے بخلاف ام الولد کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہین لہذا سعایت اُسپر واجب نہین وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبرا لحقیقۃ ومعنیٰ قیمتہ لمکاتبۃ قالا نہ مدبر یعنی لو کان مدبر لو کان محیطا اور اگر مولےٰ پر دین اسقدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت مین سعایت کرے یعنے اس صورت مین ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت مین نزدیک امام اعظم کے مانند مکاتب کے ہے تو اُسکی شہادت مقبول نہین اور نکاح اسکا نافذ نہین اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اُسکی گواہی مقبول ہے اور اُسکا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فمات سعی فی نصفہ مختارا اور اگر غلام کے دو مالکون مین سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق مین سات یا پانچ طرح کے اختیار حاصل ہین چنانچہ اسکی تفصیل باب عتق البعض مین ہوچکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت لیا اور ہلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت مین سعایت کرے اسکے دار قون کیواسطے کذا فی الشمار وولد المدبرۃ مدبر اتفاقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ ہو مدبرۃ مطلق ہے تو اُسکا لڑکا بھی مدبر ہوگا یعنے ماں کے ساتھ وہ بھی مولےٰ کے مرنیکے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا تتبعہا اور وہ مدبرہ جسکی تدبیر مقید ہے لڑکا مدبرہ ہونے مین اپنی ماں کا تابع نہوگا یعنے ماں کے ساتھ وہ آزاد نہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہے ماتن نے بیع فاسد کے باب مین کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہے سو اُسکو تامل اور غور کرو ہم وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا اور یہاں پر کیے بعضے نسخون مین بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہے حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب نہایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہوسکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونون کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہے نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکحتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہے جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اسوقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل مین تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولد لہ لا الخ

لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ نے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اسکی ہوجاویگی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر
مین عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد مین عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے و یباع و یوہب رہن المدبر
المقید کان قال ان مت من سفری او مرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جا
مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولے نے غلام سے یون کہا کہ اگر مین سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤن تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مرون ایسی مدت
مذکور کرے جسمین غالبا موت واقع ہوسکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت مین کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا
سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید مین تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہوئے کہ ایسی
کی موت ان مدتون مین محتمل ہے یقینی نہین بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولے نے یون کہا کہ اگر
مین مرون اور غسل دیا جاؤن یا یون کہا کہ اگر مین مرون اور کفنایا جاؤن تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر درجحہ الکمال یا مولے نے غلام سے کہا کہ اگر مین
مرون یا مقتول ہون تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہین اسواسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہین ہے موت اور قتل مترادف اور مساوی نہین ہوسکے
کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہین صحح یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر
مین اس تقریر سے کہ فی الحقیقت تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہین کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہرصورت موت حاصل ہے
او ان مت الی مائۃ سنۃ مثلا او انت حر بعد موتی او بموت فلان او بموت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولے نے یون کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا
زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولے سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہوجاویگا اسواسطے کہ اب تعلیق
عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز ورده فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتے
لو مات فلان والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولے نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی
چنانچہ درر اور کنز مین مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق مین مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہین مطلق نہ مقید بلکہ تعلیق ہے
عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا اینکہ اگر زید مثلا مرے اور مولے زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولے کی موت کے
بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولے پہلے زید سے مریگا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثون کا مملوک ہوگا و یعتق المقید ان وجد الشرط
بان مات من سفرہ او مرضہ ذلک عتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاویگی اسطرح کہ مولے اپنے اسی
سفر یا اسی مرض مین مرگیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا اسببسے جو ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا
حکم برابر ہوگیا و قال ان مت من مرضی ہذا فمرض فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی فغرق مین من فی سوطے نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرگیا تو وہ آزاد
ہے پھر بیمار کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری مین مرگیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے ہم
مجتبی مین کہ من مرضی اور فی مرضی یون فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر مین اس بیماری کے سبب سے مرون تو قتل ورسا سبب ہوا سو بیماری کے
تو شرط عتق کی نپائی گئی اور فی ظرفی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنے موت مرض مین واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو حم فتحول صداعا و بعکسہ قال محمد ہو مرض واحد مجتبی
اور اگر مولے نے کہا کہ اگر مین اپنی اس بیماری سے مرون تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دوسری بیماری ہوگئی یا درد سر تھا سو تپ ہوگئی محمد نے کہا کہ
تپ اور دردسر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی اگرچہ تپ اور درد سر جدا گانہ دو مرض ہین لیکن چونکہ اکثر دونون باہم متلازم ہین لہذا انکو ایک ہی شمار کیا و قیمۃ المدبر
المطلق ثلثا قیمتہ قنا یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اسکی مثلا

تیس درم قیمت ہوسکتے تو اب برابر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا در عن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اسکے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من الزائد فی الصحیح ولو لا یعد فی الاصح اور درمختار میں خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے میری موت سے پہلے پھر وہ مر گیا بعد ایک مہینے کے تو آزاد ہوگا اسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدر اور قہستانی میں اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اسکے مولی کو اسکا بیچنا جائز ہے قول اصح میں فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا قال لعبدہ اعتقہ اعتاقا عنی بعد موتی ان شاء اللہ صح الا لعبد امرہ فی دبر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاولی امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثناء امر میں باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے اور استثناء ایجاب میں صحیح ہے۔

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہے طلب ولد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہائے اسکو مخصوص کر لیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سید لہ ولو بادخال منیہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرمگاہ میں ڈال لیا اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فورا گرم گرم اسکا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد کیلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور لائق ہے مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کر دے کہ یہ لونڈی میرے لڑکا جنی ہے تا کہ وارث اسکے لڑکے کو بعد موت مالک کے غلام نہ بناویں ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی لما فی ثبوت النسب نہر اقتضاء وانا دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد المعتوہ والمجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یوں کہنا ہو مالک کا کہ حمل اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اسکے پیٹ میں ہے سو مجھ سے ہے اور یہ یعنی ثبوت نسب لڑکا موقوف ہونا اسکے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب واجب ہی ہے کہ ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ وہ کوچہ گرد نہو کذا فی حاشیۃ الدرر فی جیسے استیلاد مرد مدہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد مدہوش یا مجنون کی لونڈی کے تصرف میں ہوگی اور بچہ جنیگی تو وہ لڑکا مولی کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ تحقیق ہے ان میں اہلیت عتق کی نہیں او ولدت من زوج ولو فاسدا او لو طی لشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اسکے مولی نے نکاح کر دیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اسکو اسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اسکا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولے کے اقرار سے جنی یا جسکو اسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتداء علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو ملکہ ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتدا ملک سے ہوا اگر زوج مشتری اس لونڈی کے لڑکا جو غیر کے نطفہ سے ہے مالک ہوگا تو اسکو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرر الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی حق دار کہلاکہ ثابت ہوئی یا مرتدہ ہو کر دار الحرب میں جا ملی پھر مولی اسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہے مکرر ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر

مولے نے اسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولے کی تو اب مدبرہ نہو گی ہم یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے
مکرر ارملک سے مراد عتق سے عتق مجازی ہے یعنے ام ولد ہونا اسکا پھر ثابت ہوگا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہے طحطاوی
نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ فتدبر اور ام ولد کا حکم مدبرہ
کے مانند ہے چنانچہ اسکا بیان ہو چکا یعنے اسکے بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر وام ولد مثل
مدبرہ کے ہے مگر تیرہ مسئلوں مین فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فرقوں کی بحث مین اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد مین مصرح ہے انمین سے ماتن اور
شارح نے چار صورتوں کو ذکر کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایتہ والمدبرۃ تسعی ان تیرہ مسئلوں مین سے ایک
یہ ہے کہ ام ولد مولے کی موت سے اسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ
سعایت کر کے آزاد ہوتی ہے ہم ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اسپر لازم نہیں اگرچہ مولے قرضدار مرا
اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء مجتہدین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف انمین قائل ہین بیع کے لائق اعتماد کے نہین کذا فی فتح القدیر
د تو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اسکا حکم جاری نہوگا نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف [illegible] دوسرے قاضی کے حکم پر
جائز رکھنے مین اور باطل کرنے مین یعنے مجتہدین متقدمین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے
مخالف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے
حکم جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اسکی
بیع باطل ہو جاویگی کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع مین ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نرہیگا اسواسطے کہ
مدبرہ کے جواز بیع مین مجتہدین متقدمین باہم مختلف ہین چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہین وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ الا اذا
حرم علیہ وطؤہا بنکاح اولکتابۃ او وطئ ابنہا او المولی امہا ولہا نفیہ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لاثبت الا بدعوۃ الا فی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد
ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے تو اسکا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہو جاویگا بشرطیکہ ام ولد بعد ولد اول کے مولے پر حرام نہو گئی ہو
کسی وجہ سے جیسے دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن مولے کے وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولے کے ام ولد کی ماں سے
تو اسوقت مین اگر ام ولد مرحمہ چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنی تو اسکے ولد کا نسب مولے سے ثابت نہو گا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہوگا
مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہوگا اسلیے کہ اسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولے کے دعوی کرنے سے ولد اسکا مولے پر آزاد ہو جائیگا
نسب مولے کے اقرار کے ولو ولدت لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ فسد النکاح لتیقن الاستیلاد قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد
ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم مدت مین جنی تو اسکے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوے کے ثابت ہوگا اور
در صورت نکاح کر دینے کے اسکا نکاح فاسد ہو جاویگا واسطے متحقق ہونے استیلاد کے لونڈی کے حق مین قبل نکاح کے یعنے مولے پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا
نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبراء کر کے نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہمنے استبراء کے استحباب کو غلام کے نکاح اور
ثبوت نسب مین اول بیان کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش ارتبۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وعلم تکلما وقوی
للمنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہرچند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہیں

لیکن اُسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہے بلا توقف کے لعان نہین یعنے بدون لعان کے مجرد نفی کرنیکی نفی ہوجاتا ہے اسواسطے کہ فراش جو قسم پر ہے ایک ان تین میں سے ضعیف ہے مدبرہ کی کہ بدون اقرار ہوئے کے اُسکا ولد ثابت النسب نہین ہوتا دوسرا فراش متوسط ضعیف مدبرہ کی ام ولد کا اور اُسکا حکم معلوم ہوا کہ اُسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہین اور اُسکا نسب نفی نہین ہوسکتا بدون لعان کے اور جو تھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اُسکے ولد کا نسب اسطرح نفی نہین ہوسکتا بسبب نہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہین ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہین لا اذا قضی بہ قاض غیر حنفی یری ذلک فلا ینقض یا اتصل الحکم کے ولد کا نسب نفی نہین ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب مین نفی کرنے سے نفی نہین ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضا بحر فلا ینتفی بنفیہ یعنے یا تین الصورتین یا مدت درازگذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان مین گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اُسکی نفی کرنے سے ان دونون صورتون مین اُسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنے الکافر او مدبرتہ مسکین عرض علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنے کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونون کو حکم شامل رہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلم کا کافر کے تحت مین رہنا جائز نہین فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسے تھی ویسی ہی اُسکی ہی رہی والا سعت فی الحال بنین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اسکے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونون جانبون کے ام ولد کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ ذلت سے بچی آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب مین سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اُسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع مین اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت مین امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض مین ملین یا مظلوم کا وبال ظالم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اُس سے توقع عفو کی نہین اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہین مل سکتے اسواسطے کہ وہ لائق ثواب کے نہین اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اسمین تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہوسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اللہم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادئہما ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت مین خالص لونڈی ہونیکی حالت کی قیمت یعنے اگر ام ولد نہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اُسکی قیمت تیس درم ہوتے تو دس درم کا دینا اُسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اُس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کردیا ہے ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان مین مذکور ہے کذا فی نہج النجاۃ وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا اور دت لا عبید اور وہ یعنے ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت مین مگر دو صورتون مین مکاتبہ کے برابر نہین پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاوے گی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اُسپر ثابت ہوگی تو مسلم کو ذلت لازم آویگی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہین ولو مات قبل سعایتہا ولا ولد لہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجاناً لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولے مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اُسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت مین جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت مین سعایت کرے اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے ہم سعایت ولد کی قیمت مین در صورت ام ولد کی موت مین ہے نہ اُسکے مولے کی موت مین تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہان نہ لاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرتا چنانچہ درالمنتقی کی یون عبارت ہے ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو ماتت ہی ومعہا ولد فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنے اگر ام ولد کا مولے مرگیا تو وہ بلا سعایت

حق تلفی ذمی اور جانور کی سخت تر ہے

مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مرگئی اور اسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت مین جنی تو وہ اپنی مان کی قیمت مین سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے
کہ اگر اسکا مولی مرنیگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اُسکے وارثون کے واسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم المدبر فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح یہ حکم مدبر کا
یعنے اگر ذمی اور اسکا مولی ذمی پس اسکا مدبر مسلمان ہوجاوے اور اُسکا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت مین سعایت کرے یعنے جو خالص غلام کی قیمت ہے
اُسکے دو ثلث مین سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا بیع علیہ کما فی سید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا
خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اُسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق مین تھا اور اگر اُسنے اسلام
سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع آخر
ثبت نسبہ منہ ولو کان الولد مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شراکت
اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب اسکا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض مرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوا اسکو بیچنا لونڈی کا
جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حر الاصل وضمان کا
مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اُسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا
اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو ولد کا مالک مدعی بنا
ہوا نہ شریک کی ملک مین اور اگر مدعی باپ ہوا اپنے شریک کا تو ضمان اُسپر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال مین فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد
استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھ ہی دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی
کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہین کہ کسنے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونون اسلام وغیرہ اوصاف آیندہ
مین برابر ہین دعوی کرنیکے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہے یہ مطلب نہین کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا اسواسطے کہ یہ متصور
نہین بلکہ حسب دونون الکو بیچ برابر دعوہ کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین مساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہین ہوسکتی لہذا ولد کو دونکا
بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اُسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہین کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط
اٹکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان مین اُسکی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی جہل سے کا بیکو ہوتی الغرض فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نکیا اور قاضی
شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اُنکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ
بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار ولو لم استویا قدم من العلوق فی ملکہ
ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر نہون زمانہ مالکیت مین یعنے ایک زمانہ سابق مین مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اُسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا
جسکی ملک مین نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر مین ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کے ملک مین پھر مالک نے نصف لونڈی
دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے مین بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ
نطفہ اُسکی ملک مین رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کم مین جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک مین علوق
ثابت ہوا اور اگر پورے چھ مہینے مین جنیگی تو دونون کی ملک مین علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اُسنے اور
دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی بعد خرید کے پھر دونون نے اُسکے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے
کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے

بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی میں ہم یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں اور لونڈی سے ولد کا دونوں ساتھ ہی
دعوی کریں تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہے بیٹے پر اور اسی طرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم ہے مجوسی پر
شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے کہ زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولی من الذمی
اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لو کانت الدعوة بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیة
المدنی ثم لا یثبت نسب الثانی بلا دعوة لحرمة الوطی کما مر یعنی ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتوں میں جو مذکور ہوئیں
بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اسوقت میں ثابت النسب ہے تا ہم جبکہ ام ولد مولی پر حرام نہو گئی ہو بخلاف
صورت مذکورہ کے وہی ام ولد لہما ان جاءت بہ اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونوں مساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا دونوں کی ام ولد ہے بشرطیکہ وہ
دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی ہو اسطرح پر کہ دونوں کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے فلو اشتریاہا حبلی لانہا دعوة عتق فولاؤ
لہما وباد عاء احدہما القیمۃ نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہوگی اگر لونڈی کو دونوں مالکوں نے حاملہ خرید کیا اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت
حمل سے کمتر مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی عتق کا ہے نہ استیلاد کا
اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولاء دونوں شریکوں کیواسطے
ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کریگا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اپنے شریک کو لازم نہ آویگا اسواسطے کہ دعوے
استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرہا وتقاصا اور درصورتیکہ دونوں شریکوں کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا
ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک کے اُس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اُسپر اُسکو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کرلینگے کوئی دیکہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونوں جانب
میں برابر ہوگئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا اور اگر ایک کا حصہ درہم
مہر اور دوسرے کا دینار ہو تو اُسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادة لان المہر بقدر الملک
دونوں شریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کرلینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر زیادتی
ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہے اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا بقدر ملک کے ہوتا ہے
بخلاف البنوة والارث والولاء فان ذلک لہما سویة وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب فیکون سویة لعدم
الاولویة فیتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور وراثت اور ولا کے اسواسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کے واسطے برابر ہیں اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو
دوسرے شریک سے بسبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونوں برابر ہیں کسیکو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور ولا
نسب کے تابع ہیں جب نسب میں تجزی نہوئی تو ارث اور ولا میں بھی تجزی نہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل اور وراثت پاویگا بیٹا ہر ایک
شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اُسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اُسپر حجت ہے وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مرگیا تو
دونوں شریک اُسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث میں اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی یہاں ترجیح نہیں
لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکوں کا حکم ہے اسیطرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو
انکا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوی کرنیوالیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم لو پورا بیان بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر
دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیوں سے اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہوں اور ابو یوسف نے کہا کہ دو تک

سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ مین نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر ایک لڑکے مین دو عورتون نے تنازع کیا تو امام اعظم
کے نزدیک وہ لڑکا دونون کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک لڑکے مین دو مردون اور دو عورتون نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہے
کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اُسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونون مردون اور دونون عورتون کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط
دو مردون کا ہوگا نہ عورتون کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدہما او اعتقہا عتقت بلا شئ قلت فالعتق انما یتجزی فی القنیۃ الا فی ام الولد بل یعتق بعضہا
بعتق کلہا اتفاقا ذکرہ المصنف في البحر الرائق مین ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی مین تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہوجاویگی
شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہین ہوتا مگر خالص لونڈی مین نہ ام ولد مین بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہوجاتی ہے بالاتفاق امام
اور صاحبین کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی مین منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی مین اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین
ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معاً فالدعوۃ اولی لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردون
مین سو وہ جنی تو ایک شریک نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور یہ دونون کلام دونون سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی ہے
مقدم ہے اسواسطے مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد
کرنا اُسکا غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہین کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب لزم النسب تصادقہما کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اباہ ولد
مکاتبہ فالشرط تصدیقہا کما سیجی دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اُسکی تو مولے کو نسب اُس لڑکا کا لازم ہوگا دونون کے
تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کریگا تو ثبوت نسب مین مکاتبہ
کی تصدیق شرط نہین چنانچہ کتاب المکاتب مین مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدایش
کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبہۃ اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہہ کے ولم تصر امۃ ام ولدہ لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہوگی
اسواسطے کہ اسکی ملک نہین وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد مین تو نسب ولد کا
ثابت نہوگا اسواسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولے کا
تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولے کا مسموع نہین ولدت منہ جاریۃ غیرہ فقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ
المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اُسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اُسکو مجھپر حلال کردیا
اور اُسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال مین اور تکذیب کی اُسکی نسب مین تو نسب ثابت نہوگا ہم احلال سے مراد احلال تزویج
ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اُسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیہما جمیعا ثبت والا لا وقول الزیلعی
ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا خلاف کما لا یخفی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونون امرون مین یعنی احلال اور نسب مین تو نسب اُسکا
ثابت ہوگا اور اگر دونون امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد مین تصدیق کرے
تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کی ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہے نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہین زیلعی اور غیر زیلعی کے کلام مین چنانچہ امر مخفی
نہین اسواسطے کہ یہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال مین کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ ای المولی ولو مکاتبہ یوما من الدہر ثبت
النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اُسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ
مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا در صورت ملک ولد کے اور لونڈی اُسکی ام ولد ہوگی جبکہ اُسکا مالک ہوگا اسواسطے

باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ
فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اُسنے کہ مین نے اس
لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اُسپر حد لازم نہ آویگی بسبب شبہہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اُسوقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا
مولیٰ و لونڈی دونون اُسکی تصدیق کرے ہم فیہما کے مرجع مین محشی در المختار کے مختلف ہین شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کی دونون ہین یعنے جاریہ اصول و جاریہ
زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے کہا کہ مرجع اسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہی لیکن بہرصورت سب محشی اسپر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنے الا ان یصدقہ فیہما بے محل یا دقیق ہے اسواسطے کہ ظن
حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین مذکور نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابون کی طرف رجوع کرے
کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک لڑکا کا ہوگا کوئی دن تو اُسپر آزاد ہو جاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ
لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا فی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ لو ثبت النسب لبقاء
الاقرار فتدبر اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اُسکی ام ولد نہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اُسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا
بعد تکذیب سوالی [illegible] نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اُسکو غور کر ہم شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونیکا
اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہے شیخ عابد محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر کلام مصنف مین تناقض نہین اسلیے کہ یہان دو مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے
جاریہ غیر کی لدین کہا کہ مولیٰ نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کر دی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعویٰ کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ
سے ثبوت نسب کا بعد مالک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنے مسئلہ ادعا احلال مین نہ دوسرے مسئلہ مین یعنے ادعا ظن حلت مین اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے مسئلہ مین مذکور
کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا ہم منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولد وان ملک الولد
عتق ہان خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اُسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اُسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جاویگا ہم
روایت زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو
جو زنا سے پیدا ہوئی تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ ماں کے رشتہ کے ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہے تو وہ لونڈی رہیگی آزاد
نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کے ہے اور حالانکہ نسب اسکا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اُسکا بہن ہونا نہ ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ ماں سے نسب
ان کا منقطع نہین تو اُسکا بہن ہونا ثابت ہے اسواسطے ملک سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل ملحقۃ شارح کے ارادہ وطی متسری الا تصیر ام ولد
فملکہا الطفل ثم تزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اُسکا مالک کر دے پھر لونڈی سے نکاح کر
تو اسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی ہی رہیگی طفل صغیر کے مالک کرنیکا یہ فائدہ تھا کہ اُسکو نکاح کر لینے کا اختیار رہا رہنے اقر بانہ مثلا فی مرضہ ان ہذا ولدہ
او حبل لعتق من الکل والا فمن الثلث وبانی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیصا ومقنعۃ ولا شیٔ للمدبرۃ
اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اسوقت لونڈی کا ولد ہو یا اُسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے
اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اُسکے پاس مال ہوگا وہ مولی کا ہوگا یعنے وارث اُسکے مالک ہونگے مگر اُسوقت وارث نہ ہونگے
جبکہ مولی نے اُس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کر دی ہو ہان مجتبی مین یون ہے کہ محمد نے مستحب کہا ہے اسکو کہ اُس مال سے ام ولد کے واسطے چادر
اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم استغفر اللہ العظیم التواب الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبۃ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے اشتراک کے اعتاق کا ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط ملک سے ویسے ہی عتاق عبارت ہے اسقاط ملکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین کے کیونکہ عتق متجزی نہیں ہے اور بقول امام ہرچند اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور نیز لازم شرعی ہونے میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ القوۃ یمین لغت عرب میں معنی قوت کے ہے ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنی اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب ہے یعنی شرعی یمین سے مناسبت مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اُس عقد سے جس سے قوی ہوجاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا نہ کرنے پر پس تعریف میں تعلیق بھی داخل ہوگئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہوجاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاونگا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہوگا اور مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرح نقایہ میں یوں تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے ذکر نام خدا یا تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاونگا تو تعلیق سے حانث ہوگا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اُس عورت میں جسکی عدت مہینوں سے ہے یا تعلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہتے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کریگا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے کہ اگر کہا ایکبار یا تین حیض آیا تو ایسا ہوگا یا طلوع آفتاب پر معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد و انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات کو حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھ پر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر وصحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اسی طرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہو اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نہ ہوگی بلکہ تنجیز ہوجاویگی کذا فی العالمگیریہ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہوجاوے کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ہے تفصیل احکام یمین کی آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے اور کہاں مستحب ہے اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے اور کہاں مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے وہل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتی الاسیجابی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ولعمرک ونحو ذلک علینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور عتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا نہی کو حلف بغیر اللہ پر جو وجہ وثیقہ پر نہ ہوں

کتاب الایمان

بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری جان کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنے ممنوع ہے قسم لغیر اللہ اور جو بلا
قصد عرب اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے تو اگر حلف لغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا برابر کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف لغیر اللہ بمانند طلاق
اور اعتاق کے علاوہ کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے کہ حلف
بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وہی ہے الیمین باللہ لعدم تصور الغموس اللغو فی غیرہ فیقع بہا الطلاق نحو ان فعلت کذا فھی طالق اور وہ یعنے یمین باللہ غموس بھی ہے
غموس میں یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی
اسلئے اسمین غموس اور لغو متحقق نہیں پس غموس اور لغو طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہو تعلیق میں
ولا یرد نحو ھو یھودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ
سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نسمجھے کذا فی البدائع یعنے اگر کوئی اعتراض کرے کہ تمنے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ یوں کہنا اس فعل کو جسکو کرچکا ہے کہ
اگر میں نے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی واقع میں یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے
کہ بنا مقصود پر حالف کا اس فعل سے باز رہنا ہی شرط ہے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالے کو تو گویا اسنے
یوں کہا کہ بحق اعظیم [illegible] یا نہیں کیا واللہ علم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس لغمسہ فی الاثم ثم فی النار وھی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر
اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا
مال حق ہضم کیا یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہوں کا متفاوت ہے کذا فی النہر ھم دلیل الحاق کبیرہ نے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبائر
اشراک باللہ اور عقوق والدین و قتل النفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر و صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم
کھا کر مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالے بہشت کو اسپر حرام کریگا اور دوزخ میں اسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی کاذب عمدا ولو غیر فعل او ترک کو اللہ انہ حجر الآن
یمین لبدغموس ہے اگر قسم کھاوے جھوٹ پر قصدا اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہو چنانچہ یوں کہے کہ واللہ وہ پتھر ہے بالفعل ھم شرح وقایہ میں واللہ انہ حجر یعنی کان یکون
کالفظ مقدر کیا ہے تاکہ غموس یا منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کیا اسلئے کہ [illegible] ردکیا اسواسطے کہ غموس میں فعل ماضی ہونا شرط القتیدی نہیں چنانچہ
اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او ما لہ علیہ الف عالما بخلافہ واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ یمین غموس ماضی
ماضی میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اس فعل کو جانکر اور اس حال میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اسکے مجھپر ہزار درم نہیں حالانکہ قسم کھائی کہ
ہزار درم ہیں اور واللہ وہ بکر ہے یہ بکر قسم کھائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلا والتقیید بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا تعریف غموس میں
فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا مصنف نے لفظ دو واقعہ فرما کر اون
میں سے اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار رہتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اسپر توبہ لازم ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے
امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لا مواخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر
عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اسمیں مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی
گمان غالب پر جبکہ ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیوں سے اسکا خلاف مشہور ہے ان حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال
فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان میں سچ جانکر زمانہ ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق
درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے ھم صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل

ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے کذا فی المنح واما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ زمان مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمین منعقدہ ہے ہم چلپی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ آگے ہے مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے

چنانچہ اسکا ذکر آویگا تو شارح کو یون کہنا لازم تھا اما المنعقدۃ ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ لو آتیا اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم پر جو لوگون کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یون کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو ترجیح

خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اسمین کفارہ لازم ہے اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہے اور اسمین کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال ویرجی عفوہ او تواضعا وتادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور حنفی میں مختلف فیہ ہے لہذا مصنف نے کہا کہ

یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنابر انکسار کے اور آداب کے علق بصیغۃ جزم نہیں لولا ہم شارح نے یہ رفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے

مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیون بیان کیا دکاللغو حلفہ علی ماض صادقا کواللہ انی لقائم کان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے مانند ہے ماضی کی سچی قسم

کھانا چنانچہ یون کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہون یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وہی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ فنحو واللہ لاموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آیندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ میں نہ مرونگا

اور واللہ آفتاب نہ نکلیگا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے [illegible] القسم فیہ الکفارۃ لآیۃ واحفظوا ایمانکم ولا تتصور [illegible] الا فی المستقبل فقط اور اسی قسم میں یعنی منعقدہ میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسمون کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اسواسطے کہ ماضی

موجود نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے ان حنث یمین منعقدہ میں کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے وہی آیۃ الکفارۃ ترفع الاثم وان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا اسے مع الکفارۃ سراجیہ اور وہ یعنی کفارہ اٹھا

دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ کھانے والا یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے کہ کہا چاہتا تھا کہ مجکو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ

میں پانی نہ پیونگا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اسکے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ میں آونگا کذا فی المنح

اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اسواسطے کہ لغت میں دونون سہو سے عبارت ہیں بلا فرق اگرچہ دونون کے درمیان یون تفرقہ کیا ہے

کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہو اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونون سے زائل ہو تو نسیان ہے اور سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں ہوتی بخلاف

نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ للحنثۃ واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث ہزلہن جد منہا الیمین المعول اگرچہ کیا

اسطرح پر کہ اسنے قسم کھائی کہ قسم نکھاویگا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اسنے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولیگا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑیگا

یعنی قسم کھانیکا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنیکا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہے

کہ تین چیزین ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں ہم ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین میں

متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنے پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور محشی بھی عینی کا اسمین متبع ہے کذا فی النہر فی الیمین او

فی الحنث بان فعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ

مثلاً قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہونگا اور کوئی اسکو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لازم آویگا بخلاف امام شافعی کے کہ انکے

نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا یحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت

بیہوشی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں کیون نہو والقسم باللہ تعالی ولو برفع الہاء او نصبہا او جرہا کما سیجیء انہ الاشتراک وکذا واسم اللہ
کحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسرا لہا اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے اللہ کے لفظ سے اگرچہ اخیر کو پیش
یا زبر دیا ہو یا اسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکون میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے واسم اللہ یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری
کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمدؒ کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی اور اسکو ترجیح دی بحر الرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہیں
مگر جب ہی کہ زیر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی ہم بلہ تنبیہ کسر لام وراء الہ وحذف الف یعنی باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ
دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہوگیا چنانچہ اکثر ترکونمیں مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی وار اردو زبان میں بلہ بفتح
لام وحذف الف بھی مستعمل ہے او باسم آخر من اسمائہ ولو مشترکا کالنور فالحالف بلا علی المذہب یا یمین ثابت ہے سوا اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ
اسماء الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہوا کہ اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح
یہ ہے کہ حقتعالی کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمن ہے اور اسم مشترک سے یمین نہیں چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریہ عن الکافی کالرحمن والرحیم
والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب ہم طالب غالب سے
قسم کھانا اہل بغداد [illegible] ف ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما یجیء اور چنانچہ حق لفظ کہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اسکا ذکر آویگا
ہم اگر یون کہے حق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور کہے حق اللہ لا افعل تو بامام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی المجتبی
لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبی میں ہے اگر سوا لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اسکی تصدیق کیجاویگی نہ
بنا بر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ
او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضا فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین ومالا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ
صفات الٰہی کے اُس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ
اُسکی ضد سے حق تعالی نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اُسکا اور کبریا اُسکی اور ملکوت اُسکا جبروت اُسکا اور عظمت اور قدرت اُسکی یا صفت
فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی اُس صفت اور اُسکی ضد دونوں سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار عرف کا
اسواسطے ہوا کہ قسموں کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہیں وہ یمین نہیں ہم صفت عبارت
ہے اُس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہو اور ذات پر محمول نہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور اعطا اسواسطے کہ حق تعالی کو عزیز کہتے
ہیں نہ عزت اور قدیر کہتے ہیں نہ قدرت سو صفت دو قسم ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہیں اُن صفات سے کہ جنکی اضداد سے
حق تعالی موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہے نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہیں اُن صفات سے کہ جن سے حقتعالی
موصوف ہو اور اُسکی اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حقتعالی مانع بھی ہے اور معطی بھی لا بقسم
بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور
مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلاثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی
ایضا نہ قسم کھائی جاوے بغیر اللہ تعالی کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جسکو قسم کھانا ہو
تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہوگئی ہے تو یمین ہوگی

اور قسم کھانا کلام اللہ کا سوا اُسکا مدار عرف پر ہی یعنے اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہی اور نہیں تو نہیں اور حلبی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہی خصوصاً ہمارے زمانہ
مین جسمین جھوٹی قسمین بہت رائج ہین کذا فی النہر اور تینون امامون کے نزدیک یعنے امام مالک و شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہی
احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہی کہ ہی بھی یمین ہی ولو تبرأ من احد ہما فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور
اگر برأت کرے اُنمین سے کسی ایک سے یعنے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور ہی سے تو بالاجماع یمین ہی مگر برأت مصحف سے بالاجماع یمین نہین بلکہ
جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہی اُسکے نزدیک برأت بھی یمین ہی اور جسکے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہین اُسکے نزدیک برأت بھی یمین نہین اسواسطے کہ مصحف
عبارت ہی اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اسوقت برارت مصحف کی یمین ہی جب اُس چیز سے برارت کرے جو مضمون اُسکے
اندر مرقوم ہی بلکہ اگر برأت کریگا اُس دفتر اور کتاب سے جسمین بسم اللہ مکتوب ہی تو یمین ہوگی ہم برأت اسطرح پر ہوتی ہی کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہی یعنے
بیزار ہی قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البرأۃ فایمان بعددہا اور اگر برأت کرے ہر آیت
سے جو قرآن مین ہی یا برأت کرے آسمانی چارون کتابون سے تو یہ ایک ہی یمین ہی اور اگر برأت مکرر کریگا تو بشمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنے اگر یون کہے کہ
وہ شخص بری ہی توریت سے اور بری ہی انجیل سے اور بری ہی زبور سے اور بری ہی قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہی جیسے قبلہ اور
صوم و صلوٰۃ تو اُسکی برأت یمین ہی کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ وبری من اللہ بری من رسولہ یمینان اور یون کہنا کہ اگر [illegible] کام کرے تو وہ شخص بری اگر
اللہ سے اور بری ہی رسول اُسکے سے تو یہ دو یمین ہین یعنے اگر قسم توڑیگا دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریئان منہ فاربع اور اگر قول سابق کو
یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اُسکا رسول بری ہین اس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبری من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ
اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہی وبری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوٰۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ
کفر اور یون کہنا کہ وہ شخص بری ہی اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا مین ایسا کرون تو چلیپا یا بت کو پوجون تو یمین ہی اسواسطے کہ برأت
اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہی وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہی یون کہتا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہی و یہی انہ
ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر او عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہی تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہین تو وہ شخص
کافر نہین یعنے اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہی تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر مین اس شخص کے اختلاف ہی
قول مختار یہ ہی کہ اگر بعد تعلیق کے تکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہی کہ یون کہے
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہین ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرہ و فی البحر عن الخلاصۃ و
والتجرید وتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور
بحر الرائق مین خلاصہ اور تجرید سے یون منقول ہی کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہی اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمین برابر ہین
اور اگر حالف نے کہا کہ مین نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنے واسطے تاکید کے ذکر کیا ہی تو اگر اللہ کی قسم ہی تو اُسکا یہ قول مقبول
نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم مین اُسکا قول مقبول ہوگا وفیہ معزیا للاصل ہو یہودی وہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ
والرحمن فی الاصح الفقہاء ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق مین ہی اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہی وہ نصرانی
ہی یہ دو یمین ہین اور اسی طرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہین اور اتفاق کیا ہی فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن
دو یمین ہین اور بدون عطف کے یعنے واللہ الرحمن ایک یمین ہی وفیہ معزیا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیوتک

وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولولا ان العامۃ یقولونہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحرالرائق مین فتح القدیر سے منقول ہے کہ کہا علی رازی نے کہ مین ڈرتا ہون آس
شخص کے کافر ہونے سے جو یون کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیری سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم
کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنے اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاویگا اور اگر عوام خلق اسکو نہ کہتی ہوتی ناواقفی
سے تو مین کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مین جھوٹی قسم کھاؤن اللہ کی میری نزدیک پسندیدہ تر ہے
اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤن یعنے اللہ کی فقط جھوٹی قسم مین گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم مین اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم بصفۃ
لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالیٰ کرحمتہ وعلمہ ورضائہ وغضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ
وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نکھائی جاوے صفات الٰہی سے اس صفت کی جسکی قسم کھانے کا رواج نہین جیسے خدا کی رحمت
اور علم اسکا اور رضا اسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اسکا اور لعنت اسکی او شریعت اور دین اور حدود اور صفت اسکی اور سبحان اللہ اور مانند اسکے
یعنے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہین بسبب عدم رواج کے ہم عرش اور سمٰوات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق
رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم او صلوٰۃ اور اسی طرح نفس صلوٰۃ او صوم اور حج کی قسم سے یمین نہین ہوتی کذا فی العالمگیریہ ولقسم
ایضا بقولہ لعمر اللہ ای بقائہ وایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت
ہوتی ہے حالف کے اس قول سے لعمر اللہ یعنے قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنے قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنے ذات خدا اور
سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے ہم اللہ لتفعلن یمین ہے اور بالفتح علی
اگرچہ بمعنے بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہین کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم واحلف واعزم واشہد بلفظ المضارع وکذا الماضی باللہ وبلے
کا قسمت وحلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بالشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی یعنے اقسم اور احلف اور اعزم
اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت وحلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنے
اگرچہ یون کہے کہ اقسم باللہ او اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنے یون کہے کہ اقسم لا افعل کذا یعنے قسم کھاتا ہون کہ یہ کام نہ کرونگا اور اگر بلا شرط یون کہیگا کہ قسم کھاتا ہون یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ مین ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا
فی فتح القدیر سے علی نذر وان نوی بلفظ النذر قربۃ لزمتہ والا لزمتہ الکفارۃ وہ مستفیح اور اس قول سے بھی کہ علی نذر یعنے مجپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت
کا ارادہ کیا یعنے صوم یا صلوٰۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم
آویگا بلا حنث بھی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ہم جب یون کہیگا کہ علی نذر لا فعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی
کذا فی النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بالشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجپر یمین اور عہد لازم ہے کہ مین
فلانا کام کرونگا اگرچہ اسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنے اگرچہ یون نکہے کہ مجپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے
کذا فی المجتبیٰ والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر فیکفر
بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ فغموس واختلف فی کفرہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت
ان کان عندہ فی اعتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل

یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف الکافر فلا یصیر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہی اِس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے
تو وہ یہودی یا نصرانی ہی یا اگر ایسا کرے تو تم اُسکے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہی کافرون کا یا وہ شخص کافر ہی تو اس قول سے اسپر
کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمانہ مستقبل کی قسم ہوا ور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہی اور اُسکے کفر مین اختلاف ہی اور صحیح
قول یہ ہی کہ قسم کھانے والا اس قسم مین کافر نہین ہی خواہ اُسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ مستقبال کی بشرطیکہ اُسکے نزدیک یعنے اُسکے اعتقاد مین
قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اُسنے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہی اور اُسکے اعتقاد مین یہ ہی کہ غموس قسم کھانے سے
اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہو جاتا ہی تو ماضی اور مستقبل دونون مین کافر ہو جاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیے کہ رضا بالکفر کفر ہی بخلاف کافر کے
کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنے اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہی تو زید سے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر
کا فر ہوتا ہی اسواسطے کہ کفر عبارت ہی ترک ایمان سے تو اُسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشرح بیان کیا ہی اپنے
فتاوے مین وہکذا فی النہر ومنح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا ولم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج
الکذب دون الکفر وکذا لو وطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا لاہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہی اِس قول سے کہ اللہ جانتا ہی یا یون کہا کہ
جانتا ہی اللہ کہ اُسنے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اُسنے یہ نہین کیا یعنے نماز نہین پڑھی اسنے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہان
وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اُسنے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا
نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اُسنے مصحف کو روندا ہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اُسکا ترویج کذب کے واسطے ہی نہ واسطے اہانت
مصحف کے کذا فی المجتبی ھم اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہی اِس سے توبہ کرنا واجب ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل یستغفر اللہ
ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہی کہ اِس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو کہ ایسا نکرونگا استغفار
اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسی طرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیرے فرشتون کو کہ ایسا نکرونگا یہ بھی یمین نہین
بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا الٰہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہی کہ یہ قول یعنے اگر مین ایسا کرون تو آسمان
مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بری من الشفاعۃ لیس یمینا لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول مین کہ مین بری ہون
شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہی نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہی نہ بدعت سے وکذا فصلوتی وصیامی
لہذا الکافر وانا فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز
اور روزہ اس کافر کے واسطے ہی اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا روزہ یہودیون کے واسطے ہی تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت
مراد رکھیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہی تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی م
ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچھ فرق نہین تو واجب ہی کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی و قولہ مبتدا خبرہ قولہ الاتی لا وحقا
او ذا ارادہ اسم اللہ تعالے و حق اللہ واقتصر فی الاختیار انہ یمین لا عرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر و بحرمتہ و بحرمۃ شہد اللہ وبحرمۃ لا الٰہ الا اللہ
وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ ثوابہ رضاہ ولعنۃ اللہ امانتہ لکن فی الحاویۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر ان نوی العبادات
فلیس یمینا وان فعلہ فعلیہ غضبہ او سخطہ او لعنتہ او ہو زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور
یون کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرمۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الٰہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان

حرف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لابعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو اتنی نے اپنے اس قول میں طول کر کہہ دیا کہ قسم
عربی زبان میں اثبات میں نہیں ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت میں جیسا کہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی میں حرف
تاکید لقد ہی جیسا کہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۃ تاکید اور نفی میں حرف نفی ہوتا ہے جیسا کہ واللہ لا افعلن کذا و واللہ ما فعلت کذا یہاں تک
کہ اگر اثبات میں بلا حرف تاکید یوں کہے گا کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اسکی یہ قسم نفی ہی ہوگی اور کلمہ لا وہاں مضمر ہوگا گویا یوں کہا کہ واللہ لا
افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات میں ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام میں پورا کلمہ حذف کرتے ہیں نہ بعض کلمہ تو
لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط ہم بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یوں قسم کھاوے کہ واللہ اضرب الیوم زیدا تو عدم ضرب
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر میں مثبت ہے اور واقع میں منفی کما لا یخفی وکفارتہ ہذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم
شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شی کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شی کی طرف سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے
نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاج کو کھانا دینا جیسا کہ
اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار میں مذکور ہو چکی یعنے اعتاق میں رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت
اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہیں اور اطعام میں تملیک اور اباحت دونوں کافی ہیں تو تملیک میں نصف
صاع گیہوں اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت میں دن اور رات دونوں وقت پیٹ بھر کے کھلاوے اور اگر گیہوں کی روٹی کھلاوے
تو دال اور گوشت کی حاجت نہیں والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوۃ کا تو اپنے اصول و فروع و
غنی و سید کو دینا جائز نہیں او کسوتہم بما یصلح للاوساط وینتفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ولیستر عامۃ البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمۃ الاطعام
یا کفارہ قسم کا دس محتاجوں کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگوں کے مناسب حال ہو یعنے اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی
پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پاجامہ دینا جائز نہیں اور
اسی طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت الطعام کے پاجامہ دینا جائز ہے یعنے اگر قیمت اسکی بقدر نصف صاع گیہوں کے ہو تو اسکا دینا کفایت کریگا نہ باعتبار
لباس کے بلکہ باعتبار الطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں ادا کے کفارہ میں حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام میں اختیار دیا ہے ان
تینوں چیزوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مرتبا ولم ینو الا للبعد بما مہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحد ہو
اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ میں یعنے اعتاق اور کسوہ اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب ادا کیا اور نیت کفارہ کی نکی مگر بعد اسکی تمامی
تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینوں میں سے وہ ایک جو قیمت میں سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہوا سبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنیکے
یعنے کفارہ بدون نیت کے صحیح نہیں کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ میں سب
تینوں چیزوں کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اس چیز پر جو قیمت میں سب سے ادنی ہے بسبب ساقط ہو فرض کا ادنے سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت
الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبۃ اجزاہ الصوم بحتبی قلت وہذا یستثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز
ہو کفارہ سے سب تینوں چیزوں سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیوں کے نزدیک یہاں تک کہ سب اپنا مال کسیکو ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اسنے روزہ
رکھا پھر اسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت ادا کے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوہ یا اطعام سے کذا فی المجتبی
شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہو فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت نکرتا

صام ثلثة ایام ولاء و بطل بالحیض بخلاف کفارة الفطر وجوز الشافعی التفریق واعتبر العجز عند الحنث مسکین یعنے اگر اعتاق یا کسوت یا اطعام وقت ادا
ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل
نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کے وقت کذا ذکرہ مسکین ہم کفارہ یمین کی تفصیل
مین اصل نص قرآن کی ہے فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ہے چنانچہ قرآن مجید مین
اتصال صیام کی قید نہیں لیکن ابن مسعودؓ کی قرآت یون ہے کہ فصیام ثلثة ایام متتابعات اور قرآت انکی مانند انکی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے لہذا
زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار و الشرط استمرار العجز الی الفراغ من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغه لو
بساعة ایسر ولو بموت مورثه موسرا لا یجوز له الصوم ولیبدأ ادنه بالمال خانیه اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت صوم
تک تو اگر حانث محتاج دو روزے رکھے پھر قبل ختم ثالث کے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ
مقدور حاصل ہوا ہو اپنے مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہوگا اور مرتبہ مال کا کفارہ دے یعنے اعتاق یا کسوہ یا اطعام کذا فی الخانیه ولو صام ناسیا
للمال لم یجز علی الصحیح مجتبیٰ اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنے اسکا مملوک مال تھا سو سمجھے آپکو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم
جائز نہوگا صحیح قول پر کذا فی المجتبیٰ هم خانیه مین ہے کہ اگر اسکے پاس مال ہو اور اسپر قرض ہو تو اگر اسنے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا
ادا کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضون کے نزدیک جائز ہے اور بعضون کے نزدیک جائز نہیں کذا فی النهر ولو نسی کیف حلف بالله او بطلاق
او بصوم لا شی علیه الا ان ینوی کذا خانیه اور اگر حالت بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اسپر کوئی چیز لازم نہیں کفارہ
نہ طلاق مگر یہ کہ اسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیه ولم یجز التکفیر ولو بالمال خلافا للشافعی قبل حنث لان الکفارة
لستر الجنایة ولا جنایة ولا یسترد من الفقیر لوقوعه صدقة اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ انکے
نزدیک کفارۂ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے گناہ کے اور
قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہیں جسکو کفارہ چھپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوۃ قبل حنث کے دیا ہو اسکو
فقیر سے نہ پھیرلے اسواسطے کہ وہ صدقہ واقع ہو چکا ہے اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد مین عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فکفر عن یمینک ثم ائت الذی هو خیر
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اسکا جواب یہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین مین یون
ہے قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فکفر عن یمینک وائت الذی هو خیر اس روایت مین واو ہے ثم اور روایت داؤد کے
معانی ترجیح کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت مین مقدم ہے تو ثم ابوداؤد کی انکے مقابل مرجح ذمی تو لائق تاویل
ہے یعنے ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم مین عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرأی غیرها خیرا منها فلیات الذی هو خیر
ولیکفر عن یمینه اور اسکی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبد الله بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر و مصرفها مصرف الزکوة فمن لا فلا قیل الا الذمی خلافا للثانی
والقول الثانی کما مر فی بابها اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف نہیں وہ کفارہ کا بھی مصرف نہیں چنانچہ
اسکا ذکر ترجمہ مین قبل اسکے ہو چکا بعضون نے کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا
جائز نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوۃ مین گذر گیا تو بقول مفتی بہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے ولا کفارة بیمین
کافر وان حنث مسلما لقوله تعالی انهم لا ایمان لهم وان نکثوا ایمانهم فنفی الصورة کتعلیقات الحاکم اور کفارہ واجب نہیں کافر کی قسم

رسول اللہ صلعم نے
کہ جب تو قسم کھاوے
کسی بات پر اور دیکھے
قسم کی چیز کے سوا کو
بہتر اس سے تو کفارہ دے
اپنی قسم سے اور کر جو
بہتر ہے ۱۲ جو
شخص قسم کھاوے
کسی چیز پر اور دیکھے
اس سے بہتر تو چاہئے
کہ کرے اسکو جو بہتر ہے
اور کفارہ دے اپنی
قسم سے ۱۲

اگرچہ وہ مسلمان ہوکر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے کہ انہم لا ایمان لہم یعنی کافروں کے واسطے قسمیں نہیں ہیں لہذا اول کتاب الایمان میں مذکور ہوچکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اسواسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور یہ جو دوسری آیت میں ارشاد ہے وان نکثوا ایمانہم کہ اگر وے اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اُس سے یمین ظاہری ہے جسکو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کریگا تو مقصود حاصل ہوگا یعنی ظہور حق اسواسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح وہو ای الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف مسلما ثم ارتد والعیاذ باللہ ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہوگیا بعد اسکے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اُسپر ہرگز کفارہ نہیں اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کی طرف انمیں ابتدا اور بقا دونوں برابر ہیں جیسے وصف محرمیت کا نکاح میں ہم بیان اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانیوالا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونوں برابر ہیں تو زانی پر بیٹی مزنیہ حرام ہے جیسے اُسکی زوجہ حرام ہوجاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا و نذر الکافر ما ہو قربۃ لا یلزمہ شیء اور اسی طرح باطل ہیں کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی جسکی قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو اُسپر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے نہ صوم اور صدقہ تھا اور یہ جو صحیحین میں ہے عمر فاروق سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت ہے جداگانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر ومن حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین المؤقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایۃ وجب الحنث والتکفیر لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اسواسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اسیکی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل ست وکفارہ یمین سہل ور این سے قتل میں آج کے دن کی قید اسواسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہوسکتا مگر موقت قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اسواسطے تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہیں ہوسکتی تو وصیت کریگا کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کریگا کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات میں کفارہ نہیں دے سکتا اسواسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جسکے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق میں حنث بدون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہوسکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک وکل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فبرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ وحنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا فبرہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم تفید وجوبہ فتح وبحر عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق کلیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنی جسپر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہوچکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے

یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کھانا کہ واللہ مین آجکے دن ظہر کی نماز پڑھونگا یہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہے کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا
تو جب کی قسم مین ہوا طلب ہے تیسے قسم کو پورا کرنا جیسے نماز ظہر اور صدقہ فطر جو قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہوگیا یا محلوف علیہ اولی ہے اسکے غیر
سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیر کو یا اپنے مارنے والون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے
اسکے بھی برکو واجب کہیے بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولی ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی
زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچے پیاز کھاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اسکا
دونون برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کھانا کہ یہ روٹی نکھاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولی ہے اور یہ بات
قرآنی کہ (واحفظوا ایمانکم) محافظت کر اپنی قسمون کی مباحات مین بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو مذکور
ہوچکین وصرح تحریمہ ای تحریم الملک لنفسہ لانہ یمین لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر
حرام کرے مانند اپنے غیر ملک کی چیز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کھاؤن تو وہ مجھپر حرام ہے پھر بعد اسکے اس طعام کو
کھایا تو اسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مصنف نے مشکل سمجھا ہے اسکو اپنی شرح منح الغفار مین جہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ
معلق بالشرط مانند منجز کے ہے لیکن پھر لیا جبکہ جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہے اسواسطے
کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ
کقولہ الخمر او مال فلان علی حرام یمین ان لم یرد الاخبار خانیۃ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی ملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ یہ شراب
مجھپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے تا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کریگا نہ انشاء تحریم کا
تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اسمین گناہ کے سوا کفارہ یمین کا لازم آویگا فعلہ
بالکل او التصدق او الہبۃ لانہ یمین بحکم العرف زیلعی پس بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اسکے کھانے سے یا دینار اور درم ہے تو
اسکے خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شی کو خیرات کر دیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ
لا لغو لان تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شی کو حرام کرے پھر اسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ حرام
کر دینا حلال چیز کا یمین ہے یعنی قسم کی ایک صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ
فی الجماع او اکرہا کفرت مجتبی اور اسی قبیل قسم سے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور حرام کیا تجھکو مین نے اپنی ذات پر تو
بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی سے جماع پر زوج کو قادر ہونے دیگی یا زوج اس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی
وفیہا قال لقوم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبی مین ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام
تمھارا مجھپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھپر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے
سے وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زاد فی الاشباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فی مجلس واحد وحلف لا یکلم فلانا وفلانا فکلم احدہما
او لا یکلم اخوۃ فلان ولہ اخ واحد تمامہ فیما علقتہ وبہ عرف جواب حادثۃ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد
منہم لم یحنث اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکھاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے
سے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ مین مگر اسوقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد مین متصور نہو یا قسم

قسم کھائے کہ کلام نکرونگا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دونوں سے ایک کی یا یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیون سے نہ بولونگا اور زید کا ایک ہی بھائی ہو
تو اسوقت مین ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور یوہیں بیان اسکا اشباہ مین ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ اس سے معلوم ہوگیا
اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اسکے زوجہ کی اولاد اسکے گھر کو جاوینگی سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد نے زوج کے
گھر کو جانا تو زوج حانث نہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہی بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہین کذا فی فتاوی
الحلبی من البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علیّ حرام او انت علیّ حرام او حرام بلا علیّ ونحوہ فہو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی
فی زماننا علی انہ تبین امرأتہ بتطلیقۃ ولو له اکثرتین جمیعا بالبائنۃ وان نوی الثلاث فثلاث وان قال لم انو طلاقا فلم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا
لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریہ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھپر حرام ہی یا یون کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہی کمال الدین نے اتنا اور
بھی زیادہ کیا ہی کہ یا حرام مجکو لازم ہوگیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب مین تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہی تو بعد اس قول کے
حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ مین فتوی اسپر ہی کہ قائل کی عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اسکی زوجات
ایک سے زیادہ ہون تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی
اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے مین نے طلاق کی نیت نہین کی تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم
حلال کی طلاق مین و لہذا اس لفظ سے قسم نہین کھاتے عرف مین مگر مرد نہ عورتین کذا فی المنح عن الظہیریۃ وان لم تکن له امرأۃ وقت الیمین سواء نکح
بعدہ او لا لا تبین فیکفر بالکل او الشرب لو بینہ علی آت ولو بالعد علی ماض فغموس او لغو ولو کانت له امرأۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا
الطلاق وقد مرّ فی الایلاء اور اگر اسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اسنے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نکیا ہو تو اسوقت مین تحریم حلال کی طلاق نہوگی
بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنے اکل و شرب سے اگر یمین اسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر مثلاً کہے
کہ اگر واللہ مین نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہی تو یمین غموس ہی اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہی اگر اسکو صدق کا ظن ہو اور اگر اسکی ایک
عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنے غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اسنے کچھ کھایا پیا تو اس اکل و شرب
سے اسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے طلاق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سو اب اکل و شرب کے واسطے نہین ہوسکتی اور مسئلہ تحریم
حلال کا باب ایلا مین مذکور ہوچکا فائدہ ضروریہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین او نذر کی یہ ہی کہ نفس وجوب
مین دونون مشترک ہین اسواسطے کہ نذر عبادت ہی ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنے عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کرلینا نسائی نے عمران بن حصین سے
روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہی سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور عبادت مین ہو تو وہ اللہ کے واسطے
ہی اور اسمین نذر کا ادا کرنا لازم ہی اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ مین ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہی اسکا ادا کرنا یعنے منت کا
اتارنا لازم نہین اور اسمین کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہی اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درر البحار مین صریح بیان کیا ہی کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر مانتے
ہین اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبرون پر جاتے ہین یون کہتے ہوے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی اگر وطن مین پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہو جاوے
یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغان کے واسطے اتنا تیل یا موم نذر کرینگے تو یہ نذر اور منت باتفاق
فقہا و باجماع علما باطل ہی بچند دلیل اوّل یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہین یعنے نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہی اور دوسری دلیل بطلان کی یہ ہی
کہ جسکی نذر مانی وہ میت ہین اور میت کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہی کہ ایسی نذر کرنے والون کے گمان مین یہ ہی کہ سوائے خدا کے میت بھی

قادر ہی عالم مین کچھ اُسکا تصرف بھی جاری ہی اور یہ اعتقاد کفر ہی ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین نے تیری نذر مانی کہ اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دی مثلا
تو مین فلانی درگاہ کے فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیزونکا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور فقرا کا لفظ اتنے واسطے ہی
کہ وہ محل صرف ہی نذر کا یعنے نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہی تو اسطرح البتہ نذر جائز ہی جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور تیل اور مانند اسکے اولیا
کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہی جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر صرف کرنا مقصود نہو یہ قول
ہی جسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہے ملخصا اھ البتہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کے مولد مین کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم جب یہ روایت
اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کے ضرائح مجعولہ پر جنکو عوام
تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علے العموم رائج ہی سو سراسر باطل اور گمراہی ہی حق تعالی بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹا دے اور علماء دین
کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اُسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات واہیہ کرکے اسکا جواز عوام کو نسکھاوین آمین ومن نذر نذرا

مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب ای فرض کما سیصرح به تبعا للبحر والدرر وہو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت و
وجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحدیث من نذر وسمی فعلیه الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور اسکے جنس سے
کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہی چنانچہ مصنف اُسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود ہو تو
تو عبادت مقصودہ کی قید ... وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہی لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہی واسطے صحت صلوۃ کے
اور شرط معلق علیه پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کرے تو اسپر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہی مع
یہ حدیث غریب ہی لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالی نے فرمایا ولیوفوا نذورهم
یعنے چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین بہت احادیث ہین منجملہ اُنکے ایک یہ حدیث مرفوع ہی صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت
سے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ
حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہی کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ یون کہنا کہ خدا کے واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہی یا صدقہ یا دو رکعت نماز
اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا مینہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہی کصوم

وصلوۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانها عبادات مقصودۃ ومن جنسها واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج

علی القادر من اهل مکة والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوۃ وهی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی
المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا گردن کا اور حج اگرچہ پا پیادہ نذر مانا ہو تو نذر صحیح ہی اسواسطے کہ
امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہین اور انکی ہمجنس واجب بھی ہی اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہی اور پیدل جانا حج کے
واسطے اہل مکہ پر واجب ہی بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہی اور قعدہ عبارت ہی کچھ ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد
کا مسلمانون کے واسطے واجب ہی بادشاہ پر بیت المال سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر واجب ہی کذا فی فتح القدیر ہم شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ
اور صدقہ کا نہ بیان کیا اسلیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی ولم یلزم

الناذر ما لیس من جنسه فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیه وسلم والاقصی

لانه لیس من جنسها فرض مقصود وهذا هو الضابط کما فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہین نذر کرنے والے پر اس قسم کی نذر کا کہ

یعنی جنس شرع میں کوئی فرض نہیں چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ کی ہو صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصیٰ ہو یعنی
اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اسکا ادا کرنا اوس پر لازم نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہیں لیکن مجانس انکی کوئی فرض
مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر ھم اگر کوئی کہے کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل
ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اسکا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو
واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر کرے گا تو لازم نہوگی اسواسطے کہ انکی جنس کا کوئی شرع میں
فرض نہیں کذا فی المنح وفی البحر شرائطہ خمس فزاد ان لایکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لایکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ
الاسلام لم یلزمہ شیء غیرھا وان لایکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصۃ انتہی اور بحر الرائق میں
ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں سو مصنف نے دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے
کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات نہیں بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنی اسواسطے ممنوع ہے صوم عید النحر کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات
کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض
حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچویں شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی
مملوک نہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حال انکہ وہ مالک نہیں مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہونگے نذر [illegible] فی الخلاصۃ انتہی
کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں کہ بدون انکے نذر صحیح نہیں شرط اول یہ ہے کہ اسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ
میں اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہو چوتھے یہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچویں یہ کہ
منذور ناذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت وزاد فی زواہر الجواہر وان لایکون مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح
نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر ایک شرط اور زیادہ
کی گئی ہے جو زواہر الجواہر میں ہے وہ یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود
نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہیں جبتک اغنیاء مسافرین کی نیت نکرے اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز
نہیں مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہیں نہ اغنیاء ھم یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی سبکو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو
بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی تو اسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں ویسی ہی سید کو بھی جائز نہیں مانند
زکوۃ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جسکے پاس باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس جیسے باغ یا زمین یا رہنے
کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی اور نماز کے تو یہ نذر لازم نہیں
کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ
نذر اسکو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہیں ھم لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ہمیشہ درود پڑھنا فرض نہیں لیکن تمام عمر میں ایکبار درود پڑھنا فرض ہے
چنانچہ کتاب الصلوۃ میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اسکی ہم جنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید وجہ یہ ہے کہ فرضیت
درود کی قطعی نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا
ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیخیر

ضرورۃ لیعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اُسکو خواہش ہے چنانچہ یون کہا کہ اگر میرا غائب
شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنے اگر غائب آوے یا بیمار چنگا ہو تو صدقہ دینا لازم
ہو نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جسکی اُسکو خواہش نہین چنانچہ یون کہا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلاً تو مجھپر صدقہ لازم ہے پھر
حانث ہوا یعنے اُس عورت سے زنا کیا تو چاہیے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور
کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بضرورۃ ایفاء نذر یا کفارہ دینے مین اسکو اختیار ہوگا مترجم کہتا ہے حاصل اس قول کی یہ ہے کہ
جب اپنے منذور کو مثلاً صدقہ کو اُس شرط پر معلق کیا جسکی اُسکو خواہش نہین مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور سے کو مطلوب نہین ہے اسواسطے کہ اُسکو مانع قرار دیا
شرط کے فعل سے مانند قول وارا وکلام زید کے اور یہی حقیقت یمین کی یعنے منع النفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اسکو اختیار حاصل ہوا ایفاء
نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونون وجہ کے بخلاف اُس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہے کہ بوجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق نذر
منجز کے حکم مین مندرج ہوگئی یعنے وجوب ایفاء نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقاً ایفاء نذر واجب ہے نہ کفارہ اور
مجمع الانہر مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی و شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور وجہ اسکی
تفصیل کی حدیث صحیح مسلم ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ یمین کا ہے کذا فی النہر الفائق نذر مکلف بعتق رقبۃ فی ملکہ اوفی بہ والا اثم بترکہ لا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی
نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنے کی اپنی ملک مین یعنے یون کہا کہ خدا کے واسطے مجکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اُسکا مملوک ہے تو اُس نذر کو
پورا کرے اور اگر پورا نہ کریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہین تو اُسپر قاضی جبر کرے اعتاق کے واسطے نذر ان یذبح ولدہ
فعلیہ شاۃ لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والغاہ الثانی والشافعی لنذرہ لقتلہ نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کریگا تو اُسپر بھیڑ یا بکری لازم
ہے بسبب قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوگئے تھے بموجب بیت منامی کے سو حق تعالی نے انکا بدلا دنبہ قرار دیا چنانچہ تفسیر بیت
انبیاء سابقین مین ہے داعدم المنع واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے
اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسا اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہین بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد ہے نہ قتل
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولغا لو کان یذبح نفسہ وعبدہ واوجب محمد الشاۃ ولو یذبح ابیہ او جدہ او امہ لغا اجماعاً لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح
کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمد نے ذبح النفس اور ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا مان کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے
اسواسطے کہ انسان کے اصول اسکے کسب نہین بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضی ا
ھدیت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرا لا یلزمہ شی لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہوگیا اپنے اس مرض
تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اسکو ذبح کرونگا پھر چنگا ہوگیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ہمجنس ذبح کوئی فرض نہین بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ
قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ شرط صحت نذر یہ ہے کہ اُسکی ہمجنس فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد وا تصدق بلحمہا فیلزمہ لان لانہ
من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح و بحر وفیہ تفصیل البدیع تناقض منح گر جب ذبح کرنے کی نذر پر اتنا زیادہ کہے کہ اسکے گوشت کو خیرات کرونگا تو اب نذر لازم
ہو جاویگی اسواسطے کہ ہمجنس تصدق فرض ہے یعنے زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن مین تناقض ہے کذا فی المنح
مین کہا کہ درر غرر مین کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہوگیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کرونگا تو اسپر کچھ لازم نہین مگر جب یون کہے
للہ علی ان اذبحہا یعنے خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول

تفصیل سابق مین مذکور ہوچکی اور بحرالرائق مین معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن الیمین نہرالفائق مین اعتراض کیا ہے کہ بیت معین و غیر معین مین کچھ فرق
نہین جیسے کہ وہ شرح باشی مین کے لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار و لم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب ثم بنا مسجدا الی آخرہ
الفتح یہ الفتح شارح کہتا ہے مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنے یون کہے کہ
اسمین نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنے اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بنگئی ہو تو بھی حانث ہوگا جیسا کہ ہذا المسجد مین یعنے قسم
کھائی کہ اس مسجد مین نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگرچہ وہ ویران یا باغ ہوجاوے
اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتوی ہے ولو زید فیہ بقعۃ فدخلہا لم یحنث ما لم یدخل مسجدا بنی فلان یحنث وکذا لک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ
بدائع بحر اور اگر مسجد مین کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرادیا گیا تو اسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یون نکہے کہ فلان قوم کی مسجد مین نہ داخل ہوگا پس
جبکہ اسطرح کہیگا تو اسکی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا درحالیکہ زیادتی حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت
یعنے فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی میں جو مسجد مین داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الے ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط
فہدما ثم بنیا و نقضہما او لا یرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا اس دیوار کی طرف نہ بیٹھے گا پھر
دونون منہدم ہوگئے پھر بعد اسکے بنائے گئے اگرچہ انکو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یون قسم کھائی کہ اس ناو پر سوار نہوگا پھر وہ توڑی گئی تو اسکے
اسکی لکڑیون سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناو کے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا
فی حاشیۃ الطحطاوی کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم معنی
زال الطلب الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غیر تراشیدہ کا
نام قلم نہین ہوتا بلکہ اسکو نے کہتے ہین پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی ہم طحطاوی کہا کہ بالفعل عرف
بدل گیا کہ اسکو تو قلم کہتے ہین تو نام زائل ہوا تو تراش کرنیکے بعد بھی حانث ہوگا الوقف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ
چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنے اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی
چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک وفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ ورکمال الدین نے فتح القدیر مین جمع بین القولین
کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث کو عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنے اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اسپر قائم ہونیسے حانث ہوگا
بموجب قول متقدمین کے اور اگر اسپر پردہ نہین ہے حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جسکے گرد دائرہ محیط ہوا اور یہ امر نیچا اور اوپر دونون مین
حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہین تو یہ بات حاصل نہین کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان لحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا
کہ بلاد عجم کا قسم کھانیوالا چھت پر قائم ہونیسے حانث نہین ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کے عرف مین اسکو داخل دار نہین کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی
ہے ہم حلبی نے کہا جب یہ قسم کا عرف ہوا تو علیہ الفتوی کہنا یہ چاہئے کہ اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر اذا انہ لو لم یکن سترۃ او حائط لا حنث وعلی قول
المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار او بحرالرائق مین ہے کہ مصنف کے قول الوقف
علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین
کا قول ہے سب صورتون مین اسلیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف مین داخل دار نہین کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے
باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ الیسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اسکے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہوتے ہون تو اس تہخانہ اور

نہر مسقف سے گھسنے والے کو داخل ہونا نہیں کہتے وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ یہ قول علے البسط کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر بنے کا مکان ہو سو اسمیں جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہیں کذا فی البدائع و تقیید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار میں باب کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس گھر میں دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ سے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو گر اسوقت حانث نہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کردیا ہو کذا فی البدائع ہم نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی والوقوف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ یحنث لو انغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ یحنث لو انغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہوگا اور اگر اسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ گھر میں نہ داخل ہوگا ہم طاق باب سے عتبہ اور اسکفۃ الباب آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہیں ولو کان المحلوف علیہ الخروج انعکس الحکم اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یوں قسم کھائی کہ دار میں اس گھر سے باہر نہ نکلیگا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا کذا فی الحیلہ حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن خانیہ میں ہے جو قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ جاوے گا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو ایسی حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ میں گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت گھر کے ہے ہم شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کا گھر سے ہونا لا یصح ظاہر نہیں مگر یہ کہ عرف کو فارق کہیے کذا فی الطحطاوی وہذا الحکم المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علے العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث ظہیریۃ وقیل لا یحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کھانے والا اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو اگر ایک پیر سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونوں طرفین خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہوگا ہم دخول کی قسم میں اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیادی اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونوں قدم کے نہیں ہوتی اور ایک قدم سے کھینچنے میں اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے وہ دوام الرکوب واللبس والسکنے کالانشاء فیحنث بمکث ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس و سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت ٹھہرنے سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اسپر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی میں سکونت نکریگا حالانکہ اسمیں ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص نہ اتاریگا یا گھر سے باہر نکل نہ جاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا بجائے ابتداء افعال ہے گویا ابتداء سوار ہوا یا قمیص پہنا یا سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان ما یمتد فلدوامہ حکم ابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہیں اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہیں مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہیں تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہوگا حالانکہ اسمیں داخل ہے یا اس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اسکی منکوحہ ہے

یا دھنو کریگا حالانکہ وہ باوضو ہی تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہ ہی کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی ہو کذا فی المنح وہذا اذا کان
حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب ودام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمہ فی کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم
اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اس شرط پر ہی کہ حالت دوام میں قسم ہوا اور اگر قبل اسکے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہیں تو اگر اُسنے کہا کہ جب
میں سوار ہوں تو تو طالق ہی یا مجھپر ایک درم واجب ہی تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار رہا تو اُسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے
پہلے سوار ہوگا تو اُسپر ہر ایک ساعت میں جسمیں سواری سے اُترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبیٰ قلت فی عرفنا
لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبیٰ صاحب مجتبیٰ نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے عرف میں حانث نہیں ہوتا
مگر ابتدائے فعل سے سب افعال مذکورہ میں اگرچہ نیت نکرے اور اسکی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہی ہم یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے
دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتدائے فعل کا حکم نہیں تو عرفاً حانث نہوگا مگر ابتدائے فعل سے اور ایک روایت ابو یوسفؒ کی
اسکی موید ہی کذا فی المنح حلف لا یسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ فخرج وبقی متاعہ واہلہ حتی لو بقی وتد حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت
یا اس گلی محلہ میں سکونت نکریگا سو خود حالف وہان سے نکل گیا اور اُسکا اسباب خواہ اُسکی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہان تک کہ اُسکے اسباب میں سے ایک
میخ بھی اگر باقی رہ جاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہی بقاء متاع او اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار میں رہتے ہیں لیکن وہ میں نہیں
کہلاتے ہیں جہان اُنکے اہل وعیال اور اسباب رہتا ہی ہم واہلہ کا واو بمعنی او ہی لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اسواسطے کہ بقاء متاع اور بقاء اہل ہر ایک
علت مستقلہ ہی حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم بہ السکنیٰ وہو ارفق وعلیہ الفتویٰ قالہ العینی ولو انتقل الی السکۃ او مسجد قالوا الاوجہ قال الکمال واقرہ
فی النہر اور اعتبار کیا ہی محمدؒ نے نقل اسباب خانگی میں اُسقدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہی اور اسی پر فتویٰ ہی بقول شیخ الاسلام
عینی یعنی سب اسباب کا اُٹھا لیجانا بقول محمدؒ ترک سکونت کے واسطے لازم نہیں بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنیٰ نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد میں
نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہی کمال الدین نے اور قائم رکھا ہی اُسکو نہر الفائق میں کہا کہ ہر چند اسلئے کہ نقل متاع اور اہل کافی ہی خواہ یہ نقل
کسی حویلی کی طرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہی بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا لو الیمین بالعربیۃ
ولو بالفارسیۃ بر بمجرد خروجہ بنفسہ اور یہ یعنی بقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہی کہ جب یمین حالف کی عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی زبان میں قسم
ہو تو حالف اپنی قسم میں سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف
کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ تو خروج بنفسہ سے حنث نہیں وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ ولم یمکنہ الخروج ولو بدخول
لیل او غلق باب او اشتغل بطلب دار اخری او دابۃ وان بقی ایاما او کان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور
چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے
سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش میں مشغول رہا اگرچہ اسی تلاش میں اسی گھر میں چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا
اور اُسکے اُٹھا لیجانے میں بذات خود مشغول رہا اگرچہ اُسکو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتوں میں
حانث نہوگا ولو نوی التحول صدق دیانۃ وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم میں حالف نے فقط اپنے
بدن کا نکل جانا مراد لیا ہی تو باعتبار دیانت کے اُسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت
سے عدم حنث میں کافی ہی بخلاف المصر والبلدۃ والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گانون کے یعنے اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گانون میں

سلہ الحارۃ کا نقاۃ کل محلہ است غار
سمہ مسجد بھی مکان خانہ
مرتی

نہ رہیگا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اُسی شہر میں ہون بنابر اُس کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے
انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فروع مسائلہ شرح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او بیت او فی حجرۃ و بیتہ فی حجرۃ حنث الا ان
تکون دار اکبیرۃ والا اتفاسما یحائط بینہما ان عین الدار فی یمینہ حنث وان نکرہا لا و لو دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم او لا وان انتقل فورا لا کما لو
نزل ضیفا و کذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ ہو لیقیۃ لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا پھر اُسکو گھر کے میدان میں
رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اُسوقت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور
زید نے تقسیم کرلیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کرلیا یعنے یون کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود
تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہوگیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے
غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اُسکے رہنے کا علم ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس
صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اُترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جاوے تو پھر زید اُسکے گھر میں اُسکے عیال
کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اُسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا ہم یاد و فتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نہ کریگا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاویگا اور یہ امر
بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشہر حنث بساعۃ لعدم استدادہا
بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر ... مساکنت کو ایک مہینہ کر مقید کریگا یعنے یون کہیگا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت
کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر عدم امتداد السکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف
مذکور کرچکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتدا ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینہ کے حانث نہوگا کذا فی حاشیۃ
الحلبی فی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ ماریگا پھر اُسکو بلا قصد مارا تو حانث
نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا
اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اُٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اُٹھایا گیا تو حانث ہوگا
قول اصح میں اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثلہ لا یدخل قسما ما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں ہم اگر قسم کھائی کہ
مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج میں شارح نے مسجد کی
قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او بامرہ او
غیر اضطرار ہو سر یح او بحج د انہ علی الصحیح ظہیریۃ لانحلال یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وذخیرۃ وفی البحر عن الظہیریۃ بینی الحلف فی ذا واہ فاحفظ
بالحلال لہا ابذا القول ابی شجاع لانہ ارفق للناس عامۃ المعتمد اور جبکہ حانث نہوا دخول بلا امر سے اگر چلنے یا گھوڑا کھانے یا اندھے کے
چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنابر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریۃ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اُسکے عدم فعل کے بنابر مذہب
صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریۃ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتویٰ ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا
لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوی میں اُسکے مخالف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتویٰ دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اسواسطے کہ بطلان یمین
لوگون کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہ ہون لیکن تمکو قول معتمد یعنے عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوچکا ہے تو فتویٰ صاحب
بحر کا لائق اعتماد کے نہیں ولا یحنث فی ولا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصدا عند انفصالہ من باب دارہ ثم اتی امرا آخر لانہ فی البدائع

ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت تریدالمسجد ثم بدالہا فذہبت بغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گھر سے مگر جنازہ کی طرف
اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اُسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گھر کے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع
مین تصریح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پھر بعد خروج کے اُسکے دل مین آیا سو غیر
مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہوگی ہم اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اسکو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج
کے کہین اور چلی گئی ثم اتی امرا آخر لان الشرط فی الخروج والذہاب للرواح والعیادة والزیارة النیة عند الانفصال الوصول الا فی الاتیان یعنے قسم کھائی کہ سوا
جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عیادت اور زیارت مین نیت شرط
ہے دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہونچنا مقصود کی طرف شرط نہین مگر اتیان کی لفظ مین البتہ وصول مقصود مشروط ہے الانفصال کے وقت نیت ہو
یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر الکلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہوگا مریض کے گھر تک پہونچے یا نہ پہونچے حالانکہ
بحرالرائق سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اُسکے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا یخرج اولا یذہب اولا یروح
بحر بخارا الی مکة فخرج یریدہا ثم رجع عنہا قصد غیرہا ام لا لم حنث اذا جاوز عمران مصرہ علے قصدہا ان بینہ وبینہا مدة سفر والا حنث بمجرد الانفصال
فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پھر نکلا اُسکے قصد پر پھر اُسکی طرف سے پلٹ آیا کہ سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا
فی النہر تو حانث ہوگا جبکہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اُس شہر اور مکہ مین مدت سفر کی ہو یعنے تین منزل یا زیادہ اور اگر
دونون مین اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو مجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے
کہنا تجویز ہے صاحب بحر کی ہم صاحب بحرالرائق نے کہ لفظ رواح مین ہمنے اپنے علما کی تصریح نہین دیکھی حالانکہ اہل مصر اسکو بہت بولتے ہین لیکن
ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر مین لا یروح در حکم لا یذہب کے ہوگا
فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ طرف جانا بلاشبہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی وفیہ حلف لیخرجن
مع فلان العالم الی مکة فخرج معہ حتی جاوز البیوت بر اور فتح القدیر مین ہے قسم کھائی کہ البتہ نکلیگا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اُسکے ساتھ نکلا
یہانتک کہ گھرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازة والمقابر خارج بغداد
حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا وفی لا یاتیہا لا یحنث الا بالوصول
کما مر والفرق لا یخفے اور یون قسم کھاتے مین کہ مکہ مین نہ آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان مین وصول شرط
ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ہم بحرالرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث
کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیة الحلبی
کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امراتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتے مضے العرس لانہا ما اتت العرس بل العرس اتاہا
ذخیرہ چنانچہ زوج حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کھاوے کہ اُسکی زوجہ فلانہ کی شادی مین نہ آویگی سو اُسکی زوجہ قبل شادی کے زید کے
گھر گئی اور وہین رہی یہان تک کہ شادی ہو گئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اُسکے پاس آئی یعنے اُسکی مدت اقامت
مین شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ حلف لیاتینہ فہو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ ام لا قسم کھائی کہ اُسکے پاس جاویگا تو یہ اتیان اُسکے گھر یا دوکان
جانے سے عبارت ہے خواہ اُس سے ملاقات ہو یا نہو یعنے اگر اُسکے گھر یا دوکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لم یاتہ

حتی مات احدہما حنث فی اٰخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر اٰخرہ فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ حنث لیفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ بالردۃ بمجرد الردۃ کما مر قہستانی اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مرگیا تو حالف حانث ہوگا اپنی اٰخر حیوٰۃ میں اسی طرح ہر مطلق قسم میں جسکا وقت معین نہیں کیا آخر حیوٰۃ میں حانث ہوگا اور موقت قسم میں تو آخر وقت اسکا معتبر ہو چنانچہ یوں کہا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاؤنگا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن میں حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہوگا اور مصنف کا یوں کہنا کہ اخیر حیات میں حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالف یمین مطلق میں مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو حانث نہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول میں مذکور ہو چکا کہ یمین باللہ میں اسلام شرط ہے اسکو غور کرو وجہ غور کی یہ ہے کہ مصنف کے کلام میں موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیاتینہ غدا ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون او نسیان بحر یعنی قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاؤنگا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع میں داخل ہیں یہ توجیہ صاحب البحر الرائق نے جب استطاعت صحت النہر سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا دیوانہ ہوگیا تو مناوار یہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل میں داخل ہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عدم مرض اور منع سلطان کی تفسیر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی اعتزالہ ہنا فی المجتبیٰ کما اظہرہ فی القنیۃ فعدہ من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق میں استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہے مراد لیگا تو دیانۃً اسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنابر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ظاہر ہے عرف کے لہذا اسکی تصدیق قضاءً نہ ہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہیں مانتا اور علامہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کتاب مجتبیٰ میں ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ میں اسکو دو مقام میں منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں اور اسی کے مخلوق ہیں اور معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت ایک صفت ہے جسکو حق تعالی حیوان میں پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات و اسباب کے اور قدرت نہیں ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر میں ہے کہ قدرت عبد میں فعل سے پہلے نہیں ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل میں اسکو کچھ تاثیر نہیں اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہیں خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یوں ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر میں مرگئے قادر تھے ایمان پر اور انکو ایمان کرنے سے مکلف کرنا تکلیف مالا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید سب کچھ حق تعالی کا بے فائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اسکا غلط ہے اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہیں تا اسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری جو اسکے واسطے کافی ہے یعنی سلامتی اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول میں مذکور ہے کذا فی النہر و [illegible] الطحطاوی ولا تخرجی لغیر اذنی او الا باذنی او بامری او بعلمی او برضائے شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ لو خرج مرۃ بلا اذن کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن کے یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے میں زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے میں اذن شرط نہیں اور اگر اسکا مقصود زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃً

اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے
سے حانث نہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک لیسقط اذنہ ولو نہاہا بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولوالجیہ اور یمین مذکور کے زوج نے
کہا کہ ہر بار کہ تو نکلے سو البتہ مین نے تجکو اجازت دی ہی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوجاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اُسکو منع کریگا نکلنے سے
تو صحیح ہی امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الولوالجیہ وسنذکر فیہ خلاف بالطلاق لا ینتقل الیہ لہا لہ کذا فی رفع الامر الی الحاکم فبعث رجلا باذنہ بل الیہ
لا یحنث اور بصیرفیہ مین ہی کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر مین نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج
بھیجا سو وہ اُسکی اہل کو اُسی شہر مین لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلیے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہین ہوجاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو
کذا فی المنح بخلاف قولہ الا ان او حتی اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ مین تجکو اذن دون یا نہ نکلیو یہانتک کہ مین تجکو اذن
دون اسواسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہی ہم لاتخرجی الا باذنی مین ہر بار اجازت مشروط ہی اسواسطے کہ استثناء مفرغ ہی اور مستثنی خروج مقرون
بالاذن ہی بخلاف لاتخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمین اذن غایت ہی خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہی ہر خروج مین اذن لازم نہین حتی کا غایت
کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہی اور الا ان بمعنی حتی ہی مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی مین تعدد اذن کی نیت
کریگا تو اُسکی تصدیق ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہی تعدد کا اور اسمین خود اُسکی ذات پر تشدید ہی کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان
یراد بہ نسبۃ السکنی الیہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر مین مثلاً زید کے گھر مین تو مراد اُس سے سکونت کی نسبت ہی طرف زید کے بنا بر عرف کے
اگرچہ سکونت اُسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف مین وہ گھر مراد ہی جسمین زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا بہ کرایہ ہو سکو
اُسکی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہی نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر مین
زید ساکن ہوگا اُس گھر مین داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہی اور اُسمین وہ نہین رہتا ہی تو اُسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم
المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فرداً من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہی باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہی کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد
ہوجاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہون کہ حقیقی معنی اُسمین داخل ہوجاوین چنانچہ یہان دار مسکونہ مین دار مملوکہ داخل ہی شارح نے اشارہ کیا
کہ یہان جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہین بلکہ عموم مجاز مراد ہی او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث
بدخولہا مطلقاً ولو حافیا او راکبا لما تقرر ان الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یون قسم کھائے
کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر مین تو حانث ہوگا اسمین داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہی تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہی یہان تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹا اور اپنے دونون قدم گھر کے اندر رکھدیے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین
اگرچہ وضع قدمین ثابت ہی لیکن اسکو دخول نہین کہتے ہم خلاصہ یہ ہی جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہوا بسبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار
ہونے مین ہرچند وضع قدم نہین لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت مین ہرچند وضع قدم ہی لیکن حانث نہین اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اسکے
باب مین معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لمرید الخروج والضرب فعلہ فوراً الا ان فمنعہ
عن فعلہ الفعل عرفا ومدار الایمان علیہ وہذہ تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول مین کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طلاق ہی یا
تونے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہی یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہی حنث کی اسواسطے کہ قصد متکلم کا روکنا
ہی اسوقت کے فعل سے عرف کے کرنے پر وہ مقصود ہوا ہی یا بنا عرف ہی اور مدار قسمون کا عرف پر ہی اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہین امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ یمین فور کے ظاہر

مستقر ہوئے اور کسی مجتہد نے انکے خلاف نہیں کہا اس مسئلہ میں مثلاً جب زوجہ نے گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلے تو تجھکو طلاق ہے تو اگر زوجہ
فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فور کا حکم اول
امام اعظم نے بیان کیا اور پہلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر میں مطلق ہے اور حقیقت میں
مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر سے نکالا کہ کسی نے مدد مانگی تھی انہوں نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اسکے نصرت کی اور حانث نہ ہوئے کذا فی التبیین والکنز اور
بحر الرائق میں ہے منقول ہے کہ امام اعظم سے پہلے کسی عالم نے یمین فور کے نام لکھے اور اسکے حکم نکالنے میں سبقت نہیں کی اور انکے بعد کے مجتہد نے انکی موافقت کی تو سب علما
اہل سنت میں عیال ہیں ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ میں علما عیال ہیں امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفہ فی
الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسی طرح اس قسم میں کہ اگر
میں اول روز کا کھانا کھاؤں تو ایسا ہے کہا بلانیوالے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی
طعام کھانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا اگر مطابقت واقع ہو سوال اور جواب میں
وان ضم الیہ ان تغدیت الیوم معک او معی غیر حنث بمطلق التغدی لزیادتہ علی الجواب فجعل مبتدیا اور اگر جواب میں لفظ الیوم یا معک یا معنی
یوں کہا کہ اگر میں اول کھانا آج کھاؤں یا تیرے ساتھ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر میں کھاوے خواہ
اسکے ساتھ دوسرے وقت کھاوے ہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے تو دوسرے نئے سے متکلم قرار دیا گیا نہ جیسا کہ طحاوی نے کہا کہ یاتین کو لازم
ہے معنی کے عندی کہنا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ معی کا سوال میں ہوا تو مجیب کے کلام میں لفظ معک سے زیادتی لازم آئی فی طلاق
الاشباہ ان التراخی الا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور اشباہ کی
کتاب الطلاق میں ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور کہ فور کے واسطے ہوتا ہے اور اسی قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے
جماع کی خواہش کی سو اسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھ کوٹھری میں تو تجھکو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً
تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط اطال المشاجرۃ لا ینقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ
او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا و بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین میں قاطع فور کا نہیں اور اسی طرح
اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو میں یا فرض نماز میں مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع شرعاً نہیں
شرعاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھ تو تجھکو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو میں مشغول
رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اسلئے کہ توقف عذری ہے مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین
اذا لم یکن دینہ مستغرقا و قد نواہ فحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اسکے مالک کی نہیں یمین کے حق میں مگر دو شرط سے جب
اسکا قرض مستغرق نہ ہو اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اسوقت میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے زید کی سواری پر سوار نہوگا
پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور بشرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہوگا
اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اسواسطے کہ عبد ماذون مستغرق کے کسب میں مولی کی ملکیت نہیں امام کے نزدیک کذا فی المنح حلف لا یرکب فالیمین
علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیر او بقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا الا بالنیۃ ظہیریۃ ثلاث وینبغی تخصیص
الحمیر بمصر والشام وبالبغل فی العمر المتعارف قال المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو یہ قسم اسپر محمول ہے جسپر لوگ اعتبار رواج کے

سوار ہوتے ہین گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہوگا بنا بر استحسان کے
مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام میں یا ہاتھی
کے سوار ہونے سے ہندوستان مین بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین ہم گدھے پر سوار ہونے سے عرب مین حانث ہوگا لیکن ہند مین
حانث نہوگا اسواسطے کہ رواج نہین لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہونگے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہین اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی
اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند مین سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کی قسم اگر ان سواریون پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم ولو حمل علی الدابۃ کرہا
فلا حنث حلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ لان الفرس اسم للعربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعمہما ولو بیمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال
اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہین جیسے اس قسم مین حنث نہین کہ سوار نہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی
کہ برذون پر سوار نہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اسواسطے کہ لغت عرب مین فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونون کو عام ہے
یہ عدم حنث اُس صورت مین ہے جب کہ قسم عربی زبان مین ہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو اسطرح کہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال مین حانث ہوگا
خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اسواسطے کہ اسپ دونون کو شامل ہے ہم فارسی کے مانند ہندی مین بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ مین نہین ولو حلف
لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی کذا قیل ولو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ او ... قسم کھائی کہ سوار نہوگا یا
مرکب پر سوار نہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب مین قریب آویگا کہ اگر قسم کھائی کہ
حیوان یا دابہ پر سوار نہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور کلام کی قسم مین ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ بفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ او لا ای وان ابتلعہ بغیر مضغ پھر
دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ مین پہونچانے سے اُسکو جو چبانے کے لائق ہو واسطے اپنے منہ کے چنانچہ پہونچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبا دے یا
نہ چباوے یعنے اگرچہ بدون چبانے نگلجاوے والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف کماء ونبیذ ولبن وعسل اور شرب یعنے پینا عبارت ہے پیٹ
مین پہونچانے سے اسکو جو لائق چبانے کے نہین از قسم پتلی چیزون کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل کا پیٹ مین پہونچانا واسطے منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو
ناک سے پانی کھینچکر پیٹ مین لیجانا یا پچکاری سے دوا پیٹ مین پہونچانا شرب نہین فقی حلفہ لا یاکل ہذہ البیضۃ حنث بلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم
مین کہ انڈا نہ کھائیگا اُسکے نگلجانے سے حانث ہوگا ہم انڈے کے مانند بادام اور پستہ ہے طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد بچہ انڈا ہے اسواسطے کہ کچا انڈا لائق
چبانے کے نہین وفی لا یاکل عنبا فلا یحنث بمصہ لان المص نوع ثالث ولو عصرہ واکل قشرہ حنث بدائع اور اس قسم مین کہ انگور نہ کھاویگا اُسکے عرق چوسنے
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے سوائے اکل اور شرب کے اور اگر انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اُسکے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع
کہ چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تہذیب القلانسی حلف لا یاکل سکرا فاکلہ بمصہ وفی عرفنا یحنث اور قلانسی کی تہذیب مین ہے قسم کھائی کہ شکر نہ کھائیگا
تو اُسکے چوسنے سے یعنی اور اُس لعاب نگلنے سے حانث نہوگا اور ہمارے عرف مین یعنی مصر کے رواج مین حانث ہوگا ہم اصل ستدراک یہ ہے کہ بعض عرف مین
چوسنے کو کھانا کہتے ہین تو موجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق مین حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم لمجرد معرفۃ الطعم وصل الی الجوف
ام لا فکل اکل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنے چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ پیٹ مین وہ چیز جاوے
یا نجاوے اور ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اُسکو بالعکس نہین یعنے ہر ذوق اکل اور شرب نہین تو اکل اور شرب مین اور ذوق مین عموم خصوص مطلق کی

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

نیت ہو و تمضمض للصلوٰۃ لایحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھیگا تو کلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح
کلی کرنے میں چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا الدلیل اور اگر چالعینے چکھنے سے کھانے کا
ارادہ کیا تو اسکی تصدیق نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ زید سے خالد نے کہا کہ آ میرے پاس روٹی کھا خالد نے کہا کہ میں تیرے پاس روٹی نا چکھونگا تو یہاں
تو یہاں القرینۃ سوال ذوق بمعنی اکل و شرب کے ہے کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ فقیدہ حانثہ باکلہ من ثمرہا المتمثلۃ ای یخرج منہا بلا
تغیر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر الا با الدبس المطبوخ و لا بالصل و غصن منہا الشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاونگا تو
متعین ہے حنث اسکی ان درختوں کے ثمر کے کھانے سے ثمر شار شلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے بلا تغیر صنعت جدید کے نکلے تو عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے
حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت میں ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت
کی طرف حالانکہ درخت کول چیز نہیں تو یمین لغو ہوگی یعنی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل کے اسکے ظاہر سے پھیر الیمین درخت سے پھل کا ارادہ کیا بالطریق مجاز یعنے سبب
سبب کا ارادہ سبب درخت ہے اور سبب پھل بشرط عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہے جو پھل کے دبانے سے نکلے و لبن بالکسر اس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کھجور اور
انگور سے ٹپکے چونکہ اسمیں انسان کو دخل نہیں لہذا اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے گھی کی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کھجور
اور انگور کا جو جوش دیا ہوا ہے لہذا اسکے کھانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ ثمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے
درخت میں پیوند کی اور اس طرح کے پھل کو کھایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجرۃ ثمرۃ تصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا
اشتری بہا ماکولا و اکلہ اگر اس درخت محلوف علیہ کے پھل نہ ہو تو یمین اسکی اس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت
سے کوئی کھانے کی چیز لیگا اور اسکو کھا دیگا و لو اکل من عین النخلۃ لا یحنث و ان نواہا لان الحقیقۃ مہجورۃ و لو المجیبہ واگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھا دیگا
کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیۃ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہاں
متروک الاستعمال ہیں ہم شارح کو لازم تھا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرہ وہ ہے جو بلا مشقت حاصل
ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہے جسکا حصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اسکو چھوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول میں
مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی البحر لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال الا منعت تبعا للتبیین وفیہ ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز
وفی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عادۃ فالمعنی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا او مخیلا میں ہے کہ اگر حالف بعینہ کھجور کے درخت
کے کھانے کی نیت کریگا تو اسکے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز میں کیونکر حانث ہوگا
مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اسکی تصدیق نہو بسبب تعین
معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے
اتنا زیادہ کیا ہے یعنے اگر تو کہے کہ انگور کے پتوں کو عرف میں کھاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میرا جواب یہ ہوگا کہ اہل عرف پتوں
کو پکا کر کھاتے ہیں یعنے اگر کچا کھانا رواج ہوتا تو البتہ صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی
قسم میں فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اسواسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہے تو یمین بعینہ اسی پر منعقد ہوگی نہ اسپر جو
اس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ و لا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبۃ و تمرۃ و شیراز [illegible]
واعیتا الیمین فتقیدہ اور اس قسم میں کہ نہ کھاونگا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہوگا ان کی حالت بدلنے میں تر کھجور کھانا

ہے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں جگا دہی کھانے سے اسواسطے کہ یہ صفات یعنی ابسریت اور رطوبت اور لبنیت باعث ہوسکتے ہیں قسم کھانے کے باختلاف فرحہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا ہم شیر از عبارت ہے خاکستہ یعنی دودھ کو جوش کرکے اسکا پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ اکبر سے نقل کیا کہ شیراز ایک قسم ترشی کا ہوتا بلکہ فقط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا بخلاف لا یکلم ہذا الصبی وہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کریگا پھر اُس سے کلام کیا اُسکے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو نہ کھاویگا پھر اُسکو کھایا جب کہ وہ جوان مینڈھا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم شرعاً ممنوع ہے تو مانع ہے ترک تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت بڑے سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول ودوم بچہ بھیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت الیمین وما لا یصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہوجاویگی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جسکو لیاقت نہیں داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا جیسا کہ لا اکلم رجلا فکلم شابا یمین نہ معرفہ میں جیسا کہ مسائل سابقہ میں یعنی لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرا او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ الی الیمین اور مجتبی میں ہے کہ قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولیگا پھر اسکا جنون جاتا رہا اور حالت اسکے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پھر وہ مسلمان ہوگیا اور حالت اُس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث تو اسکے زوال سے یمین بھی زائل ہوگی وسنذکرہ لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث وقیل لا کلا تکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکہل الی خمسین فشیخ اور اس قسم میں کہ مرد سے بات نہ کریگا پھر جالت لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اسواسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہیں قسم کھائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پھر اُس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اسواسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس کے بعد پچاس تک اسکو کہل یعنی ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈھا او لا یاکل ہذا العنب فصار زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر مالا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس تر انگور کو نہ کھاویگا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اسکے کھانے سے حانث نہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اسکے بعد کی مثالیں مصنف کے قول میں ہذا البسر پر عطف ہیں جس سے حالف حانث نہیں ہوتا او لا یاکل ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاویگا پھر وہ پنیر ہوگیا یا اس انڈے کو نہ کھاویگا پھر اُسکے بچے کھائے شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسی طرح فرخہا کا لفظ ہے اور متن کے نسخوں میں جو شرح سے معرا ہیں انمیں فرخہا کا لفظ ہے او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا او مشمشا لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھیگا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاویگا پھر جب وہ پھول بادام یا زرد آلو ہوگیا تو اسکو کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لانہ تمر مفتت وان ضم الیہ شئ من السمن او غیرہ بحرو فیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شئ یا کلہ الرجل فی مجلس او یشرب فی شربۃ فالحلف علی کلہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کے کہ کھجور کو نہ کھاویگا اسواسطے حیس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ تو اس کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ حیس

عبارت ہی کہ کھجور کے شیرے اگر چہ اُسکے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہی کہ جب قسم کھائی کہ یہ چیز معین کو نہ کھاؤنگا سوا اسمین سے کچھ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین قاعدہ کلیہ یہ ہی
جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اُسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اُسکے کل پر ہوگا یعنے اُسکے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار
مین کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اُسکے تھوڑے کھانے مین ہوگا وکذا الخبث او حلف لا یاکل لبسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل
زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاؤنگا پھر اُسنے پکی تر کھجور کھائی یا انگور کو
نہ کھاؤنگا پھر اُسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اسواسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہی ولو حلف لا یاکل رطبا
او بسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل لمذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاؤنگا یا قسم کھائی
کہ نہ پکی تر کھجور کھاؤنگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اُسنے محلوف کو کھایا اسکے ساتھ زیادتی کے ہم مذنب بکسر نون مشدد اُس کھجور کو کہتے
مین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہی جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اسکے بالعکس ہی کذا فی البحر عن المغرب ولا حنث لشراء
کباستہ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لو وجد
شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا اگر کھجور کے گودے کے مول لینے سے جسمین کچھ پکی کھجور بھی ہی اسطرح قسم کھانے مین کہ پکی کھجور کو خرید نہ کریگا اسواسطے کہ مول لینا
یکبارگی واقع ہوتا ہی اور مغلوب تابع ہوتا ہی غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنے اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاؤنگا پھر اُسنے گدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی
کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے ہم کباسہ بکسر کاف عرجون ہی اور
عنقود بھی اُسکو کہتے ہین یعنے خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اُسکو گوند کہتے ہین یعنی جس جگہ مین مجتمع ہوکر پھل پھیلتے ہین ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل
سمک الا اذا نواہا ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس علے وتد فجلس علے جبل مع تسمیتہا فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف
اور حنث نہین اس قسم مین گوشت نہ کھاؤنگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا گوشت کے لفظ مین تو البتہ
حانث ہوگا اور اسمین بھی حنث نہین کہ دابہ یعنے چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھے گا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ
قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہی حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حالف کا عرف پر ہی نہ اطلاق قرآنی پر وفی البیان
فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین مین ہی اس قسم
مین کہ جاندار پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اسکو نہر الفائق مین رد کیا ہی اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہی مانند عرف قولی کے ہم
تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہی کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو
شامل ہی اور عرف عملی یعنے انسان پر سوار ہونے کی عادت نہین ہی مخصص انسان کا نہین ہو سکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح
نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہی کہ حقیقت متروک ہوتی ہی عادت کی دلالت سے اور عادت عبارت ہی عرف عملی سے اور تحریر مین ہی کہ عرف عملی مخصص
ہی حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہی کذا فی النہر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر
لحم ہذا فی عرف اہل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا وفیہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور
پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہی لیکن یہ عرف کوفیون کا ہی اور ہمارے عرف مین کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین
کہتے کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنے حلف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار
لازم ہی عرب کا عرف اُسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین مصرح ہی کہ مفتی پر واجب ہی کہ بموجب عادت اُس شہر کے فتوی دیوے یمین قسم

حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہے کہ سر اور پائے گوشت ہیں اکل کی یمین میں نہ مول
لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو سر کلہ پائے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدیگا تو اُنکے مول لینے سے حانث
نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اس قسم میں کہ اس گدھے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی کرایہ پر واقع ہوگی
یعنے اسکا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاویگا تو قسم اُسکی صید یعنے شکار پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع
ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بھینس کو یعنے اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نہ کھاویگا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث
نہ ہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو کچا گوشت کھانے
سے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچا کھانے کی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاویگا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے دُنبوں کے
گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء
اتفاقا والالیۃ والعظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نہ کھاویگا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین
کہ انکے نزدیک اُسکے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتوں کی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے
سے باتفاق حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جسکے ساتھ گوشت ملا ہوا اور اگر چربی گوشت
سے علیحدہ کیا تو اسمیں امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اسکے کھانے سے حانث نہ ہوا اور اگر فارسی زبان میں ہو تو حانث ہوگا اسواسطے
کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم ہو علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اُسکے کھانے کی یمین کی مانند ہے حکم
میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی کو خرید نہ کریگا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنے
پیٹ اور آنتوں کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ فی حلفہ لا یاکل
او لا یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نہ کھاویگا یا خرید نہ کریگا دنبہ کی چکتی کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور
گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا ولو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیئۃ فلا
یحنث لا بالنیۃ فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہوں کو نہ کھاویگا اُسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہوگا مگر بعینہ گیہوں کے چابنے سے حانث ہوگا
اگرچہ گیہوں بھونے ہوں جیسے اُبالے گیہوں چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہوں چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر
وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ولتعیینہ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان
ولو نیئۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیئۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ
یہ کہ کہے کہ اس گیہوں کو نہ کھاویگا اور اشارہ کرے گیہوں کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اسکو نہ کھاویگا بدون ذکر کرنے
گیہوں کے تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہوں کھاوے یا اُسکی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہوں نہ کھاویگا
بلا اسم اشارہ تو اُسکے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر
حالف نے گیہوں کو بویا تو اُسکے کھیت سے جو گیہوں پیدا ہونگے انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ
کالعصیدۃ والحلوی لا بالسف فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاویگا تو حانث ہوگا اُن چیزوں کے کھانے
سے جو اس سے بنتی ہیں جیسے روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنے لپٹی اور کاچی اور حلوا ... خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اُسکی وجہ بعینہ

کھجور کے درخت کہانے مین مذکور ہو چکی یعنے کچا آٹا کھانا عرف مین متروک ہو مجازی معنی متعین ہو گئے **والخبز ما اعتادہ اہل بلدہ فالشامی بالبر والیمنی**
بالذرۃ والطبری بخبز الارز وبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی
یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کہانے کی اُس شہر والون کو عادت ہوگی جسمین قسم کھانے والا رہتا ہو تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی
کہانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چانول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور بعض گانو کا
رہنے والا جو کی روٹی کہانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کہانے والا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اُسکی یہی عادت رہی وہان بھی کہ سوائے جو کے گیہون کی
روٹی نہ کہائی تو حانث نہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہون کی ہو اسواسطے کہ اُس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہو در باب یمین اُسکے حق مین کذا
فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا من عجنتہ وہیاتہ للضرب ظہیریہ قسم کہائی کہ فلانی عورت کی روٹی
نہ کہاویگا تو یہ قسم اُس روٹی پکانے والی کی طرف پھیریگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہے نہ اُس عورت کی طرف جسنے اُس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور مین لگانے کے
واسطے تیار کر دیا **کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا القطائر والثرید ولو بدہا دقۃ او فتہ لانہ لا یسمی خبزاً** اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ
ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اُسکا نام قطائر اور ثرید اور ملیدہ ہے ہم رقاق جمع ہو رقیق یعنے پتلی روٹی جسکو چپاتی
بولتے ہین اور قطائر جمع [illegible] قطیر ایک قسم کی روٹی کا نام ہو اور ثرید اُسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑ کر شوربے مین تر کیجا وے **وحنث فی لا یاکل طعاماً من طعام فلان**
باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزاً اور اس قسم مین کہ کوئی کھانا نہ کہاویگا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا
اُسکے سرکا اور اُسکے روغن زیتون اور اُسکے نمک کے کہانے سے اگرچہ اُسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کہاوے اور اگر اُسکا نبیذ یا پانی لیا اور اُس سے
روٹی کہائی تو حانث نہ ہوگا ہم ہرچند طعام لغت مین ہر ماکول کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور روغن زیتون کو طعام
نہین بولتے تھوڑی نے کہا تو عرف مین بدون پختہ کہانے کے حانث نہوگا **کذا فی الطحطاوی** نبیذ عبارت ہو خیساندہ تمر اور انگور وغیرہ سے **وسنی لا یاکل**
سمناً فاکل سویقاً ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عین السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم مین کہ گھی نہ کہاویگا پھر اُسنے گھی سے ستو کہائے اور اُسکی قسم
مذکور مین مخلوط گھی کہانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہون کہ اگر اُنکو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہوگا **کذا فی الجوہرہ** ہم اور
اگر اُسنے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہ ہو **کذا فی الطحطاوی و فی البدائع لا یاکل طعاماً فاضطر لمیتۃ فاکل لم**
یحنث اور بدائع مین ہو قسم کہائی کہ کھانا نہ کہاویگا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا اور اُسنے اُسکو کھایا حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ مردار طعام نہین **والشواء**
والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہین بہونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر ہم
ہرچند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بہونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم مین
شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کہائی کہ شواء یا طبیخ نہ کہاویگا تو بہونے چانول اور آبالی دال یا چانول کہانے سے حانث نہ ہوگا
ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو دک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے
ساتھ اُنکے عرف قدیم مین تھا اور ہمارے عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ
ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبے سے نقل کیا ہو ہم لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہو کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل
نہین تو اُسکے کہانے سے حانث نہ ہوگا **و فی النہر الطعام لعم ما یوکل علی وجہ التطعم کخبز و فاکہۃ لکن فی عرفنا لا** اور نہر الفائق مین ہو کہ طعام عام ہو ہر چیز
کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کہائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف مین ان اشیاء کو طعام نہین کہتے ہین

اور کہتے ہین اور ہندی مین اوسکو بیزری کہتے ہین جو فلانی تنوری کا مشہور ہے ۱۲

کلہ دار اس یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبار العرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کے ہم قسم کھائی کہ سر نہ کھاویگا تو اُس
سر کھانے سے حانث ہوگا جو اُسکے شہر میں بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط گائے
بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت
شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زرد آلو اور مانند اُسکے چنانچہ انجیر اور شفتالو
اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب و قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اُسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہو کر بطریق
تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیرین لیموں اور گنّا اور
بیر میوہ میں داخل ہیں کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہیں لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما فلا خلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث باکل مایعد فاکہۃ عرفا ذکرہ
الشمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہیں اور یہ اختلاف امام اور
صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اُسکے کھانے سے جسکو عرف میں میوہ شمار کرتے ہیں شمنی نے ذکر
کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اُسکو مسلم رکھا ہے والحلوی ما لیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اُسکو کہتے ہیں جسکا
ہم جنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد
اور شکر کی کوئی قسم ترش نہیں اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاویگا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا ہوتا ہے خبیص اُس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور اور
گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس فی کل بلاد فلا حنث فی فانید وعسل وسکر کما افادہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی
حقیقت میں لوگوں کی عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہروں میں تو فانیذ اور شکر کے کھانے سے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ظہیریہ سے نقل
کیا ہے ہم اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاویگا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث
نہ ہوگا اسواسطے کہ عرف میں شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے ہیں فانیذ ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی
چیز ہے لیکن ہمارے عرف میں حلوا شہد کو کہتے ہیں جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اُسکو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تا کہ بستہ
ہو جاوے کذا فی النہر ہم ہندوستان کے عرف میں حلوا عبارت اُس سے ہے کہ میدہ یا آٹا یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اسمیں میوے مخلوط ہوں یا نہ
ہوں والادام ما یصطبغ بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جسمیں روٹی ڈبو کے اصطباغ
جنس اسپر صادق ہوتا ہے سبب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے گھل جانے نمک کے منہ میں تو اختلاط روٹی کے ساتھ
حاصل ہو جاتا ہے ہم شارح نے یہ دفع دخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اُسکا نام ہے جو روٹی کے ساتھ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہے اسمیں اختلاط
کہاں ہوا سو یوں کہ نمک منہ کے اندر گھل کر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اُسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہیں امام
اور ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہیں جسمیں روٹی ڈبوئی کذا فی المنح وقال محمد ہو ما یوکل مع الخبز غالبا وہو اظہر کما فی البحر عن التہذیب
اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے
ہم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی کو لیا ہے اسواسطے کہ ادام موادمت سے ہے
اور موادمت بمعنی موافقت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اسکے تو موجب
قول ثانی ہے گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائر الفواکہ

بکل

لا

لیس اداما الا فی موضع یوکل تبعا للخبز غالبا اعتبار اللعرف اور بحر الرائق مین ہی کہ جو چیز تنہا با آمیزش کھائی جاتی ہو اگرچہ خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور
اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہین ہین مگر اُس مکان مین البتہ ادام ہین یہ اکولات جہان روٹی کے ساتھ کھائے
جانے ہین اکثر بنا بر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبۃ فاکہۃ ویابسۃ ادام اور بدائع مین ہی کہ تر اخروٹ میوہ ہی اور خشک ادام ہو فروع مسائل
ملحقہ شارح کے حلف لا یاکل طعاما الاخر لیصلاوا لآخر فلفلا فطبخ حسوفیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا الا صاحب الفلفل لانہ لا یوکل الا کذا وبہذا ان وجد طعمہ
یراد فی الزعفران رؤیتہ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاویگا پھر حریرہ پکایا گیا جسمین یہ سب چیزین
ہین سو تینون شخصون نے اُسکو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سواے صاحب فلفل کے اسواسطے کہ سیاہ مرچ نہین کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہوکر
اور یہ حانث ہونا اسوقت ہی جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہی اور زعفران کی قسم مین خود زعفران کے کھانے مین نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے
یعنے اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آویگا تو حانث نہ ہوگا ولی لا یاکل لبنا فطبخ بارز ولا ینظر الے فلان فنظر الے یدہ او رجلہ او علے راسہ لم یحنث والی
راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اُس قسم مین کہ دودھ نہ کھاویگا پھر دودھ کو چانول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھیگا پھر اُسکا
ہاتھ یا پانؤن یا اُسکا سینہ سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اُسکا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا ہم فتاوی عالمگیری مین منتقی اور محیط سے منقول ہی
کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہی اور پیٹھ کے دیکھنے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہی طحطاوی نے کہا تو معلوم
ہوا کہ شارح کے کلام مین واو بمعنی او ہی و فے المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے مین حانث ہوگا ہاتھ اور پانؤن کے چھونے سے عرض علیہ
الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الصیرفیۃ وغیرہا قال المصنف وہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لا یصیر حالفا ہو الاہم
ثم فرع ان ما یقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لا یصح علے الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اُسنے کہا ہان تو
مجیب حانث ہوگا قول صحیح مین کذا فے الصیرفیۃ وغیرہا مصنف نے شرح مین کہا کہ یہی مشہور ہی اکثر کتب فقہ مین یعنے ہان کا صحیح
ہونا ہان کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد مین یعنے صاحب بحر کے فوائد مین تاتارخانیہ سے منقول ہی کہ ہان کہنے سے حانث نہین ہوتا ہی یہی قول
صحیح ہی پھر صاحب بحر نے اسپر تفریع کی کہ جو تعلیقات قاضیون کی کچہریون مین واقع ہوتی ہین کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہی اسطرح کہ اگر
تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہی پھر زوج کہتا ہی کہ ہان تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہین بنا بر قول صحیح کے ہم معلوم ہوا کہ ہان کی
کی تصحیح مختلف ہی لیکن ظاہر امعلوم ہوتا ہی کہ قول اول اصح ہو بدلیل شہرت چنانچہ اسکی تائید آخر کتاب الیمین مین آویگی واللہ اعلم التغدی الاکل المترادف
الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولا بد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غدا وعشاء وسحور تغدی یعنے اول روز کا کھانا عبارت ہی پورے کھانے سے جس سے
آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہوگا اور اسیطرح تعشی یعنے آخر روز کے کھانے مین اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہی اور ضرور ہی
آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور سحور مین ہم غدوہ عبارت ہی اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بالفتح اول وہلہ اول روز کے
طعام کو کہتے ہین اور عشا بالفتح اول وہلہ آخر روز کے طعام کو بولتے ہین اور سحور بالفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہی فی وقت خاص ہو ما بعد طلوع الفجر وفی البحر
عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر لیسمونہ فطورا آما الے ارتفاع الضحے الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم ثالث
وکذلک اہل الشام الی زوال الشمس تغدی عبارت ہو وقت خاص مین کھانے سے اور وہ وقت خاص ہی بعد طلوع ہونے فجر کے
آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق مین خلاصہ سے منقول ہی کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہی کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد
ہی بسبب عرف کے نہر الفائق مین اتنا زیادہ بیان کیا ہی کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہین یعنے طلوع آفتاب سے ڈیڑھ پہر دن چڑھنے تک

پھر اُسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر مین اُنکے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اور اسیطرح اہل شام بطور اور غذا کا وقت بعد اُسکے
ہین ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہین اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہین تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑھے
کے بعد ہوتا ہے ثم لا بدان یکون مما یتغدی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغذی مین یہ ضرور ہے کہ ویسا کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے
کھاتے ہون وغدا ء کل بلدۃ ما تعارفہ اہلہا حتے لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر مین اول روز کے کھانے سے
وہ کھانا مراد ہے جو وہان کے لوگون مین رائج ہو یہان تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہوجاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح
الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیون کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہان کے شہریون مین یہ عادت نہین اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھچڑی سے پیٹ بھر لیگا
تو حانث ہوگا بسبب اُنکے عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر قلت وہو فی عرف
مصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنے آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک اور بحر الرائق مین اسبیجابی سے منقول ہے
کہ ہمارے عرف مین عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام مین عادت ہے ہم اور اہل ہند مین عشا اکثر مغرب کے بعد پہر رات گذرنے
معمول ہے والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان
اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شئ
اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل میاہ العالم حتے لا یحنث اصلا لبنیۃ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر مین کھاؤن یا مین بولا
کہ اگر مین پیون یا پہنون یا نکاح کرون اور مانند اس قول کے جسمین فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز
کی یعنے روٹی کے اکل مین اور دودھ کے شرب مین اور روئی کے لبس مین مثلا تو اُسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے
اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا کہ دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور مین اگر سب کھانون
اور سارے عالم کے پانیون کی نیت کریگا تاکہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنے فعل مین عموم تو ثابت تھا اُسکو
اُسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم لا ان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت
شیئا دون شئ لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور مین مفعول کو ملایا یعنے یون کہا کہ
اگر مین طعام کو کھاؤن یا پینے کی چیز پیون یا کپڑا پہنون تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی جبکہ قائل یون کہے کہ مین نے مثلا طعام سے روٹی کا ارادہ کیا
نہ گوشت کا اسواسطے کہ اُسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی
مین عام ہوگا ہم شرط مثبت مین حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یون کہنا ان لبست ثوبا راجع ہے لا البس ثوبا کی طرف لیکن یہ تاویل خلاف ظاہر ہے
لہذا قاضی اُسکو قبول نہ کریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ اسے نے ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص
الجنس کحبشیۃ او عربیۃ لا الصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ نیت صحیح نہین ہوتی مگر ملفوظ مین مگر تین صورت
مین بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل مین اور تخصیص جنس مین جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت مین جیسے کوفی یا بصری عورت
کذا فی الفتح ہم یعنے اگر قائل نے کہا کہ اگر مین نکلون یا زید کو اپنے پاس رکھون تو غلام آزاد ہے پھر اُسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے
ایک کوٹھری مین رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح
کی ہوتی ہے یعنے ایک کوٹھری مین ساتھ رہنا یا ایک گھر مین یا ایک شہر مین اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اُسنے حلف کیا

کہ عورت سے نکاح نہ کریگا اور اُسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع
سے ہوئی اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہ ہوگی اسواسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہے عورت کی اور
حالانکہ صفت مذکور نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعاً فلو قال
کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا بہ یفتی
خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر اُسنے کہا کہ میں نے
فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاء اُسکی تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسیطرح جسنے ایک
انسان کے درم غصب کیے پھر جب مدعی نے اُسکو عام قسم دلائی تو اُسنے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاء بخلاف
خصاف کے کہ اُسکے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاء دونوں طرح درست ہے ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اسواسطے کہ خدا کی قسم میں قاضی کا حکم جاری نہیں
چنانچہ شارح بیان کریگا صورت قسم لینے کی یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اُس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب
کیا ہو تو اُسکی عورت کو طلاق ہے پھر اُسکا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اُسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعوی
کیا یعنی کہا کہ میں نے [illegible] وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اُسکی تصدیق نہ کریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق
کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلفہ ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے
قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہے تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص عام
کی دیانۃ صحیح ہے اور اگر اخذ قضاء مراد ہے تو اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہیں اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاء بقول خصاف اسکے معنی ہے یہ اُس صورت میں ہے کہ جب اخذ کا
فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اُسکا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ضمائر کی اسپر علاوہ ہے تو بھی قاضی کو حکم
کرنا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتوی ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے
یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتوی دے لیکن اسمیں بھی خلل ہے کہ مفتی کو فتوی بالدیانۃ بھی جائز ہے یا نہیں اور معلوم ہو چکا ہے
کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہر صورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ
لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہانے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت میں
اُسکو اختیار ہے اگر حالف مظلوم ہوا اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے
شخص کو سو اسنے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوائے اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا
مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے تو اگر حالف مظلوم ہے تو اُسکی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا یہ اُس صورت میں
ہے جب گذشتہ پر قسم ہوا اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی لا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں ہم اسواسطے
کفارہ یمین حق اللہ ہے اُسمیں حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف سے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا
تعلق نہیں اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہو سکینگے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شئ یمکن فیہ
الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیئیگا اُس شئ سے جسمیں منہ ڈال کر پینا ممکن
ہے جیسے نہر دجلہ یا لبالب تغار سے تو یمین اُسکی اُسمیں منہ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہاں تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اُٹھا کر

پیے گا تو حانث نہ ہوگا دُرّی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس شرطاً ورجحہ فی البحر۔ الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں ہم کرع لغت میں اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال پیر اکارع کے پانی میں نہیں پیتا غالباً بعد اسکے کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منھ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پاؤں نہ ڈالے کذا فی المنح الاکارع جمع کراع بالضم بمعنی پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں وفیما لا یتاتی فیہ الکرع کالبیر والجب یحنث بالشرب بالاناء مطلقاً سواء قال من البیر او من ماء البیر لتعین المجاز اور جسمیں منھ ڈال کر پانی پینا نہیں ہو سکتا جیسے کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی میں ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا یشرب من البیر کہا ہو یا لا یشرب من ماء البیر بولا ہو بسبب معین ہو جانے مجاز کے ہم جب منھ لگا کر پانی پینا متصور نہ ہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنے برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے یعنی منھ ڈال کر پینا اور ہوتے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہلا بڑا مٹکہ ہے جسکو مٹھو اور گولی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہم کہ لبالب پانی سے بھرے نہوں والا منھ ڈال کر پانی پینا متصور ہوگا و لو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منھ ڈالکر اسمین سے پانی پیا جسمین کرع نہیں حاصل [illegible] مثلاً کنوئین میں اترکے کرع کیا تو حانث نہوگا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے ارکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین لو مطلقۃ و بقائہا اذ لا بد من تصور الاصل لتنعقد فی حق الخلف وہو الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمانہ مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اسکے باقی رہنے کے اگرچہ طلاق کی یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھیے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہیں ہم لہذا یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہیں ہو سکتا مگر اسی چیز میں جسکا وجود ہو سکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ففی حلفہ لا یشربن ماء ہذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء وصب ولو بفعلہ او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل و اطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء اولا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم میں کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج مقرر پیوں گا اور حالانکہ اسمیں پانی نہیں یا اسمیں پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اسی دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنی اسمیں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونیکا اسکو علم ہو یا نہ ہو قول اصح میں ہم جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقائے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات لصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنے یوں قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اسمیں پانی تھا سو اسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق میں بمجرد فراغت ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقت میں تو وجوب بر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل لیل یمین موقت میں حانث نہیں ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصلی الصبح غداً فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اسکی یعنے امکان بر یمین کے بہت فروع ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھیگی تو تو ایسی ہے یعنے مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث

بیان تکلف

الحاصل

حانث نہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کی شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم ترد الی الدینار الذی اخذتہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور اسکا ترجمہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی جسکو تو نے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہان وہ دینار زوج کی تھیلی مین ہے تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیر دینے کے نہین ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال الوطی ان وہبتیہ فانک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا انقضی الیوم لم یحنث الوطی لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع ردتہ بخیار الرویۃ اور اسکا ترجمہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجکو ہبہ نہ کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی خلاصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لیکر اسپر قبضہ کرے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع سے یعنی جب اسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اسکی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا فائدہ یہ ہے تا پھیر نا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے [illegible] انمین یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاویگا سو رات ہونے سے پہلے اسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ دیگا یا اسکو نہ ماریگا یا اس سے بات نہ کریگا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کھائی کہ اگر اس رات کو اس گھر مین سو وے تو عورت اسکی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہوچکی تھی اور اسکو علم نہ تھا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی نوم ہے سو اب متصور نہین کذا فی الطحطاوی وعن الثمرۃ فی حلفہ واللہ لیصعدن السماء ولیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال الا مکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقتہ الیمین لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم مین کہ واللہ مقرر چڑھیگا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کردیگا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنابر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کے موقت کریگا تو جبتک وہ وقت نہ گذر جاویگا حانث نہ ہوگا ہم آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین ثابت ہے اور اسی طرح پتھر کا سونا ہوجانا تحویل الٰہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنابر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ درصورت پانی نہ ہونے کے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی حیرۃ الفقہاء قال لامرأتہ ان لم اصعد الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا ینصب سلما ثم یصعد الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر وجوبہا علی قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب حیرۃ الفقہاء مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آج کی رات آسمان پر نہ چڑھ جاؤن تو تجکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حقتعالی یعنی چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف مین گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاویگا تو حانث نہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا بنی علیہون کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین مین گذر چکا ہے تو جس نے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اسنے بنا یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسی طرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اُسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اُس میت کا بعد زندہ کردینے
حق تعالیٰ کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالماً بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علیٰ حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت
مس السماء فعبدی حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اُس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اُسکے قتل کی قسم کھانے سے اسواسطے
کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اُس حیات پر جو اُسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہین بالفرض اگر حق تعالیٰ نے اُسکو زندہ بھی کر دیا تو یہ
زندگی وہ زندگی نہین جسپر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان مین مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر مین آسمان کا چھونا چھوڑ دون
تو اُسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہین امر غیر مقدور مین یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے
عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کریگا
پھر اُسکو پکارا اور وہ سوتا تھا سو اُسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اُسکے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی ایقاظ
شرط نہین حنث کی ولو مستیقظاً حنث لو بحیث یسمع ویشترط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولاً ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق بلا نیۃ
الاستئناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اُسکے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ اُسکی آواز کان لگا
سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندا منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھسے کلام کرون تو تو طالق ہے سو تو
جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تاوقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہا بدون فے اور واو
کے تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہین ہم فاذہبی یا واذہبی بسبب فے اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت
استئناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اُسمین کوئی حرف وصل نہین تو بسبب استئناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد
اسماعہ الحالف علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ ای دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور
اگر سنانے کا قصد نہو تو بدرجہ اولیٰ حانث نہ ہوگا ہم حانث اسواسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہین ہوتا اور دلیل اسکی وہ روایت ہے
کہ عبدالرحمن بن عوف رضی نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رض سے نہ کلام کرینگے تو جب عبدالرحمن اُنکی طرف ہوکر نکلتے تھے تو جو مطلب ہوتا تھا وہ یون کہتے تھے
کہ ای دیوار ایسا کر اور ای دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہین بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث مین چنانچہ بحر الرائق
مین مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کریگی تو تجھکو طلاق ہے پھر جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا اور اُسکے پاس ایک لڑکا تھا تو
تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہانتک کہ اُسکے بھائی نے سنا تو اُسپر طلاق واقع نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے بھائی سے
شکایت نہین کی کیونکہ اُسکی طرف مخاطب نہین ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کریگا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بھی تھا سو حانث ہوگا
اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کریگا تو دیانۃً اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ
بائین طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ مین دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سال محمد حال صغرہ
ابا حنیفۃ فیمن قال لآخر واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابوحنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسناً یا شیخ فنکس ابوحنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت
فقال ابوحنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسناً او احسنت اور سراجیہ مین ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت مین امام ابوحنیفہ سے
اُس شخص کے حق مین جسنے دوسرے سے کہا واللہ مین تجھسے کلام نہ کرونگا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا ای شیخ خوب
تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دوبار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ وہ لفظون مین سے

کونسا لفظ میرے واسطے دردناک ہی اُسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا محمد سے سوال کیا گیا در امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہی یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہی
تو یہ مطلب ہی کہ تجھسے تین بار کلام نہ کرونگا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا کہ کچھ کہا ہو اپنے حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے
متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہی کہ حالف نے تین باریہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب میں کہا کہ تامل کرکے جواب
دیجیے اور جھینپ کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے
سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دوبار حنث ہوا اور لفظ حسنا کہنا اسواسطے کہ وہ حاوی ہوا کہ عدم
تامل مجیب پر دلالت کرتا ہی اور احسنت کہنا اسواسطے بُرا معلوم ہوا کہ علم مسائل پر دلالت کرتا ہی یعنے مسائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال
کیا اور چونکہ حالت طفلی میں یہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بے ادبی اور شیخ کی حشمتی ثابت نہیں ہوتی او حلف لا یکلمہ الا باذنہ فاذن لہ ولم
یعلم بالاذن فکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیقتصر علی العلم یا قسم کھائی کہ اُس سے کلام نہ کریگا مگر اُسکے اذن سے سوا سے اذن دیا اور حالت
کو اُسکا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اُس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذان سے اور اذان کے معنی اعلام ہی تو اذن بھی علم
منحصر ہوا ہوا اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہی کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہی مصنف
نے اپنی شرح میں کہا یا اذن ... نے الاذن سے ماخوذ ہی پھر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی
من اعمال القلب فیتم بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اسکی رضامندی سے سو وہ راضی ہوگیا اسکے کلام سے اور حالف کو اسکی رضا کا علم
نہ ہوا پھر اُسنے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہی تو اُسکا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اسمین شرط نہیں
الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکنایۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث
نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کریگا پھر اُسکو خط لکھا یا اُسکی طرف پیام بھیجا یا اُسکی طرف آنکھ
یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا فکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلۃ شم الریحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ میں ہی قسم کھائی کہ اُس سے نہ کہونگا ایسا پھر اُسکی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو فرق
ہوئی قول اور کلام میں کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہی کہ قول مانند کلام کے
ہی یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ہم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہی کہ کلام اور قول کتابت سے
ثابت نہیں ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہی کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونوں
کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا
اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا کہ الافشا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا
تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہی اور کلام سے بھی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ
ایضا اور اظہار اور افشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہی اور اشارہ کرنے سے بھی ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں اشاہ یون ہی اور بحر الرائق
میں افشاء ہی فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسلیئے اگر عدم اظہار وغیرہ
کی قسم کھائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اُسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک ... لا یبشرہ او لا یقرہ
یحنث بالکتابۃ اور اس قسم میں کہ اُسکو نہ بشارت دیگا یا اُسکو بشارت نہ دیگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی ... ان فلانا قدم

بالکنایۃ کلام باللسان ۱۲

ونحوه یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا بانند اسکے تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا صدق اور کذب
سے یعنے اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب ہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوه فعلے الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس القدوم
کما حققناه سفے بحث البا من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا بانند اسکے خبر کریگا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ با
بارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب مین ہمنے اسکو محقق کیا ہے بارجارہ کی بحث مین یعنے بارجارہ الصاق کے واسطے
موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا
اخبار بالکذب اسمین مراد نہین ہو تا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنے ان فلانا قدم مین بارجارہ مقدر ہے اسواسطے کہ حذف جار کا ان سا اکثر
مطرد ہے تو چاہیے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہو و کذا ان کتبت بقدوم فلان کما سیجیٔ سفے الباب الآتی اور اسی طرح فقط
صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلان کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسال الرشید محمدا عمن حلف لایکتب
الے فلان فاومی بالکتابۃ ہل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان مثلک اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمدؒ سے کہ جینے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو
نہ لکھیگا پھر اُسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمدؒ نے کہا ہان یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو مع
کہ بادشاہ خود نہین لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہے کہ اشارہ اور ایما سے حاکرتے ہین لا اکلمہ شہرا فمن حین حلف
قسم کھائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا و مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فعلے باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو
معرفہ مذکور کیا یعنے یون کہا لا اکلمہ الشہر تو اُس مہینے کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلاً پچیسوین تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی مین اگر
کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتکفن او لاصومن شہرا فالی التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ رکھونگا تو حالف
کو تعیین کا اختیار ہے چاہیے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہیے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے ھم اور یہی حکم ہے سال اور
دن کا اور یہ ایک نہین ہے کہ اگر مثلاً چہار دن سے یہ قسم کھائی کہ ایک دن کلام نہ کریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے
دن پھر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیہا ینافی الابد لاخراج ما ورائہ وفیما لا ینافی لامد الیہ زیلعی اور فرق کلام
اور اعتکاف مین یہ ہے کہ ذکر وقت کا اُس فعل مین جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین وہان
ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اسوقت تک کذا فی زیلعی مثلاً اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ
ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کا اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ
واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لا یتکلم فقرا القران او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقاً قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا پھر اُسنے قرآن
پڑھا نماز مین یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسکو عرف اور شرع مین متکلم نہین کہتے کذا فی الفتح
وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ فی البحر ورجح سفے الفتح عدمہ مطلقاً للعرف وعلیہ الدرر والملتقے بل سفے البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ القرآن
الکتب سفے عرفنا انتہے او قوله فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من الترتیب التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القاری درس الکن یعکر علیہ ان الفتح
واما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہے نعیر المنظوم اوسے فتامل اور اگر قرارت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ
اسی کو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقاً خواہ قرارت اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج
نماز خواہ ہندی یا عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب فلانیہ سے منقول ہے کہ حانث نہین

ہوتا کتابوں کے پڑھنے سے ہمارے عرف میں انتہی کلامہ اور قوی کیا ہو فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ میں اسطرح لیکن تجھیر اکثر یہ ہو تصحیح حنث کا تردد کرنا لازم نہیں
باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہو پڑھنا لگا القائے یعنی شاگرد کا پڑھانا بھی کلام میں داخل نہیں مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے قیاس
ہو صاحب بحر کا لیکن قیاس مذکور بردارد ہوتا ہو جو فتح القدیر میں ہو یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اسواسطے کہ شعر کلام منظوم ہو انتہی کلام النہر تو
غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرو تامل کی وجہ یہ ہو کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے جیسا کہ
درس ہو بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرارت کتب پر غیر مسلم ہو کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءۃ
فی الصلوٰۃ او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھیگا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملۃ فان نوی
ما فی النمل حنث والا لا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرارت سے سورہ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا
اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قرارت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لا یقرأ سورۃ
کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی صورت یا فلانے کا خط نہ پڑھیگا تو اسمیں نظر کرنے اور اسکا مطلب
سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہو کذا فی الواقعات اسواسطے کہ نظر اور فہم قرارت نہیں حلف لا یکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل
لا یمتد فہم قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل
سے جسکو امتداد نہیں تو لیل اور نہار دونوں کو شامل ہوگا ہم کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت
مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہو لہذا لیل و نہار دونوں کو شامل ہوگا لیل و نہار کو جدیدین اسواسطے کہتے ہیں کہ تجدد کے کہا الطحطاوی نے کہا کہ مصنف کی مثال
صحیح نہیں اسواسطے کہ لا اکلم فلانا الیوم کا یہ حکم ہو کہ یمین باقی دن تک ہو رات کو شامل نہیں اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہو کہ اگر حالف نے مثلا پہر دن چڑھے کہا
لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہیگی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاویگی اور جو مثال اسکی کنز وغیرہ متون میں ہو یوں ہو یوم اکلم فلانا فعلی الجدیدین
فان نوی النہار صدق لانہ الحقیقۃ اگر شامل مذکور میں نیت نہار کی کریگا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لیگا تو اسکی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی اور قضاء بھی اسواسطے
کہ نہار حقیقت ہو یوم کی تو درصورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت میں لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فہذا
علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس رات کہ میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی
بسبب مستعمل نہ ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں ہم یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب میں لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہو خلاصہ جواب یہ ہو کہ
بلفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہو نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زید او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا فکلمہ
قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو بعدہما لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر میں عمرو سے کلام کروں مگر یہ کہ زید آوے یا یہاں تک کہ زید آوے
یا یوں کہا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اینکہ زید اذن دے یا یوں بولا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس سے بات کی قبل قدوم
زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمرو سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت
عدم کلام کے ہم یمین باقی رہتی ہو قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہو بعد غایت کے تو بعد انتہائے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو ظاہر
ہو مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہو اسواسطے کہ اصل الا میں استثنا ہو لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازا مستعمل ہوتا ہو جب کہ استثنا متعذر ہو
کہ استثنا اور شرط اور غایت میں مناسبت ہو کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہو مابعد کے کذا فی المنح وان مات زید قبلہما سقط الحلف اور اگر زید مر گیا قبل
قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہو گئی اسواسطے کہ بر یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بما خیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امرأتہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن الغایۃ

بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فالطلاق یقید وبہ بل ہوتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بنا فرجزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین جزا کو مقدم کرے سو یون کہے کہ اسکی عورت مطلقہ ہو گرییہ کہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اسکا محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے واقع ہوگی بلکہ اسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی

باذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقطہ والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بہا خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ مین تجھسے نہ بولونگا یہان تک کہ فلانا زید مجھکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ مین تجکو نہ چھوڑونگا یہان کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرض دار نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا قرض آج ادا کرینگا پھر زید مرگیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرض دار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجائیگی اور اصل سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اسکے فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ ما زال وما دام وما کان غایۃ تنتہی الیمین بہا فلو حلف لا یفعل کذا ما دام بنجاری فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ ما زال اور ما دام اور ما کان کا غایت کے واسطے ہے تو یمین اسی کے ساتھ آخر ہوجاویگی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نہ کرینگا جب تک بخارا مین رہیگا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہین پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جسکے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام ما دام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسی طرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاویگا جب تک کہ فلانے کی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اس طعام سے کچھ بیچا تو الباقی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اذہب بک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقہ بعدہ بحر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یون کہا کہ تجکو نہ چھوڑونگا یہان تک کہ تجکو حاکم کے پاس لیچلون آج کے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پھر وہ دن گذر گیا اور اسنے اسکو چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اسکو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اسی دن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال انکارہ کما سیجئی فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر قسم کھائی اسکی کہ مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ کھینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پھر اقرار کیا اسنے مال کا یا مدعی کے شاہد ظاہر ہوگئے تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تھا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ او ابنہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد ونحوہ مما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے کے مثلا زید کے غلام سے کلام نہ کریگا یا اسکی زوجہ یا اسکے دوست سے یا اسکے گھر مین نہ داخل ہوگا یا اسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اسکا کھانا نہ کھاویگا یا اسکے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے سے دوست

الی بعضہ

انکارہ

نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشہر وراس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرۃ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہو واول الشہر الی
ما دون النصف وآخرہ اذا مضی خمسۃ عشر لیا فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر اول
شہر نصف مہینہ سے کم تک ہے اور آخر شہر اسوقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز مین اور اول شہر کے آخر
دن مین روزہ رکھیگا تو پندرھوین اور سولھوین تاریخ روزہ رکھے اسواسطے کہ سولھوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرھوین اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی
کہا تین کو مناسب تھا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرھوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف
من حین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اُسوقت سے ہے جب روئی بھرا کپڑا اُتار ڈالا جاوے یہان تک کہ پھر اُسکے پہننے کی نوبت آوے
اور سردی کا موسم اُسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع ثم فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار
ہے کہ اگر قسم کھانے والا اُس شخص مین رہتا ہو جہان کے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون تو اُسکی
قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اُسکی بالعکس ہے
اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک و فی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند
عدم النیۃ اور اس قسم مین کہ کلام نہ کریگا اُس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنے حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی در صورت
نیت اُسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اُسوقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرف باللام ہو ودہر منکر لا یدری وقالا ہو کالحین
والخلاف انہ اذا لم یرد عن الامام شئی فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اُسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین
کے ہے یعنے چھ مہینے پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین تو اُسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر
واجب ہے کذا فی النہر الفائق ثم اعظم نے دہر منکر مین یعنے جسپر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا
الخ رثلثہ چیزین مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اُسکی تقدیر کیجیے اور اقل زمان متیقن تھا لیکن
اُسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بلا یمین بھی متصور ہے لہذا اسمین توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے
امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی
کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب مذہب مین اصلا نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل
کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین صرح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کی
طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب آپکے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نہ پاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین
وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبریل علیہ السلام ایضا اور سراج مین ہے
کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنے مین نہین جانتا چارون امامون سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور جبریل علیہ السلام سے بھی لا ادری منقول ہے ثم کرمانی مین مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا
جبریل سے دریافت کرونگا جبریل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پھر حق جل شانہ نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہین اور مساجد کے بہتر
لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہون اور آخر کو نکلین اور مساجد کے آنیوالون مین سب سے برے لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچھے آتے ہین اور اول نکلجاتے ہین ثم حقائق مین
مذکور ہے کہ اسمین تنبیہ ہے عالم اور مفتی کو اسواسطے کہ جو امر معلوم نہ ہو اُسمین توقف کرنے اور اپنی لا علمی ظاہر کرنے سے ننگ و عار نہ کرے اسواسطے کہ در صورت عدم علم

جواب کرنے کے مسئلہ جتنا کہ افترا علی اللہ ہی تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ جودہ مسائل مذکور کے تو سے ابن ابی شحنہ نے نظم میں یوں بیان کیے ہیں منظومہ حمل الاما م
ابا حنیفۃ دینہ + ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ + اطفال اہل الشرک این محلہم + وہل الملائکۃ الکرام مفضلۃ + ام انبیاء اللہ ہم الطم من + جلال الی الطیبات کل لہ
والدہر مع وقت الختان لکلبہم + وصف المعلم ای وقت حصلہ + والحکم فی الخنثی اذا ما بال من + فرجیہ مع سور الحمار اشکلہ + واجاز نقش العبد المسجد + من وقفہ ام لم یجز ان لفعلہ کذا فی
الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحائین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام
کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احائین اور دہور کے الفاظ میں بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہیں اسواسطے کہ لفظ
عشرہ ان الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں ہم یعنے ایام کے لفظ میں دس روز مراد ہونگے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور
جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احائین میں دس احین اور دہور میں دس دہر مراد ہونگے امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام انتہی
استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال واربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہو جائے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ
مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی کہ لا اکلمہ
الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہیں کہ دس ہفتہ پر یمین منعقد ہو ہان اگر لفظ جمع سے حالف
اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک کہ کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی سنفہ لا اکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا اکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے
کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان او حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار لیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جسکے پانچ برس ہوتے ہیں ومنکرا
ثلثۃ لانہ اقل الجمع مالم توصف بالکثرۃ کما مر اور یہ الفاظ مذکور جبکہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگے اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جبتک
نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اتن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمیں جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور
اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہونگے حلف لا یکلم عبیدہ او عبید فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان
کان لہ اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلاموں سے یا فلانے کے غلاموں سے کلام نہ کریگا یا اسکے جانوروں پر سوار نہ ہوگا یا اسکے کپڑے نہ پہنیگا
پھر ان میں سے تین کو عمل میں لایا یعنے اسکے تین غلاموں سے بات کی یا اسکے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اسکے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص
کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں ہم حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے عبیدہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہو جاوے
کہ بیان منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث والصحیح نیۃ الکل ورا اگر ویسا نہ کیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا
اور صحیح ہے نیت کل کی یعنے غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاءً صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجات او صدقاء او اخوانہ
لا یحنث ما لم یکلم الکل مما سمیٰ لان المنع لمعنی فی ہؤلاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اسکے دوستوں یا اسکے بھائیوں پر ہو
تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نہ کریگا جس نوع کا اسنے نام لیا یمین میں اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین
متعلق انھوں کی ذاتوں سے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے ان ذاتوں سے جو فلانے کی طرف نسبت ہیں اور چونکہ نسبت
بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں لانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق نفرت کے نہیں
لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعلق اور حرمت کے لائق نفرت ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ
واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء کالزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع لواحد کما فی الاشباہ
اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نہ کریگا تو اگر اسکا سوا ایک کے دوسرا بھائی نہ ہو سو اگر حالف اسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلیے کہ اسنے

جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات اسواسطے کہ اُسنے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں وجہ
اور اصد قا کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ اُن چار دن مسائل سے ہے جنمیں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کذا فی الاشباہ
ہم شاہ اول کی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہے جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اُسکا ایک ہی لڑکا ہے اور تیسرا مسئلہ
یہ ہے کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو اُسکے شہر میں رہتے ہیں اور اُنمیں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نہ کھاونگا اور اگر

اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والا طعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعاً لانصراف المعرف للعهد ان امکن والا فللجنس وفی شرح
الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نساء کا بصورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہے واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو
اور اگر ممکن نہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کریگا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ لا آکل الاطعمۃ تو جس طعام کی عادت کے شہر میں عادت ہوگی اُسکے کھانے سے حانث ہوگا
اگر طعام احد کی عادت نہو تو طعام مراد ہوگی اور تحقیق جنس کا ایک ہی میں بھی ہوتا ہے اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون لام کے کہا کہ لا آکل اطعمۃ بدون تین طعام کے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والاوسط لفرد بین عدد فی
النساء دین اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہے اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں ہے اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہے اور اخیر
فرد لاحق کا نام ہے اور وسط اُس فرد کا نام ہے جو برابر عدد کے درمیان میں واقع ہو میت ولد غیر کے حق میں ولد ہے یعنی اُسکے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے حاملہ
کی اور اُسکے تولد کے بعد کا خون نفاس ہے اور ماں اُسکی ام ولد ہو جاتی ہے اور اُسکے تولد سے طلاق معلق بالولادہ واقع ہو جاتی ہے لیکن ولد میت اپنے حق میں
ولد نہیں یعنی اُسکا نام نہیں رکھا جاتا اور اُسکو غسل نہیں دیا جاتا اور اُسپر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اُسکے حق میں نافذ نہیں
ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اور اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر ضروری ہے لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہے تو اگر شارح اول
کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہے جسپر اُسکا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وان المتصف بالاولیۃ لا یتصف بالآخریۃ للتنافی وکذلک الفعل لعدم

لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال آخر تزوج اتزوج فالتی اتزوجها طالق طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الآخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الآخر
اور قاعدہ یہ ہے کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف باولیت ہے وہ
موصوف بآخریت نہیں ہو سکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہے ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف باولیت و آخریت ہوتا ہے بسبب عدم تخالف اور
تنافی کے اسواسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریت ہے وہ غیر ہے فعل اول کے جو موصوف باولیت ہے تو اگر بولا کہ آخر نکاح جو میں کروں تو جس سے پچھلا
نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبار نکاح کیا اسواسطے کہ اُسنے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہے تو پہلا نکاح
عورت کا وہی آخر ہے اور ایک عورت سے دوبار نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اُسکو طلاق دی پھر اُس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح
موصوف باولیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پچھلی منکوحہ مطلقہ ہے بعد اسکے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دیکر اُس سے نکاح
کرے پھر زوج مر جاوے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے ایکبار نکاح کیا اسلیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہو چکی اب وہ پچھلی نہیں ہو سکتی بسبب تنافی کے کذا فی الطحطاوی
اول عبد اشتریہ حر فاشتری عبداً عتق لما مران الاول اسم لفرد سابق فوجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جسکو خرید کروں وہ آزاد ہے پھر اُسنے
ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسواسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اُس فرد کا نام ہے جو سابق ہوا اور وہ امر حاصل ہوا اور قہستانی نے کہا کہ وجہ سابق میں
بیان تامل ہے اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہے اور لاحق یہاں موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہے جسپر کوئی مقدم نہ ہو تو بہتر تھا

چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اشتری عبدین معا ثم اخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم
فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو وہ غلام کی خرید میں متحقق نہیں اور تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث
عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے ہم یعنی اگر یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ
وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہے اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام کہ
سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے خریدے
ہونگے اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہوجاویگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحدا لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ حالا
ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوز فی البحر جرہ صفۃ للعبد فھو کوحدہ وجوز فی النھر الرفع خبر المبتدا محذوف لمن
کواحد اور اگر کہا کہ غلام جسکو میں خرید کروں در حالت وحدہ وہ آزاد ہے پھر اسنے دو غلام خریدے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہ ہوگا
بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل
ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولے سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہو سکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ
وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑ سکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز کیا ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بمعنے
وحدہ ہو گیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہوجاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈالکر یعنی ہو واحد تو اس
تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فھو حر فملک عبدا ونصف عبد عتق الکامل کذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات
لمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف
کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی ہم نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہیگا تو عبد کامل سے فردیۃ اول
کے نام کو قطع نہ کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اسپر کچھ لازم نہ ہوگا اسواسطے
کہ کیلی اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ملنے سے ایک چیز ہو جاتا ہے یعنے آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملا کے تو پورا سیر ہو جاتا ہے
اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال آخر عبد املکہ فھو حر فملک عبدا فمات المولی لم یعتق اذ لا بد للاخر من الاول بخلاف
العکس کالبعد لا بد لہ من قبل بخلاف القبل اگر کہا پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے
کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہاں موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے کہ اسکے
واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبدا ثم عبدا ثم مات الحالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ
والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کے وقت سے مستند ہو کر تو اعتبار اسکے
عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اسکی حالف کی صحت میں ہوئی ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا ہم وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا
آخر ہونا ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور نفس الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شراء سے ثابت ہے لہذا
اسکا عتق بھی وقت شراء سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارا لو علق البائن بالآخر فانا لما اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہوگا اگر اسنے طلاق بائن زوجہ کی
پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے ہم یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے
طلاق واقع ہو گی لہذا وہ فار نہ ہوگا اور اگر اس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور

عدت اسکی حیض سے ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارثہ نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اسکی موت کے نزدیک واقع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت
میں جو ابعد ہوگی وہ اسپر واجب ہوگی کذا فی المنح والا الوسط فی البدائع انہ لا یکون الا فی وتر فالی الثلثۃ وسط وکذا الثالث الخمسۃ وہکذا اور فرد و
بیان تو بدائع میں یون ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے علی ہذا القیاس
ہم جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا
پھر جب پانچوان خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہوگیا پھر جب چھٹا خرید اتو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا
پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولے نے کہا کہ وسط غلام جسکو میں خرید کرون آزاد ہے تو بعد موت پہلے
کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالمیت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ تمام لڑکا
جسکا اعضا ظاہر ہوگئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہ ہون یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہ ہوگا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان
الرق بالموت بخلاف الولد والولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنے بعد اسکے زندہ لڑکا جنے تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہوجانے مالکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یون بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق
ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں اس
خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کردے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنابر
لغت کے یہ قول ہے حق تعالے کا کہ بشارت دے کافرون کو عذاب دناک کی اور یہاں میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خرج الکذب فلا تغیرہ وہ خبر راست ہو تو
اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی وہ
اسکو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبرون سے یعنی اگر چند لوگون نے خوشخبری سنا دی تو جسنے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہینگے
اسکے سوا اور لوگون کی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہوچکا اول مخبر فلو قال کل عبد بشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولے نے
کہا کہ جو غلام مجکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اس حجت سے جسکو ہم ابھی بیان کرچکے
ہیں فی تکون بکتابۃ ورسالۃ ما لم ینوا المشافہۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جبتک مولے نے خطاب بالمشافہہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر
مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسل اور اگر مولے کے
بعضے غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہونچانے والا آزاد ہوگا یعنے اگر جو پیام
پہونچانیوالے غلام نے یون کہا کہ فلانے غلام نے مجھسے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اسنے پیام کو نہ ذکر کیا تو خود پیام پہونچانے والا
آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققہا من کل بدلیل فبشرہ بغلام علیم اور اگر مولے کے سب غلامون نے ساتھ ہی بشارت پہونچائی بلا تقدم
تاخر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتون نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنے اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں فبشرہ وہ کہا
مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں ولبشرہ ہے والبشارۃ لا فرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہا بخلاف الخبر فانہ یختص
بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کی لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور نہ ذکر کرنے کے یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ کو

یا نہو یہ صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ کے ساتھ مخصوص بالصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت
کا مانند خبر کے ہے امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ مخصوص بصدق ہے اور بدون اسکے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ کتابت عبارت ہے جمع حروف
سے مطلقا الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کی لفظ میں صدق ضرور ہے اگرچہ
بدون باء جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہیں کذا فی البدائع قاعدہ النیۃ
اذا قارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلا بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہے کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خریدکرنا مثلا
بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ او قارنتہا والرق غیر کامل کام الولد
لم یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اُس عتق سے صحیح ہو اور اگر ایسا نہ ہو اس طرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا
مقارن ہو علت کی درحالیکہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد میں تو کفارہ دینا صحیح نہیں پھر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اُس پر تفریع کیا
فصح شراء ابیہ للکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت
ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلاشبہہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا خرید کرنا اُس غلام کا جسکی آزادی
کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے ہم چنانچہ اگر کہا اگر میں فلانے کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اُسکو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہیں اسواسطے کہ شرط
صحت اتصال نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال میں یمین ہے اور خرید علت نہیں بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ لشرائہا لنقصان رقہا اور صحیح نہیں کفارہ کے واسطے خرید کرنا منکوحہ
لونڈی کا جسکی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے ہو لیکن بسبب ناقص ہونے اُسکی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر کہا اگر میں تجھکو خرید کروں
تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اُسکو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائے جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطے کہ حریت
اُسکی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہوا اسوجہ سے کہ مملوکیت اُسمیں ناقص ہے حالانکہ قاعدہ میں کہہ چکا
کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہیں تم کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ
کما تجزیہ لو وہبت او اوصی لہ بہ ناویا عند القبول بخلاف ارث لما مر زیلعی بخلاف اسکے یہ ہے کہ کہا ایک خالص لونڈی سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ
کی طرف سے پھر اُسکو خرید کیا اسواسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت میں
قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اسمیں قران نیت کا کافی نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی میں مذکور ہے کہ اگر اسکے قریب نے اسکو
غلام ہبہ کیا یا اُسکے واسطے غلام کی وصیت کی سو اُسنے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہیں کذا فی الطحطاوی
وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اس قول سے کہ اگر میں حرم بناؤں کسی لونڈی کو
تو وہ آزاد ہے اُس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولے نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اُسکے ملک میں تھی سوگند یعنی اُسکی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک میں
لا تعتق من شراہا فتسراہا آزاد نہوگی وہ لونڈی جسکو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اسکو حرم بنایا اسواسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں ثم ثبوت
التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے
کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے ہم تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین و تشدید را مہملہ و یا ئے تحتیہ بمعنی حرم ہے یعنی
جو لونڈی کہ مولے کے تصرف میں آوے سریہ یا سرور سے ہے اسواسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولا بھی اُس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اور اتفاقا

ہے اسواسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اسکو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت
امة فانت طالق او عبدی حر وتسری بمن فی ملکه او من اشتراها بعد التعلیق طلقت وعتق وافاد الفرق بقوله لوجود الشرط بلا مانع لتصحیح
طلاق المنکوحة بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولے نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اسنے حرم بنایا اُس لونڈی کو
جو اُسکی ملک میں تھی یا اُس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال
سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے
ہم ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ انہنے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امة فہی حرة کہنے سے وہ لونڈی
آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امة فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی
حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اُسکی تعلیق
ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے معاصرت وجہ فرق کا اسواسطے ذکر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبروه وہذا فی نیة الذکور لا الاناث و امهات
اولاده لملکه یدا و رقبة اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اُسکے سب غلام اور مدبر اور اُسکی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب اُنکے مملوک ہونے کے تصرف کی
راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانةً اُسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں ہم نے اگر وہ کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں
کی تو دیانةً اُسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ تخصیص عام کی دیانةً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقاً تصدیق
نہ ہوگی اسواسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے واسطے کہ انثی کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق
تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لا مکاتبة الا بالنیة ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدا نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے
مکاتب اُسکا اگر مکاتب کی نیت کرے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہو وہ مکاتب کے مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح ینبغی فی کل عبد لی حر
ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیة اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر غلام میرا آزاد ہے لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد میں قیمت کم ہے مکاتب
سے ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طلقت الاخیرة وخیر فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلها بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منهما
فکان کاحدکما طالق وہذہ کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اسکو اختیار رہیگا پہلی دو عورتوں میں جسکو چاہے
انہیں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکور میں سے ایک امر کے واسطے ہے اور اُسکو زوج نے
داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اُس مطلقہ پر جو پہلی اُن دونوں میں سے طلاق واقع ہوئی ہے تو قول مذکور اس قول کے
مانند ہو گیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے ہم اور عتق کی مثال یوں ہے کہ مولے نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ تو تیسرا غلام
آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے
ثابت ہونگے اُس اقرار سے اور باقی پانسو میں مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولا یصح عطف ہذہ الثالثة علی ہذہ الثانیة
للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہیں اس تیسری عورت کا عطف کرنا اُس دوسری عورت پر بسبب لزوم خبر دینے مفرد کے مثنے سے ہم یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا
خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ہذہ ثالثة کا عطف بالواو محتمل ہے کہ ہذہ ثانیة پر ہو تو اس صورت میں تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے
درمیان میں اور ثانیة اور ثالثة کے درمیان میں ساکتی تو زوج پر بیان طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثة کا ثانیة پر نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی
طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ہاتان

طالقان سو جائز نہیں اسواسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی غلا ذکر الثانی دل علی انہ خبر فاقد ذکرا ان قال لہ هذا حر او هذا و هذه طالقان و قال ان احراو هذا او هذا احران فانہ لا یقع لعدم التعلیق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدها وان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم جو مذکور ہو چکا اسوقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر نہ مذکور کیا سو اگر اسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونوں آزاد ہیں تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونوں غلام آزاد ہونگے اور پچھلی دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی حلف لا یسکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لا عند الثانی وبہ یفتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے ہم اس مسئلہ کا محل باب دخول و خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا اتفاق وہان بھی مذکور کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فاتی فلم یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تا کہ میں تجکو مارون تو تو آزاد ہے مثلا پھر غلام آیا سو مولی نے اسکو نہ مارا تو حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وان کذا ثم ظہر انہ کان کذا خانیۃ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے مین یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہو گا اسطرح کہنے مین کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ ہم شارح کی عبارت مین نہایت اجمال ور دقت ہے کہ بے تفصیل سکو سمجھ نہین سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اسکا ذکر نا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تب اسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت پر تین طلاق ہے اور یہ کہکر چپ رہا ایک ساعت پھر اسکے بعد اسنے کہا ولا غیرہا یعنی تیری عورت بجز کوئی عورت میرے پاس نہین رہی ہے پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت رہتی تو فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوگی اور ان دونون عالمون کا جواب مبنی ہے اوپر اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے مین ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو فقیہ نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہین اور اسی قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اسوقت ہے جب شرط سے مفرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق مین اسکا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہین انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام مین الاصل فیہ ان کل فعل یتعلق حقوقہ بالمباشر کالبیع والاجارۃ حنث بفعل مامورہ وکل ما تتعلق حقوقہ بالامر کالنکاح والصدقۃ وما لا حقوق لہ کالعارۃ والابراء حنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اسباب مین یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہون چنانچہ بیع اور اجارہ تو امر پر حنث نہین ہوتا اسکے مامور کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جسکے حقوق امر سے متعلق ہوتے ہون جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکے حقوق نہوتے ہون جیسے عاریت دینا اور ابرا کرنا تو ان میں امر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسا اپنے کرنے سے حانث ہوتا ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل مین محض سفیر اور معبر ہوتا ہے ہم عقود تین قسم پر ہین ایک وہ ہین جنکے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہین فقط البیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہین جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہین ہوتے بلکہ جسکے واسطے عقد ہوا ہے اس سے متعلق ہوتے ہین چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہین جنکے کچھ حقوق نہین چنانچہ عارہ اور ابرا اور وقف کذا فی المنح عن الخانیہ

یحنث بالمباشرة بنفسه لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسه فی البیع ونحوہ لان بیعہ بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اُس
قسم کے لوگوں میں ہو جو بذات خود کرتے ہیں بیع میں یا در بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ ہم قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنے والا
ہوگا تو بذات خود بیع یا ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اُسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسی طرح عقود آیندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء ومنه السلم
والاقالة قیل والتعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح
الوہبانیہ ہم ظہیریہ میں جو ہم شرائے حلف میں اُس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولیٰ ہے
والاجارة والاستیجار فلو حلف لا یوجر وله مستغلات اجرتها امرأته واعطته الاجرة لم یحنث کما فی ایدی الناس ہم کاخذ اجرة شهر قد سکنوا فیه بخلاف شهر لم
یسکنوا فیه ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اُسکے مکانات ہیں جنکو اُسکی زوجہ نے اجارہ دیا اور
اُنکی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اُن مکانات کو اُنکے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے اُس مہینے کے کرایہ
لینے سے جسمیں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اُس مہینہ کی اجرت لینے کے جسمیں اُنہوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آیندہ مہینہ
کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقوله مع الاقرار لانه مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال کے
ساتھ اقرار سے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے ہم قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار
کرتا ہے مدعی کے دعوی کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اُسکے دعوی کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل
سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اُسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہوا اور اگر صلح مدعی کی طرف سے
ہے تو مطلقا حانث نہ ہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمة والخصومة وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربه فیملک التفویض
فیحنث بوکیله کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک
ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اُسکے مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور
مانند قاضی کے سلطان اور محتسب معلم ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء بنفسه
حنث بالمباشرة وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی و شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود
نہ کرتے ہوں تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اُسکے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہ
قصد کرے کہ نہ خود کریگا نہ اُسکا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرة ویفوض اخری اعتبر الاغلب قیل یعتبر السلعة فلو مما یباشر بنفسه لیشتریها لا یحنث
بوکیل والا حنث اور اگر حالت ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنے فعل
سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا اشیاء کی جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اُسکو خرید کرتا ہو بسبب اُسکی
عمدگی اور خوبی کے تو اُسمیں وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعله وفعل مأمورہ لم یقل وکیله لان
من ہذا النوع الاستقراض والتوکیل به غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامورہ کہا وکیلہ نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی
داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ہم توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجھکو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا
نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اسطرح کہ فلاں شخص تجھسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو
کا الغاذ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سوا اُسنے اُسکا عقد کیا دونوں صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اُسکا نکاح کر دیا یا بیع کی تو اجازت قولی سے حانث ہوگا القول مختار
اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کھائی کہ غیر کا نکاح نہ کر دیگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق
والعتاق الوقعین بکلام حدابعد الیمین لا بتلک التعلیق بدخول دار مثلاً اور حانث ہوگا مطلقاً اُس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئے ہون بسبب اُس کلام کے جو بعد یمین کے
پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی ہم طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین ہوتا طلاق
فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اُسکو با جازت فعلی جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو مطلقہ
ہے یا مولے نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد اسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا
تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کما مرّ اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار مال کی
صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی صلح عن المال مین والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو ہم قول
شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ
مامور کے فعل سے اور یہان موافق بروایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اُن عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی
والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول
نہوا ہو ہم نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور بالعوض ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے مین اور بعضون کے نزدیک زوجہ کے
مارنے مین بھی ہم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضون کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہے اور بعضون کے نزدیک ضرب لد کے مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک
خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر مین اور کپڑے سینے مین اگرچہ اُسکو خوب کر جانتا ہو کذا فی الخانیۃ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے مین اور کسی کے
پاس ودیعت رکھنے مین اور کسی کی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی طرح عاریت دینے
اور عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ ہم حلبی محشی
نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور مثل نکاح مین وکیل
محض سفیر ہے تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور اطلاق تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی
سب مسائل مین ناقل کو خصوصیت کا وہم ہوگیا ہے تو اُسکی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک
سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوۃ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ
تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ہم قسم کھائی کہ اُسکو لباس دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا
تو حانث نہوگا مگر یہ نیت مذکور اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے مین یعنی اگر
قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے
حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے مذکور ہوچکا وذکر منہا فی البحر نیفا وابعین اور بحر الرائق مین چہار مذکورہ سے جنمین اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور
کیا ہے ہم نہر الفائق مین ان امور سے چوالیس امر کو مذکور کیا ہے یا تیس تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہے باقی نادر ہوتے ہین ہم قطع قتل تحریک ضرب زوجہ ضرب لد سفیر
تسلیم شفعہ اذن نفقہ تعزیر قربانی حبس تعزیر نسبت حاکم بیع رضا نسبت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی الدر عن شارح الوہبانیۃ نظم والذی مالا حنث
فیہ بفعل الوکیل لانہ الا فل بشیر الی حنثہ فیما یقضی فقال سوال بفعل وکیل لیس یحنث حالف مبیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ

والحنث فی غیرہا اثبت اور نہر الفائق مین شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے اُن مسائل کو جنمین وکیل کے فعل سے حنث نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ کم ہین اسطرف اشارہ کردیا نظم سے کہ انکے سوا باقی مسائل مین حنث ثابت ہے وکیل کے فعل سے تو یون کہا ہے کہ وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا
بیع شراء صلح مال خصومت اجارہ استیجار ضرب ولد قسمت مین اور ان مسائل کے غیر مین حنث ثابت ہے والام دخل مبتدا خبرہ اقتضے الا تی علی فعل اراد بدخولہا علیہ قربہا منہ ان کان تجری فیہ النیابۃ للغیر کبیع وشراء واجارۃ وخیاطۃ وصیاغۃ وبناء اقتضے ای اللام امرہ ای توکیلہ لیحضرہ ای بالمحلوف علیہ اذ اللام للاختصاص
ولا یتحقق الا بامرہ المفید للتوکیل اور جو لام کہ داخل ہو اُس فعل پر جسمین غیر کے واسطے نیابت جاری ہے چنانچہ بیع اور شراء اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اُسکے امر کو یعنی اُسکے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کردے فعل کو ساتھ اُسکے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اسواسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اُسکے امر کے جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہین ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت مین لام کا لفظ مبتدا ہے اور خبر اُسکی لفظ اقتضی ہے اور دخول لام کا علی الفعل سے مراد یہ ہے کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح یعنے یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے متعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت ثوبا لک کے ہم عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظاہر یہ ہے ظاہر ہو یا ہے کہ محلوف علیہ کے امر مین یہ شرط ہے کہ اُسنے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اُسکا مراد نہین کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعہ بلا امرہ لانتفاء التوکیل سواء ملکہ ای المخاطب ذلک الثوب اولا بخلاف مالو قال ثوبا لک فانہ یقتضے کونہ ملکا لہ کما سیجی تو اس یمین ان بعت لک ثوبا مین یعنے یون کہنے مین کہ اگر بیع کرون تیرے واسطے کپڑا تو ایسا ہو حانث نہوگا اگر اُسکو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اُس کپڑے کا مالک ہو یا نہو بخلاف اسکے اگر کہی ان بعت ثوبا لک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ ہو تو یہ ترکیب کپڑے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اسکے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اُسکا ان بعت لک تو اس مین لام اُس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جسمین غیر کی نیابت ہوسکتی ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر حالف اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کریگا تو اسکی بیع سے حانث ہوگا جیسے اسکی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علے عین ای ذات او علی فعل لا یقبل ذلک الفعل عن غیرہ ای لا یقبل النیابۃ کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانہ یقبل النیابۃ اقتضے دخول اللام ملکہ ای ملک المخاطب للعین المحلوف علیہ لانہ کمال الاختصاص یعنی اگر لام داخل ہو عین یعنے ذات پر یا اُس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہین ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہین ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور لڑکا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اُسکی ملک کا مقتضی ہے یعنے مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اسواسطے کہ مالک ہونے مین نہایت اختصاص ہے ہم لام ہر حال مین اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت مین اختصاص امر کی طرف منصرف ہے اور یہان ملک کی طرف فحنث فی ان بعت ثوبا لک ان باع ثوبہ بلا امرہ نظیر الدخول علی العین وہو الثوب لان تقدیرہ ان بعت ثوبا ہو مملوک لک تو اس یمین مین ان بعت ثوبا لک یعنی اگر مین بیچون کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اُسکے امر کے بیچے گا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہے اسواسطے کہ تقدیر کلام یون ہے کہ اگر بیچون وہ کپڑا جو تیرا مملوک ہے ہم تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اُسکے امر سے بیع کریگا تو حانث نہوگا وامّا النظیر دخولہ علے فعل لا یقع عن غیرہ فذکرہ بقولہ وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیہ ملکا للمخاطب قولہ ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضے ان یکون الطعام والشراب ملکا للمخاطب کما فی ان اکلت طعاما لک لان اللام ہنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اُس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہین ہوتا اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنے مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط مین ان اکلت لک طعاما یعنے اگر مین کھاؤن تیرا خاص کھانا یا پیون مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالون مین اسکا مقتضی ہے کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو چنانچہ ان اکلت طعاما لک مین ملک مخاطب کا مقتضی ہے اسواسطے کہ لام یہان اسم سے قریب ہے بنسبت فعل کے اور قریب ہونا ترجیح

اسباب سے ہے جو منح الغفار مین مذکور ہے ہرچند بیان لام ظاہر مین اکل سے متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی لہذا مملوکیت طعام اسمین شرط نہ ہوگی واما
ضرب الولد فانما یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل المراد الاختصاص اور ضرب الولد کی مثال مین تو حقیقت ملک متصور نہین بلکہ اختصاص لڑکا ساتھ والد کے مراد ہے ہم تو اپنے خاص لڑکی کو ترکیب سے
حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکون نے کیا تو اسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل و شرب
اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد مین ملک متصور نہ تھی لہذا شارح نے اسکی مراد سے آگاہ کردیا لیکن دخول دار مین کلام باقی رہا مولف نے کہا اس دار کے دخول
سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہے یعنی وہ دار جو اسکی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر کرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو
شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کردیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ بحث کا یہ ہے کہ اختصاص لام جب ایسی ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے
خالی نہین یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اسکے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوا اور دونون صورت مین یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہین سو اگر نیابت کا
محتمل ہوا اور دونون کے درمیان مین پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا اور اگر اسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اس شخص کے جسکی ضمیر ہے خواہ
عین اسکا مملوک ہو یا نہ ہو اور یہ خصوصیت بدون اسکے امر کے حاصل نہین اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اختصاص
کی یہ ہے کہ عین اسکا مملوک ہو خواہ فعل اسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہین تو اسکے حکم مین افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر مین بلکہ ثابت
ہوگا جب کہ اس فعل کو کریگا خلاف اسکے امر سے خواہ بدون امر اسواسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہین تا اسکا انتقال غیر فاعل مین ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو متعین ہوگیا کہ
یہان لام واسطے اختصاص عین کے ہے تا اسکا کلام لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای بامر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء ودیانۃ ودین
فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی اس امر
مین جسمین تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اس امر مین جسمین آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت
اور قضا کا تفرقہ یمین باللہ مین حاصل نہین ہوتا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہین ہے تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اسکے امر کے
بیچا مسئلہ اولی مین اور اختصاص سے ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اسکے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ مین اور
اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونون مسئلون مین بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولے مین
اختصاص سے امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ مین اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اسنے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء
تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فھو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار
لغیرہ لا وان اجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فھو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا مولے نے کہ اگر مین غلام کو بیع کرون یا اسکو خریدکرون تو وہ
آزاد ہے پھر اسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہوگا اگرچہ
غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح مین چنانچہ اسمین حانث نہین ہوتا اگر یون کہا کہ اگر مین اس غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے یعنی پھر اسکو
بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب نہ ہونے ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اسکی ملک مین داخل ہونے سے مانع ہے
کذا فی الطحطاوی ہم یہ کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہین ہوتی بسبب
اسکے خیار کے بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اسکی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد بیع
بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہوجاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسی طرح تعلیق مین بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق وقید بالخیار لانہ لو قال لعبدہ ان بعتک فانت
حر فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ وتعلیل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یون کہیگا کہ

اگر میں اسکو بیع کروں تو وہ آزاد ہے پھر اسکو صحیح بیع کر کے بیچا بالاختیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کے نہیں ہوتا اور یمین باطل
ہوجاویگی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث بالالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد والموقوف لا الباطل لعدم الملک ان قبضہ وفی عالم
حانث ہوگا دونوں صورتوں میں یعنی بیع اور شرا کی یمین میں حانث ہوگا بیع اور شرا فاسد اور موقوف نہ حانث ہوگا بیع اور شرا باطل سے بسبب عدم ملک کے
اگرچہ مبیع پر قبضہ کر لے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اسمیں قبض سے ملک ہو جاتی ہے اور بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ جیسا کہ مثلاً غلام کو زید غائب کے بیچا
فضولی نے اسکی طرف سے قبول چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی طرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ
قاض او مکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہم قسم کہائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کریگا پھر مدبر کو خرید کیا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع نہیں لیکن چونکہ مدبر کی بیع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب میں مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اسوقت میں
حالف البتہ حانث ہوگا اور اسی طرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب اپنی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا
اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہوگئی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان بعتک شیا فانت حرۃ فباع بعضہا
ممن عتق ولدت منہ او ممن اشتبہا لم یقع عتق المیلے او ممن اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مرد نے اپنی لونڈی سے کہ اگر میں تیری فی الجملہ کچھ نصف یا ثلث
بیع کروں تو تو آزاد ہے پھر آدھی لونڈی اسکی اس زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اسکو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا
اور اگر اسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہوگا اور فرق دونوں صورتوں کا ظہیریہ میں مذکور ہے ہم ظہیریہ میں وجہ فرق یوں مذکور ہے کہ ولاوت زوج سے اور نسب سے مقدم
ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع ہوگا جو مقدم ہے اور اس امر کا اعتبار انہی کے حق میں ممکن نہیں کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ
فی حلفہ لایتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ یوں قسم کھانے میں
کہ نکاح نہ کریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو
لایصلی او لا یصوم او لایحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل لایثبت بالفاسد فلاتنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد
والہبۃ والاجارۃ کالبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نہ کریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود
عبادات مذکورہ سے ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کرنے سے یمین منحل نہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف
بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہے اور ملک بیع فاسد کی ثابت ہوجاتی ہے اور ہبہ اور اجارہ مانند بیع کے ہے یعنی ہبہ اور اجارہ فاسد سے بھی حنث ہوگا ولو کان
ذلک کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوٰۃ اور حج زمان ماضی میں ہے چنانچہ ان
تزوجت یا ان صمت تو وہ دونوں پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونوں سے حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہے یعنی
ماضی سے خبر دینا ہے ... اور صحیح اور فاسد دونوں پر برابر بولا جاتا ہے کذا افادہ کیا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت
یا ان صمت صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو صحیح یوں مثال دینا تھا کہ یا تزوجت و ما صمت ہم ماتن نے اپنی شرح منح الغفار میں ماضی کی یوں
مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر میں نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ المتکلم المقصود الخ پھر اگر ماضی کے
نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اسکی تصدیق ہوگی دیانۃ نزدیک اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح
سے مرتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر یہی حکم صوم اور صلوٰۃ میں بھی ہے کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولیٰ او دبر رقیقہ تدبیرا
مطلقا فالحنث بالمقید حنث لاستحقق الشرط لفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حر فدبرہ او استولدہ اگر قسم کھائی کہ اگر میں اس غلام کو نہ بیچوں تو ایسا ہو

اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہین تو حانث نہ ہوگا زید کی اُس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ شلبی
مین فتح القدیر سے یہ منقول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور حالف اُس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا
اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ
لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہے
نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اُسکے غیر کا پھر اُس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر
حالف کے ہم یعنے حالف نے آپ کو قول مذکور مین بلفظ معرفہ نہین مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنے احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی
شامل ہوگیا بموجب قاعدۂ مذکورہ ولو قال داری و دارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین تو حنث نہوگا حالف
کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنے حالف معرفہ ہے بسبب یاء متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا یا دارک کا
تو اُسکو مناسب تھا یون کہنا لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنے اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے
کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت مین نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ
اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر و ذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق معزیا للاشباہ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئیگا اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے
سر کی طرف تو حالف اسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ سر متصل ہے حالف سے بنابر پیدایش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر
یعنے تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اُسکو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلی طلاق مین اشباہ کی طرف اشارہ کرکے
الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل
نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا
تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنے اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو
اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر ہم جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یون تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کریگا اُس کے غلام سے جسکا
نام محمد بن احمد ہے تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا اُسکا غلام اسی یمین مین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل
فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم
الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کہتا ہے اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اُس نکرہ مین داخل ہوتا ہے
جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اُسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے ہم حموی شرح اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتا
خطاب لیکن وہ جزا مین واقع ہے تو اسکا دخول اُس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہین اسواسطے کہ وہ جملے ما تتدد و مختلف کلام ہوگئے ہین اور اسی طرح
شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ یعنی شرط مین دونون واقع
ہین ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد ببیت اللہ بعض المساجد
لم یلزمہ شئ اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھ پر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے
اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اُسنے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اُسپر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضا اور

نہ دیا تھا اسواسطے کہ اُسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ہم مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہین اور کہیگا تو اُسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ مین تصریح ہے اسواسطے
کہ ایجاب حج عمری کا باعتبار مدلول لفظ یا اُسکے استلزام کے نہین اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہو یعنی علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا
یا عمرہ مین مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی النہر ولا شئ بعلی الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی
الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا
بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک تو کچھ واجب نہین نہ حج نہ عمرہ بسبب
عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ مذکورہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم تحج العام فانت
حر ثم قال حججت وانکر العبد والی بشاہدین فشہدا انہ نحر الاضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی النفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد
نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اُسکے مولے نے کہا کہ اگر مین اسی سال حج نہ کرون تو تو آزاد ہے پھر مولے نے کہا کہ مین نے حج کیا اور غلام اُسکے حج کا منکر
ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اُسکے قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اُسکے قائم ہونے کے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی کرنا
حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین اور محمد نے کہا کہ غلام آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین کہ ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی
کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اُسکا پہونچنا اس سال کی حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات
قربانی کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ گواہی نفی پر نہین بلکہ امر وجودی
پر ہے جو متضمن ہے نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم سے بشرط نیت
صوم اگرچہ بعد ساعت کے اُسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اُسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہے امساک
مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور اگر کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو صریحا ذکر کیا
یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم سے اسواسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا
اور صوم کامل نہین ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما مین لفظ الیوم کا خود صریح ہے تقدیر یہ ہے مین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ہذا الیوم وکان بعد
اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ ضرور روزہ رکھیگا اس دن مین حالانکہ بعد
کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہوجاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر موقوف نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی مین ہم
یعنی صوم بعد الاکل او الزوال ناسی مین متصور ہے یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اُسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اُس ناسی کا بعد زوال کے ہو نیت کر نا بھول
گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تصح وتطلق
فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر قائم اصلا فلا یتصور اور وہ یعنی مثال سابق مانند اس
مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو مطلقہ ہے پھر اُسی وقت اُسکا حیض جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یمین صحیح ہے اور
زوجہ اُسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع دملازۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس
کوزہ سے پانی پیگا اور حالانکہ اُسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اُسمین مطلقا موجود نہین تو یمین کسی وجہ سے متصور نہین وحنث فی لا
یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے یعنی سجدہ کرتے ہی اسلیے کہ نماز عبارت ہے
ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہے کہ ارکان

حقیقت نماز کے پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق مین اُسکی کچھ نیت معتبر نہو گی کذا فی فتح اور نہر الفائق مین قعدہ کو شرط قرار
دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اُسکا اعتبار نہو گا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر الحق الا باو سیلہ شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت
نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہو گا دوگانہ کی پہلی رکعت سے ما رکعت ثانی سے وہم ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدون دو رکعت
کے شرعاً تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کریگا تو غلام آزاد نہو گا کذا فی الطحطاوی
وفی لا یصلی صلوۃ بتشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہو گا اگرچہ اُسنے قعدہ نہ کیا ہو اسواسطے کہ
فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلی الظہر مثلاً فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلاً نہ پڑھیگا تو اسکے حانث
ہونے مین تشہد شرط ہے وہم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہو گا تا وقتیکہ چوتھی
رکعت کے بعد تشہد نہ کریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان صلیتہ قصد ان لا یؤم احدا لانہ امہم اس قسم مین
کہ کسی کی امامت نہ کریگا حانث ہو گا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اُسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اُسنے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا ہو اسواسطے حانث ہو گا
کہ وہ امام اُنکا ہو گیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یؤم احداً اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق
ہو گی اگر اُسکی نیت کریگا یعنے اس نیت مین دیانۃ تصدیق ہو گی کہ کسی کی نیت نہ کریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احدا الا حنث مطلقاً لا دیانۃ
ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر لیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کریگا تو کسی طرح حانث نہوگا
نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیون کی صحیح ہو گی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے سو
بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت کی قوم
کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت مین بسبب اُسکے عدم کمال کے یعنے لا یصلی صلوۃ کی حالف مطلق متصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ او سجدہ تلاوت بسبب
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اُسکی جماعت کرنے سے
حانث ہو گا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے وہم جماعت نفل کی اُسوقت ممنوع ہے جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین
کذا فی الطحطاوی فروع مسائل الخنثی شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا تو تو آزاد
ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اُسکا انکار کیا تو آزاد نہ ہو گا اسواسطے کہ اُسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت
طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوجہ سے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اُسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہو گی بقول اظہر کذا
فی الظہیریہ حلف لا یؤخر صلوتہ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اُسکے وقت سے مؤخر
نہ کریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اُسکو قضا کیا باقانی نے اُسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنے جو نماز
کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اُسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ ہمارا ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اُسکو مؤخر کہتے ہین اگرچہ قضاء کرے
اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما وحدث جمع ہو ئین تو طہارت دونون سے ہو گی ہم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کریگا پھر اُسکی ناک سے خون نکلا پھر پیشاب کیا پھر
اُسنے وضو کیا تو حانث ہو گا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل یصلی الفجر والظہر
والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کی غروب ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اُس دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے
پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نہ کریگا تو اُسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے

نیت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں کذا فی البحر کو
حلبی نے کہا اسمین اعتراض ہی کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہی تو غروب تک تین ہی نماز میں ہوئیں اور قسم ہی پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہی تو بہر صورت
حانث ہوگا خواہ دن میں نہاوے خواہ رات میں حلف لا یحج فحج فعلا الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد
حج کرنے سے حانث نہ ہوگا ھم لا یحج او لا یحج حجۃ کا حالف برابر ہی بخلاف صلوٰۃ کہ لا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد حتی یطوف اکثر الطواف المفروض
عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخاری مات بہا سنۃ ست وسبعین وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف میں حانث
نہ ہوگا یہان تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہی امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہوگا یہان تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط
کے حانث نہوگا یہ مروی ہی امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہی منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہی وہ بخارا کے فقہاء کبار
میں سے تھے اور پانسو ساٹھ ہجری میں وہین وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف میں یہان تک کہ عمرہ کا اکثر
طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من غزلک فہو ہدی ای صدقۃ التصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس
فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہی یعنی صدقہ جسکو میں مکہ معظمہ
میں تصدق کرون پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اسکو کاتا پھر اسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اسکو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہی امام اعظم
کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہی کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو معتاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہی کہ اسکی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے
نہ اور جگہ میں جو صدقہ بلفظ ہدی ہی اسکا صرف سوائے مکہ کے اور کہین جائز نہیں بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرطا لکونہ ہدیا ملکہ یوم حلفہ ویفتی بقولہما
فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا ویفتی بقولہ فی دیار الروم لغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں ملک زوج
کی اسکی حلف کے دن شرط کی ہی اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہین اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوے
ہی ہمارے ملک میں یعنی مصر میں اسواسطے کہ وہان عورت اپنی کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہی اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہی روم کے ملک میں اسواسطے کہ وہان عورتین اپنے
زوج کے کتان کو کاتتی ہی کذا فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ
کے سوت کو نہ پہنیگا پھر اسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اسواسطے کہ عرف میں اسکو لابس یعنی پہننے والا نہیں کہتے ہیں
کما لا یلبس ثوبا من نسج فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعیین المجاز جیسا کہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانے نے
بنا سو اسنے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہین جانتا ہوگا تو اسکے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث
ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہی ہی جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقۃ ممکن ہوگی تو اسی پر حمل ہوگا اور درصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح
کما حنث بلبس خاتم ذہب وعقد لؤلؤ ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم میں کہ زیور
نہ پہنیگا حانث ہوتا ہی بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زر
چاندی سونے میں جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہی حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مذکور ہی کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہی تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم
فضۃ بدلیل حلہ للرجال الا اذا کان مصوغا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب یعنی حنثہ بہ کالخلخال
والسوار حانث نہوگا حالف مذکور میں چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اسکی حلت کے مردوں کے حق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتون
کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اسمین نگین ہو مانند عورتون کے تو اسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا

ملمع ہو تو لائق یون ہی کہ اسکے پہننے سے حانث ہوگا کذا فی النہر جیسے گوہی اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہی خواہ چاندی کے ہون خواہ سونے کے ہر چند سونے چاندی کا
زیور مردون پر حرام ہی فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہی واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ انکے حق مین زیور کامل نہین اگرچہ زینت سے خالی نہین لہذا اسکے پہننے سے
حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لایجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او لبساط او حصیر او حلف لاینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ
آخر فنام علیہ او لایجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر لایحنث فی الصور الثلثۃ کما لو نزع الحشو من الفراش المعروف قسم کھائی کہ نہ بیٹھیگا زمین پر
پھر بیٹھا اس چیز پر جو حائل ہی جالس اور زمین مین اور زمین سے جدا ہی جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس فرش
پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اسپر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھیگا پھر اسپر دوسری چارپائی بچھاکر بیٹھا تو حانث نہوگا ان تینون صورتون
مین چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اسپر بیٹھا تو حانث نہوگا بنا برعرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا ابرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان
کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکرالاخیرین حنث مطلقا للعموم وفی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجوہرۃ علی المعرف
اور اگر اخیر دونون مثالون مین فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یون کہے لایجلس علی فرش ولایجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھیگا اور کسی چارپائی
پر نہ بیٹھیگا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری مین سریر کو نکرہ ذکر کیا ہی تو جوہرہ مین اسکو معرفہ پر محمول کیا ہی بخلاف
مالو حلف لاینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن
فی التعبیر باداۃ التشبیہ کما لو الی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام لیصح المرام کما لایخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی
دیار دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سوویگا اس چارپائی کی پٹیون پر یا اس ناو کے تختون پر پھر اوپر فرش بچھایا اور
اسپر سویا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ تختون پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہی ایسی عبارت ہی مصنف کی شرح کے نسخون مین لیکن لائق یون
ہی کہ تعبیر اس مسئلہ کی بحرف تشبیہ کیجاوے چنانچہ یون کہا جاوے کما لو حلف لاینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام سے موخر کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ
نہین صاحبان فہم پر اور چنانچہ یون ہی موجود ہی ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخون مین سو خبردار رہنا لفظ بخلاف کا اسکا مقتضی ہی کہ
اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابقہ کے مخالف ہی حالانکہ دونون مین عدم حنث ثابت ہی لہذا شارح نے اسپر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا
لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہی اسمین یہ عبارت متن مین داخل نہین بلکہ شرح مین داخل ہی
بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہین واللہ اعلم ولو جعل علی الفراش قرام بالکسر الملاءۃ او جعل علی السریر لبساطا او حصیر
لانہ یعد نائما وجالسا علیہما عرفا بخلاف ما مر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھیگا یا نہ سوویگا اور اس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی
پر بچھونا یا چٹائی ڈال پھر اسپر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف مین بخلاف اس
مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اسمین عرفا حانث نہین ہم قرام بکسر قاف عبارت ہی پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اس پردہ کا نام ہی جسمین نقوش
ہون اور اسی طرح مختار الصحاح مین تصریح ہی اور ہمارے عرف مین قرام کو ملاءۃ کہتے ہین جو فرش پر بچھایا جاتا ہی کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم و مد لغت مین چادر کو
کہتے ہین کذا فی المنح حلف لایمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لایحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلیگا
پھر زمین پر جوتیان پہن کر چلا یا پتھرون پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی ثوبک او فراشک
فلہذا الحکم اکثر بدنہ لہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو میرے کپڑے یا میرے فرش پر سووے تو تو مطلقہ ہی تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اسکا بدن فرش
پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اسکے فرش پر سر رکھا یا اسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط۔

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

مما یناسب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہی ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہو مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کر ترجمہ
کرتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہو الاصل فیہ ان ما یشارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ الحیوۃ
وہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقیید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ بیان یہ ہو کہ جس امر مین مردہ شریک ساہو زندے کا تو اُسمین قسم دونون حالتون
پر واقع ہوتی ہو موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہو یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچا دے اور رنجیدہ کرے اور خوشی
بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او کسوتک
او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجکو مارون
یا تجکو کسوت دون یا تجھ سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہان تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق
کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے ہم تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہو کہ اگر مین تجکو مارون یا کسوت دون یا تجھ
سے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہی یا غلام اُسکا آزاد ہو پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہوگا ضرب
اسواسطے میت مین متحقق نہوسکتی کہ ضرب عبارت ہو فعل دردناک سے باستعمال آلۂ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین اور میت کو جو عذاب
قبر ہوتا ہو تو اُسکو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہو بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزا متفرقہ مین بھی
حیات عطا ہوتی ہو جو آنکھ سے معلوم نہین ہوسکتی اور کسوت کی مفہوم مین تملیک معتبر ہو اور میت لائق تملیک کے نہین اور کلام سے غرض افہام ہو اور موت اُسکی منافی ہو
اور دخول سے مراد یا اکرام ہو یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین اور یہی حال ہو شتم اور جماع و تقبیل کا کذا فی النہر الفائق اور فتح القدیر مین مذکور ہو
کہ میت کو سماعت نہین تو فہم بھی نہین اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہو نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہو کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون
کی لاشون کو کنوئین مین ڈلوا کر اُن سے فرمایا کہ جو تمھارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اُسکو تم نے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردون سے کلام کرتے ہین
یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہو اُس ذات پاک کی جسکے قابو مین میری جان ہو کہ تم انسے زیادہ نہین سنتے ہو اُسکا ایک جواب یہ ہو کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری
حدیث ثابت ہو کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہو کہ وما انت بمسمع من فی القبور یعنی تو سنا نہین سکتا اُنکو
جو قبرون مین ہین اور ثانی آیت یہ ہو انک لا تسمع الموتی یعنی مقرر تو سنا نہین سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہو کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کے
واسطے چنانچہ علی مرتضی رض سے منقول ہو کہ قبرستان مین جا کر فرمایا کہ تمھاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمھارے مال تقسیم ہوگئے اور تمھارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر
تمھاری ہی ہمارے پاس سو ہماری خبر تمھارے پاس کیا ہو اور تیسرا جواب یہ ہو کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی نسبت سے تھا تاکہ ان کافرون کی
حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہو کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہی جب لوگ اُسکو دفن کرکے پھرتے ہین اُسکا جواب یہ ہو کہ ابتداء دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہو
جواب ہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہو تا حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہوجاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی
مقید ہین انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہی یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اسکے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا
چنانچہ بنا بر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہو حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہو
کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اُس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دلھا سوتا ہو ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہو کہ مومن

کامل عالم سے غافل ہو جاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں یا یہ اجتہاد کا نہیں رکھتے پھر جن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب انکے نصوص سے
ثابت ہوا کہ میت کو فہم اور سماع نہیں تو اسمین زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بیہودہ ہے واللہ اعلم بخلاف الغسل والحمل والمس والباس الثوب کحلفہ لا یغسلہ ولا یحملہ
لا تتقیید بالحیوۃ بخلاف نہلانے اور اٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یون قسم کھائی کہ مثلاً زید کو غسل نہ دیگا یا السناوۃ اٹھاویگا تو یہ مقید
بحیات نہیں یعنے اگر زید کے مرنے کے بعد اسکو غسل دیگا یا اٹھاویگا یا اسکو چھوئے گا یا کفن پہناویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں
بلکہ میت انمین شریک ہے زندہ کا یحنث فی حلفہ لا یضرب زوجتہ فمد شعرہا او خنقہا او عضہا او قرصہا ولو ممازحا خلافا لما صححہ فی الخلاصۃ حانث
ہوگا اپنی اس قسم مین اگرچہ فارسی زبان مین قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ ماریگا پھر اسکے بال کھینچے یا اسکا گلا دابا یا اسکو دانت سے کاٹا یا اسکے
چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہون بخلاف اس قول کے جسکو خلاصہ مین صحیح کہا ہے مع خلاصہ اور بحر الرائق مین جامع قاضی خان سے اور
فتاوی عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے شرح ہے کہ اگر بال کھینچا اور گلا دابا اور کاٹا اور چٹکی لینا حالت غضب مین ہے تو حانث ہوگا اور اگر ملاعبت کی
حالت مین ہے تو حانث نہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بارہ شارح کو اسکی مخالفت کرنا یا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی والقصد لیس بشرط فیہ
ای فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بحر وبہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب مین قصد کرنا شرط نہیں اور بعضون نے کہا قصد شرط ہے بنابر قول اظہر اور
اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ مین یقین کیا ہے والایلام فشرط به یفتی وکذا جمیعا لشرط اصابتہ بدنہ کل سوط اور درد پہنچانا تو ضرب مین شرط ہے
اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑون کا لیکن شرط ہے کہ سب کوڑون کا بدن کو ہر کوڑا لگے مع قسم کھائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کے مار دنگا پھر سو کوڑے اسنے جمع کیے
اور زید کے ایکبار مارے تو حانث ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ ہر کوڑا اسکے بدن پر لگے اسطرح کہ انکے اطراف قائمہ یا اعراض بسوط بدن پر لگین لیکن شرط تکلیف کذا فی الفتح
واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا ای حزمۃ ریحان فمخصوص بزوجۃ ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالے کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ مین مٹھا یعنے ریحان کا
دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ سے انکا رحمت کی کذا فی الفتح مع رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھین ایوب علیہ السلام کی وہ کسی کام کو
گئی تھین وہان دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب مارونگا حق تعالے نے تحلیل مین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان انکو مارین اور ایک روایت ہے
کہ درخت کی شاخین مارین خلاصہ سوال یہ ہے کہ تمنے ضرب مین ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب مین تکلیف کہان شارح نے جواب یا کہ یہ امر مخصوص ہے زوجہ ایوب
علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام مین ممنوع ہے علی الخصوص بصورت روایت شاخون کی ضرب کے تکلیف
ہین ہے کہ جو اسبیل مین اس آیت کی رخصت باقی ہے کذا فی الفتح والطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ لحلفہ لیضربنہ حتی یموت او
یقتل او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ ماریگا یا قتل کریگا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنے شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یون قسم کھانا
کہ البتہ اسکو ماریگا یعنے کوڑون سے کذا فی البحر یہان تک کہ وہ مر جاوے یا یہان تک کہ وہ مقتول ہو جاوے یا یہان تک کہ اسکو چھوڑے ایسا کہ نہ زندہ رہے
نہ مردہ تو یہ بھی کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے حقیقت پر ولو قال مثلہ یعنی علیہ وحنثہ لحقیقۃ فیہ ای حتیٰ یکون علی الحقیقۃ اور اگر یون کہا کہ البتہ اسکو ماریگا یہانتک
کہ اسکو غشی آجاوے یا یہانتک کہ وہ فریاد کرنے لگے یا رونے لگے تو یہ یہی حقیقت پر ہے مجاز پر نہ تو تاوقتیکہ اسکو غشی نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ روے قسم پوری
ہوگی ان لم اقتل زیدا فکذا وہو ای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قدمنا عند لیصعدن السماء اگر نہ قتل کرون زید کو تو ایسا ہے
اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اسکی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اور اگر نہین جانتا ہے تو حانث نہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہے صعود
سما کی حالف کے قریب حلف لاتقتل فلانا بالکوفۃ فضربہ بالسواد ومات بہا حنث کحلفہ لا یقتل یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث
ولعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ لشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین ظہیریہ قسم

کھائی کہ فلانے کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پھر اُسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ قتل کریگا اُسکو جمعہ کے دن پھر
اُسکو زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اُسکے بالعکس مین یعنی کوفہ کے مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہوگا اسواسطے کہ زمانہ
موت کا معتبر ہے مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ مترجم قریات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا
کہ وہ شدت سے سرسبز ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربا او لا اور ظہیریہ مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا مین تجکو مارون تو
یہ قسم اُسکے آنے پر ہے خواہ اُسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے مترجم کہتا ہے اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود
مسبب کذا فی الطحطاوی ان رایتہ لاضربنہ فہو علی التراخی مالم ینو الفور اگر مین اُسکو دیکھونگا تو البتہ اُسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ
فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر پھر دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رایتک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض لا یقدر علی الضرب
حنث اگر مین تجکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اُسکو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال مین کہ اُسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک
فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر مین تجسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اُسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنی دور دیکھنے کو
ملاقات نہین کہتے ہین الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی لیقضین دینہ او لا یکلمہ الی بعید او الی قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب
والآجل کالبعید وہذا اذا لم ینو مہینا اور اُس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید مین داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین
معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نہ کریگا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل و سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کے
مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے مترجم اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا
اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت مین وان نوی بالقریب والبعید
مدۃ معینۃ فیہما فعلی ما نوی ودین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونون مین نیت کی تو اُسکی نیت کے موافق
اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد لیوے تو بھی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت مین
حالف پر تخفیف ہوگی اُسمین دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر مترجم درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہے شارح
نے اسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ولو یوم کذا فی البحر عن الظہیریۃ
وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اُسی قدر معتبر ہے اور اگر کچھ نیت نہین کی تو ایک
مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم وملی بفتح اول و کسر لام عبارت ہے
مدت دراز سے اور اسی نہج سے لیل و نہار کو ملوان کہتے ہین وکذا ایاما احد عشر و بالواو احد و عشرون و بضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف مین کذا ایاما کہا تو
گیارہ دن مراد ہین اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا و کذا ایاما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ ١٣ دن مراد ہین بشرطی حلفہ لیقضین دینہ
الیوم فقضاہ نبہرجۃ ای ردیئۃ التجار او زیوفا ای مردودۃ بیت المال او مستحقۃ للغیر وعتق المکاتب بدفعہا بر ہوگا یعنی حانث نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ
آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اُسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب انکے پہچاننے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ وہ دراہم ہین جنکو
سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے مترجم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ مین چاندی کم
ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اُسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت
مین اُسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہے ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہوتا جنس کو معدوم نہین کردیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کرے انکو تو جائز ہی اور اسی طرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہی ولہذا اگر
المالک اجازت دیوے تو جائز ہی لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہی کذا فی النہر الفائق الاسیر لو قضاہ رصاصا او ستوقۃ وسطہا غش
لانہما لیسا من جنس الدراہم ولذا لا یجوز التجوز بہما فی صرف وسلم لم یبر یعنی بری نہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اُسنے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ مین غش
ہوتا ہی ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہذا اگر انکو صرف اور سلم مین دیجیے تو جائز نہین ہم ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہی سہ تہ کا
یعنی تین پرت دونون طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجۃ اذا غلب غشہا لم یوخذ واما الستوقۃ فانہا
حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ مین جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہی اسواسطے
کہ وہ تانبا ہی انتہی ثم اعلم ان النبہرجۃ والزیوف لو دفعہا لغیرہ بدون ان یبین جاز وان کان لا ینبغی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس
التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہہ یعنی قضاء دین اُن پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہی جنمین فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہی ہم امام
اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجاے جید دراہم کے ہین پانچ صورتون مین پہلی یہہ ہی کہ ایک مرد نے گھر مول لیا
کھرے درم سے اور قیمت مین زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کو اُسکو لیگا دوسری یہہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اُسنے کھوٹے درم دیے تو
مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اُسکو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا
چوتھی یہہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچوین یہہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اُسنے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا
اور بعد صرف کرنے کے اُسکو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اُس سے کھرے درہم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح یمین المدیون فی حلفہ
کرب الدین لا قضینہ مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی نیتۃ المفتی حانث نہوگا قرضدار قرضخواہ سے
یون قسم کھانے مین کہ البتہ ادا کرونگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اُسنے قرضخواہ کو نپایا اور قاضی کو دیا اور اگر اُس مکان مین ہو جہان قاضی نہین
تو حانث ہوگا اسی پر فتوی ہی کذا فی نیتۃ المفتی وکذا یبر لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ والا لم یبر کذا لک الظہیریۃ اور
اسی طرح حانث نہوگا اگر اُسنے قرضخواہ کو پایا پھر اُسکو مال دیا سو اُسنے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اُسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اُسکا ہاتھ پہونچ سکے اگر وہ قبض کا
ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنے اتنی دور ہو کہ اُسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہو گا یعنے حانث ہو گا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان
فباع ما للقاضی بیعہ لہ رفع الامر الیہا اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اُس دین کے ادا کرنے مین جو اُسپر فلانے شخص کا ہی تو وہ واسطے ادا کے
دین کے بیچڈالے اُس مال کو جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی وکذا یبر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ
فیہ بہا ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یمین مذکور مین بیع کرنے سے بعوض دین کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہی جسمین مقابلہ او
معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادا ے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہی ہم یعنے اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اُسنے کوئی چیز زید سے بعوض اُسکے
دین کے بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اُسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہین اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہی مثلاً یعنے طالب دین نے اپنے دین والے
کی لونڈی سے اور اپنا دین اُسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء
لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادا ے دین نہین اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنے صاحب دین نے اپنا
حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہین یعنے یہہ فعل ہی قرضخواہ کا اور ادا ے دین حالف کا فعل ہی سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم
امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اُسوقت مین تو حانث ہوگا اگر یمین موقت

ہوگی واسطے عادم امکان بر یمین کے ساتھ ہبہ کردینے دین کے یعنی بوجہ ہبہ کردینے دین کے اداے دین ممکن نہین اور امکان بر یمین شرط ہے بقاء یمین کی چنانچہ وہی
شرط ہے ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزے مین مذکور ہو چکا ہم اگر یمین موقت ہے اسطرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کردینے دین کے حانث نہوگا اور اگر مطلق
یمین ہے اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق مین امکان بر بقاء یمین مین شرط نہین بلکہ ابتداء یمین مین شرط ہے اور جب
حالف نے قسم کھائی تھی اُسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اسقدر مدت کے جسمین حالف اداے دین پر قادر تھا بسبب
مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم
او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اُسکو کردیا یا قسم
کھائی کہ بقرر فلانے شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مرگیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤنگا کل پھر اُسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے
کہ تینون صورتون مین امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض او ان قضی عنہ
متبرع لا بر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اُسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر اداے دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اُسپر قبضہ کرلیا
تو حانث نہوگا اور اگر اُسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب
نہین ہوسکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ النسیان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ہرب
غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ مین ہے قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان مین کہ قرض دار کو دیکھتا ہے
اور اُسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اُسکا چھوڑنے والا نہین یعنے حانث نہین اور اگر قرضخواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اُسکو باتون مین لگایا یا اُسکو کسی
اُسکے ساتھ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا منح الغفار اور بحر الرائق مین یراہ ویحفظہ ہے لہذا واو عاطفہ کا ترجمہ کیا
ولو حلف لیطلقنہا ان لم یعطہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل یوما ولیلۃ عن دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم
کھائی کہ اُسکو ہر روز ایک درم دیا کریگا پھر گاہے اُسکو غروب کے وقت درم دے یا عشا کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے
سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن المجموع اکثر نسخون مین یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب مین یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح
کے لہذا اسی کو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرطہ
وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ مین کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم
تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لیگا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث
کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا عرفا ما دام فی عمل الوزن
قسم مذکور مین حانث نہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے کہ عرف مین اُسکو
تفریق نہین کہتے جب تک کہ وہ تولنے مین مشغول ہے اسواسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنے ہوتی ہے عرف مین
کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریۃ وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ
فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یکبارگی پھر حالف نے اُسمین سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا
جدا خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ اُسنے سب مال کو متفرق نہین لیا اور سارے مال کا متفرق لینا بھی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے
پہلے مسئلہ عدم حنث مین یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لہ

الا مائة او غیر او سوی مائة فلکونه ایماما امی لمائة او بعضها الی عرضه نفی الزیادة علی المائة وحنث بالزیادة لو مما فیه الزکوٰة والا لا چنانچہ حانث نہین ہوتا وہ شخص جسنے
کہا کہ اگر میرے مالک ہین درم ہون اگر شعر یا میرے پاس غیر سو یا سواے سَو درم کے ہون تو ایسا ہو حانث نہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اسواسطے
کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اُس جنس سے ہے جسمین زکوٰۃ واجب ہوتی ہے
اور نہین تو حانث نہین ہے یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوٰۃ کا مال ہو اگرچہ درم نہ ہون بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہون تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو
نہ پہونچے اور اگر زیادتی زکوٰۃ والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح سنئے تو قال امرأته کذا ان کان لی مال
وله عروض وضیاع ودور لغیر التجارة لم یحنث خزانة الاکمل یہان تک کہ اگر شخص نے کہا کہ اُسکی زوجہ مطلقہ ہو اگر اُسکے پاس مال ہو اور حالانکہ اُسکے پاس اسباب
اور زمین او گھر ہین بغیر تجارت کے تو حانث نہوگا کذا فی خزانة الاکمل جو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال اُسی کو کہتے ہین جسمین زکوٰۃ واجب ہو حلف لا یفعل کذا ترکه
ابدا لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرة فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کریگا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کریگا تو اُس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اسواسطے
کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور مین ضرب در کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی مین عام ہوتا ہے جمیع اوقات استقبال کو تو گویا اُسنے یون کہا کہ جمیع اوقات مستقبلہ
مین نہ ماریگا یا کلام نہ کریگا حلبی نے کہا کہ عموم نہین ہوتا مگر نکرہ صریحہ مین اور ثبوت مصدر کا فعل مین ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اسکے محیط مین سیبویہ سے منقول ہے کہ
فعل مین عموم نہین کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیه مرة حنث وانحلت یمینه ای شرح المجمع من عدمه سہو پھر اگر قسم مذکور رکھا کر محلوف علیہ کو ایکبار کیا مثلاً
ضرب یا کلام ایکبار واقع ہوا تو حالف حانث ہو گیا اور یمین کھل گئے منعقد نہ رہے اور جو کہ ابن مالک کی شرح مجمع مین ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا
سے یا خود اپنی تصریح سے جسکی توضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ مین کذا فی المنح فلو فعله مرة اخری لا یحنث الا فی کلما پھر بعد کھلجانے یمین کے اگر دوسری
بار وہی فعل کریگا تو حانث نہوگا مگر کلما کے لفظ مین البتہ حانث ہوگا اسواسطے کہ کلما تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق مین طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی المنح
ولو قیدها بوقت کو اللہ لا افعل الیوم نقض الیوم قبل الفعل بر لوجود ترک الفعل فی الیوم کله اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یون کہا کہ ایسا نہ کرونگا آج کے
دن پھر دن گذر گیا قبل فعل کے تو حانث نہ ہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن مع کذا ان هلک الحالف او المحلوف علیه لتحقق العدم واو جن الحالف
فی یومه حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہو گیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہوگا بسبب تحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون
ہو گیا حالف اُسی دن تو حانث ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح موضوع مسئلہ فتح القدیر مین کلام مثبت ہے نہ منفی صورت
اسکی یہ ہے قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤنگا پھر اُسی دن حالت جنون ہو گیا اور اُسنے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت مین جبکہ مجنون ہوگا اور نہ کھائیگا
تو بلا شک حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیفعلن بر بمرة لان النکرة فی الاثبات تخص والواحد هو المتیقن ولو قیدها بوقت نقض قبل الفعل حنث
ان بقی الامکان والا لا لوقوع الیاس بموته او لفوت المحل لطلبت بینهما امر فی مسئلة الکوز زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کریگا تو بار ہوگا اپنے یمین مین ایکبار
کرنے سے اسواسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات مین خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت کر مقید کیا پھر وہ وقت گذر گیا
قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان بر یمین باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اسطرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع
ہو گئی ہو تو یمین اُسکی باطل ہو جاویگی چنانچہ مسئلہ الکوز مین مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی حلفه وال لیعلمنه بکل داعر دخل البلدة تقید حلفه بقیام
ولایته بیان لکون الیمین المطلقة تصیر مقیدة بدلالة الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اُسکو اطلاع کر دیا کرے ہر مفسد کی جو شہر مین آوے تو یہ حلف اُسکی حکومت
کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد
بعد زوال حکومت کے متصور نہین لہذا یہ یمین بزمان مقصود مقید ہوئی داعر بدال مهملة وعین مهملة بمعنی مفسد ہے وینبغی تقییده بفور علمه ولو سقطت لا یعود وابرلا لق ہے مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم

حالف کے اور جب کہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی
اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بعد عزل منصب کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم یا عدم اعلام نہیں کیونکہ فی النہایۃ والزیلعی ولو تعجب شارح کی بحث کو
ذکر کرتا ہوں اور ظاہر الروایۃ کو ترک کرتا ہوں ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی
اعلی منصب کیطرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب
فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا العقود کے مذکور کرنا بہتر تھا من ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول
عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے
چند مسائل ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہو جاتی ہے بخصوصیت انہیں میں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی
صاحب قرض نے مدیون کو یا اوس کفیل نے جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اسکے اذن کے تو مقید ہوگا
نکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقا اسواسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جسکو قدرت ہو روکنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا
لو حلف لا تخرج امرأتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج امرأتہ من الدار لعدم دلالۃ التقیید زیلعی اور مسائل مذکورہ میں یہ مسئلہ ہے اگر
قسم کھائی کہ نہ نکلیگی عورت اسکی مگر اسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اسکی گھر سے کہ یمین
مقید بحال زوجیت نہیں ہے بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی یعنی مثال اول میں اذن قرینہ قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں
طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنے اضافت اسواسطے کہ بعد انقضاے عدت کے اسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا
فوہب لہ فلم یقبل بر وکذا کل عقد تبرع کعاریۃ ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اسکے واسطے ہبہ کیا اسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور یہی
حکم ہر عقد تبرع یعنے جسمیں احسان ہو معاوضہ نہین جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر
بلا قبول وکذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں ہم مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور
سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کے یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات
بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب کے ہیں اور معاوضات کے
عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن ملک ملتقطا
اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور یہ فرع کذا فی شرح ابن ملک تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم ریحانا بشم ورد و یاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھیگا حانث نہوگا گلاب
اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور یمین میں معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے
نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیر ذلک من الاقوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم
مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے ہمارے اہل ہند ریحان کو تلسی ورم وا خود لیتے ہیں ویمین الشم
تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد
سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی ہو بو اسکے دماغ میں کذا فی الفتح ویحنث فی حلفہ لا یشتری
بنفسجا او وردا بشراء ورقہا لا دہنہما للعرف اور اس قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی پتیوں کے خرید کرنے سے

نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے ہم نبات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہے نہ تیل پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں یہ عرف
بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہے نہ فقہا مصنفین کے عرف پر **حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث و**
بالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث بہ یفتی خانیۃ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کریگا پھر اُسکا نکاح فضولی نے کردیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا
تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھدیا کہ میں نے نکاح
قبول کیا تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعۃ کہ اُسکے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یفتی کو اجازت قولی کے پاس
ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ میں فتویٰ کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہے نہ اجازت فعلی میں **ولو زوجہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا**
لاستناده لوقت العقد اور اگر نکاح کردیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اُسنے قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے
اجازت کے عقد ہونے کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا **کل امرأة تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث**
بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازه بالفعل حنث اتفاقا لکثرة اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ
جو عورت مجھپر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اُسنے نکاح فضولی کو اجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے
کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی با اجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ یعنی مالک ہونے کے
اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت یا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بالقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہوسکتا صریح اور
غیر صریح میں کذا فی الطحطاوی **وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فحکمہ کالنکاح بحر ان سوق المہر الیہا اجازة لوجوبہ قبل الطلاق** اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ
طلاق نہ دیگا پھر اُسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کہ مہر بھیجنا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب
ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر بھیجنا فعلی نکاح ہے ہم کہتے ہیں جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا
بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اُسکے گھر سے نکال دے لیکن طلاق یہ عورت واقع ہوگی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہونے
میں کذا فی الطحطاوی **قال لامرأة الغیر ان دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت** کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی
تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی **وکذا فی عدم حنثہ باجازتہ فعلا ما کتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو**
قولہ ان تزوجت امرأة بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی فعاملہ تزوجت
وہو خاص بالقول او مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق میں زوج
کی طرف سے اسطرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح
تو ہوگی زوجہ اُسکی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اُسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ
قول کے ہم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ لکھواتی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کرسکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالتا یا وکالتا نکاح فضولی با جازت قولی
نہیں کرسکتا لیکن نکاح فضولی کو با جازت فعلی کرسکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آئندہ قول میں بتایا **وانما یسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح**
فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین لہ نافذ وقد منا فی التعلیق ان لا فائدة کافی فی ذلک بحر
فضولی کے نکاح کا سد باب تب اسطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھدے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ با جازت فعلی جائز رکھوں
تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہیں واسطے جواز نکاح کے مگر جب کہ منکوحہ متجددہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تاکہ وہ یمین

مضاف باضافت الی المالک کو فسخ کردے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق میں ہم مقدم مذکور کرچکے ہیں کہ اسمیں فتویٰ دیا بھی کافی ہے کذا فی البحر مسئلہ
اُس روایت پر فتویٰ دیا جو امام محمد سے مروی ہے جمہیر علمائے خوارزم کا فتویٰ ہے کہ یمین مضاف باضافت الی المالک واقع نہیں ہوتی بلکہ نہر الفائق میں ظہیریہ سے
منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لایدخل دار فلان تنظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولابد ان تکون
مسکنہ الا بطریق التبعیۃ فلو حلف لایدخل دار فلانۃ فدخل دار باو زوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وھو الزوج نہر عینی اقسام
قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر میں تو یہ قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اسواسطے کہ مراد گھر سے
مکان سکونت ہے عرف میں اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر میں داخل ہوگا
پھر داخل ہوا اُس عورت کے اس مملوک گھر میں جسمیں اُسکا زوج رہتا ہے تو حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے والے کیطرف اور وہ زوج ہے کذا فی النہر الفائق اقسام اگر
اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اُسکی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لا یحنث فی حلفہ انہ لامال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام ای محکوم بافلاسہ
او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی الذمۃ لایتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم میں کہ البتہ اسکا کچھ مال نہیں حالانکہ اسکا دین ہے اس شخص پر
جیسے مفلس یعنی جسنے یہ حکم کردیا یا اسکا دین ہے مالدار پر تو بھی حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ دین مال نہیں یعنے بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ میں یعنے دین عبارت ہے شغل ذمہ سے
اور متصور نہیں قبضہ اسکا اور دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ قضا اور دین بالمثل ہوتی ہے ہم مفلس بتشدید لام اُس محتاج کو کہتے ہیں جسکے افلاس کا قاضی نے حکم کردیا
ہو تا کوئی اس سے خرید فروخت نہ کرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فرع مسائل لمحۃ شارح قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فھو حالف فان لم یفعل الخ
حنث مالم ینو الاستحلاف مثلا زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کریگا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تا وقتیکہ زید اس
کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نہ کرے ہم اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کریگا تو زید حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک بالله
او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی مالم ینو الاستفہام مثلا زید نے غیر سے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں تجکو اللہ کی یا فقط اقسمت باللہ کہا بدون علیک
کے یعنی قسم دیتا ہوں اللہ کی البتہ تو ایسا کریگا تو قسم کھانے والا وہی زید ہے جسنے اول یہ کلام کیا تا وقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نہ کرے ہم اور اگر استفہام
کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کریگا تو کوئی حالف نہ ہوگا لیکن منع دیانۃ حلف سے استفہام کرنا بیجا امر ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال
نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یوں کہا کہ تجپر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اُسنے کہا کہ ہاں تو قسم کھانے والا مجیب ہے نہ مبتدی اسواسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے
لایدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلے النفی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اُسکے گھر میں داخل نہ ہوگا تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اُسکو
روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کو روکنے کی قدرت ہو تو یمین اُسکی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے رد کردینے دونوں پر ہوگی ہم اگر ہاتھ سے نہ روکا اور زبان سے منع کیا
تو ظاہرا حانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف الا یترکہ فیہا بر بقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اسمیں نہ چھوڑیگا تو حانث نہ ہوگا یوں کہنے سے
کہ نکل ہم اسواسطے کہ اُسنے اُس چیز کی قسم کھائی جسکا مالک نہیں کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث میں کافی ہے لایدع
مالہ الیوم علے غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ بر قسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرضدار پر نہ چھوڑیگا پھر اُسکو قاضی کے پاس لیگیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرضخواہ
حانث نہ ہوگا ہم یعنے قرضخواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اُسنے قسم کھائی کہ میں اسکا قرضدار نہیں تبھی اُسکا
حانث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اُسپر صادق آوے تو یمین غیر متصور ہے یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہیں چھوڑا
بلکہ قاضی نے اُسکو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرأتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلا زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو
تیری عورت مطلقہ ہے تو زید نے کہا ہاں اور حالانکہ زید وہ فعل کرچکا تھا تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب میں گویا اُسنے یوں کہا کہ اگر میں نے

ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق وعبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا وقال زید نعم کان حالفاً الخ اور اشباہ مین گیارہوان قاعدہ یہ ہی کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہی جواب مین کہا فضولی سنے کہ زوجہ زید مطلقہ ہی اور غلام اُسکا آزاد ہی اور زید پر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہی اگر اُسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اُسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اُسکا آزاد ہو جائیگا اور بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جائیگا ادعی علیہ فحلف ما لہ علیہ شئی فبرہن بالمال حنث به یفتی دعویٰ کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سواسنے قسم کھائی کہ مجھپر مدعی کا کچھ نہین پھر مدعی سنے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتویٰ ہی ہم یہ بھی شرط ہی حنث کی کہ بعد گذرنے گواہون کے قاضی یا پنچ ثبوت مال کا حکم کردین اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین اور اگر گواہ جھوٹے ہو وینگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر ایہ ہی کہ اگر زید فی التحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃً حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلاناً ثقیل وہو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث لان نیتہ ما عند الناس قسم کھائی کہ فلانا شخص بیمار ہی اور حالانکہ وہ لوگون کے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہی تو حانث نہوگا مگر اُس صورت مین حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگون کے اعتقاد مین ہی لا یکلم عبد زید فکلم مع شریکہ حنث ومع عبدہ المأذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کلام نہ کریگا پھر زید کے شریک کے ساتھ کلام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کلام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہی اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنے دین مین بیچ ہو جاتا ہی یا مرضی مولیٰ کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضاً بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضاً بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذا لم یکن ساکناً قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کریگا پھر اُسنے زراعت کی اُس زمین مین جو مشترک ہی زید اور غیر مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر مین نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر مین داخل ہوا جبکہ زید اُسمین نہ رہتا ہو تو حانث نہوگا ہم اسواسطے کہ نصف گھر کو گھر نہین کہتے ہین اور اگر مشترک گھر مین زید رہتا ہوگا تو البتہ زید کا گھر شمار مین ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہی تو دار مشترکہ بطریق اولیٰ اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہی حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبت تھا لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود کو لایا جو عقوبات خالصہ ہین اور حدود چہ طرح پر ہین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد مسکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیان حدود کی ظاہر تر ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اُسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہی کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہین حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہی اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہی بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بےعزتی اور بربادی مال ہی اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ مین پیدا البتی امر ہی ولہذا اباحت اموال وناموس زنا ومستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ گاہے شرب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃً ہوئے اسلیے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع وہ یعنی حد جسکی جمع حدود ہی لغت عرب مین عبارت ہی منع یعنی روکدینے سے ولہذا ڈیوڑھی بان اور قیدخانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہی اور قیدخانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہی ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہی اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ دخول ملک غیر سے مانع ہی اور خروج بعض مملوک کو غیر کیطرف روکتے ہین کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ تعالیٰ محارم کو کہتے ہین اسواسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہی قال اللہ تعالیٰ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہین اسلیے کہ اُس سے آگے بڑھنا ممنوع ہی قال اللہ تعالیٰ تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا کذا فی المنح الغفار وشرعاً عقوبۃ

مقدرة وجبت حقا للہ زجرا فلا تجوز الشفاعة فیه بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہی بجہت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہونچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے ہم عقوبت عبارت ہی اس درد اور تکلیف سے جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی اور عقوبت معینہ رجم مین موت سے ہی اور باقی حدود مین کوڑون سے ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کے اور زواجر ہین بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہی فعل کی پیشقدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی تا مقدمہ رجوع کرنے والا اسکو چھوڑ دے اور اسی طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطے کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول در ثبوت کے سفارش جائز نہین اسلیے کہ ترک واجب کی طلب ہی ولہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجود یکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انھون نے عورت مخزومیہ کی جسنے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حدین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوگئے کہ جب امیر شریف چراتا تھا اسکو چھوڑ دیتے تھے اور جب ضعیف چراتا تھا تو اسپر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اسکا بھی ہاتھ کاٹون اخرجہ الجماعة کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عند نا بل المطہر التوبة واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی گناہ سے توبہ ہی اور اجماع کیا علما نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ہم یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے اور اکثر اہل علم اسکے قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اسپر پڑی دنیا مین تو وہ کفارہ ہی اسکے واسطے اور جسنے گناہ کیا اور خدا نے اسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار مین ہی چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا قال اللہ تعالی ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا یعنی حقتعالی نے فرمایا کہ یہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا انکے واسطے رسوائی ہی دنیا مین اور انکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنھون نے توبہ کی تو حق تعالی نے خبر دی کہ انکے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سواے توبہ کرنیوالے کے کہ اس سے عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہوجاتا ہی اسلیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہین اور واجب یہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسواسطے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب یا رجم کے ساتھ توبہ بھی کرلیتا ہی تو یہ قید لگانا حدیث مین ضروری ہی تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہوجاے تقییدِ ظنی کی بوقت معارضۂ قطعی کے متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سے بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعین کے اور قصاص حد نہین اسواسطے کہ قصاص حق ہی مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کیطرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد ہی تا دونون مذہبونکو شامل ہوتا علاوہ یہ ہی کہ مقتول کا گاہے وارث نہین ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہی اور حالانکہ قصاص اسکا حق نہین ولہذا وہ عفو کرنیکا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطی وہو ادخال قدر حشفة من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلۂ تناسل کو بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کے داخل کرنا ہم شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا مین معتبر ہوا ہی انزال ہو یا نہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہو گیا مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہی وطی مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ہم مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سے بیہوش نکل گیا اور اسی کے مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہة زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہین بسبب شبہہ کے ہم گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اسکے زنا پر گواہ

قائم ہوں تو بھی صورت اُسپر حد نہیں بسبب شبہ کے اسلیئے کہ اقرار بالاشارہ مین شبہ ہے عدم صراحت کا اور گواہون مین احتمال دعوی شبہ ہے یعنے اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید کوئی شبہ
حلت کا بیان کرتا والاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا ماری جاویگی اقرار زنا سے نہ گواہون سے کذا فی شرح
الوہبانیہ ہم علامہ عبد اللہ نے شرح وہبانیہ مین خانیہ سے نقل کیا یون کہکر کہ میرے پاس اسکے نسخہ مین اسطرح ہے کہ اقرار زنا مین اندھا مانند بصیر کے ہے و
اُسکے زنا کے گواہ مقبول نہین اور بحر الرائق مین اُسکے مخالف ہے اسطرح کہ بخلاف اعمی اسواسطے کہ اُسکا اقرار اور اُسپر گواہ گذرنا دونون صحیح ہین کذا فی الطحطاوی
طائع فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنے جو شخص برغبت اور اپنی
خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ مین خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنے نو برس کی عمر سے پیری تک
تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی ہم حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اسواسطے کہ صغیرہ اور مردہ
اور جانور لائق شہوت کے نہین تو اُنکی وطی پر حد نہین مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اسواسطے کہ قبل مخصوص انسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ
ای ملک الواطی وشبہتہ اے فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل
ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ملک سے مراد ملک نکاح اور ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی
مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب اور عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے
عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اُسکے مولی کے نکاح کرنا یا وطی اُس غلام کی جسنے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی
عن الحموی عن المفتاح در شبہہ فی المحل در شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آویگی وزاد الکمال فی دار الاسلام لانہ لاحد بالزنا فی دار الحرب اور تعریف زنا مین کمال ابن
محقق نے فتح القدیر مین دار الاسلام کی قید زیادہ کی یعنے زنا حد کا موجب عبارت ہے اُس وطی سے جو دار الاسلام مین واقع ہوا اسواسطے کہ دار الحرب مین زنا سے
حد نہین اور مانند دار الحرب کے ہے دار البغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقت فقعدت علی ذکرہ فانہا تحد لوجود التمکین یا زنا عبارت
ہے قادر کر دینا مرد سے اسپر یعنے وطی اور دخول پر اسطرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اُسکے آلہ تناسل پر بیٹھ جاوے تو مرد اور عورت دونون پر حد ماری جاویگی بسبب وجود
تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے عورت کے قادر کر دینے سے اسواسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہین بلکہ تمکین ہے سو اب پوری
ہوگئی تعریف زنا کی حقیقت کی ہم یہ تعریض ہے صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اسمین زنا کی تعریف یون ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک و شبہہ ملک سے اسواسطے
کہ یہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اسواسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہین آتی اسواسطے کہ عورت سے وطی متصور نہین بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے
اُسپر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اسواسطے نہین کہ تعریف مذکور مین وطی مجنون و مکرہ و وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ و وطی مردہ و جانور اور وطی الخ
داخل ہوگئی حالانکہ ان مواضع مین حد واجب نہین کذا فی منح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف
مین محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہوگی تو حد نہ ماری جاویگی بسبب شبہہ جہل کے اور فتح القدیر مین محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے
بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین یعنی زنا ہر دین مین حرام ہے یہان تک کہ اگر حربی دار الاسلام مین آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان مین زنا
حلال تھا تو اُسپر حد ماری جاویگی اگرچہ دار الاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ تحریم زنا کی
سب دینون مین اسکے منافی نہین کہ بعضے لوگ اُسکو نہ جانتے ہون اور صاحب محیط نے ادعاء حلت زنا کسی دین مین نہین کیا بلکہ اصل اُسکی وہ روایت ہے جو سعید
بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے یمن مین زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رض نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حقتعالے نے زنا کو حرام کیا ہے تو اُسپر کوڑے مارو اور اگر نجانتا ہو
تو اُسکو حرمت کی تعلیم کرو پھر اسکے اگر پھر زنا کرے تو اُسکو مارو تو باوجود اس روایت کے جسپر صحابہ کا انکار ثابت نہین کیا وجہ ہے اسکے رد کرنے کی لہذا فتاوی عالمگیری مین

حیلہ کے قول کو مسلم رکھا ہے اور یہ مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہے جو علم حرمت کو شرط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت
بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حدوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار مردون کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی دینگے
تو انپر حد قذف ماری جاویگی ہم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہون کی نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دیگا
تو گواہی انکی مقبول ہوگی اور خارج مجلس میں ہونگے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان
ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا ثابت ہے نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ
قائم مقام زنا ہے ہم ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف
نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہون پر اور اگر
تین گواہون نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہون پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولا شہد بزنا
بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریۃ چار مردون کی گواہی سے
زنا ثابت ہے اگرچہ ان چارون میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے
زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو ورنہ انکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور
ساقط کرتا ہے نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنے اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی
میں فیسألہم الامام عنہ ما ہو ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی حیث زنا کی گواہی دیں تو امام یعنے سلطان یا اسکا نائب گواہون سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنے
اسکی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ہم فائدہ اس سوال کا یہ ہے کہ کاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں نظر
بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازا کذا فی المنح وکیف ہو وأین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا للدرء
اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہان ہوا دار الاسلام میں یا دار الحرب میں اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں طفلی کے وقت یا
بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو یا دار الحرب میں ہوا ہو یا اسکی طفلی میں
ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہون اور آہستہ اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ
کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جاوے ہم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابو ہریرہ ہے جسکو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت
کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرءوا الحدود ما استطعتم یعنے حدود کو ٹالو جہانتک تم سے ہو سکے اور ترمذی میں یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہے
کذا فی الفتح القدیر فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادۃ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہون نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا
کہ ہمنے اسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہ تفسیر زیادہ بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے ورنہ حقیقت زنا کا سوال کافی ہے
لیکن ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اسی بیان پر کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدون کو ضرور ہے وعدلوا سرا وعلانیۃ اذا
لم یعلم بحالہم اور گواہون کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہون کا حال نجانتا ہو ہم تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہون کے نام اور انکے محلہ کے
نام لکھکر واقفون کے پاس بھیجے تاوہ اسکے نیچے لکھدیں کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ ہے اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے اور مزکی کہے
کہ یہی شخص ہے جسکو میںنے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدون کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اسکو ضرور نہیں اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن
حاکم فقط اپنے علم پر بدون گواہون کے حد زنا نہیں مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو جب اپنا دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے

لیکن حد مارنے مین معتبر نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوباً حیث تا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اُسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر
ہوجانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولی مالم یتہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تا وقتیکہ بیحیائی اور پردہ دری
کی نوبت نہ پہونچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر ہم پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے ولہذا زنا مین چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث
مین وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اُسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت مین کریگا لیکن جب فرد بیحیائی اور تہتک کی نوبت پہونچے تو اُسوقت مین گواہی
دینا بہتر ہے اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک ہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کی توبہ کرنے سے
ویثبت ایضا باقرارہ صریحا صاحیا ولم یکذبہ الآخر ولا ظہر کذبہ بجبہ او رتقہا ولا اقر بزناہ بخرساء او ہی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے
اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری مین اور دوسرے نے اُسکی تکذیب کی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بند
ہونے سے ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنیکا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنیکا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے
کے اُس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنی اگر وہ شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر دافع حد بیان کرتا تو اس شبہ سے دونون پر حد نہ ماری جاویگی اور صریح اقرار
سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط
ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بہ او بالسرقۃ
فی حال سکرہ لاحد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتمل اور اگر مستی کی حالت مین زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہین اور اگر مستی کی
حالت مین چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جسکا مشاہدہ ہو تکذیب کا محتمل نہین اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر
تو یہ احتمال مستی کے اقرار مین معتبر ہوا نہ غیر مستی مین کذا فی المنح اربعا فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنے اقرار ثبوت زنا ہے چار بار مقر کی چار مجلسون
ہم تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا وقتیکہ چار بار چار مجلس مین اقرار نہ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
ثبوت زنا کا حکم ندیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر مین زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک
مجلس مین اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اُسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے سے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر
نظر نہ آوے ہم یعنے اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے
اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لیکن رد کرنا تین بار مین ہے نہ چوتھے بار مین کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز بیانہ باتہ ابنہ نہر اور سوال
کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنے سوالات خمسہ مانند گواہون کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اُسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے
مقر کے کہ اُسنے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر ہم ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال
بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اُس عورت کا ذکر کرے جسکے وطی سے حد نہین کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے
جواب جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اُسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت
نہوگا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہون سے ہم علم قاضی کا حجت نہین حدود مین باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اُسکے اعتبار کرنیکا کذا فی العالمگیریۃ
عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہین اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہین اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اُسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر
مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہین کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہون پر حکم کیا یعنے گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایکبار اقرار کیا
زنا کا تو اُسپر حد ماری نہ جاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اسواسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے پھر جب اُسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور وجہ یہ کہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضاے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعا بطلت الشہادۃ
اجماعا شرح اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہو گی اور اُسپر حد واقع ہو گی بموجب اُسکے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ
قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کھربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اُسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے
اگرچہ اُسکا رجوع فعلی ہو جیسا کہ اُسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اُسکے پیچھے پتھر مارتے چلے
جاوینگے یہاں تک کہ وہ مر جاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار کے اور کوئی اُسکا مکذب نہیں تو شبہہ پڑا لہذا وہ چھوڑ دیا جاویگا کذا فی المنح عن الحاوی
انکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجی اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے جیسا کہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد میں آویگا کذا
یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فیصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان
کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہو گیا تو اُس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف
حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف میں اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ اُسکا تکذیب کرنے والا یہاں موجود ہے یعنی عبد وکذا عن سائر
الحدود التی لصحتہ للہ کحد شرب و سرقۃ وان ضمن المال اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہیں چنانچہ حد شرب اور
حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار میں ضمانت مال لازم ہو گی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے
حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اسطرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہو گی بدلیل حدیث ماعز ہم یا یوں کہے کہ شاید
تو نے نکاح کر لیا ہوگا بخاری میں مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہو گی خلاصہ یہ ہے کہ اس
چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا پھر اُسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچویں بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تو نے کیا یہاں تک کہ وہ اسمیں غائب ہو گیا اُسنے کہا
ہاں فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمہ دانی میں یا رسی کنوئیں میں اُسنے کہا ہاں پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اُسنے کہا ہاں میں نے اس عورت سے حرام فعل
کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ
ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا سو مجھپر کتاب اللہ قائم کیجیے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا
حضرت نے فرمایا تو نے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اُسکے پاس لیٹا تھا کہا ہاں فرمایا کیا اُس سے مباشرت کی تھی
کہا ہاں فرمایا کیا اُس سے جماع کیا تھا بولا ہاں پھر حضرت نے اُسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اُسکے پکڑنے سے
تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انھوں نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیوں نہ تم نے اُسکو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ
کرتا سو خدا اُسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہوں کے دعوی کیا
زانی نے کہ عورت اُسکی زوجہ ہے تو اُسپر سے حد ساقط ہو گی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو ہم بلا بینۃ متعلق ہے ادعی سے کذا فی الطحطاوی فلو تزوجہا بعدہ ای بعد زناہ
او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کرنے کے یا اُسکو خرید کیا تو اُسپر سے حد ساقط
نہو گی قول اصح میں بسبب عدم شبہہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہو گیا کہ زنا کے وقت شبہہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم
محصن فی فضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جاویں میدان میں یہانتک کہ وہ مر جاوے
اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہوں پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفوں کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے

محصن کا رجم یعنے سنگساری او پتھر مارنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضے کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات
کی روایات احاد مین اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیون کا مشروعیت رجم مین باطل ہے اجماع قطعی اسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیون نے عمر بن
عبد العزیز پر درجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہین اُنھون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی قرآن سے ثابت
نہین پھر اسکے کیون مقر ہو خارجیون نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے انھون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے
بلا تفاوت کذا فی فتح القدیر فلو قتله شخص او فقا عینه بعد القضاء به فهدر وينبغي ان يعزر لافتياته علے الامام نہر پھر اگر اسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اسکی
آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے وہ شخص تعزیر دیا جاوے لسبب تعدی کرنے اس شخص کے
حاکم پر و قبله ای قبل القضاء به يجب القصاص في العمد والدية في الخطا لان الشهادة قبل الحكم بها لا حكم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے
حکم رجم کے تو قتل عمد مین قصاص اور قتل خطا مین خون بہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہین یعنے جب تک گواہی کے موافق حاکم
حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہین لینے شہادت بلا قضا ثبت رجم نہین کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط بداءة الشهود ولو بحصاة صغيرة الا لعذر
كمرض فيرجم القاضي بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر لسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر
مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ علی مرتضیٰ کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدون کو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتداءً رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان
ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا الطريق بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط ولا يحدون في الاصح پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا فوت
ہو گئے یا غائب ہو گئے یا انکے دونون ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا لسبب فوت ہونے شرط
کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاوے گی بقول اصح اسواسطے کہ نہ مارنا صریحاً رجوع نہین کذا فی المنح کما لو خرج بعضهم عن الاهلية
للشهادة بفسق او عمى او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء في الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت
سے خارج ہو گیا لسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا لسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا
حکم مین داخل ہے تو جبتک واقع نہین ہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلاً حاصل نہ ہوا کذا فی الطحطاوی
وهذا لو محصنا والا فيحد في الموت والغيبة كما في الحاكم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اسپر حد ماری جاوے گی
گواہون کی موت اور غائب ہونے مین چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت مین حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعضے نسخہ مین بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے
اور یہی نسخہ معتبر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق مین حاکم شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے اسطرح اور فی غیر المحصن قال الحاکم الشهيد في الكافي يقام عليه
الحد في الموت والغيبة یعنے اور غیر محصن مین حاکم شہید کی کافی مین کہا ہے کہ اسپر حد قائم ہو گی شاہدون کی موت اور غیبت مین کذا فی الطحطاوی هم او
بعضها یہی عبارت فتح القدیر مین کافی سے منقول ہے ثم الامام هذا يفيد ان حضوره ليس بلازم قال ابن الكمال ما قاله المصنف تبعا للكمال تعقبه في النهر
پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اسکا نائب پتھر مارے یہ یعنے حاکم کا مارنا لازم نہین کیونکہ لازم ہے حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام مین لازم نہین کہا ہے
ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اور جو مصنف نے اپنی شرح مین کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہے اسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ہم نے متن
منح الغفار مین فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ شہود کے بعد امام کا رجم نہ کور کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جاوے لسبب اتحاد ماخذ
کے نہر الفائق مین کہا کہ یہ اسوقت تمام ہو جب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے ثم الناس افاد في النهر ان حضورهم ليس بشرط فرجمهم

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط بحر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں بیان کیا کہ اگر گواہوں کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے رجم کی تو انکا مارنا بطریق اولیٰ ہے یہی قول کروہ اوسنے
سے انکار کریں تو حد ساقط نہو گی ہم نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے
استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں ویبدأ الامام ولو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لفوات شرطہ فتح لکن سیجئ انہ لو قال
قاضی عدل قضیت علی ہذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتداء سے حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے
تو قوم کو اسکا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص
سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہوں کو معاینہ نہ کیا ہو ہم حاصل استدراک
شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اسکی اباحت رجم میں بدایت رجم قاضی پر شرط نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام غامدیہ کے رجم
میں قطعاً حاضر نہوئے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم کو رجم کرنا مکروہ
ہے اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہو گا ویغسل ویکفن ویصلی علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم
سے مارا گیا اسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے
اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اسپر نماز پڑھی ہے تو فرمایا کہ اسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر
تقسیم کیجاوے تو انپر پھیل جاوے اور تو نے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اسنے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے بروایت
عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کرو اسکے ساتھ جو اپنے
مردوں کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد بمائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد بالمحصنات
فی الآیۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاویں اگر وہ آزاد ہو اور اسکا نصف یعنی پچاس ۵۰ کوڑے غلام کو مارے جاویں بطریق دلالت
النص و محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ہم سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے
الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو انمیں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے لیکن محصن کے
حق میں کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے اور نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن
پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالی فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب یعنی حق تعالی نے لونڈیوں
کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو انپر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارۃ النص سے لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا
عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی فتح القدیر وذکر
الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے برعکس ہے
زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیہن نصف ما علی المحصنات میں غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر میں غلاموں کا حکم
عبارۃ النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہوتی ہیں
نہ تغلیب عورتوں کی مردوں پر والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اسکا
بدون اذن امام کے اور اگر مالک نے ماریگا تو کیا کافی ہے ظاہر جواب یہ ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر عن ابن مسعود
ابن عباس و ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشایخ حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ حاکموں کے سپرد چار چیزیں ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور فیء غنیمۃ لیکن اسکو تقریر

عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنے غلام کی تادیب مین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اسکو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو
اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنے امام یا اسکا نائب کذا فی الفتح والمنح بسوط لا عقدۃ لہ قیہ الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسط بین المجارح وغیر المولم غیر محصن کو
حد ماری جاوے ایسے کوڑے سے جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کرڈالے نہ تخفیف بے تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہے کہ ثمرۃ السیاط انکی عقد اطراف کو
کہتے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے
یعنے انزجار سے کذا فی الہدایہ ونزع ثیابہ خلا ازار لیستر عورتہ اور مارنے کے وقت اسکے کپڑے اتارے جاوین سوا ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علے
بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ قیل وصدرہ والبطنہ اور اسکے بدن پر جا بجا کوڑے مارے جاوین سوا اسکے سر اور منہہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اسکی چھاتی اور پیٹ کے
ہم لندرتق ضربگاہ یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہے ہلاک کا اور جدا جدا جگہ ہے نہ ... لوجلدہ فی ایام ... مین ... وفرقہا فی الیوم الثانی اجزاہ علے الاصح جوہرہ
اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمراۃ
قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علے الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن الکمال اور فرمایا
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا
فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہوجاتا ہے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم مشترک سے مد وکا لفظ مراد ہے جو نفی یعنے لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہے لہذا انہین معانی مین عام ہوا یعنے محدود کو زمین پر لٹانا نا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو
اسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضے کا اثر یون مروی ہے یضرب الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا الا الفرو والحشو
تقدر فیہا لبستہ لما ردینا اور نہ اتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت بیٹھی بدلیل اس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کرچکے
ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لستر ہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اسکی چھاتی تک سنگساری مین اور اسکا ترک بھی جائز ہے
بسبب پوشیدہ ہونے عورت کے اپنے کپڑون مین ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک لو ہرب فان ہو مقرا لا یتبع والا اتبع حتی یموت کما مر اور جائز
نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اسکو پکڑے رہے مگر جبکہ کھڑا نہ رہے
تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اسکے اقرار سے ہوا ہو تو اسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا ہو تو پتھر
مارتے ہوے اسکا پیچھا کرنا چاہیے یہان تک کہ مرجاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس
وہو احسن وسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علے موضعہ بالنقض ... درمیان جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی
یعنے شہر سے نکالدینے کے کواری مین جائز نہین ... نفی کی تفسیر ... حبس کی ہے اور یہی یعنے قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اسواسطے کہ زانی مسافر
مین پھر وہی کام کریگا جیسا چھوڑ کر یعنے نکال دینے مین فتح باب زنا ہے اسواسطے کہ سفر مین ... قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم باتفاق ائمہ اربعہ جائز نہین
لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ... جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داود اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم یعنے فرمایا کہ کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہی
ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے
تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے
بدلیل اسی حدیث مذکور کے اسکا جواب ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی اصل حد ہو تو لازم آوے زیادتی علے الکتاب

بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر لمخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین
الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح ہر قصور میں امام کو
اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض زنی ولا یجلد
حتی یبرأ الا ان یقع الیأس من برئہ فیقام علیہ پھر اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جاوے
بیمار یہاں تک کہ چنگا ہو جاوے مگر یہ کہ اسکی صحت سے نا امید ہو جاوے پھر تو اسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنے جب صحت سے نا امیدی ہو مریض کو فقط اتنا
کہ مارنا چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اسکو
کھجور کی گود سے ایکبار مارنا چاہیے جسمیں سو شاخین ہوں طحاوی نے مسندا اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد کا حکم
فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اسکو مارینگے تو مقتول ہو جائیگا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جسمیں سو شاخین ہوں پھر اسکو ایکبار مار دینا کذا
ایسا ہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے لیقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زنا بالبینۃ اور حد قائم کیجاوے
حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نچاہیے فان
کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جبکہ مولود
کا کوئی پالنے والا نہو تو اسپر رجم نہو یہاں تک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنے جبکہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل بریہا النساء فان ظہر حبسہا سنتین
ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوےٰ کرے تو حاکم اسکو عورتوں کو دکھاوے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اسکو قید رکھے دو سال تک
پھر اسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار وانکان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد قائم کرنا چاہیے اسواسطے کہ نفاس
بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہے شرائط احصان الرجم ستۃ اور شرائط احصان رجم کے چھ ہیں یعنے شرائط احصان یہی احصان ہے تو حد یا
عبارت ہے امور ستہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ اسمیں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور
لونڈی محصن نہیں اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہو والتکلیف عقل وبلوغ اور شرائط احصان سے مکلف ہونا یعنے عقل وبلوغ ہم
اور بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اسواسطے کہ اسحق
بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کیساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور
امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی و یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ
قبل نزول اس آیت کے جسمیں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا
فی الفتح والوطی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو
یا نہو وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور
اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اسکے نکاح پر معلق کی پھر اس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اس عورت
سے صحبت کریگا بعد نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما
بصیرورۃ الآخر محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر ایک زوجین سے شرط ہے دوسرے
شخص کے محصن ہونے کی سبب سے ہم وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ میں شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے

اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہے تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اسکا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اسیطرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت میں اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ

او الحرۃ عبدا فلا احصان الا ان یطاہا بعد العتق لتحصیل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو زنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اسکا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہان تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اسپر رجم نہوگا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے

کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط اخر ذکرہ ابن الکمال ہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے ذکر کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونون مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھ ہی مرتد ہونے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہے ولو بطل بجنون او عتہ عاد

بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد ہوش کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بجماع بعد انکے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے وعلم انہ لا یجب بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا وزنی یرجم اور جان کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا

اور پھر زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان اتت ستۃ فخذہا عن النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعض علما نے شروط احصان کو یون نظم کیا ہے شروط احصان کے چھ ہیں سو لے انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جب مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہوگا اس نظم میں دو شرطین باقی رہ گئیں ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عیدہ نے فقا کما فی الکلی سے نقل کیا ہے

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہے اس وطی کے بیان میں جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہان تک تم سے ہوسکے ہم عنقریب ذکر ہوچکا کہ ابو یعلی کی مسند میں حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند میں ابن عباس سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات اور حدود شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق نے کہا کہ اگر میں حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھون میرے نزدیک بہتر ہے کہ انکو شبہات سے اقامت کرون اور معاذ اور عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجھکو شبہہ پڑے حد مین تو اسکو دفع کر وغیرہ الی طرح شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہین لیکن جب کہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار انکا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی فتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہ یعنی دھوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہو شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر مین ثابت نہیں یعنی شبہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے جیسا بچہ والد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے حلت ملک یمین مین اور حالانکہ

دلد کی لونڈی واقع ہین حلال نہین باپ پر وہی ثلثة الولد شبهة حكمية في المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہین ہم
محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی و شبهة في الفعل اور دوسرا شبہہ فی الفعل جسکو اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے فعل وطی مین شبہہ یا اشتباہ واقع ہوا و شبهة
في العقد والتحقيق دخولها في الاولين تحققا اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنے نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونون شبہون مین داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ
نہین اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل برهانه وسقط الحد وكذا يسقط ايضا بمجرد دعواها الا في دعوى الاكراه
خاصة فلابد من البرهان لانه دعوى الفعل الغير فيلزم ثبوته بحجة سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوے کیا اور برہان سے یعنے گواہون سے ثابت کیا تو اسکے گواہ
مقبول ہونگے اور حد اُسپر سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی مین بسبب
دعوی بلا برہان ساقط نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی مین برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اُسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا في البحر
لا حد بلازم لشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي الثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہین شبہہ محل سے یعنے ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ
بھی کہتے ہین شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمین محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے ہم شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بعد اسکے بیان شبہہ حکمیہ
اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنے شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمین محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنے شبہہ محل مین ثابت ہے بسبب قائم ہونے اُس دلیل کے جو حرمت
محل کی نافی ہے یعنے جب دلیل شرع کو دیکھے قطع نظر مانع سے تو اُسکو منافی حرمت کی پائے کذا في النهر الفائق نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہان محل مین شبہہ ثابت ہو
اسطرح کہ محل مین شبہہ ملکیت یا حق یعنے ملک رقبہ یا ملک وطی اور اُسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہین اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسواسطے حد مین اگرچہ فی الحقیقت
ملک ثابت نہین طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب اوضح ہے وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہین اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنے شبہہ محل مین سقوط
حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر مین شبہہ قائم ہے زانی اُسکو جانے یا نہ جانے دونون برابر ہین کذا
في الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے ذکر کرتے ہین کوطی امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا لقوله انت ومالك لابيك جیسے اپنے لڑکے
لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بجند واسطہ ہو گو بیٹا زندہ ہو لونڈی اپنے پوتے پر پوتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہین کذا في الفتح بدلیل اس حدیث
کے تو اور تیرا مال تیرے باپکا ہے ہم ابن ماجہ نے جابر سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا
ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہین حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپکا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة
المطولة کذا في فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ لڑکا اور لڑکے کا مال باپ کا ہے تو اُسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بلکہ یقین اگرچہ واقع مین بنظر اور دلائل
شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہین ومعتدة الكنايات ولو كانت الكنايات عن مال في الخلع ولو نوى بها الثلث لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع اور جیسے کنایات
طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہین اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا في النهر بدلیل قول عمر کے کہ کنایات رواجع ہین
یعنے کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے
اور خلع بلا مال مین اسواسطے حد نہین کہ اسکے بائن ہونے مین صحابہ مختلف ہین کذا في البحر عن جامع النسفي اور فتح القدیر مین خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ مین داخل نہین
کیا تو ظاہر اسمین دو قول ہین کذا في الطحطاوي ووطي البائع الامة المبيعة والزوج الامة الممهورة قبل تسليمها المشتري والزوجة وكذا البيعة في الفاسد اور
جیسا کہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کے مہر مین مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور
اسیطرح نکاح فاسد مین بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے ووطي الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطي جارية مكاتبة وعبده
الماذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زيلعي اور وطی شریک کی یعنی دو شریکون مین سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی

لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اُس عبد پر اتنا دین ہے جو اُسکے مال اور اُسکی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد
مدیون نہوگا تو بطریق اولی حد نہین ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہے مولی کا تو اُسکے حق مین شبہہ ملک الثابت
ہے و وطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے ہم غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو چکا
ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اُسکی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ قبل
الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری والتی ہی اختہ رضاعا اور حد نہین خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اُس لونڈی کی وطی سے جسکے خرید مین منوز
اختیار باقی ہو مشتری کو اور اُس لونڈی کی وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہے ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہے جبکہ بائع اور
مشتری دونون کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتہا او بمطاوعتہا لابنہ او جماع امہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ اور حد نہین اُس
زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے لڑکے کے جماع سے راضی ہوگئی یا اُس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع
کرنے زوج کے اُسکی مان یا اُسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہین ہم یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اُسکے مابعد سے کتاب النکاح
مین مذکور ہو چکا کہ مشایخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہے اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہے بہر صورت شبہہ پیدا ہونے سے حد ساقط
ہوگئی و غیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالین ہین جیسا کہ کتب
فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھ مکانون مین ممنوع ہے ہم یہ تعریض ہے صاحب درر پر جنہون نے دعوی حصر کا نہین کیا
گر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق
من حصل لہ اشتباہ اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اُسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنے شبہہ اُسکے حق مین ثابت ہے جسکو دھوکا پڑا اصلت مین ہم شبہہ
فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہین ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن شبہہ فعل سے اُسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت
وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اُسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحد اتفقا جمیعا لعلمہا بالحرمۃ نہر اور اگر مرد
اور عورت مین سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونون مکرر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنے شبہہ
اشتباہ مین اُسوقت دونون پر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح کہ ہمنے حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویہ وان
علیا یعنے جیسا کہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہون کذا ذکرہ الشمنی یعنے دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط
حد ہے اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین حق ثابت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا
فی المنح ومعتدۃ الثلاث ولو جملۃ اور جیسا کہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلاقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن
بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا کے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہے موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ امرأتہ
وامۃ سیدہ اور جیسا کہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے غنی فرمایا
چنانچہ ارشاد کیا (ووجدک عائلا فاغنی) اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج
یا غلام کو شبہہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جاویگا و وطی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختارۃ زیلعی اور جیسا کہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ
لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت مین لیکن شرط ظن حلت ہے اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح زیلعی ہم جب مرتہن نے کہا کہ مین مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا
تھا اور اُس سے جماع کیا تو اُسمین دو روایتین ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اُسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

مین حد واجب ہو ہدایہ مین کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی مین کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہے جماع مرہونہ
کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الھدایۃ المستعیر للرہن کالمرتہن اور ہدایہ مین ہے گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریۃ مانگنے والا مرتہن کے برابر ہو حکم مین یعنے اگر مستعیر
لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار مین اُسپر حد نہین چلپی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریۃ لیا
اور یہ لام تعدیہ کا نہین تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریۃ لیا دیکھو حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا وینبغی
ان الموقوفۃ علیہ کالمرہونۃ نہر اور نہر الفائق مین کہا کہ لائق یون ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہو حکم مین یعنے بگمان حلت اُسکی وطی سے حد نہین و
معتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول
صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط ہوگی و
معتدۃ الاعتاق والحال انہا ہی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت
ہے لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل
لتمحضہ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا لثبوتہ بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولی عنایۃ اور جماع کرنیوالا
اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلے شبہہ مین یعنے شبہۃ المحل مین نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ مین یعنے شبہۃ الفعل مین اُسکے خالص زنا
ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ مین البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہے اُسکی شرط کے پائے جانے سے اس طرح پر کہ مطلقہ
مذکورہ دو سال سے کمتر مدت مین جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی مین نسب ثابت نہین مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب مین مذکور ہوچکا اور
اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہے کذا فی النہایۃ اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہے کذا فی الطحطاوی وغیرہ
اکثر مین ثبوت نسب ہے تو اقل مین بطریق اولی ہوگا طلاق اور خلع مین اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمین شبہۃ العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہاں شبہہ
عقد کا نہین کذا فی المنح عن البحر والا فی وطی امرأۃ زفت الیہ وقال النساء ہی زوجتک ولم تکن کذلک متعمدا فیہ نہین فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر اور نسب
ثابت نہین ہوتا شبہۃ الفعل مین مگر اُس عورت کی وطی مین جو پہونچائی گئی مرد کے پاس اور عورتون نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اُسکی زوجہ نہین تھی کیونکہ
مرد نے عورتون کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اُسوقت مین اُسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبہۃ العقد ای عقد النکاح عندہ ای الامام
کوطی محرم نکحہا اور حد نہین شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اُس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا تو محرم
نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہوا ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہین لیکن بنا بر سیاست کے اُسپر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر
اُسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جاوے اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الخلاصۃ لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم سنے تصحیح لیکن تمام شروح مین قول امام کا ترجیح دیا گیا ہے تو اُسی پر
فتوی بہتر ہے یہی کہا شیخ قاسم نے اپنی تصحیح مین لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی وفی المتون لیکن قہستانی مین مضمرات سے نقل
ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون مین ہم یہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروح کے قول پر اسواسطے کہ مضمرات بھی شرح ہے تو حکم
جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر مین تحریر کیا ہے کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل مین داخل
ہے اور اسمین نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا و وطی سے نکاح بغیر شہود لا حد لشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے مین حد نہین
بسبب شبہہ عقد کے وفی القنیۃ تزوج بمحرمہ او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیہا ظانا الحل لا یحد ویعزر وان قال علمت انہا حرام فکذلک عندہ فلا اہ

ان التقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبیٰ میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اُس سے جماع کیا
حلال گمان کر کے تو اُسپر حد نہ ماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اُسنے حرام جانکر وطی کی تو اُسیطرح اُسپر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک
اُسپر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنے شبہۃ المحل و شبہۃ الفعل و شبہۃ العقد یہ قول ہے امام کا ہم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم
مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر
تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہے اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدۂ ثلثا اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ
مسئلہ متن کا و حد بوطی امۃ اخیہ و عمہ و سائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماری جاوے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی سے
اور سواے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیون کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنے بھائی یا چچا وغیرہ کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ
باپ یا بیٹے کے مال میں جاری ہے واسطے ظن حلت اور حرمت یہان برابر ہے و بوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ و لو مع اعمی لتمییزہ بالسوال
او دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک وانا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل ولم تقل ذلک حد اور حد ماری جاویگی اُس عورت کی
جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اُسنے گمان کیا کہ وہ اُسکی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال
کر کے مگر جبکہ اُسنے عورت کو بلایا اسنے جواب دیا اسکو یون کہکر کہ میں تیری جورو ہون یا میں فلانی ہون اسکی جورو کا نام لیکر پھر اُسنے اُس سے جماع کیا
تو اب حد نہیں اسلیئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہان تک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنے جماع پر قادر کریگی یا دفعۃ ہان کہیگی تو مرد پر حد ماری جاویگی ہم
بستر پر عورت کے پانے سے اسواسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کر لینا دریغ نہیں ہو سکتا لہذا ظن حلت یہان مستند بدلیل نہیں
شبہت فاون کے جب عورتون نے غیر عورت کو کہا کہ تیری جورو ہے و ذمیۃ عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جاوے ذمیہ
عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب فصل کے واقع
ہونے کے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہے و حد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی و الحربیۃ فی الثانیۃ و الاصل عند الامام ان الحدود کلہا
لا اقامۃ علی مستامن الا حد القذف اور حد مارا جاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوا حد قذف کے و لا یحد بوطی بہیمۃ بل
یعزر و تذبح ثم تحرق و یکرہ الانتفاع بہا حیۃ و میتۃ مجتبی اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اُسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہے فائدہ لینا اسکے جیتے اور مرے کذا فی المجتبی ہم ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جاوے
یہ جلانا اُسوقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اُسکو اختیار ہے کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب ندبا
لقولہم تضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہاء کے کہ جانور ضامن
بالقیمت ہے ہم طحطاوی نے کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اُسکی عبارت یون ہے فان کانت الدابۃ لغیرہ لصاحبہا
ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ یطالب ای بالدفع علی وجہ الندب لذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنے اگر جانور غیر شخص کا ہو
تو اُسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب
ہے اور اسی واسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اُسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اُسکو دیوے قیمت لیکر و لا یحد بوطی اجنبیۃ زفت الیہ وقیل خبر الواحد
کاف فی کل ما یقبل فیہ قول النساء بحر ہی عرسک و علیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ و بالعدۃ اور حد نہ ماری جاویگی

اجنبی عورت سکے جماع سے جو شب زفاف مین پہونچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور دیر پر مہر عورت کا واجب ہے لیکن مہر مثل اسیکا حکم کیا عمر فاروق
نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہان عورتون کے قول پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے اسلئے
کہ ابتدائے ملاقات مین امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہین ہوتا تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ بحر الرائق
وغیرہ مین یہ حکم علی مرتضی سے ثابت ہے او بوطی دبرہ قالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق
بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار فی الحاوی والجلد اصح یا وطی کرے دبر سے حد نہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل
اجانب مین کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہین بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر مین کہا
کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اُسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے مع پتھرون کے ساتھ ڈھکا کر اور حاوی مین
ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے ہم صاحبین کے نزدیک لواطت مین حد ہے انکی دلیل یہ ہے کہ لواطت مانند زنا ہے اسواسطے کہ محل قضاء شہوت مین
شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہین واسطے صحابہ کرام اسکی جزا مین مختلف ہین کسی نے آگ سے جلانا
اور کسی نے اُسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھرون کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمین معنی زنا موجود نہین اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب
نہین تو اگر لغت عرب مین لواطت زنا ہوتی یا معنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے [illegible] بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس سے
سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع مروی ہے کہ جسکو تم دیکھو لوط کا عمل کرتا ہوا فاعل و مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے کہ
حد کذا فی الفتح ملخصا وفی الفتح یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر معزیا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ
الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر مین ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ مرجاوے یا توبہ کرے اور اگر اُسکو لواطت کی عادت
پڑگئی ہو تو امام یعنی سلطان اُسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق مین بحر الرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اُسکی مفہم ہے کہ
کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہین ہم بحر الرائق مین یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کے واسطے خصوصیت
قتل اس جزئی سے لازم نہین تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام مین مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست مین قاضی کو فتویٰ
ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو مکن امرأتہ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شیء علیہ اور
جوہرہ مین ہے کہ زور لگا کر منی نکالنا حرام ہے اور اسمین تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے کا یہان تک کہ انزال
ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اُسپر کچھ نہین مشہور[12] حد یعزر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الصحیح لانہ تعالی استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت
نہوگی بہشت مین بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اُسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید مین اُسکا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے خباثت سے
کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالی طائفۃ نصفہم الاعلی کالذکور والاسفل کالاناث
والصحیح الاول اور اشباہ مین ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اُسکا وجود نہین جنت مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اُسکی سمعی ہے تو
اُسکا وجود جنت مین ہوگا اور بعضون نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالے ایک گروہ کو اُنکا بدن نصف اعلے مردون کے مانند ہوگا اور
نصف اسفل عورتون کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے ہم فتوحات مکیہ مین مذکور ہے کہ اہل جنت کے دُبر نہوگی اسلیے کہ دنیا مین دبر
مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہین حموی نے کہا تو اس صورت مین لواطت کا ہر حال مین وجود نہین جنت مین
کذا فی الطحطاوی فی البحر حرمتہا اشد من الزنا لحرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لا لخفتہا

بل للتغلیظ لانہ مطہر علی قول اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور حرمت
عقلی سے یہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی
اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلا اور شرعا حرام ہے اور حرمت اسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت
دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اسکی کسی طرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہ ہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب
تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلیے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر
ہے اکثر علما کے نزدیک ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ تکفیر بقید بغیر مملوکہ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اسکا کافر نہیں اگرچہ اسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا او زنی
فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ بدایہ یا زنا کیا دار الحرب میں یا دار البغی میں تو اسپر حد نہیں مگر جبکہ اسنے زنا کیا اس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت
ہے اقامت حد کی تو البتہ اسپر حد ہے کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اسکا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں اور
وغیرہ میں حدود اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا لا علیہ ولا علیہا اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے
زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد پر نہ عورت پر ہم غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت
اسکی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عکسہ حد فقط اور برعکس یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلفہ کے فقط مرد پر
حد جاری ہوگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ ای الزنا اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کے واسطے اجارہ لیا ہم یعنی اگر
عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجھکو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اسقدر دراہم سے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ
صورت شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد
کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ
زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ
میں نے تجکو اتنا مہر دیا تا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسیطرح استیجار اور عطا دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب
ہے اسواسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکے معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں
مٹاتا انتہی ملخصا ولا بالزنا باکراہ اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر
فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے
زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر
الاخر للشبہۃ اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے ہم اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے
مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص
کے نہیں ہوتا اور ایک شخص سے حد کا ملنا صورت شبہہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر کذا لوقال
اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہے کذا فی المجتبی وفی قتل
امۃ زنا بہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اسکو زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بواسطے قتل کے
ہم لونڈی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاوے گی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا وسقط الحد لملکہ الجثۃ العمیاء

نادرت شبہہ ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اُسکی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب ملک ضمان کے اندھے جسم کا لیے قیمت دینے سے تملک
جیسلی بصارت کا ثابت ہوا تو شبہہ ملک یمین کا پیدا ہوا اسلئے حد ساقط ہوگی کذا فی الہدایۃ وتفصیل بالافضاء فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا تو
تو اسکی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جاویں اسکو افضا کہتے ہیں پس لونڈی
یا کبیرہ ہے یا صغیرہ اگر کبیرہ راضی ہو زنا تھی بلا ادعاء شبہہ تو دونوں پر حد ہے مہر مرد پر نہیں اور افضا سے کوئی چیز اسپر لازم نہیں اور اگر ادعاء شبہہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچھ
نہیں مگر مہر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہو بلا دعوی شبہہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب ایسکا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خونبہا لازم
ہے اور اگر پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہہ کا دعوے ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے
ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافاً لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہو کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کے مانند ہے
جمیع احکام میں سوائے سقوط دیت کے اُسکی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہو تو اگر اُسکا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد
نہیں اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے لمحضا ولو غصبها ثم زنى بها ثم ضمن قيمتها فلا حد عليه اتفاقاً
بخلاف ما لو زنى بها ثم غصبها ثم ضمن قيمتها كما لو زنى بحرة ثم نكحها لا يسقط الحد اتفاقا فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اُس سے زنا کیا پھر اسکی قیمت
کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اُسکے یہ کہ اگر زنا کیا اُس سے پھر اُسکو غصب کیا پھر اُسکی قیمت کا ضمان دیا جیسا کہ حرہ سے زنا
کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخليفة الذي لا والي فوقه يؤخذ بالقصاص والاموال لانها من حقوق
العباد فيستوفيه ولي الحق اما بتمكينه او بمنعة المسلمين وبه علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال بل التمكين فتح اور وہ خلیفہ جسکے
اوپر کوئی حاکم نہیں یا خود ہے تو قصاص اور تلف کئے اموال سے اسواسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اُسکو لے سکتا
ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ اُسے انکار کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے مقصود ہے اور اس تقریر سے
معلوم ہوگیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہے کذا
فی الفتح ولا يحد لانه حقه تعالى و اقامته اليه ولا ولاية لاحد عليه در حد نہ ماری جاویگی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اسواسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے
حقوق العباد پر اور اقامت حدود کی امام کو اختیار ہے اور کسی کی ولایت اسپر نہیں خلیفہ پر اس حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلدة فانه يحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اسپر حد ماری جاویگی بحکم امام

باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا

یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اُسکی گواہی سے رجوع کرنے میں شهدوا بحد متقادم بلا عذر كمرض او بعد مسافة او خوف طريق لم تقبل للتهمة شاہدوں نے
گواہی دی حد متقادم پر بسبب کسی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہوگی بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت یہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے
ادائے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اُسکی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر
تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے
یعنی اگر بعد بعض ضرب حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا اور تقادم زمان سے اقامت حد نہوگی کذا فی النہر الا فی حد القذف اذ فيه حق العبد مگر حد قذف میں
بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد ہے یعنی دعوی اسمیں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدوں کا نہ ثابت ہوگا
ويضمن المال المسروق لانه حق العبد فلا يبطل بالتقادم اور ضمانت لیا جاویگی سارق سے مال مسروق کی اسواسطے کہ یہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہوگا یعنی جب شاہدوں نے
بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان مال کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ دعوی شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر دعوی پر محمول ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح

ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمة الا فی الشرب کما سیجی اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجاویگی
بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے
وتقادمہ بزوال الریح ولغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینا گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے
ہم یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیة اور اگر شاہدوں نے
متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدوں پر حد قذف ماری جاویگی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کذا فی الخانیة عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبة حد گواہی
دی شاہدوں نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اسکو پہچانتے ہیں تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح
اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اُسکے دعوی کرنیکا شبہة الشبہہ ہے
حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہة الشبہة والا جمیع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہوں سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو
اگر شبہة الشبہة معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقة من غائب لا لاشتراط الدعوی فی السرقة دون الزنی اور اگر گواہی
دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب شرط ہونے دعوی کے سرقہ میں نہ زنا میں اقر بالزنی بمجہولة حد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امرأتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے
تو حد قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اُسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہیں رہ سکتا کاختلافہم فی طوعہا
چنانچہ حد نہیں شاہدوں کے اختلاف میں عورت کی رضامندی میں یعنی دو شاہدوں نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اسپر جبر تھا تو دونوں پر حد نہیں امام
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس ہر صورت میں شاہدوں پر حد قذف
نہیں امام کے نزدیک او فی البلد ولو کان علی کل زنی اربعة لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا او تباعد المکانان والا قبلت فتح یا شاہدوں کا اختلاف
ہوا شہر میں اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہوں تو بھی حد نہیں بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کریں اور دونوں مکان دور ہوں اور اگر ایسا نہ
یعنی وقت متحد ہوا اور دونوں مکان قریب ہوں یا وقت مختلف ہوا اور دونوں مکان متباعد ہوں یا وقت مختلف ہوا اور دونوں مکان قریب ہیں تو گواہی مقبول ہوگی
کذا فی الفتح ہم اختلاف بلد کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدوں نے گواہی دی کہ زنا کوفہ میں ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد
نہیں اسلیے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہوں نے باوجود دوری دونوں مکان کے
گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینے فلان تاریخ میں زنا ہوا پھر اور چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی کوفہ میں اسی وقت اسی معین دن میں تو دونوں پر
حد نہیں اسواسطے کہ شخص واحد ایک ساعت میں دو مکان متباعد میں نہیں ہو سکتا اور شاہدوں کا صدق اور کذب معلوم نہیں تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے
یا تہمت کذب کے اور اگر دونوں مکان متقارب ہیں تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسی طرح اگر وقت مختلف ہے اور دونوں مکان متباعد ہیں یا متقارب
تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأة والرجل استحسانا لامکان التوفیق
اور اگر شاہدوں نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونوں میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے
بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے میں ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے میں بسبب
اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او ہم فسقة او شہدوا علی شہادة اربعة وان وصلیة شہد الاصول
بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدوں نے گواہی دی عورت کی زنا پر ولیکن وہ باکرہ ہے یا اسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے

یاگواہ فاسق ہین یا شاہدون نے گواہی دی چار گواہون کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اسکے یعنے بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہین یعنے نہ شہود اصل و
فرع پر نہ گواہون پر ہم شہادت علی الشہادت حدود مین جائز نہین اسواسطے کہ اسمین ازدیاد شبہ ہے کیونکہ اسمین جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول مین اور
شہادت فروع مین اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من جہ مردود ہوگئی بسبب شہادت فروع کے
اور غیر حدود مین رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہین ہوتی اموال مین اسواسطے کہ مال ساتھ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان
شہود کا اُن صلیہ ہے تا کہ کوئی فعلیہ سمجھکر لم یحد کو اُسکے جزا نہ سمجھے کہ مطلب یہ ہے کہ حد نہ لگائی جاوے کذا و شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہین اگر شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کیا
سو وہ مقطوع الذکر و الخصیتین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدود او عبید او وجد احدہم کذلک بعد اقامۃ
الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدون نے زنا کی گواہی دی لیکن وہ سب اندھے ہین یا قذف کی حد اُنپر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہین یا چارون مین سے
ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنے اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف
طلب کریگا مگر شاہدون پر اسواسطے حد قذف ماری جاویگی کہ وہ اہل شہادت نہین یا نصاب شہادت کے پوری نہین تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت
ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہون اور حد قذف طلب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوئی کہ اُسکا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ
وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑون سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنے گواہون نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر
محصن ہے سو اُسپر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اُسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلیے کہ
کوڑون کی ضرب ظاہرا مولم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنیوالی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اُسکی دیت بیت المال مین واجب ہے کذا فی المنح
ودیۃ رجمہ فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال مین ہے باتفاق امام و صاحبین کے یعنے درصورت عدم اہلیت شہود و یحد من
رجع من الاربعۃ بعد الرجم فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہون مین حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار
ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اُسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ہم ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہین اور سب گواہ
رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی و غرم ربع الدیۃ اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضامن ہے وان رجع قبلہ ای الرجم حدوا
للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہدون نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہون پر حد
قذف ماری جاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کردینا قضا مین داخل ہے باب حدود مین یعنی لوگو یا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ہم سب گواہون کے
اسواسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اُنکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل نہوئی تو قذف
باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شئ علی خامس رجع بعد الرجم اور اُس پانچوین گواہ پر کچھ نہین نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا
بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا حاوی پھر اگر پانچوین کے ساتھ ایک اور
گواہ نے رجوع کیا تو دونون پر حد قائم ہوگی اور دونون چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دیگا و
علی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوین گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچوین پانچوین حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی ہم یہ حکم
درصورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہین مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہروا غیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا او نحوہ اذا اخبر المزکی
بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی بیت المال اتفاقا ضمان دیگا مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت
نہ تھے یعنے غلام یا کافر تھے یہ ضمان اُسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اُسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یون کہا کہ مین نے قصداً جھوٹ

تو لا ازادی اور اسلام سے کے اظہار مین اور دیت اُسکی بیت المال مین ہے بالاتفاق یعنی اگر مزکی بعد کذب کے قائل نہو بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی
خطاکے ہوے تو بالاجماع اُنپر ضمان نہین اور اگر مزکیون نے خبر دی کہ گواہ عادل ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہین تو بھی اُنپر ضمان نہین بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ
جو قاضی کے روبرو شاہدون کی اہلیت شہادت بیان کرے ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحر اور شاہدون پر حد قذف نہ جاری جاویگی اسواسطے کہ قذف
مین وراثت جاری نہین کذا فی البحر یعنے شاہدون نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف مین ارث نہین تو وارث اُسکے
طلب حد نہین کرسکتے کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہر وا کذلک غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا للشبہۃ صحۃ القضاء یعنے مزکی دیت کا
ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اسکو جسکی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا کہ شاہد اہل شہادت
کے نہین تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دیگا بنا بر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنے بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقع ہوا تو شبہہ پیدا ہوا
لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال مین واجب ہے کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ
کما اقتص لو قتل المقضی بقتلہ قصاصا فظہر الشہود عبیدا او لا لان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سو اگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی یا بعد
حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جاویگا قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اُس قاتل کے مقتول ہونے سے جسکے قتل کا حکم ہوگیا تھا
قصاص کے خواہ شاہدون کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ استیفاے قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب
الردۃ وان رجم ولم تزک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لانہ امتثل امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حال آنکہ شہود
زنا کی تعدیل نہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال مین ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول
ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال مین ہوتی ہے اسواسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال المشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت
الاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا التذاذا للمکاذبۃ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہون نے کہا کہ ہمنے قصدا زنا کو دیکھا تو گواہی اُنکی مقبول
ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جبکہ گواہون نے کہا کہ ہمنے عمدا زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی اُنکی مقبول نہوگی
بسبب فاسق ہوجانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح ہم تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنیوالے کو مباح ہے اور اسیطرح
واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامرأتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی رجم اور اگر
زانی نے اپنے محصن ہونیکا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اُسکے احصان پر گواہی دی یا اُسکی زوجہ اُس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار
ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرر ان الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اُسکو طلاق
دی اور بولا کہ مین نے اُس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا
ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنے اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فرجم المحصن ویحلد غیرہ وبہ استغنی عما یوجد
فی بعض نسخ المتن من قولہ واذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ مین نصرانیہ تھی اور
مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جاوینگے یعنے مرد بسبب اقرار احصان کے
سنگسار ہوگا نہ عورت تو اُسپر کوڑے مارے جاوینگے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اُس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخون مین پائی
جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب دو زانیون مین ایک محصن ہو تو ہر ایک اُنمین سے وہ حد ماریجاویگی جو اُسکی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اسکو ہم
مصنف کی شرح مین یہ عبارت موجود ہے فرجم المحصن ویحلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہین بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل

تزوج بلا ولی فدخل بها لا یکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف تو مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اُس سے صحبت کی تو مرد اُس نکاح اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اسمین مختلف ہین لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان مین ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہین یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من الحرام حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو کے مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہین ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی مین ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو مارا جاویگا قول صحیح مین بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین مین ہم ذمی پر حد مارنا یہ قول ہے حسن کا اور بعضے مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اسپر حد نہین کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایۃ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہین بسبب شبہہ کے یعنے گونگے کا شراب پینا خواہ گواہون سے ثابت ہو خواہ اُسکے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اُسپر حد نہین اس اشتباہ سے کہ شاید اُسکے کلام مین ایسا لگا ہو جو اُسکے اُتارنے کے واسطے اُسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر شرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے ہم حد شرب خمر مین نشہ شرط نہین اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ اُنکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اُنکے پینے مین حد نہین کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیگا تو اُسپر حد نہین کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ یا بہ نفتی یا مسلم مذکور مست ہوگیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اُسی پر فتوی ہے ہم یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اُنکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اُس پینے کی چیز کو کہتے ہین کہ سواے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا حبوب مین پانی ڈالکر چندے روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنے شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش مین آوے اور گاڑھا ہوجاوے اگرچہ اُسمین کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے جو خوشی شراب پیکر اُسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃ ہو یا حکما اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام مین رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام مین داخل ہوا سو مسلمان ہوگیا پھر اُسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اُسپر حد نہین بخلاف زنا کے یعنے اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اُسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین مین شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین مین سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہین اسواسطے کہ ظہیریہ مین شرب خمر مذکور نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین مین حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہین بعد الافاقۃ فلو حد فیہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماری جاویگی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی مین حد ماری گئی تو ظاہر اُس التقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جاوے کذا فی شرح العینی ہم یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی مین بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہین تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقہ کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب و ریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن فسر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجودۃ خبر الریح وہو مونث سماعی غایۃ حد ماری جاوے جبکہ شارب گرفتار ہوا اور جو چیز پی اُسکی بو موجود ہو منہ مین خواہ وہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو ذکر کیا اُسنے بیان مین قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان

یہ رد ہے صاحب کنز پر کہ اُسنے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ حینئذ فلا بدان لیشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا موجود یوثبوت شرب کے واسطے ضرور ہے مگر یہ کہ بو منقطع ہوگئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اُسوقت مین ضرور ہے کہ شاہد یون گواہی دین کہ اُسنے شراب اپنی خوشی پی اور یون کہین کہ ہمنے اُسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اُسوقت بو موجود تھی ولایثبت الشرب بہا بالرائحۃ ولا بتقایئہا بل بشہادۃ رجلین اور ثابت نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردون کی گواہی سے ہم فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کا ہے کہ غیر خمر سے کے مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل لینے بہی کے کہانے سے اور قے سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اُسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو ویسألہما الامام عن ماہیتہا وکیف شربہا لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی لیسال عن عدالتہم لا یقضی بظاہر ہا فی حد ما خانیۃ دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پھر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نہ کرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بالتحقیق کذا فی الخانیۃ ہم ماہیت خمر کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بالسکر من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریہ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اُسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونیکی تو اُسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ ہم سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اُسمین اشتداد ہوا اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر کو سکر ہے کذا فی النہر او باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہے شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے انکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اُنپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے ثمانین سوطا متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد ماریجاوین آزاد کو اور اُسکے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہے وفرق علی بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اُسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور شرمگاہ پر نہ مارے اور کوڑا گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اُتارا جاوے سوائے پاجامہ کے تاکشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا بعد زوال ریحہا لا لبعد مسافۃ او اقر کذلک ورجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالٰی فیقبل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برأی عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بو ی خمر کے نہ بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اُسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہے اللہ تعالٰی کا تو اُسمین اقرار سے رجوع کرنا عمل کریگا البلال حد مین پھر ثبوت حد شارب صحاب کرام کے اجماع کے سبب ہے اور اجماع حاصل نہین بدون رائے عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور اُن دونون بزرگون نے قیام بوی خمر کو شرط کیا ہے ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول ارجح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہے اگر اُسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے کہ صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پھر ابو بکر نے ۴۰ کوڑے مارے پھر اپنی خلافت مین پھر جب عمر خلیفہ ہوے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے یہ آتی ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمر نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہے کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی بن ابیطالب نے کہا کہ ہماری رائے مین یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی شراب پی لے مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا اور جب ہذیان بکیگا تو افترا کریگا اور افترا پر ۸۰ کوڑے ہین پس ان دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اس احتمال سے کہ عبد الرحمن بن عوف اور علی مرتضٰی دونون نے ۸۰ کوڑے تجویز کیے ہون کسی نے انکا قول ذکر کیا کسی نے انکا

اور صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا
کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کے وقت اور ابتداء خلافت عمر فاروق میں ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑے پر اجماع اور اتفاق صحابہ
کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرت کا فعل اکیلا ایک وقت کے حق میں بسبب آپ کے زیادتی فساد کے اسی تک نہیں ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے
ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ سے شاخ ہو گا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر پھر صاحب ابی عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب
الخمر کو بلا کر تم سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اسکو مارو اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بو بدوال نہیں سکے اور اسنے اقرار کیا شرب کا تو اسکو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحطاوی
عن الحلبی و السکران من لا یفرق بین الرجل والمرأة والسماء والارض قالا من یختلط کلامه غالبا فلو نصفه مستقیما فلیس بسکران بحر اور امام کے
نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نہ کرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان
ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر و یختار للفتوی قولهما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے صاحبین کا قول
مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسه و هذه احدی المسائل السبع المستثناة من انه کالصاحی
کما بسطه المصنف معزیا للاشباه وغیرها اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اسکا ارتداد صحیح نہیں تو اسکی زوجہ اسپر حرام نہیں اس ارتداد سے اور یہ ایک
مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنی ہیں اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ وغیرہ
کیطرف نسبت کرکے مشرح بیان کیا ہے [illegible] اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر
سات مسائل میں کہ انمین مانند نہیں ۱ مرتد ہونا نہیں ۲ [illegible] کے اقرار میں ۳ اشہاد علی الاشہاد میں ۴ تزویج صغیر اور صغیرہ میں جبکہ مہر مثل سے اقل ہو
یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہیں ۵ وکیل ہو طلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہو کر اسنے طلاق دی تو واقع نہیں ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ
نہیں ۷ کل پر سے کوئی چیز غصب کی ہوشیاری [illegible] مست تھا ونقل فی الاشربة عن الجوهرة حرمة اکل بنج و حشیشه و افیون لکن دون حرمة الخمر
ولو سکر باکلها لا یحد بل یعزر انتهی [illegible] جوہرہ سے کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجوائن کی اور بھنگ اور افیون کی
لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزوں کے کھانے سے مست ہو گا تو اسپر حد نہیں بلکہ اسکو تعزیر دیجاویگی انتهی ونقله فی النهر
التحقیق ما فی الغایة ان البنج مباح [illegible] اما السکر منه فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق غایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجوائن مباح ہے اسواسطے
کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اسکا نشہ حرام ہے [illegible] نے کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت غایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی
اجوائن کی اباحت غایہ بحر الرائق میں صریح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہر اختلاف ہوا اسکی اباحت اور حرمت میں تبع دونو قولون کی توفیق یہ ہے
کہ خراسانی اجوائن دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اسکا قلیل
بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہو گا اقیم علیه بعض الحد فهرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مران الامضاء من القضاء درر فی باب الحد و شارب الخمر
پر اقامت ہوئی حد کی مثلا تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اسپر حد نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کر دینا
قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا استانف الحد لتداخل المتحد کما سیجی اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا
حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اسپر
شراب ثانی کے سبب [illegible] ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصد کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دوبارہ
زنا کرنے کا فرع مسئلة ملتقطة شارح کا سکران او صاح جمع به فرسه فصدم انسانا فمات ان قادر اعلی منعه ضمن والا لا مصنف عمادیة مست

یا بیہوشیار کے گھوڑے نے اُسکے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا اگر سوار قادر تھا اُسکے روکنے پر تو اُسپر ضمان ہے اور اگر قادر نہین تو اُسپر ضمان بھی نہین کذا فی شرح المصنف عن العمادیۃ ھم مصنف نے اپنی شرح مین یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا مصنف عن العمادیۃ

باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان مین ہو لغۃ الرمی وشرعا الرمی بالزنی وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب مین عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع مین قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح ھم حق تعالے قرآن مجید مین فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہین وہ ملعون ہین دنیا اور آخرت مین اور اُنکے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ مہلک سات گناہون سے بچو اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہین فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا کہ جو عیب لگاوین محصنات کو اور چار گواہ نہ لاوین تو اُنکو ۸۰ کوڑے مارو اور اُنکی گواہی کبھی قبول نکرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگاویگا تو اسپر حد نہین بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق مین ہے کہ ہر چند نص قرانی مین قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ وحرۃ متہتکۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق مین ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا حرہ بیحیا کا صغیرہ گناہ ہے ھم نہر الفائق مین یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہر استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح مین کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونیکے واسطے اور طبرانی مین حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کریگا اُسپر قیامت کے دن حد پڑیگی آگ کے کوڑون سے ہان حلیمی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیۃ وثبوتا فیثبت برجلین حد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت مین تو ثابت ہوگی دو مردون کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہون سے یا قاذف کے ایکبار کے اقرار کرنے سے اور اسمین عورتون کی گواہی مقبول نہین اور نہ شہادت علے الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہین حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسألہما الامام عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب اُسکا گواہون سے حقیقت قذف اور کیفیت اُسکی سے ھم حقیقت قذف کا سوال اُسوقت ہے جب گواہون نے اسطرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اُسکی حقیقت نہ بیان کرین تو گواہی مقبول نہین کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہے جس سے مقذوف کو متصف کیا الا اذا شہد القولہ یا زانی کم جب دونون گواہون نے بلفظ یا زانی گواہی دی ہو یعنی قاذف نے مقذوف کو یا زانی کہا تو ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہین کہ خود سُننے مذکور کی ثم یحبسہ لیسأل عنہما کیا یحبسہ لشہود دمکن احضارہم فی ثلثۃ ایام والا لا ظہیریۃ پھر بعد اُسکے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اُسکو شہود کے واسطے جنکا حاضر کرنا تین دن مین ممکن ہے اور اگر تین دن مین حاضر کرنا ممکن نہو تو قاذف کو قید نکرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفلہ خلافا للثانی نہر اور امام حاضر ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ قاذف المسلم الحر الثابتۃ حریتہ والا فیعزر اور حد مارا جاوے حر یا غلام جسنے زنا کا عیب لگایا اُس مسلم حر کو جسکی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہون سے اور اگر اُسکی حریت ثابت نہین تو اسکے قذف مین تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو ھم طحطاوی نے کہا عورت کو مبالغہ کرکے داخل کرنا بلاوجہ ہے اسواسطے کہ وہ حر اور عبد کے لفظ مین داخل ہے البالغ العاقل العفیف عن فعل الزنا جو مسلم کہ بالغ اور عاقل اور پاکدامن ہے زنا کے فعل سے ھم اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زنا کار کی قذف سے حد نہین نہر الفائق مین ہے کہ عفیف وہ ہے جسنے کسی عورت سے وطی زنا اور شبہ و نکاح فاسد کی نہ کی ہو فیہ قصور عن احصان الرجم لطیبین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے ...

(حاشیہ) یعنی بزنا وتی لفظ عن ۱۲

(حاشیہ) باب حد القذف

کم ہو یعنے نکاح اور دخول میں یعنے احصان رجم میں نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اُسمین شرط نہین خواہ ہوون یا نہوون دیکھو نفی میں نسب ولد ان لا یکون ولدہ او
ولد ولدہ غیر او اخرس و مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او وہی رتقا او قرنا او شروط احصان قذف کے یہ شرطین باقی ہیں کہ مقذوف قاذف کا
بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر یا خصی نہین یا خصی نہو یا اُسنے نکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو
گونگے کی قذف مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاے حد مقذوف کے دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اُسکا نہین ہو سکتا الا باشارہ اور باشارہ اُسکا کافی نہین اور
مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اُسکو قذف سے عار لاحق نہین ہو سکتی اور یہی علت ہے رتقا و قرنا مین اور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون
سو اُس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہو گیا اسواسطے کہ محیط مین تصریح ہے کہ الخصی و عنین کو قذف کریگا
تو اُسپر حد ہے اسواسطے کہ زنا کرنا اُنسے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اُنکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین ہوتا اسلئے کہ
ملک فاسد نہین ہوتی مگر شراء فاسد سے حالانکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے لہذا اُسکے واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ قہستانی و محیط مین مصرح ہے کذا
فی الطحطاوی عن الحلبی ان لوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شروط باقی یہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت
پایا جاوے یہان تک کہ اگر وہ مرتد ہو جاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر شرط مذکور تہ باقی
رہ گیا کہ مقذوف نمر گیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو
کذا فی المنح بصریح الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالا حد مارا جاوے یعنے جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت ازنی من فلان او منی علی ما فی الظہیریہ
اور صریح زنا مین یہ داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھسے کذا فی الظہیریہ ہم مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنے دونون
صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ومثلہ النیک کما نقلہ المصنف فی شرح المنار اور صریح کی مانند ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک کی شرح منار سے
نقل کیا ہے ہم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نایک یا عورت سے کہے یا نیکہ تو گویا یون کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے و لو قال
یا زانی بالہمزۃ لم یحد تنزیلا اور اگر یا زانی کہا یعنی بجاے یا تحتیہ ہمزہ بولا تو اُسپر حد نہین کذا فی شرح التکملہ ہم ظاہر یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور
ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود یعنی اسوقت مراد ہونگے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر
محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجاے حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجاے ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہوگی
بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او قولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود و حالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے
یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنے تو نے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھ گیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعض
عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہ قول شیخین کا ہے فی الجبل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
زنات علی الجبل کہیگا تو اُسپر حد نہوگی اسلیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہو گئے او لست لابیک او لو زاد لست لابی و امی او قال لست لابیک
فلاحد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب شمنی یا
قاذف ہے اس قول مین کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہین یعنے یون کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہین تو اُسپر حد نہین ہے جو
کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی نفی کی کذا فی الحلبی یا یہ ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہو
حالانکہ ماں اُسکی محصنہ ہے احصان اُسکی ماں کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان مین قذف در حقیقت
اُسکی ماں کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اُسکی والدہ ہے اور طالب حد اُسکا ولد ہے جبکہ ماں اُسکی مرگئی ہو اور

اگر زندہ ہو تو طالب اُسکی والدہ ہوگی نہ اُسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب یتعلق بالصور الثلث فی غضب تینون صورتون سے متعلق ہے یعنے زانیۃ

ابن الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غضب و دشنام کی حالت مین قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا مین اقوال ثلثہ مین سے کوئی قول کہیگا تو

حد نہین اسلیے کہ قول اول مین زنا مقصود کے معنی ہین اور قولین آخرین مین نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے لطلب المقذوف المحصن لانہ

حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے

کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اُسکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اُسکو عیب لگانا کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر

ہم در صورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ مین نے یون کہا تھا بل ان امر المقذوف بذلک شرح تکملۃ بلکہ

اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اُسکا یعنے قذف کا کذا فی شرح التکملۃ ہم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق الحد ہے تو عید کی اباحت

سے مباح نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہار التخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب زنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے

بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اُتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف

حد زنا اور شرب خمر کے ہم حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہین کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اُسکے سب کپڑے نہ اُتارے جاوینگے سواے پوستین اور بھرے کپڑے

کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سواے پاجامہ انہین سب کپڑے اُتار ڈالے جاوینگے لا فی لیست بابن فلان لجدہ لصدقہ

یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین یعنے اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اُسکا بیٹا

نہ دادا کا و نسبتہ الیہ والی خالہ وعمہ وراتبہ بتشدید الباء ربیبہ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانہم آباء مجازا اور حد نہین اُسکی دادا کی طرف اُسکے نسب واسطے

سے یا اُسکے ماموں یا اُسکے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اُسکی مان کا زوج نہو کذا فی شرح الاقوہ کتاب

دادا اور چچا وغیرہ آبا مجازی ہین راب بہ تشدید باء سوحادہ یعنی مربی ہے ولا القولہ یا ابن ماء السماء وفیہ نظر ابن الکمال ورنہ یون کہنے سے دن کا

آسمانی کے فرزند اسمین اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ہم اسواسطے حد نہین کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے جیسا بہادت

لقب ماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اسواسطے کہ وہ نہ پال کو ایام قحط مین مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب ماء السماء تھا بسبب

حسن و جمال کے سبب سے اور اُسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی

الاصلاح مین ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب مین جود اور جمال سے تشبیہ نہین ہوسکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کرتے ہین اور اُسکو نفی شجاعت و سخاوت

کا سبب ٹھہراتے ہین اس حالت مین کذا فی النہر فتح القدیر مین مذکور ہے کہ اگر وہان کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اُسپر ہے ابن ماء السماء کہنے سے

اور نہین تو نہین و لا القولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہین ہم نبط ایک گروہ ہے آدمیون کا عراق مین واحد کو نبطی کہتے ہین اور شرح جامع صغیر مین ہے کہ اہل

عجم کی شتکار مین اسواسطے حد نہین کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب ہے مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت مین مراد ہے یا گمان قذف نے

منتی نسبہ بغیر قبیلتہ اولغاہ عنہا نہر نہر الفائق مین ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مثلا کہے اُسکے غیر قوم کی طرف یا اُسکے قوم سے اُسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاویگا

ہم نہر الفائق مین یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا تحمل الزنا قذف اور نہر مین ہے کہ یون

اور زنا کے چوزے اور زنا کے انڈے اور زنا کے حمل اور زنا کے حمل قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہین حمل الفتحتین ہے

[illegible] کا ہوا اور تحمل کو سفنہ بجوہ بید الشی ہم نہر الفائق مین جوہرہ سے منقول ہے کہ یون کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہین بخلاف یا کبش الزنا

فتنبہ بخلاف اس قول کے اور زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہین ہم طحطاوی نے کہا کبش الزنا مین شاید وجہ یہ ہے کہ قذف مین تحمل معین و حرامزادہ شرابی کا نام [illegible]

اور اسواسطے کہ کل حرام زنا نہین یعنے چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہے اور زنا نہین فیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد در قنیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اسکے
نسب کا تو اسپر حد نہین ولا حد لقولہ لامرأتہ زنیت ببعیر او ثور او بحمار او لفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تو نے
زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہ شرعا زنا نہین بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم فانہ یحد لان
التصحیح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گاے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا دراہم سے تو
مرد پر حد ماری جاویگی اسواسطے کہ عورت داخل فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور شیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل ذلک للرجل فلا حد
لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما یطلبہ بقذف المیت من
یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محروما عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد
زنا مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ او حضر او رقذف میت
سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنے طالب حد میت کے اصول اور فروع ہین
اگرچہ عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا زنا ہوا اگرچہ شخص لوبہ با وجود
اقرب کے یا اسکے عفو کر دینے یا اسکے تصدیق کر دینے کی طالب ہو یعنی اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہے اسواسطے کہ انکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے اور
طلب کو مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو ہم طحطاوی نے
در بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہین یعنے انکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد لانہ اگر الآتی ثم
ابویہ لیس بقید بل فائدتہ نفی المطالبۃ کہا او دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہے بسبب تداخل کے
جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اسکا مطالبہ ہین ہے یعنے اگر والدین میت ہو نگے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف انکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی آخر المبسوط ان مجنونۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلی فاعترفت
فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال خطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا وفی المسجد وقائمۃ وبلا
حفرۃ ولیہا مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اسکو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اسنے
قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ ۱ حکم کی بنا کی بیہوش عورت
کے اقرار پر ۲ اور اسپر حد لازم کی ۳ اور اسکے دو حدین مارین ۴ اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم کی ۶ اور اسکو
کھڑا کرکے حد ماری ۷ اور بلا حضور اسکے ولی کے ہم فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلے نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اسکے دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے
کہ اسنے ایک مسئلہ مین پانچ جگہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر ایک کے نزدیک دو حد
تھیں تو دونون حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے یہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہ کہ اسکو دریافت کرنا تھا کہ اسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا انکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادتی اور نقصان بسبب
اختلاف راویون کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کیطرف سے یہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے انکے اجتہاد مین یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال فی الدرر
ولم یعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون الخصومۃ للابن اور در رمین کہا اور معلوم نہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے

ملی ہو ماخطا کو لفظ الا ارکا کو دور کرتا ہی ۱۲

سو حق خصومت انکو ہوتا یا وہ مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف و شرب و سرق و زنا غیر محصن یقام علیہ الکل بخلاف المتحد
جمع ہووین ایک شخص پر حدود کی چند جنسین مختلفہ اس طرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اُسپر سب حدود قائم کی
جاوین اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد
واحد سے جمیع مقاصد مذکور نہین حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا یوالی
بینہا خشیۃ الہلاک بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نہ کیا جاویگا یعنے لگاتار برابر اُنکی اقامت نہوگی ہلاک ہو جانیکے خوف سے بلکہ وہ
محبوس رہیگا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بدأ بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود
مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیا جاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی
حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنے دونون قوت مین برابر ہین کسیکو ترجیح نہین ویؤخر حد الشرب لثبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور موخر کرے
حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونے کے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقاء ایضا بدأ بالفقاء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا و بنی غیرہ بالجر اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو
امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہوا اور اُسکے سوا اور حدود لغو ہو جاوینگے کذا فی البحر طحطاوی نے
ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے دیکھو الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف و ضمن للسرقۃ
ثم قتل و ترک ما بقی اور حاوی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جاوے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون لو ضمنہ
ما سرقہ من ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جسقدر اُسنے چوری کی وہ اُسکے متروکہ سے لیا جاوے بسبب اُسکے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنے ضمان ساقط ہوتا ہے قطع
ید کی ضرورت سے سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد و ان سفل و عبد اباہ اے اصلہ وان علا و سیدہ لف و نشر مرتب بقذف
امہ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ
ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو یعنے غلام کی ماں کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ ماں آزاد ہوگئی اور بیٹا اُسکا
غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او لہ
نحوہ ملک الطلب فی النہر و اذا اسقط عنہ الحد عزر بل بشتم ولدہ یعزر پھر اگر اُس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اُس زوج کے غیر سے یعنے ربیب ہو تو طلب اسکا ولیک
سا ہو یا عورت کا باپ ہو یا اُسکے مانند کوئی اور اصول و فروع مین تو وہ مطالبہ کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوگی تو تعزیر دیا جاویگا
بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنے اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو
حد باطل ہے وارث دعوی نہین کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار
ولا اعتیاض ای اخذ عوض و لا صلح ولا عفو فیہ و عنہ اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنے قذف کے عوض مال لینا
جائز نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنے حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیہ متعلق ہے
رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد و طلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہان اگر مقذوف عفو کر دے
تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اُسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہان تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا
اور طلب کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب طلب کے حد پوری نہوگی مگر بحضور مقذوف کے یعنے اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف
کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال لا بل انت حدا لغلبۃ حق اللہ فیہ کسی نے دوسرے سے کہا یا زانی سو اُس نے

جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نے اگر زنا کی ہے تو تو زانی ہے تو دونوں پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اس فعل میں دونوں قاذف ہوئے اگر بنا بر حق العبد کے کہہ کہ دونوں برابر ہوئے

تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یعزرا لانہ تکافئا وقد تساویا

تکافئا یعنی بخلاف اسکے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلا کہا یا خبیث سو اسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں

کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہوگئے تو دونوں کی مکافات ہوگئی یعنی دونوں تعزیر سا قط ہوگئی

بخلاف ما سیجئی لو تسابا بین یدی القاضی او تضاربا لم یتکافئا لہتک مجلس الشرع ولتفاوت الضرب بخلاف ما سابق وہ مسئلہ ہے جو آگے آویگا کہ اگر دو شخصوں

نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب

مجلس شرع کے اور بسبب تفاوت ہونے ضرب کے ولو قال لعرسہ وہو من اہل الشہادۃ قد زنیت فقالت زنیت بک حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے

کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھیر کر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا ہم لیجئے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ

سو اسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اسکا

قذف لعان کا موجب نہوگا تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما اسقاط الاخر

تقدیمہ احتیالا للدرء قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدین جمع ہونگی اور ایک کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا

اسقاط ہوگا تو اسکی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنے جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف

لعان کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہتھا لہذا التقدیم حد واجب ہوگی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہے اور

لعان تو حد نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروع ہونا لعان کا واسطے انزجار کے ہے مانند حد کے

ولذا قالوا لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ بدئ بالحد لیتنفی اللعان اور اسیواسطے یعنے حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہانے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ

سے کہا کہ یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہوجاوے یعنے زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماری جاویگی تو لعان ساقط ہوجاویگا

اسواسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا ہے بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کرادیگا پھر زوجہ کی ماں نے قذف کے حد کی

طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اس صورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اسکی ماں معا طالب ہوں لو قال

فی جوابہ زنیت بک او معک ہدر ای الحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اسکے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا

کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہوجاوینگے بسبب شک کے ہم تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول سکا محتمل ہے کہ اسنے قبل نکاح کے زنا کا ارادہ کیا ہو تو قذف واقع

ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد

نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو بوجہ اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کیطرف سے

تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہوگئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانہا لو اجابتہ بانت ازنی منی حدت وحدہ

خانیہ مصنف نے جواب کو بخطاب کے مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھسے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الخانیہ

ہم اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور جملہ بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں کذا

فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعض نسخے میں ہے کہ حد صدرت سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا اور اگر وہ گفتگو مذکور

اجنبی عورت سے ہو یعنے مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اسنے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنے عورت نے اجنبی کے قذف

کیا اور اُسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقر بولد ثم نفاه يلاعن وان عكس حد للقذف والولد له فيهما لاقراره اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اُسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اُسکے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا ہو اُسکے اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہے اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال ليس بابني ولا بابنك فهدر لانه انكر الولادة اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلیے کہ مرد ولادت کا منکر ہوا اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامراة يا زاني حد اتفاقا لان الهاء تحذف للترخيم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اُسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب میں ہا ہے ہوز محذوف ہوسکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل يا زانية لا وقال محمد يحد لان الهاء تدخل للمبالغة كعلامة قلنا الاصل في الكلام التذكير اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاوےگا اسواسطے کہ ہا ہے ہوز صیغہ مذکر میں مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ میں ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لها ولد لا اب له معروف في بلد القذف اور حد نہیں اُس عورت کے قذف سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہیں اُس شہر میں جہاں قذف واقع ہوا نہ ہر شہر میں کذا في البحر او من لاعنت بولد لان امارة الزنى یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اسواسطے حد نہیں کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نکریگا تو اُسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب نہ ہونے تہمت کے کذا في المنح او بقذف رجل وطئ في غير ملكه بكل وجه كامة ابنه او بوجه كامة مشتركة او في ملكه المحرم ابدا كامة فهي اخته رضاعا في الاصح لفوات العفة یا حد نہیں اُس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی اپنے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک میں وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اُس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو سولی کی رضاعی بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے ہم بیان ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت في كفرها لسقوط الاحصان یا حد نہیں اُس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مكاتب مات عن وفاء لاختلاف الصحابة في حريته فاورث شبهة یا حد نہیں اُس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت ادا کرنے کے قابل مال چھوڑ کر بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی حریت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں ہم وفا بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مریگا تو اُسکے قاذف پر بطریق اولے حد نہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام مرا کذا في البحر وحد قاذف واطئ عرسه حائضا او امة مجوسية او مكاتبة ومسلم نكح محرمه في كفره لثبوت ملكه فيهن وفي الذخيرة خلافهما اور حد مارا جاویگا قاذف اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی یا مکاتبہ سے وطی کی اور اُس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر میں اپنی محرم سے نکاح کیا اب ثابت ہونے وطی کے اُسکی ملک میں یعنی پہلی دو پچھلی صورت میں ملک نکاح ثابت ہے اور باقی میں ملک یمین ہے اور پچھلی صورت میں خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں وحد مستامن قذف مسلما لانه التزم ايفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقة لانهما من حقوق الله تعالى المحضة كحد الخمر واما الذمي فيحد في الكل الا الخمر غاية اور حد مارا جائیگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفا حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اسلیے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سوا شراب کی حد کے کذا في غاية البيان لكن قدمنا في الزنا [illegible] ہم باب الزنا میں مقدم ذکر کر چکے ہیں نہایۃ المنتہی سے حد ذمی کی تصحیح سے سے بھی [illegible] زنا مستامن کا غایۃ البیان

ایک حد کافی ہے اُن جنایات کے واسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اُن جنایات کے جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے
اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف اُنکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو بعض
نے اور شامل ہے اطلاق اُس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اُسنے دوسری بار اُسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی
یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے م الکفا حد واحد اسوقت ہے جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات
اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماریجاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح و اذا قذف فعتق فقذف آخر حد حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانین
لوقوع الاربعین لہما فتح اور جب کہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اُسپر غلام کی حد ماری جاویگی یعنی چالیس کوڑے بعد
اگر مقذوف ثانی اُسکو گرفتار کریگا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسّی کوڑے پورے کر دئے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں جرموں کے
واسطے کذا فی المنح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسّی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد
ماریجاوینگے و فی شرح الزیلعی قذف فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبہ و دفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب المرتد میں ہے کہ قذف کیا
زید کو مثلاً سو اُسپر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اُسکو قذف کیا تو دوسری بار اسکو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف
سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہ رہی انتہی کلامہ ھ زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعیف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں سو اسطے کہ اول حد سے
زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں بھی مطلقاً نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مفادہ انہ لو قال لہ یا ابن الزانیہ
وامہ میتۃ فخاصمہ حد ثانیا کما لا یخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اُسکی ماں کو اور حالانکہ
اُسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اُسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اُسکی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی طلب کی سو قاذف
مارا گیا پھر اُسنے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اُسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اُسکی ماں کی عار دفع
ہوگی لیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے و افاد تقییدہ بالحد ان
التعزیر یتعدد و یتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے یعنی الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے
قلت طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اُسکو صریح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے سمجھا جاتا ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان
القاضی ہو حد الزانی و شرب لم یحد استحسانا و عن محمد یحد قیاسا علی حد القذف و القود قلنا الاستیفاء للقاضی و ہو مندوب للدرء بالخیر فلحقہ التہمۃ حواشی السعدیہ کہا
قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اُسپر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب
دیتے ہیں امام کیطرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاء حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس
حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اُسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت و کینہ محدود ہوا بخلاف
(ٹالو حد کو جب تک ممکن ہو سکے ۱۲)
حد قذف کے کہ اُسکا حق استیفاء مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفاء ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اُنکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اسکو
حدود کے بعد لایا اور تعزیر (سزا ۱۲) مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا اس آیت میں حق تعالی
نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اُٹھا لے اور مروی ہے

کہ کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکو تعزیر دی اور بحیلہ ابن عدی حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اُس شخص پر جسنے اپنا عصا و بان لٹکا رکھا کہ اہل
عیال کو نظر آوے اور قوی تران احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوا حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر کرو کسی کو اپنے
جبتک وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوٰۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ تدریج
اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہونچے کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہے تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ
ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی پھیر دیا اور پھیر دینا کذا فی المنح وقول القاموس انہ تعلیق علی ضرب ما دون الحد غلط نہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق
تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر کی کیطرف منسوب ہے اسواسطے اُسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس
نے مذکور کی تو اہل لغت کیطرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا
بلکہ اُسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اصطلاح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود
ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہے تادیب
کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر ہو واسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہے مطلق تعزیر کا حکم یہ قول ہے قدوری کا اور
صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رائے پر مفوض ہے یہانتک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور
محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہین اور ابویوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابویوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے
پانچ کوڑے کم کر دیے اور اصل اسمین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہنچے
غیر حد مین وہ ظالمون مین سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جبکہ ثابت ہوا کہ تعزیر حد
سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد نے بنظر احتیاط عبد کی حد کو جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابویوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے
کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیے تو اُسکا جواب علمائے حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے
سے بخلاف اُسکے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علے اربع
مرتب اور درر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے مراتب مذکورہ یون مین تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے اسطرح کہ قاضی انسے کہے
کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا مکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور در دارالقضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی
مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کے کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیسین یعنی کمینون کی کھینچ لانے
اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی کلہ مبنی علی عدم التفویض للحاکم مع انہا لیست علی الاطلاق فان من کان من اشرف الاشراف لو ضرب غیرہ فادما
لا یکفی تعزیرہ بالاعلام وارہی نہ بالضرب جواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجود اُسکے کہ
مراتب بوجہ مذکورہ انہیں اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اُسکے خون نکلے تو اُسکی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے
کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت مین اُسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف مین افراط کی بلکہ اس صورت
مذکورہ مین اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہو اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ نیز نظر سے
دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی بمقدار اقتضا تعزیر کذا فی الطحطاوی والا فرق الضرب فیہ وقیل لا فرق وو فق ان بلغ اقصاہ فالفرق والا لا شرح وہبانیۃ اور تعزیر
مین جنس متفرق نہ کیجاے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تفرق کیجاے بدن پر اور دونون قول مین توفیق یون کیگئی ہے کہ اگر تعزیر نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی انتالیس کو تو بدن پر

ہم شرح الشرعہ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اسمیں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہے اور اسیطرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز
اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسیطرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم الطالبین میں باقی غیبت سے بھی زیادہ برا
کذا فی المنح ملخصاً فیعزر بشتم ولده وقذفه ولقذف مملوك ولو ام ولده وكذا القذف كافر وكل من ليس بمحصن بزنا ويبلغ غاية كما لو اصاب من اجنبية
غير جماع او اخذ السارق بعد جمعه للمتاع قبل اخراجه فيبلغ عدها الا يبلغ ثمانية تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اسکے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف
سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی غایت کو پہونچانا چاہیے یعنے
انتالیس ۳۹ کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے
قبل اسکے نکال لینے کے تو اسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوائے امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیے ہم غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی
اسواسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہونچی ولقذف ای لشتم مسلم بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلا او یعلم القاضی بفسقه لان الشین قد الحقه هو بنفسه
قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنے فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنے اسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر معلوم ہو
چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہیں قائل پر اسواسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی الفتح
ہم مصنف نے شتم کو تفسیر قذف کہا مجازاً امکاس ثاقب ظالم کو کہتے ہیں یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہے اور ہمانہ کے قاموس میں ہے
فان اراد القاذف اثباته بالبينة مجرداً بلا بيان سببه لا تسمع ولو قال يا زاني واراد اثباته تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتى لو بينوا فسقه بما فيه حق الله او
للعبد قبلت كذا في جرح الشاهد پھر اگر گالی دینے والا اسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہو گی اور اگر کہیگا یا زانی
اور اسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سبب یہانتک کہ اگر شاہد اسکا فسق اس فعل سے
بیان کریں جسمیں حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن میں کہ طعن مجرد مسموع نہیں اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے ہم فسق مجرد
یہ ہے کہ اسمیں سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو و علی ہذا القیاس طعن مجرد و ینبغی ان یسال القاضی عن سبب فسقه
فان بين سببا شرعيا كتقبيل اجنبية وكذا اعناقها وخلوته بها طلب بينة ليعزره ولو قال هو ترك واجب سال القاضي المشتوم عما يجب عليه تعلمه من فرائض الاسلام فان
لم يعرفها ثبت فسقه لما في المجتبى من ترك الاشتغال بالفقه لا تقبل شهادته والمراد ما يجب عليه تعلمه منه نهر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اسکے
فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اسکو گلے سے لگانا یا اس سے خلوت کرنا تو اسکے گواہ طلب کرے
تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یوں کہا کہ فسق اسکا ترک کرنے واجب سے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا
سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اسکو نجانے تو اسکا فسق ثابت ہو گیا اسواسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ
کا ترک کرے تو اسکی گواہی مقبول نہیں اور مراد اشتغال فقہ سے اسقدر ہے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنے جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہیں جسکے ترک سے
فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزر الشاتم بيا كافر وهل يكفر ان اعتقد المسلم كافرا نعم والا لا به يفتى شرح وهبانية اور گالی دینے والا یا کافر کہنے
سے تعزیر دیا جاویگا اور یا کافر کہنے سے کافر ہو گا یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہاں کافر ہو جائیگا اور نہیں تو نہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد
کفر مسلم تو یہ کفر نہیں بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن مالک نے شرح مشارق میں کہا کہ یہ جو حدیث ہے اذا اکفر الرجل اخاه فقد باء بها اور ہما تو یہ مستحل پر محمول ہے کذا
فی الطحطاوی ولو اجابه لبیک کفر خلاصہ اور اگر اسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہو جاویگا کذا فی الخلاصہ یعنی یا کافر کے جواب میں لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا

اور اگر قائل کا عرف ہے کہ یا کافر کو کافر یا الطاغوت طول کرکے کہا تو کافر ہوگا کذا فی الطحطاوی فی التتارخانیۃ قیل لا یعزر مالم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا
اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نہ کہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ
محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں ہم یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل بحالت غضب و دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث
یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ہم مخنث بفتح نون
وہ ہے جو اغلام کراوے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا انہیں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل
ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی اباح کیطرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور
عرف میں ظالم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جاویگا

کذا فی الفتاوی یا لوطی وقیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد بہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل منح اور تعزیر
دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاوے کہ اسنے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اسنے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام
کی قوم سے ہے تو اسپر تعزیر نہیں اور اگر اسنے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے نزدیک اسپر حد زنا
ماریجاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اسنے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخرا پن ہے مراد وہ جسکو قبیح سے
مسخرا پن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاوے یا زندیق یا منافق یا رافضی
یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ہم منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہو معرب زن ہے
کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی اور چور ہو تو اسوقت تعزیر نہیں
جیسے محال ... صادق قائل ہے کہ چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کے اسنے اپنی ذات میں آنکا یا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے لہذا او

التقیید اذا الاخبار کانت او فلان فاسق ونحوہ کذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیہ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا یعنی خطاب قید نہیں اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ
تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ ہم قنیہ میں ہے کہ کوئی گیا قاضی کے
پاس ہے کہا اور اسکا اثبات سے عاجز ہوا تو اسپر تعزیر نہیں یا دیوث ہو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت
نہ آتی ہو اسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص ہم قرطبان
معرب ہے قلتبان کا اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اسکے پاس علیحدہ چھوڑ دے اور بعضوں نے
کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کردے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی
محبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء وبالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر یعنی ایسی

یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ لو شتم اصلہ عزر لطلب ولدہ کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل
الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کے طلب کرنے سے چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر کہنے
میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ہم قحبہ بفتح قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب اسکے پاس
ہو کہ نکلتا ... تو کھانستی تا اپنا مطلب ... ہے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ تر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہ
پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا اجرت لیتی ہے کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا اخص من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لان المقول لہ لذلک المعنی لم یجد فان الزنا

حربش

۵ بضم قاف ... مستعمل ... مساعدت نہیں کرتی بلکہ بفتح قاف ... ہیں ... معصود ... بضم قاف ... شاید ... اول

بالاجرة لسقط الحد عنده خلافا لهما ابن کمال یون نہ کوئی کہے کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بتر ہو اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہو اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہین ایسی
مسئلہ سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہو کیونکہ زنا اجرت کا مسقط حد ہوا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال امام صاحب نے اس سوال کا یون
جواب دیا ہو کہ حد قذف اسوقت واجب ہو جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین اور نہ اقتضاءً
اسواسطے کہ قحاب لغت مین بمعنی سعال ہو لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر لیکن مضمرات مین حد واجب کی قحبہ کی لفظ مین تصریح ہو مصنف
نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہو اور اپنی شرح مین بعضے اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہو کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہو
اسواسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوا مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصاً حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرة اور تعزیر
ہو یا ابن الفاجرہ کہنے سے ہم فاجرہ وہ ہو جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہین لہذا اسمین حد نہین کذا فی المنح انتہی یا ماوی اللصوص یا ماوی الزوانی اور تعزیر ہو یون کہنے
مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہو تو زانیہ عورتون کا ٹھکانا ہو یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہو یا من یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہو کہ اے
شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہو ہم ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی مین نے نہین دیکھی بعضے کہتے ہین غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہو
واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زاده معناه المتولد من الوطی الحرام فیعم حالة الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد
الخداع اللئیم فلذا لا یحد اور تعزیر ہو یا حرامزاده کہنے سے معنی حرام زاده کے وه کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض وغیرہ کو
شامل ہو فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرامزاده کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا
ہو اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہو تو اسیواسطے حد نہین لینے باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہین
لہذا حد نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثة او عرف بہا لا یقتل بل یستحق ویبالغ فی تعزیره ولوالجیة عن جواہر الفتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات
کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کر مشہور ہو تو قتل نہ کیا جاویگا جب تک بیوی کو حلال نجانے اور اسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وه شخص اپنی زوجہ سے
لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ہم مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اسپر تعزیر لازم ہو یا لعان بصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہو جب اپنے جھوٹ بولنے کا
اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب قال ان رجعت الی ذلک فاشہدوا علی بانہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجع
فہو کافر فرجع تلزمه کفارة یمین اور اسی مین یعنی جواہر الفتاوی مین ہو فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تو تم اسپر گواہی دو کہ وه رافضی
ہو سو اسنے پھر وہی فعل کیا تو وه رافضی نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وه کافر ہو سو پھر وہی فعل کیا تو اسپر کفاره قسم کا لازم ہو اسواسطے تعلیق
بالکفر یمین ہو لا تعزیر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا حیة لظہور کذبه واستحسن فی الہدایة التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی وغیره تعزیر نہ ہوگی
یون کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اسکے جھوٹ کے اور ہدایہ مین تعزیر
مستحسن جانی ہو اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیره تابع ہین اس استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام وابوه لیس
کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے مین
تعزیر واجب جانی ہو ہم زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کہنے سچ کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہو مخاطب کے باپ کے
مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اسکو رد کیا ہو کہ مسئلہ مذکوره مخاطب کے باپ کے
موت سے مقید نہین ہم حجام وه ہو جو پچھنے لگا دے اور سندھ مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وه جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وه جسکو
کچھ تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانه عرفا بمعنی المؤجر اور یا مواجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر ہو ہم صاحب در نے کہا کہ موجر بکسر جیم وه شخص ہو جو اپنی وجہ

زنا کیواسطے دلے اجرت لیکر لیکن ہمارے عرف مین مواجر بمعنی موجر مستعمل ہی یعنے ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعًا عیب نہین لہذا تعزیر نہین طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر
دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہی یا یا بغا ہو البا بون بالفارسیۃ وفی الملتقط سے عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہین یا بغا کہنے مین اسواسطے کہ عالم اسکو نہین
لیکن معنی اُسکے نہین جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان مین بغا اُسکو کہتے ہین جو اغلام کراوے اور ملتقط مین ہی کہ ہمارے عرف مین یا مواجر اور بغا دونون مین تعزیر ہی اور ولد الحرام
مین بھی تعزیر ہی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق مین جو عبارت ملتقط سے موجود نہین بلکہ اسمین یون ہی کہ لائق یہ ہی کہ یا ولد الحرام مین تعزیر واجب نہو بلکہ اولی ہی حرام سے وہ
اتھے اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اسمین ملتقط کی روایت نہین پائی شاید کسی نسخہ مین ہو واللہ اعلم بغا بفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اوراسکو بافاجی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی
وعن الشیخ والنصاب انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعًا ولیعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا
اُس فعل اختیاری کیطرف جو شرعًا حرام ہی اور عرفا عار اور عیب گنا جاتا ہی تو اُسمین تعزیر ہی قائل پر اور اگر ایسا نہین یعنے وہ فعل منسوب اختیاری نہین اور یا اختیاری ہی مگر
شرعًا حرام نہین یا حرام ہی لیکن عرف اور رواج مین ننگ و عار نہین تو اسمین تعزیر نہین کذا ذکرہ ابن کمال ہم فعل اختیاری کی قید سے یا کلام سر مانند اُسکے نکل گیا
اور حرام شرعی کی قید سے مواجر بمعنی موجر نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس یا بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا یا سخرۃ واختار فی الغایۃ
التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہین یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد و سکون حاء وہ شخص ہی جسپر
لوگ ہنسین اور اسیطرح یا سخرہ ہی یعنے بضم سین و سکون خاء معجمہ وہ شخص ہی جس سے لوگ مسخراپن کرین اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہی جو لوگون سے ہنسی کرے اور سخرہ
بفتح معجمہ وہ ہی جو لوگون سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان مین ہی کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ مین تعزیر دینا مختار ہی اور یا ساحر اور یا مقامر مین اور ملتقی مین ہی کہ فقہانے
تعزیر کو مستحسن جانا ہی اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو طحطاوی نے کہا ملتقی مین استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح
حاء مہملہ و سخرہ بفتح خاء معجمہ وہ شخص ہی جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق مین ہی کہ یا لاہی یا ابن سخرہ یا مقامر یا سوقی یا کشحان مین تعزیر ہی کشحان
مرادف دیوث ہی ادعی سرقۃ علی شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ
فانہ لا شئ علیہ اذا اصدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا اصدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا
چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اُسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہی نہ سب اور دشنام
چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہی مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی عوی کے ثابت کرنے سے تو اُسپر کچھ نہین بشرطیکہ اُسکا یہ کلام صادر
ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ بخلاف
دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو مدعی پر حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنے اثبات زنا بدون
نسبت الی الزنا ممکن نہین تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت اسکے السرقۃ متصور ہی تو نسبت الی السرقۃ مقصود بالذات نہوئی
بلکہ حصول الی المقصود بالذات ٹھہرا و ہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر مین حق العبد غالب ہی یعنے حق العبد کی افراد تعزیر مین غالب ہین حق اللہ کی افراد سے اور
مراد نہین کہ حق العبد اور حق اللہ دونون تعزیر مین مجتمع ہین اور حق العبد غالب ہی کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر مین حق العبد کی افراد
غالب ہوئین تو تعزیر مین ابراء اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہی کذا فی شرح الزیلعی ہم ابراء اور عفو مین یہ فرق ہی کہ ابراء قبل نالش کے ہوتا ہی اور عفو بعد نالش کے والیمین
ویحلف باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصۃ اور یمین جائز ہی تعزیر مین یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اُس سے یون قسم لے اللہ کی کہ
مدعی کا تجھپر وہ حق نہین جسکا وہ دعوی کرتا ہی تو مدعا علیہ کے لیے قسم اللہ کی یہ نہین کہ نہین کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر مین جائز ہی چنانچہ حقوق العباد مین سب امور مذکورہ جاری ہین کیونکہ

حقا للہ تعالیٰ فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اسمیں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر جب کہ امام فاعل کا باز رہنا
قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی فتح القدیر ولا یمین لما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلا اور حق اللہ کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلا اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجائیگی ویجوز اثباتہ بمدعی شہد بہ
فیکون مدعیا وشاہدا لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونوں ہوگا بشرطیکہ اسکے ساتھ
دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں قنیہ فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحسانا فلا یعزر یجب ان
یکون فی حقوق اللہ تعالیٰ فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو
تو وہ نصیحت اور پند دیا جاوے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط
قاضی کو جائز نہیں کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی میں ہے طحطاوی تمام کہا بعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق
اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اسکا محل آدمی کا حق ہو اور شاتم اس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر
لوگوں کا گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وفی کراہیۃ الظہیریۃ
رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا باس باعلام السلطان بہ لینزجر لعنہ انہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ کی کتاب الکراہیۃ
میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے
میں تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید یہ ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو بغیر شہادت اور مجلس قضا کے اسمیں حاجت نہیں ہے کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر میں کافی ہے کذا فی النہر وفیہ
من الکفالۃ معزیا للبحر یجوز للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالۃ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کر کے کہا ہے
کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اسپر شرعا گناہ ثابت نہ ہو بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہر ایک مستور اور
ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہیں تو تعزیر یا حبس بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالیٰ یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالیٰ یقضی فیہا بالعلم اتفاقا
اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اسمیں ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق اللہ میں قاضی نے جو علم پر حکم دیا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل
ہوتا ہے طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہے مسائل سابقہ کے فیکون مدعیا وشاہدا لو معہ آخر الخ فہما الجمع الجمیع کما مر اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول
ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق میں یہ مسئلہ نہیں مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعلیہ فیما یکتب من المحاضر فی
حق الانسان فعمل بہ فی حقوق اللہ تعالیٰ ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصا اور بنابر اسکے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر
حق انسان میں لکھے جاتے ہیں انپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اور جسنے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اسنے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا صاحب نہر نے
کتاب الکفالہ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں
کتابت ایک عادل کی قاضی کیطرف کافی ہے تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں تو حاکم کو اسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور موجب اسکے حقوق
اللہ میں عمل کرنا چاہیے اور جسنے فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب کو کچھ الزام نہیں ہے اور چاہیے اسمیں وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہے اسنے خطا کی انتہی مشیر ہوگا طحطاوی نے کہا شاید محضر سے
یہاں یہ مراد ہے جسکو اہل اسلام وقف کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجیں فی کفالۃ العینی عن الثانی من
یجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلاۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن یتہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شر ہذا علی الناس وشر الاول
علی نفسہ کذا شرح عینی کی کتاب الکفالۃ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کرے اور ادب کے لیے مارے پھر

قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چورانے اور لوگون کے مارنے کے اُسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اُسکو قیدخانہ مین رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا
شر لوگون پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے مع ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی
مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم
ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ ما مر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ مین ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی
کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسکو برا معلوم ہو اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر مصنف نے اسکو ثابت رکھا مگر
لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق مین گذری سو تامل کر اسمین وجہ اعتراض یا فاسق مین اسطرح کی مذکور ہوئی
کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات مین خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ
لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اُسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اُسکو کافر کہکر ایذا دینا حرام ہے یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ لما سیجیئ علے
ترک الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اسکے قادر ہونے کے اُسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو
چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا مراد زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردون کی سی زینت فاحشہ عورتون کی سی زینت زوج زوجہ سے نہین کرواسکتا ہے وترک غسل
الجنابۃ وعلے الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دے زوج زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے
اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر
عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت
ما لم تجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہین اُسکے ساتھ یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہین کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اُسکے رونے کے
وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا
زوج کو بددعا دی یا اُسکے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولے تا اُسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منھ کھولا یا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اُسکو گالی دی
یا کسیکو کوئی چیز دی جسکے دینے کا دستور نہین بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور مین زوج اُسکو تعزیر دیسکتا ہے والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج والمولے
التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ مین شرعا حد مقدر
نہو تو اُسمین زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہین اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اُسمین سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ قدماء کو
اپنے حق کی طلب مین گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علے ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علے خلاف
ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی حظر المجتبی اور تعزیر نہین زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اُسکی نماز کی زوج کی طرف نہین پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے
تو زوج کا کچھ نقصان نہین جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی مین ترک صلوۃ
پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر مین اسی قول کو ظاہر جانا ہے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ
پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر مین حق تعالے کے حضور مین حاضر ہون اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے
ساتھ رہون کذا فی الطحطاوی وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علے الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ
پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہمنے کتاب الصلوۃ مین مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور مین ہم
اور شارح نے کتاب الصلوۃ مین سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا ذکر کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علے تعلم قرآن وادب وعلم لفرضیتہ علے الوالدین وقنیہ مین ہے

کہ ولی کو جائز ہی اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اسکے فرض ہونے کے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولده اور ولی کو جائز ہی یتیم کا مارنا اُن امر میں جسمین اپنے ولد کو مارتا ہی یعنے ترک صلوۃ وغیرہ میں جیسا صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہی الصغر لا یمنع وجوب التعزیر نہر حتی بین الصبیان طفلی وجوب تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہی یعنے اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وہذا لو حق عبد اما لو کان حق الله بان زنا او سرق منع الصغر مجتبی اور یہ یعنے عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہی اور اگر حق الله ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اسمین مانع ہی کذا فی المجتبی من حد او عزر فہلک فدمہ ہدر الا امراۃ عزرہا زوجہا بمثل امر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبہذا ظہر انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مرگیا تو خون اُسکا رائگان اور باطل ہی یعنے ضمان نہین بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اُسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اُسکا خون باطل نہین اسواسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہی تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت علی زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنے ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اُسپر ثابت ہوگیا تو تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اُسکو تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا اُسکے خون کا اگر وہ اُس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی ہم طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہی قید نہین اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اُسپر تعزیر واجب ہی شرح ملتقی مین ہی کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک شوہر اور معلم تعزیر مین ضامن نہین اور نہ باپ تادیب مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو ورنہ ضامن ہی باجماع فقہا وعن الثانی لو زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مرگیا تو نصف دیت اُسکی بیت المال مین ہی یعنے اور نصف باقی قاضی پر بسبب اسکے مقتول ہونے کے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اُس فعل سے جسمین اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھون آدھ کیجائیگی کذا فی شرح الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہی متن کے قول کے یعنے جو حد اور تعزیر مین مرجاوے اُسکا خون باطل ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اُسکے اسلام لانے پر اور اُسپر پچھتر کوڑے تعزیر دیجاوین بقول ابو یوسف اور نکاح نکرے غیر زوج سے اسیکا فتوی ہی کذا فی الملتقط ہم کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اُسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیۃ ہم تعزیر اُسوقت ہی جب امام ابو حنیفہ رحمہ الله علیہ کے مذہب کو حقارت سے باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو پھر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ حموی نے تراجم سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہی اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ اُسکو اشد تعزیر دے اسواسطے کہ اُسنے ادون یعنی کمتر از حنفی مذہب کی طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہین کرتا متہور یعنے متعصب پر زور اور قول بانصاف وہ ہی جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہی تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی ہوجاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہوجاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہی کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اُسنے مذہب اول کیطرف عود کیا تو اُسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہوگیا یعنے مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہی

مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعزر حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یون کہے کہ مین زانی
نہین مراد یہ کہ تو زانی ہے تعزیر اسواسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہین جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار
ادعی علی آخر انہ وطئ امتہ فحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی مبینہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اسنے اسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہو تو اسکی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہون سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاویگی جو حامل ہے اور اگر مدعا علیہ نے قسم
کھائی عدم وطی کی بصورت عدم شہادت تو اسکو تعزیر مدعی کا اختیار ہے کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان او اخرجہا وزوجہا غیرہ حبس حتی یتوب او یموت لسعیہ
فی الارض بالفساد اور اشباہ مین ہے کسی نے فریب یا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اسکا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جاوے یہان تک کہ توبہ کرے یا قید
مین مر جاوے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین مین فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اہل الظالم فحبسہم او نحوہم عزر المدعی اس شخص کا دعوی تھا دوسرے پر سو
اسنے اسکو نہ پایا تو اسکے لوگون کو ظالمون کے پاس پکڑوایا سو انھون نے انکو قید کیا اور انسے تاوان لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے ویعزر علی الورع البارد کتعریف تمرۃ اور تعزیر
دیا جاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے بتلانا ہم تاتارخانیہ مین مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت مین ایک شخص نے کھجور کا ایک
پھل مدینہ کے بازار مین پایا سو اسکو اٹھالیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور ہے اس قول سے اسکو اپنے زہد اور تقوی کا اظہار خلق مین منظور تھا امیر المؤمنین عمر فاروق نے
یہ سنا اور مطلب اسکا پایا فرمایا کہ کھا لے اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہے جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط
نہین ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال استثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطفی فی اجناسہ الا ان یکون قد تکرر فیضرب
التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے [illegible] ذوی الہیئات کو مستثنی کیا ہے مین کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ مین [illegible] حنفیہ کے
قول قنیہ سے مقدم کر دیا یعنی صاحبان مروت کے حق مین ہم تعزیر [illegible] کی ہے اور ناطفی نے اپنے اجناس مین اتنا زیادہ کیا کہ [illegible]
ہو جیسے کہ بار بار قصور ہوا اور مکرر ہونے مین تو تعزیر دیا جاویگی الطحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب شخص دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہین [illegible]
[illegible] الحد اور [illegible] ہے کہ [illegible] ہم [illegible] حدیث [illegible] تعزیر صاحبان مروت [illegible]
وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتقوا الله [illegible] لا یاتی احدکم یوم القیامۃ ببعیر یحملہ علی رقبتہ لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یؤخذ منہ تجریس السارق
ونحوہ قلت [illegible] اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر [illegible] سے کہ کہین لادے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ [illegible]
بیل یا گائے [illegible] بکری [illegible] اور اسکے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
علم مناوی کی عبارت کا [illegible] ہے کہ [illegible] گمان ہے کہ [illegible] رقہ وغیرہ کی [illegible] حدیث سے نکالی ہے لغت عرب مین [illegible] اونٹ کی آواز کو کہتے
اور [illegible] گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور [illegible] بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہین کذا فی الطحطاوی ہم [illegible]
یعنی چور [illegible] جانور کی گردن پر [illegible] آواز کا فضیحت کرنے کو [illegible] مذہب سے یہان تک سب اقوال شارح اشباہ سے نقل کیے ثم اگر کسی کو
کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلا دے تو جائز ہے اور اگر یون جواب دے کہ بلکہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہین اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولے اور زوج کو تادیب
حلال ہے اور جو شراب خوارون کی مجلس مین حاضر ہو تو اسپر تعزیر ہے اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جسکے پاس شراب [illegible] رمضان شریف مین [illegible] تو قتل [illegible] تعزیر ہے اور
[illegible] اور جو مسلمان [illegible] کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور [illegible] اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہان تک کہ توبہ کرے کذا فی فتح القدیر اگر
ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اسپر تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علما سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ مین اسپر عمل نہین کرتا یا یون کہا کہ ایسا نہین ہے جیسا
العلما نے فتوی دیا ہے الا اگر شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہو تو اسپر تعزیر واجب ہے آدمی کی حق مین بہتر یہ ہے کہ جب اس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے

تو اسکا جواب دے کتابت صکوک اور خطوط کی رو سے یعنے جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہے احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اسکی پگڑی سر سے اچھال دے بازار مین تو اسپر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریۃ

کتاب السرقہ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنے چوری کے احکام مین سرقہ بفتح سین و کسر راء مہملہ ہے اور بسکون را بھی جائز ہے چونکہ مقصود حد و سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا ذکر کرنا مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے ہی لغۃ اخذ الشیٔ من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجاز وہ یعنے چوری لغت مین غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے مین چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہین تو باعتبار مجاز کہتے ہین اور سرقہ لغوی مین داخل ہے استراق السمع یعنی چھپکر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع مین باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اسیطرح کے لینے سے عبارت ہے یعنے غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہے یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع مین سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنے مجنون نے اپنے ہوش کی حالت مین چوری کی تو وہ بھی مکلف مین داخل ہے کذا فی النہر سرقہ مین رکن اخذ ہے اور باقی اور چیزین جو شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہین مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی و حکمی دونونکو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق کسی کے مکان مین داخل ہون اور مال کو چرا وین اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکالین تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکلگئے کہ انپر قطع ید نہین لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ بشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسکے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید ایسا شبہہ بیان کرتا جس مین قطع ید نہین اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اسکی نادانستگی کے مال غیر سے یعنے عدم بصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اسکو دانستگی نہوئی ہو عشرۃ دراہم لم یقل مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہے دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبۃ نہ کہا یعنے سکہ دار اسواسطے کہ مغرب مین ہے کہ دراہم سکہ داری کا نام ہے یعنے درم کی حقیقت مین ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنیکی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہین ہے اس مین اختلاف ہے کہ ہر مقدار مال مین قطع ہے یا اس مقدار معین ہین جس سے کمتر مین قطع نہین پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالی نے فرمایا السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما یعنے چور اور چورنی دونون کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اسمین مذکور نہین اور حدیث متفق علیہ مین رسی اور انڈے کے چرانے مین قطع ید مذکور ہے اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہین کہ بدون مال معین کے قطع ید نہین اسواسطے کہ بخاری اور مسلم مین حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنے قطع نہین مگر ربع دینار مین یا اس سے زیادہ مین تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی وہ یہ ہے کہ ربع دینار کی قیمت کی رسی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شاید حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہین جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہوجاوے باقی رہی وجہ اولویت حمل سو وہ جمہور کی طرف ہے اسواسطے کہ باب الحدود مین تعارض کے وقت تائید قول جمہور متعین ہے یعنے نظر باحتیاط دفع حد در مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولی ہے علاوہ اسکے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہوگیا اور عقل سے بھی اسواسطے کہ حقیر مطلق مین رغبت نہین ہوتی تو اسکو کوئی روکتا بھی نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہون کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہین بلکہ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جنکے نزدیک مقدار معین قطع مین شرط ہے وہ تعیین مقدار مین مختلف ہین تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک و احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد مین عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار مین اور قطع کرو اس سے کمتر مین اور ربع دینار اسوقت مین تین درم کا تھا امام مالک نے موطا مین کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری مین قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ

باب الحدود مین واسطے احتیال درء حد کے اولی ہو حاکم نے مستدرک مین مجاہد عن ایمن روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین نہین ہوا مگر ڈھال کی قیمت مین اور
قیمت اُسکی اُسوقت مین ایک دینار تھی ہرچند ایمن مین اختلاف ہو کہ صحابی ہو یا تابعی اگر صحابی ہو تو کچھ اشکال نہین اور اگر تابعی ہو تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہو تو حدیث مرسل ہوئی اور
مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہین بلکہ حجت ہو تو اُسکا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت مین اختلاف ہوا تین درہم یا دس درہم کا تو اخذ بالاکثر واجب
ہوا اسواسطے کہ شرع نے اس باب مین حد کا ٹالنا حتی الامکان واجب کیا اور تقویت قول کی نسائی کی روایت ہو عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت مین
دس درہم تھی اور یہ روایت دارقطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ مین ثابت ہو اور ابن ابی شیبہ مین حدیث مرفوع ہو کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت نہ پہونچے تو اُسکے صاحب یعنے چرانے والے کا
ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درہم تھی اور طبرانی نے معجم مین اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہین مگر دینار مین یا دس درہم مین اور یہ حدیث مرسل ہو
کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہین لیکن مسند ابو حنیفہ مین عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود وقال کان تقطیع الید علی
عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرة دراہم تو یہ روایت مرسل نہین بلکہ موصول ہو اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا کہ لا تقطع الید فی اقل من عشرة دراہم
تو یہ حدیث موصول مرفوع ہو اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجاے مرفوع تھی اسواسطے کہ مقدارات شرعیہ مین قیاس مجتہد کو دخل نہین تو موقوف اسمین محمول علی الرفع ہو کذا فی فتح القدیر ملخصا
جیادا او مقدارها فلا قطع بنقرة وزنها عشرة لا تساوی عشرة مضروبة ولا بدینار قیمته دون عشرة سرقہ عبارت ہو کھرے دس درہم کے لینے سے یا بمقدار دس
درہم کے تو قطع نہین اُس چاندی کی ڈلی سے جو وزن مین دس درہم ہو مگر دس درہم مضروب کے برابر نہین قیمت مین اور قطع نہین اُس دینار سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہو وتعتبر القیمة وقت
السرقة ووقت القطع ومکانه بتقویم عدلین لهما معرفة بالقیمة ولا قطع عند اختلاف المقومین ظهیریة اور معتبر ہو قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہو
قیمت قطع کرنے کے مکان مین دو عادل لوگون کی قیمت ٹھہرانے سے جنکو معرفت ہو قیمت کی اور قطع نہین وقت قیمت ٹھہرانے والون کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ تو اگر ایک کپڑا چرایا جسکی قیمت
دس درہم تھی سو کاٹنے کے دوسرے شہر مین اُسکو گرفتار کیا اور وہان اُسکی قیمت آٹھ درہم تھی تو قطع نہوگا اور اختلاف قیمت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص دس درہم یا زیادہ قیمت کرتا ہو اور دوسرا
اُس سے کم تو قطع نہین اور اگر نصاب سے زیادہ مین اختلاف ہوا تو قطع کا نہین مقصودة بالاخذ فلا قطع بثوب قیمته دون عشرة وفیه دینار او دراهم مصرورة
الا اذا کان وعاء لها عادة کجرابین لیسے دراہم جنکا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہین اُس کپڑے کی چوری سے جسکی قیمت دس درہم سے کم ہو اور اُسمین ایک دینار یا دس درہم
بندہے ہون اسواسطے کہ کپڑا بالذات مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے مین البتہ قطع ہو جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التجنیس یعنے جیسے دینار اور درہم کی
تھیلی لی تو البتہ قطع ہو اگرچہ اُس مین بقدر نصاب نہ ہو اسواسطے کہ تھیلی لینے مین دراہم مقصود ہوتے ہین اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درہم سے کم ہو ظاہرة الاخراج فلو ابتلع دینارا
فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطه بل یضمن مثله لانه استهلکه وهو سبب الضمان للحال لیسے دراہم جنکا نکال لینا سارق نے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار
کو مکان محفوظ مین نگل لیا اور نکل آیا تو اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ دینار کا نکال لینا اُسکے پیٹ سے ظاہر نہین اور انتظار نہ کیا جاویگا اُسکے ہگنے کا بلکہ مثل اُس دینار کے اُس سے
ضمان لیا جاویگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو ہلاک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہو خفیة ابتداء وانتهاء لو الاخذ نهارا ومنه ما بین العشائین ابتداء
فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین بھی اگر دن ہوا اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن مین داخل ہو اور فقط ابتدا مین اخفا شرط ہو اگر رات ہو ہم اخفا کی قید
سے غارتگری اور بزور چھین لینا اور ہاتھ سے اُچک لینا سرقہ کی تعریف سے نکلگیا پھر اگر چوری دن مین ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہو ابتدا مین بھی اور انتہا مین
بھی اور عشا تک دن مین اسواسطے داخل ہوا کہ اُسوقت تک آمد و رفت آدمیون کی ہوا کرتی ہو اور اگر رات مین چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہو نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر مین
داخل ہوا بطور خفیہ پھر اُسنے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وهل العبرة لزعم السارق ام لزعم احدهما خلاف ولو اخفا مین کیا
سارق کے گمان کا اعتبار ہو یا سارق اور صاحب مال مین سے کسی ایک کا اسمین خلاف ہو محل اختلاف اُس صورت مین ہو کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہو اور حالانکہ
صاحب خانہ کو اسکا علم نہین تو شرح زیلعی مین کہا کہ اس صورت مین قطع نہین اسواسطے کہ سارق کے گمان مین خفیہ نہین بلکہ اُسنے کھلکر لیا اور خلاصہ اور محیط اور

ذخیرہ مین قطع مذکور ہے اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے گمان مین خفیہ ہونا کافی ہے اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے اسمین چار صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے سارق و صاحب خانہ دونون کو علم ہوا اسمین قطع نہین بالاتفاق دوسری صورت یہ ہے کہ دونوکو علم نہین اسمین قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اُسکے علم کا علم نہین تو ظاہر اسمین بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق قطع لینا مال کا اس شخص سے ہے جسکا قبضہ صحیح ہے تو جسنے چور کے پاس چوری کی اُسپر قطع نہین کذا فے الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم و فواکہۃ مجتبے مال مسروق اس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑجاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فے المجتبے تو انکی چوری مین گو بقدر نصاب ہون قطع نہین ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمے اذا سرق من ذمے خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہما عندنا ذکرہ الباقانے اور ضرور ہے مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنے ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہین مسلمان کی شراب چرالینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چراوے تو قطع نہین اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہین ہمارے یعنے اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو باقانی نے مذکور کیا ہے ہم حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہین جب کہ مسلم ذمی کی شراب چراوے تو اگر یون کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنے قطع نہین شراب کی چوری سے تو اخصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا قطع بسرقۃ فی دار حرب او بغے بدائع چوری دار العدل یعنے دار الاسلام مین ہو تو قطع نہین دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدایع تو اگر بعض ہمارے مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب مین چرایا پھر جب دار الاسلام مین آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد اور چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہون ہم حرز یعنے حفاظت کا مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ وہ مکان ہے جو حفاظت کے واسطے بنا ہوا اور اسمین جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہین بنا مگر اسمین نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ مین ہے کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چرایا تو اسمین قطع ہے کذا فے البحر اور یکبارگی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہین بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان مین تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہین واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار مین نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہے اور اگر دو شخصون نے بقدر نصاب ایک کا مال چرایا تو دونون پر قطع نہین اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق مین ہے نہ مالک کے حق مین بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہ ہو اس لینے مین نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ہم شبہہ کی قید سے وہ شخص نکلگیا جسنے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اسمین قطع نہین اسواسطے کہ اسمین تلاوت کرنیکی تاویل ممکن ہے یعنے سارق کہ سکتا ہے کہ مینے چرایا نہین بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہے فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانے طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو واضح ہو کہ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اُسنے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ اُسکے قائل تھے کہ دو مجلسون مین دوبار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا کرہا باطل ومن المتاخرین من افتے بصحتہ ظہیریہ زاد القہستانے معزیا لخزانۃ المفتیین ویحل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہے اور بعض متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوے دیا ہے کذا فے الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کرکے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہے تا کہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او بشہادۃ رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دین چوری کی ہم مصنف نے دو مردون کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتون کی گواہی اسمین مقبول نہین اور اقرار شہادت مین حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادۃ علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہین اگرچہ ضمان مال ہے کذا فے المنح ولو عبدا بشرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علے اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہے تو حضور اسکے مولے کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول

نہین غلام کے اقرار ہر اگرچہ مولی کے سامنے ہو جو فتاوی عالمگیری مین ہر کہ جب گواہون نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اسکا مالک موجود ہر تو
بالاتفاق قطع ہر اور اگر مال قائم ہر تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہر تو امام کے نزدیک قطع نہین اور سرقہ کا ضمان ہو اور اگر شاہدون نے کمتر نصاب کی
گواہی دی تو نا صنی مال دینے کا حکم کرے قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہو **وسالہما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی** زاد فی الدرر وما ہی ومتی ہی وممن سرق دفعا یا
احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہون سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہان ہوئی اور کتنی ہوئی درر مین دو سوال زیادہ مذکور ہین کہ چوری کسکو کہتے ہین اور
کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونون گواہ ان سوالات کا جواب بیان کرین یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہین ہم کیفیت سرقہ کا سوال
اس احتمال سے ہر کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر مین اور بلا دخول ہاتھ ڈالکر چوری کی ہو تو اس مین قطع نہین ظاہر الروایۃ مین اسواسطے کہ یہ شخص اُچکا ہوا نہ چور اور مکان کا
سوال اس احتمال سے ہر کہ دار الحرب مین چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام مین چرایا ہو کہ اس مین قطع نہین اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہر کہ شاید نصاب سے
کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہر کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدون نے اسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے
احتراز ہو اور زمانہ سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہر اسواسطے کہ حدود خالصہ مین تقادم یعنے مدت گذرنا مبطل شہادت ہر اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے
ہر کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی **ویحبسہ لیسال عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود** اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید مین رکھے سارق کو تاشاہدون
کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہونے حاضر ضامنی کے ہر حدود مین یعنے حدود مین حاضر ضامنی جائز نہین تو تاتحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا
چاہیے تا بھاگ نجاوے **ویسال المقر عن الکل الا الزمان** وما فی الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکور کا سوال
کرے سوائے زمانے کے اور یہ جو فتح القدیر مین ہر کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہر کذا فی النہر الفائق ہم مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہین کہ تقادم مانع
اقرار کا نہین اور فتح القدیر کے بعض نسخون مین ہر کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہر حق یہ ہر کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب مین چوری
کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت مین چوری کی ہو **وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال**
وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وہبانیۃ اور صحیح ہر رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت مین
ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہر اگر سب چورون مین ایک نے اقرار سے رجوع کیا یون کہا کہ وہ میرا مال ہر یا دو گواہون نے اسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی
اور وہ منکر ہر یا ساکت ہر تو قطع نہین کذا فی شرح الوہبانیہ ہم محیط مین مذکور ہر کہ دو شخصون نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونون سے ساقط ہو گیا
اسواسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری مین جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہر کذا فی المنح **فان اقر بہا ثم**
ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر
بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا پھر وہ اقرار کرے تو اسکا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اسکے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا ہر مصنف نے اپنی شرح
مین ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اتنافی ہوئی دونون نقلون مین ہم طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یون تعبیر کرنا
تھا فان اقر بہا ثم ہرب وان فی فورہ یعنے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اسکا پیچھا نہ کیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہر کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہین
اسکا بھاگنا اسکے رجوع قول کے برابر ہر اور رجوع صریح لفظ مین حکم مختلف نہین فی الفور اور تراخی مین تو اسوقت مین شرح وہبانیہ کے نقل مین کچھ منافات نہین اور فتاوی علامہ قاری
مین بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہر یعنے ان متصلہ ہر منفصلہ **ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال** لا قطعا
علی نفسہ اور قطع نہین سارق کے قسم نکھانے سے اور موسلے کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہر اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ہم جب اقرار لا نکلا
عدم سرقہ کی قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور موسلے کا اقرار موجب مطالبہ ہو **والسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور** تجنیس وعزاہ القہستانی للواقعات معزیا اور محیط اور

خلاف الشرع ومثله في السراجية اور فتوی نہین سارق کی عقوبت اور ضرب پرتا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اسکا مارنا ظلم ہوا اور قہستانی نے اسکو اقوات کی
طرف نسبت کیا ہی اسطرح دلیل لاکر کہ مارنا اسکا خلاف شرع ہو اور مانند اسکے سراجیہ مین ہو ونقل عن التجنيس عن عصام انه سئل عن سارق منكر فقال عليه اليمين فقال
الامير سارق ويمين هاتوا بالسوط فما ضربوه عشرة حتى اقر فاتى بالسرقة فقال سبحان الله ما رأيت جورًا يشبه بالعدل من هذا اور تجنیس سے منقول ہی کہ عصام
بن یوسف سے سوال ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہو تو جواب دیا کہ اُسپر قسم ہی تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا
کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنیوالون نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اُسنے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ مین نے کوئی ظلم مشابہ
بعدل اس سے زیادہ نہین دیکھا كذا في المنح وفي اكراه البزازية من المشايخ من افتى بصحة اقراره بها مكرها اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ مین ہو بعضے مشایخ نے چوری کا اقرار زبردستی
کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہی یعنی ضمان کے حق مین نہ قطع کے حق مین وعن الحسن يحل ضربه حتى يقر ما لم يظهر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہی کہ ضرب سارق کی حلال ہی یہانتک
کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہ ہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنف عن ابن الغرس الحنفي صح انه عليه الصلوة والسلام امر الزبير بن العوام بتعذيب بعض المعاهدين
حين كتم كنز حيي بن اخطب فدلهم على المال قال وهو الذي يسع الناس وعليه العمل والا فالشهادة على السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح مین
قاضی القضاۃ ابن الغرس حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کو مارنے کا
حکم دیا جب کہ انھون نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اُسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اُسکو مارا تو اُسنے بتایا کہا قاضی
مذکور نے کہ یہ وہ حدیث ہر وقت ہی جس مین لوگون کو وسعت ہوا اور اسی پر عمل ہی اور نہین تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہی كذا في المنح ثم نقل
عن الزيلعي في آخر باب قطع الطريق جوازه ذلك سياسة واقره المصنف تبعا للبحر وابن الكمال زاد في النهر وينبغي التعويل عليه في زماننا لغلبة الفساد
وحمل ما في التجنيس على زمانهم پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر مین اسکا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع
صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق مین اتنا زیادہ ہی کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے مین لائق ہی اور بحر اور بسبب
غلبہ فساد کے اور تجنیس مین جو عقوبت سارق کو ظلم کہا ہی وہ علمائے سابق کے زمانے پر محمول ہی کیونکہ اُسوقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چندان
حاجت نہ تھی ہم مصنف نے آخر باب قطع مین قول مذکور یون نقل کیا ہی کہ زیلعی نے تصریح کی ہی کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہی اور از قبیل سیاست
ہی جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہی کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہی کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اُسکا گمان غالب یہ ہی کہ وہ سارق ہی اور مال
مسروق اُسکے پاس ہی تو اُسکو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہی جیسا کہ امام فاسق کو جو پاس شراب کی مجلس مین کسیکو بیٹھا دیکھے اور جیسا کہ اُسکو چورون کے ساتھ
چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہی چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچکر دوڑے اور اُسکو گمان غالب ہی کہ مجکو قتل کریگا كذا في المنح ثم نقل
المصنف قبله عن القنية لو كسر سنه او يده ضمن الشاكي ارشه كالمال لا لو حصل ذلك بتسوره الجدار وفات بالقرب لندرة پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول
کے قنیہ سے نقل کیا ہی شرح مین کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اسکو مارا اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ
کرنیوالا اُس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اُسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنے اگر قیدخانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کیواسطے
اور اُسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مر گیا تو مدعی نالش کرنیوالا اُسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہی تو اُسکی نالش غالبًا اُسکا سبب
نہین ہوسکتی كذا في المنح مشروحًا وعن الذخيرة لو صعد السطح ليفر خوف التعذيب فسقط فمات ثم ظهرت السرقة على يد آخر كان للورثة اخذ الشاكي بديته ثم
ارشد السلطان للتعذيب في هذا التسبيب ويجي في الفصولين اور مصنف نے شرح مین ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا
اور سلطان کے پاس اُسکو گرفتار کرایا اور وہ ایکبار مار دلائی پھر قیدخانہ مین قید کر دیا تو اگر وہ قیدخانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے

اگر وہ گرفتار ہوا اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اُسکے وارثوں کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اُسنے دیا اُس کو اسنے لینا جائز ہے بسبب
اُسکی تعدی کے اس تسبیب میں یعنی جو کچھ ہوا اُسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اُسکا ذکر کتاب الغصب میں ہوگا فقضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ
منی او انما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو باطل فہذا شبہۃ فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ
یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہیں ہم بعضے علماء کے قول پر مدعی مذکور
کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے ہم یہ تلقین حد ٹالنے
کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اُسنے چوری کی ہے میں یہ نہیں گمان کرتا ہوں کہ اُسنے چوری کی ہو
کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر ومسلم بہا فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافروں نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو
قطع نہیں دونوں کے حق میں یعنی کافر اور مسلم دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے کذا فی الظہیریۃ فتشارک جمع واصاب کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال
بعضہم استحسانا لسد باب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری میں اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے
تو سب کے ہاتھ کاٹے جاوینگے اگرچہ اُس مال کو اُنمیں سے بعضوں نے چورایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چوروں کے گروہ میں صغیر
یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اُسوقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز میں داخل ہو کذا فی الہدایۃ و فتح القدیر
میں ہے کہ اگر بعضے اندر جاویں اور حصے میں سب شریک ہوں تو اُسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو سب تعزیر کیواسطے دائم الحبس کیے جاویں یہانتک
کہ توبہ کریں کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا وقتہ وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع وہذا فی کل حد سوی رجم وقود
قلت لکن نقل المصنف فی الباب الاتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کیواسطے حاضر ہونا چوری کے دونوں شاہدوں کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی
بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونوں شاہد اُسوقت غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو قطع نہیں اور یہ یعنی حضور گواہوں کا ہر حد میں شرط ہے سوا رجم اور قصاص کے
کذا فی البحر میں کہتا ہوں مصنف نے اگلے باب میں اُسکے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے قطع میں عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا ہم
کا مخالف سابق کے ہے اسواسطے کہ حد زنا میں مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہوں یا مر جاویں تو حد ساقط ہے ویقطع بساج وقنا وآبنوس بفتح الباء وعود ومسک وادہان
وورس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد و یاقوت و زبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج وانا و باب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینوں یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور
برتن اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ہم اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہیں کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اُٹھ سکتا ہو جنہ
لکڑی کی چوری میں قطع نہیں لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات میں قطع ہے اسواسطے کہ نفیس مال ہیں لہذا مکان محفوظ میں رکھے جاتے ہیں اور دار الاسلام میں مباح الاصل
نہیں ملتے ہیں تو قائم مقام چاندی سونے کے ہو گئیں اور منح الغفار میں ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکا اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اُسکی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے
اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہیں نہیں ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر میں ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب
دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اُسکے محشیوں کے نزدیک جوہر مختلف الحقیقۃ ہیں کذا فی الکمال لانہا من اعز الاموال وانفسہا ولا یوجد
فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسیطرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری میں جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہے اور دار العدل یعنی
دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں پایا جاتا جسمیں رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع ہے ان میں ہم عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس وغیرہ نکل گیا وغیرہ مملوک چیزیں نکل گئیں کہ
اُنمیں قطع نہیں اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اُٹھ سکے اور مفتی ابو السعود نے

کہا کہ اس تاکید سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن غیر مرغوب نہیں الا انقطع بتافقۃ ای حقیر یوجد مباحا فی دار الاسلام
لاکخشب لعادۃ قطع نہیں اس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں بنا بر عادت کے نہیں رکھی جاتی ہے تو جس لکڑی کو
محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گھڑی اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اسکی چوری میں قطع ہے کذا فی البحر و فتح القدیر میں آیا
کہ مصنف ابن شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت میں شئی تافہ یعنی حقیر چیز میں قطع نہ ہوتا تھا سارق کا و حشیش
وقصب وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا ودجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہیں گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بطخ
مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان و صید و زرنیخ و مغرۃ ولو رہ زاد فی المجتبی و اشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں شکار اور ہڑتال اور گرو
اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اسکی جلد ٹوٹ جانے کے سبب سے ولا فیما یتسارع فسادہ
کلبن ولحم ولو قدیدا و کل مہیا للاکل کخبز ولو فی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا شمنی اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد بگڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ
خشک گوشت ہو اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اسمیں قطع نہیں اور قحط کے دنوں میں قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا
فی الشمنی ہم ارزانی کے دنوں میں طعام پختہ میں قطع نہیں اور غیر پختہ جیسا کہ گیہوں میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد
ہے کہ قحط اور بھوک میں قطع نہیں ہے عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر و فاکہۃ رطبۃ و ثمر قبل جذاذ علی شجر و بطیخ و کل ما لا یبقی حولا اور قطع
نہیں تر میووں کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی ہم ترمیوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو
خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر و زرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہیں گیا اسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے
یعنی مکان محفوظ میں نہیں رکھا گیا کہ سرقہ اس پر صادق ہو و اشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اسکا سونے کا ہو
اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزیں مراد ہیں جو نشا کرتی ہوں اگرچہ مسکر سونے کے برتن میں ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہے یہاں مقصود بالذات اشربہ مسکرہ میں اسواسطے
قطع نہیں کہ بعضے انمیں حرام ہیں تو لینا اسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضوں کی اباحت میں اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع میں و آلات لہو ولو طبل الغزاۃ
فی الاصح لان صلاحیتہ للہو صارت شبہۃ نہایۃ اور باجوں کی چوری میں قطع نہیں اگرچہ غازیوں کا طبل ہو قول اصح میں اسواسطے کہ اسکا لہو اور لعب کے
لائق ہونا سو جب شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان ہم آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے
تو اسکے توڑنے والے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ انکی قیمت ہے لیکن چورانا انکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح و صلیب ذہب
او فضۃ و شطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اسکا
لینا توڑنے پر محمول ہوگا ہم صلیب یعنی چلیپا تثلیث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیاں ہیں ایک دوسری پر ضم کرتے ہیں اسطرح
ہے نصاری کا گمان کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اسکو تبرک جانتے ہیں اور شطرنج کشتی معرب ہے اور بہلہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد بفتح نون ایک
کھیل ہے جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہیں کذا فی الطحطاوی و باب مسجد و دار لانہ حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہے خود محفوظ نہیں و مصحف ولو محلی لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف یا صغیر زیور دار ہوں اسواسطے
کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں ہم مصحف میں اسواسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کیواسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر حر کی چوری
میں یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کیواسطے یا دایہ کو دینے کیواسطے اسکو لیا ہو کذا فی المنح و عبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا او اعمی لانہ اما غصب و خداع اور اس
غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون یا اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب

یا فریب دیتا ہی سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے ہم عبد کبیر سے صغیر غلام مراد ہی جو اپنا حال بیان کرسکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر و دفاتر غیر الحساب لانہا لو شرعیۃ کالکتب
التفسیر والحدیث والفقہ فکالمصحف والا فکالطنبور اور سوائے حساب کے اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اسواسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابیں
تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہی اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر اسمیں بھی قطع نہیں ہم
شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہی اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر
کوئی کتاب کا سارق اسکا شبہ نہیں ہو تو اسکا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف العبد الصغیر و دفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا انا
الاصول لہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار و دیوان واوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور ان حساب کے دفتروں کی
چوری کے جنکے حساب کیا سے فراغت ہوچکی کہ اس چوری میں قطع ہی اسواسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں حساب کا دریافت کرنا تو قطع
ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہونچے اور ایسے دفتر جنکے حساب سے ہنوز فراغت نہیں ہو جب سکے لینا دینا باقی ہی تو انکے لینے سے اسکا حساب دریافت کرنا مقصود
ہی اور یہ دریافت کرنا مال نہیں ہی تو لہذا قطع نہیں اسکی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری و اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری
کی یا اوقاف کی بہیاں ہوں کسی میں قطع نہیں در صورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار ہو وکلب وفہد
ولو علیہ طوق من فضۃ بسبب علم السارق بہ اولا لانہ تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اسکی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ
طوق تابع ہی تو ساقط الاعتبار ہو ولا بخیانۃ فی ودیعۃ ونہب ای اخذ قہرا واختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارتگری
سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور رہزنی اور اختلاس میں چھپاکر لینا موجود نہیں جب رکن قبضہ
نہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہی اور نہب میں داخل نہیں چنانچہ ترمذی میں حدیث مرفوع ہی کہ
لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع کذا فی المنح ونبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن بل لو سرق من بیت فیہ قبر او میت
لتاولہ بزیارۃ القبر او التجہیز بلا اذن بدخول عادۃ ولو اعتادہ قطع سیاسۃ اور نبش قبر سے یعنی کفن چوری جو بعد دفن کے مردوں سے کفن چراوے قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل کوٹھری
میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو بلکہ اگر اسکو چرایا اس کوٹھری سے جسمیں قبر یا مردہ ہی بسبب تاویل ہونے اسکے دخول کے واسطے زیارت قبر یا تجہیز
میت کے اور بسبب اجازت اسکے دخول کے بنابر عادت کے اور اگر اسکی عادت پڑگئی ہو کفن چرانے کی تو قطع کیا جاویگا بنابر سیاست کے نہ بنابر حد کے و مال عامۃ او مشترک
حق فیہ و استار کعبۃ ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے
مال چرانے سے بسبب نہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی تعلیل عدم قطع میں عجیب ہی اسواسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہی کہ قطع مدعی
محافظ کی طلب سے ہوتا ہی اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہی جب وقف کا مال چوری ہو جاوے و مثل فی بیت المال لو دینہ ہو حالا او مؤجلا واحد لعمر ورثتہ شریکا اور
قطع نہیں ہی دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اسکا دین موجل ہو یا مسروق زائد ہو دین پر یا برابر ہو اس سے بسبب جانے سارق کے شریک ہم تعلیل ہی زیادہ از دین
چورانے کی مثلا زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اسکے چورائے تو زید خالد کا شریک گیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسہ لو حکما بان
کان لہ دراہم فسرق دنانیر وعکسہ ہو الاصح لان النقدین جنس واحد حکما صورت مذکورہ میں قطع اسوقت نہیں جبکہ مسروق مال ہم جنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو
اصطلاح پر کہ سارق کے اسپر دراہم قرض تھے سو اسنے دنانیر کو چرایا یا اسکے بالعکس یہی قول اصح ہی اسواسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض منہ الحلی
فیقطع بہ الا اذا قال اخذتہ رہنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اسمیں زیور بھی داخل ہی تو اسباب مدیون کی چوری سے قطع کیا جاویگا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ میں نے اسکو
بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس مجانستہ فی المالیۃ قال فی المجتبی وہو اوسع فیعمل بہ عند الضرورۃ اور امام شافعی نے

یا بہیم ہی خیانت کرنا امانت میں اور نہب اخذ السلب اور چھپٹا مارنا ہو اس کا نام ہی ۱۲ کا

ت

قطع نہین غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اُسمین نہو اسواسطے کہ وہ مباح الاصل ہی تو شبہہ ہوگیا کذا فی غایۃ البیان بخلاف حمام فی وقت جرت العادۃ بدخولہ و
کذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہین حمام کی چوری سے اُسوقت مین کہ اُسمین داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسیطرح بوقت دخول قطع نہین
سوداگرون کی دوکانون سے اور کاروان سراؤن سے چوری کرنے مین کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح و بیت
اذن فی دخولہ ولو اذن للمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہین اُس گھر کی چوری سے جسمین داخل ہونے کا اذن ہوگیا چنانچہ دوکان اور کاروان
سرا مین ہوتا ہو اور اگر خاص لوگون کو اذن دخول ہوا پھر سوا اُنکے غیر شخص داخل ہوا اور اُسنے چوری کی تو لائق یہ ہی کہ قطع کیا جاوے اھ اگر دوکان اور سرا مین رات کو چوری
کریگا تو قطع ہی اسواسطے کہ یہ مکانات حفاظت کیواسطے بنے ہین اور اذن دخول کا فقط دن کو ہی ند رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ
اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ویعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز یفتی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہین اسواسطے کہ حرز
مکانی قوی تر ہی نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہین حمام مین اسواسطے کہ وہ حرز مکانی ہی اور حرز نگہبان کا مسجد مین معتبر ہی اسواسطے کہ وہ حرز نہین یعنے اموال
کی حفاظت کیواسطے مسجد نہین بنی اسیکا فتوی ہی کذا ذکرہ الشمنی ھم یعنے حمام مین غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہی صاحب مال اپنے مال کے پاس بیٹھا ہو اور مسجد
مین اگر مالک سوتا ہو مال کے پاس تو قطع نہین اور یہی حکم ہی راہ اور جنگل کا وکلما کان حرزا لنوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لؤلؤ من اصطبل علی المذہب وقیل
حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب فتنبہ اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز ہی
تو قطع کیا جاویگا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضون نے کہا کہ حرز ہر شی کا معتبر ہی اُسکے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہی کذا فی المجتبی
لیکن قہستانی نے یقین کیا ہی کہ ثانی مذہب صحیح ہی تو خبردار ہو جا ھ شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہان دونون قولون کی تصحیح ہوئی ہی تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے
مین قطع نہین اسواسطے کہ اصطبل گھوڑونکا حرز ہی نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنے جو دراہم کو اپنی انگلیون کے
اندر چرا رکھے ھم مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح مین کہا کہ قفاف وہ ہی جسکو دراہم پرکھنے کیواسطے دیے جاوین سو وہ بدون اطلاع مالک کچھ اُسمین سے رکھ لے دفشاش
یا لفار ہو من یہیئ لغلق الابواب مفتحۃ اور فشاش بالفار وہ شخص ہی جو دروازونکے قفل کھولنے کیواسطے آلات طیار رکھے اذا فتش حانوتا او بابا نہارا وخلا البیت من احد
فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جبکہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن مین کھولے اور گھر مین کوئی نہو اور اگر یعنی چور اور گھر مین کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو
قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی ھم و نیز قفل کا کھولنے والا مجاہر ہی مختفی نہین اور اسیطرح جو جانتا ہو کہ گھر مین کوئی ہی وہ بھی مجاہر ہی اور شرط قطع خفیہ ہی منح الغفار مین حاوی سے
منقول ہی کہ جب گھر کا دروازہ کھلا ہو مقفل نہو پھر اُسمین سارق چھپکر داخل ہوا اور اسباب چرا دے تو قطع کیا جاویگا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھسکر چرا لے تو قطع نہین و
یقطع لو سرق من السطح لصا بالانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاویگا اگر چھت پر سے اندر رکھا چرا وے اسواسطے کہ چھت بھی حرز ہی کذا فی شرح وہبانیہ شرط یہ کہ چھت پر چڑھکر
چرا وے اور بحر الرائق مین ظہیریہ سے ہی کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کیطرف اور کوئی نیچے سے اُسکو کھینچ لے تو قطع نہین او من المسجد ارادبہ کل مکان لیس بحرز نعم الطریق والصحراء
ورب المتاع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چراوے اور حالانکہ اسباب کا مالک اُسکے پاس ہو یعنے اُس جگہ مین جہانسے اُسکو دیکھتا ہو اگرچہ
حافظ سوتا ہو قول اصح مین مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہین تو مسجد یا مین قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہو ھم مالک متاع سے حافظ مراد ہی تاکہ
مہو یانہو اور پاس ہونا عام ہی کہ اُسکے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اسواسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہی اور یہی قول اصح ہی کذا فی المجتبی لا یقطع لو
سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار او من صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاویگا اگر مہمان نے چرایا اُسکا مال جسنے اُسکی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھری
سے چرایا ہو یعنی جسمین مہمانی نہین ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو سبب خلل ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھڑیون کے ساتھ حرز واحد ہی تو دخول کے اذن سے اُسکی سب
کوٹھڑیونکا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من الدار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہین نکالی تو قطع نہین بسبب شبہہ عدم اخذ کے

بخلاف غصب کے هم چونکہ تمام گھر حرز واحد ہی تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہین ہوئی بخلاف غصب کے کہ اسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہین یعنی مجرد غصب کے غاصب پر
ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اُسنے گھر سے باہر نہین نکالا اور اس مسئلہ مین گھر سے مراد چھوٹا گھر ہی اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور ہوتا ہی وان اخرجہ من حجرۃ الدار المشتملۃ
علی حجر الی صحنها او اغار من اهل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی یعنی اہل حجرہ نے دوسرے
حجرہ والے پر تو قطع نہین ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہی هم حجرات سے وہ مکانات و منازل مراد ہین جنکے رہنے والون کو اسکے گھر کے صحن کی حاجت
نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع ہوتے ہون جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد اغار سے اخذ بالسرقہ ہی اور یطالب سرقہ ہی او نقب فدخل و القی کذا اتیتہ فی نسخ
المتن و الشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکافی شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادها السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی
کو نجل لگا یا اور پھر گھر مین داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب کے راہ مین ڈال دی پھر نکلکر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک ہنر ہی جسکی چورون کو عادت ہوتی
ہی تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اُٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہی شارح کہتا ہی اسطرح مین نے اسکو پایا ہے متن و شرح کے نسخون مین او القی لفظ
او دیکھا اور ٹھیک واو ہی چنانچہ کنز مین ہی و لہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا ہی اور کامل حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہی کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہین اگرچہ
پھر اسکو پا جاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہی کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینکدینے والے نے اسکو نہ لیا یا غیر شخص نے اسکو
لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہی نہ سارق یعنی تو اُسپر ضمان واجب ہی کا نہ قطع او حملہ علی دابتہ فساقہ و اخرجہ او علق رسنہ فی عنق کلب و زجرہ لان سیرہ یضاف الیہ
یا مال مسروق کو جانور پر لاد یا پھر اسکو ہانکا اور اسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن مین معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا
تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کیطرف منسوب ہی هم اور اگر جانور کو نہ ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسیطرح کتا
بدون اُسکے اُٹھے کے آپ نکل گیا تو اسپر قطع نہین اسواسطے کہ خروج اسکا آدمی کیطرف مضاف نہین کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق او امر یا مال مسروق کو پانی مین
ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی اسطرح نکالنا سارق ہی کیطرف منسوب ہی هم صورت اسکی یہ ہی
کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اسکا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اسمین ڈالکر پانی کو زور سے ہلادیا تو مال باہر گھر سے نکل گیا کذا فی المنح او لا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی
الاصح لانہ اخرجہ بسببہ طبعی یا نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اسکو باہر کر دیا تو بھی قطع ہی بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ اسکا باہر کر دینا سارق ہی کے
سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی فقطع فی الکل لما ذکر یا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا هم قطع جرا سی وان اخرجہ او رسکے
بالعبد کے و یشکل علی الاخیر ما لو اوماً علی طائر بطار ہے منزل لسارق لم یقطع فلذا او الد علم حزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہی
وہ مسئلہ جسکو فقہا نے کہا ہی کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن مین لٹکا دیا سو چڑیا اڑ کر سارق کے گھر مین پہونچے تو قطع نہ کیا جاویگا واللہ اعلم اسیواسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ
مین عدم قطع کا یقین کیا ہی هم جیسے چڑیا کا اُڑنا اور سارق کے گھر مین پہونچنا سارق کیطرف منسوب نہین تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کیطرف منسوب
نہو و ان نقب ثم ناولہ آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت و اخذ عامیۃ اللص الظریف اور اگر نقب یا پھر گھر مین گھسکر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے
باہر ہی یا نقب کے باہر سے کوٹھری مین ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہین اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی طرار چور کہتے ہین کہ جو سہی نوکرے اور اگر گذرتا ہی قطع لازم نہ آوے هم
پہلی صورت مین دونون پر قطع نہین اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہین دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہین تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری
صورت مین بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہین کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج و اخذہ لم یقطع فی الصحیح ثمنی اور اگر مال کو پہلے نقب مین رکھدیا پھر نکلکر
لے لیا تو قطع نہین صحیح قول مین کذا فی الشمنی او طرّ ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع و فی الحل بالعکس اور اگر جیب ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر
ہی اور درہم کو لیا تو قطع نہین اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہی تو اسکے چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے مین بالعکس حکم ہی یعنی رباط خارج کے کھولنے مین قطع ہی

نہ داخل کے کھولتے ہیں طرار معنی شق ہے والنداف عل کو طرار کہتے ہین اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی وسرق من مرعی او من قطار بفتح القاف ابل علی نسق واحد بعیرا

او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصد واللحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اسپر لدے ہوے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں

اسواسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں جو بسبب حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت

اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہین جو نسق واحد پر ہون ہم قطار بکسر قاف ہواب ہے چنانچہ قاموس

اور منح الغفار اور حموی درشرح ملتقی مین ہے کذا فی الطحطاوی و مع امکان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم علیہ

یقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا باد خال الید فیہ الاخذ منہ اور اگر

قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اسمین سے چرا دے یا اس خرجی کو چرا دے جسمین اسباب ہے اور حالانکہ مالک اسکی نگہبانی کرتا ہے یا اسپر سوتا ہے یا اسکے پاس

سوتا ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق مین ڈالا یا اسکی جیب مین یا اسکی آستین مین ڈالا پھر مال کو اسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون مین اصل

ان مسائل مین یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جسمین گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اسکے دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اسمین دخول ممکن نہین چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور

آستین تو ہتک حرز اسمین ہاتھ ڈالنے اور اسکے مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہین اور جمع اسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم فروع مسائل لاحقہ شارح

سرق فسطاطا مفروبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط آخر قطع فتح کہ خیمہ کو چرایا تو قطع کیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز مین لپٹا ہوا ہے یا دوسرے خیمہ کے اندر ہے تو قطع کیا جاویگا کذا فی فتح القدیر اسواسطے

کہ پہلی صورت مین خیمہ خود حرز ہے محرز نہین اور باقی صورتون مین محرز ہے اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بھیڑ یا بکری جو بقدر

نصاب نہین نکالی پھر اسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کے ملجانے سے تو قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اسنے نکالا تھا وہ بقدر نصاب

نہ تھی اور دوسرا کا نکلنا اسکے طرف منسوب نہین سرق مالا من حرز فدخل آخر وحمل السارق بہا معہ قطع المحمول فقط سارق چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور

سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اسپر لاد دیا تو جسپر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ

اقرارا بالسرقۃ وان نونہ ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرار اور رد توضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زید معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع

یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ مین اس کپڑے کا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اسنے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح کہ سارق

کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور رکھا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب لایا تو قطع نہ کیا جاویگا

اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے چوریگا اقرار نہین اور توضیح اسکی یون ہے کہ جب کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اسنے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کہ یون بولا کہ ہذا قاتل زیدا

تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہین کہ کون مراد ہے تو قطع نہ کیا جاویگا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت

کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہے تو گویا اسنے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت مین اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یون

کہا انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہین کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی مین ہوتا ہے تو عمل نہین کرتا مگر کسائی اور ہشام کے

مذہب مین کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون لالان یقال یجعل شبہۃ لہذا الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ

مین ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اسواسطے کہ عوام عرب مسائل نحو یہ سے واقف نہین ایسی ترکیب یعنی نصب اور اضافت مین کچھ فرق نہین کرتے ہین

مگر یہ کہ اسکا چھانٹنے کا شبہ ہے قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اسطرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اسواسطے

کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل مین اسکو اعتبار کیجیے تو عدم قطع اسوجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے

لا لا مام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد ودرر وہذا ان عاد وا ما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ سنے نہر اور امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا

ل ایک نسخہ مین ولو لم یکن کے بعد عند من یحفظہ ہے یعنی اگر لپٹا ہوا اسکے حافظ کے پاس ہو اور ظاہر اسی قید کی ضرورت ہے محرز ہونے کے لئے ۱۲

سے یہ مطلب مترجم اول سمجھا ہے ترکیب الفاظ اسکو قبول نہین کرتی اگر یہ معنی ہوسکتے تو محمول کے بعد علیہ اور

بنا ہر سیاست کے لسبب ایسکے فساد اٹھانے کے زمین مین کذا فی الدر اور یہ جواز قتل اسوقت ہے جب کہ ہر چوری کے اوراول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاستا
شرع مین کسیطرح داخل نہین کذا فی النہر جسنے ہر چوری بسبب قتل کیا جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کیواسطے
جائز ہے موحشی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کی چوری مین قتل کر ڈالتے ہین سیاست سمجھکر سو یہ زا ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شریعت کے ساتھ لپٹی ہوئی
سخت حکم سے عبارت ہے قلت وقد قدمنا عنہ معزیا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے
ہین نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے
کہا ہم بھی اُسی مقام مین مذکور کر چکے ہین لسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہین اللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہے کیفیت قطع اور اُسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمین السارق من زندہ ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا وعند الشافعی ندبا فیہ کاٹا جاوے سارق کا
داہنا ہاتھ اُسکے بند دست یعنی پہونچے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بہتر ہے کذا فی فتح القدیر ہم
مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآن سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبد اللہ بن مسعود کی قرات سے ہے یعنی فاقطعوا ایمانہما ہے اور یہ قراءت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قراءت
سے صحیح ہے اور پہونچے کا کاٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پہونچے سے کاٹنا متوارث بھی متواتر ہے جسمین خصوص کی طلب کی
احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ میں اس مضمون کی احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصابع پر کفایت کرنا یہ نقل شاذ ہے اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے
مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق کو لایا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے
فرمایا کہ مین نہین گمان کرتا کہ اُسنے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد فرمایا کہ لیجاؤ اُسکو اور ہاتھ قطع کرو اور پھر داغو پھر اُسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اُسکو حضرت کے
پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اُسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالے تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بشرط مسلم اور اُسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام
نے غریب الحدیث مین بھی روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ مین ہے کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہے گرم تیل مین ہاتھ رکھنے سے
اور فائدہ داغنے کا یہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی و احمد کے نزدیک گلے مین ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا
حکم کیا چنانچہ ابو داؤد وابن ماجہ مین مروی ہے اور ہمارے نزدیک امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق ہر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر بعض
شرح مین کہا کہ اسمین اعتراض ہے کہ جب یہ ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الا فی حر وبرد شدیدین فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لیتوسط الامر مگر سخت گرمی
اور سردی مین قطع نہ کیا جاویگا ہلاک ہونے کے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن
زیتہ ومؤنۃ حسمہ واجرۃ الحداد وکلفۃ الحسم علی السارق عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم فانہ فی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء
الوہبانیۃ انہ صحیح لکن فی فتاوی البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کا لسارق اور تیل کی قیمت اور اُسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور
داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب ہوا ان مصارف کا بخلاف مدعی و مدعا علیہ کے
محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضون نے کہا کہ متمرد کے ذمہ ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہے اور وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے کہ متمرد پر ہونا
کی ہونا بھی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مانند سارق کے قطع یدین میں جیسا بیان ہوا ہے کذا فی الکتاب
اور سارق کا بایان پاؤن کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثا لا وحبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ
شرح وہبانیۃ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اُسکو مار نے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہانتک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

زبانی تو یہ کذا فی شرح الوہبانیۃ ثم سرقۃ ثانیۃ مین بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہی اور کوسبب کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک امیر المومنین عمر فاروقؓ کا فعل ہی
اور سرقۃ ثالثۃ اور رابعہ مین قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضیؓ کے قول سے ثابت ہی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین یون روایت کی اخبرنا ابو حنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ عن علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو مین اُسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اُسکا بایان پانون کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اُسکو قید مین رکھون
یہان تک کہ آثار خیر اُس سے پیدا ہون مجکو حیا آتی ہی اللہ سے کہ مین سارق کو ایسا کرکے چھوڑون کہ نہ اُسکے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پانون رہے جس سے چلے اور
دارقطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہی اور ابن ابی شیبہ مین مروی ہی کہ عمر فاروقؓ نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا
مثل قول علی مرتضیؓ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی یقطع ثالثا و رابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہی کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
مین بھی قطع کیا جاے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہی یا منسوخ ہونے پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری مین بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور
چوتھی بار کی چوری مین داہنا پانون کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اُسکا یہ ہی کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چارون ہاتھ پانون کاٹے گئے پھر جب
پانچوین بار اُسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اُسکے قتل کرڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی مصعب بن ثابت اسکا
راوی ضعیف ہی ہرچند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہی لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہین لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہمنے تتبع کیا کسی کی ہمنے اصل نہین پائی اور
عقل سے نہایت بعید ہی کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سارق کے چارون ہاتھ پانون قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علیؓ مرتضی کی خلافت مین کوئی اُسکو ذکر
نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اُسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علیؓ مرتضی کا اُسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہی یا سیاست پر محمول ہی یعنے یہ حکم
بطریق حد سرقہ نہین بلکہ بطریق سیاست ہی مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق مین کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہی کہ پانچوین بار کی چوری مین
قتل کا حکم ہوا یعنے قتل سارق بطریق سیاست ہی سکے نزدیک بطریق حد کے ولمن سرق وابہامہ الیسری مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سوی
الابہام او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اُسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہی یا سوا بائین انگوٹھے
کے اُسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پانون مقطوع یا شل ہی تو کچھ قطع نہ کیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت مین داہنا ہاتھ یا بایان پانون
کاٹنا اُسکا درحقیقت ہلاک کرنا ہی بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ہم ان مسائل مین قطع نہین کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہی کیونکہ
مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہی انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اُسکے فوت ہونے سے گرفت مین خلل نہین
ہوتا اور بائین ہاتھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت مین بایان
داہنا پانون اسواسطے قطع نہوگا کہ یہ محل قطع نہین ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت متصور نہوگی اور یہ ہلاک
ہی اور اگر داہنا پانون شل ہوگا تو ہاتھ پانون کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہی ولا یضمن قاطع الید الیسری ولو عمدا فی الصحیح نہر اذا امر بخلافہ
لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اُسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح مین کذا فی النہر جب کہ قاطع کو
اُسکے برخلاف حکم ہوا اسواسطے کہ اُسنے تلف کیا اور اُسکے عوض ایسا چھوڑا جو اُس سے بہتر ہی یعنے داہنا اور اسیطرح ضمان نہین اگر غیر جلاد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول
اصح مین یعنے قاضی نے جلاد کو قطع کا حکم دیا اور غیر جلاد نے قطع کرڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہی نفی ضمان سے تعزیر لازم نہین تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ
احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو
قصاص واجب ہی عمد مین اور دیت واجب ہی خطا مین اور سارق سے قطع ساقط ہوجائیگا خواہ اُسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وفی قضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح
فلا ضمان کالنفی اور قطع مین قاضی کی قضا مانند حکم کے ہی بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہین کذا فی الکافی و فی السراج

سرق ثم لم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصا قطعت رجلہ الیسریٰ اور سراج مین ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوریکا اُس سے مواخذہ نہوا یہان تک کہ اُسکا دہنا
ہاتھ قصاص مین کاٹا گیا تو اُسکا بایان پانؤن کاٹا جاویگا ہم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنے اگر سرقہ مین اُسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا
لسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منہ المال لا القطع علے الظاہر بحر شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علے المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور
السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقاً یعنے اقرار سارق مین اور شہادت مین بنا بر مذہب ہی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے
کی شرط ہے اور طلب قطع ظاہر شرط قطع نہین کذا فی البحر اسواسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے واسطے مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہین کر سکتا ہے جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد
مشروط نہوگی وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند اداء الشہادۃ وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع لا حضور الشہود علی الصحیح شرح المنظومۃ واقرہ المصنف
قلت لکنہ مخالف لما قدمناہ وشرحا للکبیر وقد حررہ فی الشرنبلالیۃ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنے مالک یا طالب مال کا شرط ہے ادائے
شہادت اور قطع کیوقت مین اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہوجاوے قطع سارق سے شرط نہین حضور گواہون کا قطع کیوقت بنابر صحیح قول
کے کذا فی شرح المنظومۃ اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اُس کلام کے جسکو ہمنے اسباب سے پہلے ذکر کیا ہے متن وشرح
دونون مین تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ مین ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنے اشتراط حضور کی سو تامل کر شرنبلالیہ مین فتح القدیر سے نقل کیا
کہ قطع نہین ہو وے حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سوا اگر غائب ہون شاہد یا مرجاوین تو قطع نہ کیا جاویگا انتہی ما فی الفتح اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوے یا مرجاویگا ظاہر الروایت مین انتہی
ما فی الشرنبلالیۃ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام قابل تحقیق ہے تو یہان معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیئے فتاوی ہندیہ یعنے عالمگیری مین ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دیوین غائب ہوجاوین
بعد ظہور عدالت کے یا مرجاوین قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنیکے قبل تو دونون صورتون مین قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول مین اور قول آخر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو ان
روایت سے معلوم ہوگیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول آخر ہے چنانچہ شارح نے شرح الملتقی مین تصحیح تمام اسکی بیان کیا ہے کذا
فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح مین قول آخر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین مین اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قولہ وطلب
المسروق الخ فقال فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علے حضورہ ومخاصمتہ پھر مصنف نے اپنے قول یعنے اشتراط طلب مسروق منہ پر تفریع
کیا سو یون کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اُسنے فلانے غائب شخص کا مال چورایا تو قطع موقوف رہیگا اُسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم
ولا ادری لمن ہی او لا اخبرک من صاحبہا لا قطع لانہ یلزم من جہالتہ عدم طلبہ اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور مین نہین جانتا ہون
کہ یہ کسکے ہین یا یون اقرار کیا کہ مینے یہ دراہم چوری کیے ہین اور تجکو مین نہین بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہین اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے اسکی عدم
طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے وکل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ ثم فرع علیہ بقولہ کمودع وغاصب ومرتہن ومتولی اب ووصی وقابض علی
سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید یعنی اور جسکا
قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنے کا اُس مال کے چرانے والے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب
اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال مین اور وصی اور جسنے بیع پر قبضہ کیا بائع کی خریدنے کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسطرح کہ اُسنے ایک درہم
کو عوض دو درہم کے بیچا اور دونون درم پر قبضہ کر لیا پھر اُسکے پاس سے دونون چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خریدا بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے
والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہین اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اُسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ثم غالب نسخ الشرح بالتثنیۃ وہو الصحیح
ہے شارح نے تصویر یون ایک درہم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہین اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہین اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنے دس درم کو بیس
درہم کے بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقۃ [illegible] اور قطع نہین چوری [illegible]

پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو قطع اسواسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں پھر اگر مال قائم
ہو گا تو قطع ہو گا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عندہما خلافا للثانی لا عند اقرارہ بعد العتاق چنانچہ قطع ہو گا غلام
پر اگر قائم ہوں گواہ اُسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اُسکے مالک کے شاہدوں کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسفؒ اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا غلام کے
اقرار کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ ہذا لفظ الحدیث درر وغیرہا ورواہ الکمال بعد قطع یمینہ اور تاوان نہیں سارق پر
بعد قطع ہونے اُسکے داہنے ہاتھ کے یعنے درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین نے حدیث بایں لفظ روایت کی
کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ ہم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہے اسواسطے کہ یا مصدر یہ ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہے فتح القدیر
میں اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی میں یہ حدیث مرفوع بایں لفظ ہے لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث
بایں لفظ ہے لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم وترد العین لو قائمۃ وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی
ملکہ اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اُسکو بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اُسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم
الضمان بین ہلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی بادائہ قیمتہا دیانۃ فتح وسواء کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ
فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق یا اُسکے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایت میں لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اُسکی
قیمت کے ادا کرنیکا اور برابر ہے کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او الموہوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی
میں ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اُسکو ہلاک کیا تو مالک کا مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے ہم اور مشتری سارق
سے اپنا پھیر لے جتنا دیا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما لم یقطع فیہ اور اگر بعضے چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی چوریوں
سے کسیکا ضمان نہیں اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اُس مال کا جسمیں قطع نہیں ہوا امام کی دلیل یہ ہے کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنا بر حق اللہ کے
واجب ہے اسواسطے کہ بنای حدود تداخل پر ہے اور خصومت شرط ظاہر ہے قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کیطرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہو چکا
خواہ ایک شخص کا چند بار مال چورایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ ما لم یکن
اتلافا بان ینقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چورایا پھر اُسکو چیر کر گھر میں آدھا آدھا کیا پھر اُسکو
گھر میں سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اُسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچے بعد پھاڑنے کے تاوقتیکہ پھاڑنا اُسکے تلف کر ڈالنے کا موجب نہوا اسطرح کہ اُسکی نصف
قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اُسوقت میں مالک کو اُسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہے گا اُس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد
کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اُسکی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد چیرنے
کے وہل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہو سکتا ہے یعنے درصورت
تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہاں حق ہے وجوب ضمان ومتی اختار تضمین القیمۃ سقط القطع
لما مر اور جب مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق کا پھر قطع کیونکر ہو ولو
سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا للامام انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چورائی پھر گھر میں اُسکو ذبح کر ڈالا پھر
اُسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اُسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اُسکی قیمت کا
ضمان دیگا ولو فعل ما سرق من الحجرین وہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم او دنانیر او آنیۃ قطع وردت ولا یرد للتقوم الصنعۃ عندہما خلافا لہم

اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چورایا اور جلا کر دہ بقدر نصاب ہی چوری کے وقت اُسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقدم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ جاندی کا نام درہم ہوگیا اور سونے کا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعاً معتبر نہیں ہے دلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنے اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جاوے گیارہ درم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے درہم و دینار میں چاندی سونے کا نام بھی باقی ہے اُسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا وانحو النحاس لو جعلہا اوانی فان کان یباع وزنا فلہ لکن عدم انہ للسارق اتفاقاً اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اسکو چورایا اور اُسکے برتن بناکے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تبدل اور بیع اور شرا کے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ او لت السویق فقطع لا رد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہون کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ تاوان کذا

لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردہ لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ انکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفای عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان اخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اُسکا قطع کرنا نہیں پہنچتا اسواسطے کہ جو شخص اُسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اُسپر اسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر ہم سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اور جند کے والی کو اسپر حد قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اُسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل تقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم تقطع الزائدۃ لانہ غیر مستحق للقطع والا یمکن متمیزۃ قطعا ہو المختار لانہ لا یمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاوین اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتیلی ممتاز ہو اور فقط اسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاوین یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسیطرح

کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

وہو السرقۃ الکبری یہ باب ہے قطع طریق یعنے رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اُسکو مقدم کر کیا کبری ہے چنانچہ قطع طریق علانیہ ہوتا ہے بطریق خفیہ تو اسکو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمین بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اُسکے نائبون سے اور شرط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہوں ایک ہی آدمی لیسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو کانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک شہر کے اندر بھی متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق آپس میں سب جو جوب قطع کے اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہونگے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور اُنپر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی والنہر والدرر المنتقی من قصدہ ولو فی المصر لیلاً بہ یفتی وہو معصوم علی شخص

معصوم ولو ذمیا جسنے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوے ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہو شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کیا اگرچہ
دونوں فی من ہم قاصد معصوم الدم یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع انکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع
طریق کریگا تو وہ استیلاء کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اسکی حد میں اختلاف ہے کذا فی النہر واعلی المستامنین فلا حد تو اگر
قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں ہے اسواسطے کہ لسبب حربی ہونیکے اسکا مال مباح ہے اور عصمت اسکی دائمی نہیں کذا فی المنح عن الکافی واخذ قبل اخذ شئی و قتل
نفس حبس وہو المراد بالنفی فی الایۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا یہی مراد ہے
آیت قرآنی میں ہم نفی من الارض سے حبس ہے اسواسطے مراد ہوا کہ اگر اسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں
نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو بھی نہیں اسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ
نفی عن جمیع الارض مراد یہی ہے اسطرح پر کہ اسکو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اسکے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس سو اسواسطے کہ محبوس کی خارج عن الدنیا ہو تیہ میں ہے
ظاہرا فالمراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہوچکا ہے ہم
قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پانوں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی
جزا جائز ہوسکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابری عقوبت
کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگون نے قطاع الطریق کی
تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جسنے قتال کیا اور مال لیا اور جسنے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جاوے اور جسنے مال لیا
اور قتال نہیں کیا اسکے ہاتھ پانوں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہوکر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرادیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یوں ہے کہ
جسنے راہ میں دھمکایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی ولیث و اسحق اور ہمارے ائمہ کا اور ابو ثور اور
داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر لمباشرتہ منکر التخویف حتی یتوب لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء او یموت رہزن
مذکور محبوس کیجاوے بعد تعزیر کے مخالف شرع دھمکانے کے سبب سے یہان تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے یا مرجاوے قید میں
اگر آثار توبہ ظاہر نہوں ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے اسلیے کہ اسکا سبب ہے منکر یعنی
تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی وان اخذ مالا المعصوم بان یکون لمسلم او ذمی کما مر
واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت لنفع وہذہ حالۃ ثانیۃ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال
مسلمان یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو انکا ایک ہاتھ اور ایک پانوں قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اسکے ہاتھ پانوں صحیح
سالم ہوں تاکہ اسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوں اور یہ دوسری حالت ہے ہم مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پانوں کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت
ہوسکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اسکا بایاں ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع
نہیں کذا فی المنح وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل ہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی لا اشتراط ان یکون القتل موجبا للقصاص لوجوبہ جزاء
لمحاربۃ اللہ تعالی بمخالفۃ امرہ وبہذا الحل یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل
کیا جاویگا نہ از روے قصاص کے تو اسیواسطے ولی مقتول اسکو معاف نہیں کرسکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ و سبب
قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کیواسطے کافی ہے بسبب جب ہونے قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اسکی نافرمانی مراد ہے

اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہے آیت قرآنی یہ ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون
اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو معنی مخالفت لئے کہا بطریق اطلاق اسم مسبب پر سبب تو تقدیر مضاف
کی کچھ حاجت نہ رہی والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثۃ او قتل وصلب
او قتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے جزا دینے میں چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پاؤں جانب
مخالف سے قطع کرے پھر اسکو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قتل کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط
سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہے وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہیں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی میں یا اول اور ثالث میں جمع
کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول اصح میں
اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ میں مذکور ہے جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی یوں مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑے پھر اسکے اوپر ایک لکڑی عرض میں
باندھے اسپر رہزن کے دونوں پاؤں رکھے دوسری لکڑی تیسری لکڑی دربارہ عرض میں اسمیں دونوں ہاتھ اسکے باندھے پھر برچھی سے اسکی بائیں چھاتی میں کوچے اور برچھی سے
اسکا پیٹ خوب ہلاوے یہانتک کہ مرجاوے کذا فی المنح ویبعج بطنہ برمح لتشہیرہ ویخضخض بہ حتی یموت اور اسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اسکی تشہیر کیواسطے اور اسکو برچھی
سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ وبین اہلہ لیدفنوہ لا اکثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اسے سولی پر چھوڑا
جاوے پھر اسمیں اور اسکے قرابتداروں میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اسکو وہ لوگ دفن کریں تین دن سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگوں کو
تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہیں رہے یہانتک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اسپر حد قائم کرنے کے بعد ضمان
نہیں اسکے فعل کا یعنی اخذ مال وقتل وزخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال خود بعینہ باقی نہیں رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری
الاحکام المذکورۃ علی الکل بمباشرۃ بعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریق پر جاری ہونگے انمیں سے بعضے لوگوں کے مال لینے اور
قتل کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کریں اور باقی کھڑے رہیں یا مدد کریں لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الحالات
وحجر وعصا لہم کسیف اور پتھر اور انکی لاٹھیاں مانند تلوار کے ہیں یعنی ہر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہیں لیکن یہاں بہر صورت قتل ہوگا
اسواسطے کہ یہ جزاء الطریق قصاص نہیں جو لاٹھی اور تلوار میں فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزاء محاربہ خدا و رسول ہے بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان انضم الیہ الجرح اخذ قطع من
خلاف وہدر جرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچویں حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کیے جاویں
اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط او لم یقتل لم یأخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد
ایضا لان المقصود ہنا المال وہی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہیں زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے
ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہیں اسواسطے کہ مقصود یہاں مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسی
بن ابان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہاں کیوں نہوگی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا
وہ یہ ہے کہ در صورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کیطرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اسکا بخلاف اسصورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا
کہ انکا مقصود قتل تھا نہ مال انتہی یہاں جملہ واجبہ کی فوائد ظہیریہ میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہے جنایت صورت خفت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل
عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ وہو من تمام توبتہ رد المال او لم یردہ فیقتل لا حدیا رہزن نے قتل کیا عمدا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہیں اور اسکی تمامی
توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضوں نے کہا تو بھی اسپر حد نہیں کذا فی المنح

کیفیت سولی چڑھانے کی

اوکان منہم غیر مکلف او اخرس اوکان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض بالقطاع الطریق میں کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا
ذی رحم محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مال سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے
بھی ساقط ہوگئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارۃ علی البعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والوں نے بعض پر تو اُنپر حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ ایک
واحد کے ہوگیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہر کے درمیان میں تو [illegible]
حد نہیں بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا بالسلاح فہو قاطع وعلیہ الفتوی بحر ودرر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اُسنے قطع طریق
کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اُسپر جاری ہوگی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں مسلم
رکہا ہے فلا حد جواب المسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا ہم اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہوگا کذا فی الطحطاوی
یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد والارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں
ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خونبہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والصبی فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبی
اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند ازاد کے ہے اور اسی طرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاویگی کذا فی المجتبی
وفی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ او القتل قتل الرجال وہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریقین کے گروہ میں ایک عورت نے بھی
مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ قطعن الطریق واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلا دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا
اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی ہم یہ قتل بنابر قصاص ہے نہ بنابر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر روایت پر و
یجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقابلہ کرے انسان
اپنے مال کی حفاظت کیواسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہنچا ہو اور قتل کرے اسکو جو اس سے اُسکے مال پر مقابلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے
اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر ہم نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا اُسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اُسکو یاد دلا [illegible] عذاب سے ڈر میرا مال [illegible] کہا
اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اُسنے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان یا حاکم سے استعانت کر اُسنے کہا اگر حاکم
دور ہو مجھسے فرمایا فقاتل دون مالک یعنی مقابلہ کر اپنے مال بچانے کیواسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تیسیر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے
گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالے تو اسکو قتل کرنا جائز ہے جبتک کہ سارق کے پاس متاع ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینک دے تو احتمال کہ اس سے
مقابلہ جائز نہیں ہو اسواسطے کہ حدیث مذکور اسکو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لیجاکر مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی کہ انہوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے
مالک ساتھ ہوں لیکن وہ لوگ اگر سارقین کا مال کو پہچانتے ہوں جو روک کے چھین سکتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقابلہ کرنا مال چھیننے کیواسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہوں اور مددگار
مال کو پہچانتے نہوں اور نہ چھین سکتے ہوں تو اُنکو مقابلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق بکسر النون منہ فی المصر ای خنق مرارا ذکرہ مسکین قتل سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک
یدفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب کہ فساد اٹھانے کے
اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اُسکا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لا کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی
ایکہی بار اُسنے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اُسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہے اور اسمیں قصاص ہے امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور علما کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے نزدیک اور امام کے نزدیک اسمیں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہے سیرۃ کی بکسر اول و سکون ثانی سیرۃ سیر بالفتح سے ہے یعنی چلنا سفر دو قسم ظاہری ہے
اور معنوی ہے باعتبار قسم ثانی کے سیرۃ بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیرۃ ہے اور فلان مذموم السیرۃ ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور انکے متعلقات
میں سیرۃ مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو لئے سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی و مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح درمختار و عالمگیری میں ہے
کہ آیا جہاد کی دو شرطین ہیں اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہوں اور اہل اسلام نے انکو امان نہ دی ہو اور انسے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام
متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ دیدہ و دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا
ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہے اپنے ذمہ سے دنیا میں اور حصول ثواب و سعادت ہے آخرت میں منتہا عبادات کے اور وہ بعد الحدود لاتحاد المقصود و وجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو
لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں ہم حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسیواسطے حدود
اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود
میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وہو لغۃ مصدر
جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے سچے دین کیطرف بلانے سے اور جو اسکو نمانے اسکے قتال
کرنے سے کذا فی الشمنی ہم قہستانی نے کہا کہ شرع میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور انکے نفوس یا مال غارت کرنے اور انکے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک و مراد اجتہاد اور کوشش ہے
دین کی تقویت میں اہل حرب یا اہل ردت اور اہل بغاوت سے اگر کہا شمنی تو یہ ہے شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال کو ذکر کیا اسواسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال
اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہے تو تعریف [illegible] ذکر کیا گیا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی [illegible] بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ
بمال او رأی او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی
مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماؤ بڑھا کر یا سوا اسکے اور طرح کی مددگاری [illegible] زخمیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا انکے واسطے پانی لانا انکی اہل و عیال کی خبرگیری کرنا
سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اسکی تصریح احادیث میں ہے [illegible] ومن تمامہ الرباط وہو الاقامۃ فی مکان یتوقع ہجوم العدو فیہ [illegible] اور جہاد کے توابع و ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے
مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یعنی [illegible] حد دارالاسلام میں مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا کہ کفار دارالاسلام میں نہ گھس آئیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچائیں اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے
کہ اگر جگہ کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھرون میں مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہیں [illegible] کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط گیا
اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہمہ بسبعمائۃ
وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانسو نماز
برابر ہے اور ایک درم اسکا سات سو درم کے خرچ کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک
جاری رہیگا اور روزی اسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر [illegible] سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مرجائیگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی
دہشت و ہول سے قیامت میں محفوظ اٹھیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کردیا فـ حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے
تو اسکا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ اعمال کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے اول نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب
دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے ۲ دعا ۳ اولاد صالح ۴ کھجور وغیرہ کے درخت کا جانا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید کو وارثوں کے

یعنی بذات خود مستعد ہو [illegible] کوشش [illegible] فساد [illegible] عالم کو قتال کرنا [illegible] ۱۲

واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد اسلام کی چوکیداری ۷ کنواں بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافرخانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ ۱۱ مدرسہ دینیہ ۱۲ تعلیم قرآن مجید ۱۳ اشاعت
۱۴ طریقہ نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی ہم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا
ڈالنا ہے یعنے جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی و تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو کیا ہو سکتا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام و نفسانی خواہشوں سے
صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کیطرف چنانچہ صحیح بخاری
کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اسکے وقت پر پڑھنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے
کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث میں جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ و اسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر
کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث میں صلوۃ اور زکوۃ ایمان کی لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نرہا اسواسطے کہ اس میں کچھ تردد کا مقام
نہیں کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا انکے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہیں مگر شیوع ایمان و ادائے
صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان و نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا قسم اسکی جسکے قابو میں میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں
بکثرت ہیں از انجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدا تعالی کے
نزدیک ساٹھ برس کی عبادت سے اور ابوداود میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جبسے کہ مجکو اللہ تعالے نے مبعوث فرمایا یہانتک کہ میری پچھلی امت
دجال سے لڑیگی اسکو باطل نہ کریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالی کی راہ میں بقدر فواق ناقہ تاکہ کلمہ دین بلند ہو تو اسکے واسطے جنت واجب ہوگی اور سوائے ابوداود کے صحاح ستہ میں ابوہریرہ سے
مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اسکو نہ کر سکوگے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی
مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام و صلوۃ میں فتور نہیں واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد پھر کر لوٹ آوے یعنے جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور
قرآن میں بسر کرے ایک لمحہ آرام نہ کرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی کے مقدور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو
آنکھوں کو آگ نہ لگیگی یعنے آتش جہنم نہ جلا دیگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالی کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور صحیح مسلم اور نسائی میں ابو مسعود سے مروی ہے کہ ایک مرد
ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں مخطومہ ملینگی کذا فی تکمیل البیان اور صحیحین میں زید بن خالد سے
روایت ہے کہ جسنے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا تو البتہ اسنے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابوداود میں ابوہریرہ سے روایت ہے
کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تمپر ہر امیر کیساتھ نیکوکار یا بدکار اور نماز واجب ہے تمپر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ
میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرگیا اور اسنے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنیکا اپنے دل میں بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین میں ابو موسی سے
روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کیواسطے اور لڑتا ہے حمیت کیواسطے یا اپنی نمود کیواسطے لڑتا ہے انمیں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا ہے جو قتال اسواسطے
کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور سنن ابوداود میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے
اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنے غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اسکو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی
فرماتے تھے کہ اسکو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول ہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین لولا تقدم الکفایۃ لکثرۃ

جہاد فرض کفایہ ہے یعنے بعضوں کے جہاد کرنے سے کہ جو اون سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے واسطے مفروض ہوتی وہ فرض کفایہ ہے جبکہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جاوے
اور اگر ایسا نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا چند یہ فرض بغیرہ ہے ولیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا بجہت
عموم سبب اسکی کثرت کے ہے کلام وامر کا مفید ہے ابتدا جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو امر قطعیہ ہیں قال تعالی فاقتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لا یؤمنون
باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب اور فرمایا کہ قتال کرو اونسے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر
اور پچھلے دن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہاں تک کہ فتنہ یعنے کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیتوں کا عموم صبی
اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہوتا ہے اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ خروج صبی اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو اس تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت
اور مریض سے مخاطب نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد انھیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں کیونکہ فی نفسہ افساد ہے بلکہ لغیرہ
فرض ہے یعنے دین الہی کا غالب کرنے کے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لیے فرض ہے تو جبکہ یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاویگا
چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ سبب عدول
یہ آیت قرآنی ہے لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی یعنے حق تعالی نے فرمایا بیٹھنے والے مؤمنین سواے اہل ضرر کے اور مجاہدین
برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہ ہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح
ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر
واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا بیان ظن پر ہے کیونکہ
غیر کے فعل اور عدم کا علم قطعی ایسے امور میں متعسر ہے ابتداء وان لم یبدؤنا اما قولہ تعالی فان قاتلوکم فاقتلوہم [illegible] فی الاشہر الحرم فمنسوخ بالعمومات کاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
جہاد فرض ہے پہلے اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی انسے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ
اور ذی الحجہ اور محرم میں منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان و مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
ان قام بہ البعض ولو عبیدا او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنے اگر بعضے لوگ اسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے ہم بعض کے جہاد سے اسوقت
کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہ ہو تو اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہ ہووے تو تمام مسلمین کے [illegible]
جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صوم اور صلوۃ کے کذا فی المنح والا اثم الکل وان ترکہ الکل اثموا اگر جہاد کو کسی نے قائم نکیا کسی وقت میں تو اسکے ترک
کرنے سے سب گنہگار ہونگے یعنے سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار ہونگے ہم یعنے ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی زمانہ میں بعضے جہاد کریں
تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو وایاک ان تتوہم ان فرضیتہ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ
فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کالصلوۃ والصوم ومثلہ الجنازۃ والتجہیز فرضا بیانہ فی الدرر اور یہ نہیں ایسا نہ فاسد سمجھو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے
اہل روم کے جہاد کرنے سے مثلا بلکہ جہاد فرض ہے اسپر جو زیادہ تر قریب ہو دشمن یعنے کفار سے پھر انکے بعد اسپر جو انسے اقرب ہو یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنے
غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں تو اگر کفایت نہ حاصل ہوئی ہو مگر سب کے جمع ہونے سے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صلوۃ اور صوم کے
اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درر میں ہے یعنے اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مرگیا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اسکی تجہیز اور تکفین اور نماز
جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت کے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی علی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا الفرض علی صبی و بالغ لہ ابوان او احدہما لان
طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک اسطرح جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اس بالغ پر جسکے ماں باپ
یا ایک کوئی انمیں سے زندہ ہو اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ واسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے
جبکہ اسنے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ہم جہاد میں جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہے اسواسطے کہ انکی
اطاعت اسپر فرض عین ہے اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں کہا
ہاں فرمایا انھیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہوچکی انمیں بر والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے اسنے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھکو اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور انسے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو
جہاد کر اور جو اجازت نہ دیں تو انکے ساتھ نیکی اور فرمانبرداری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ یہ حکم اسکے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر انکے ضائع ہونے کا
خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لا کل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو جیسے جہاد
اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اسمیں جانا حلال نہیں ہے بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسی طرح ہے
تجارت و حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر المزوجۃ نہر قلت وتعلیل الشمنی یضعف بنیتہا المفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا
امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے وجوب ہونا جہاد کا عورت پر
اگر عورت کا زوج اسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر وجوب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیف جسم عورت اسکے مخالف کی مفید ہے یعنی
عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر
امتثال اسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بے موقع ہے اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ اسکا یوں ہے کہ جہاد
غیرہ عورت پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک شامل ستر ہے اور جہاد میں کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے تو زوج کی خصوصیت نہ رہی جیسا
بعض نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وعمی ومقعد اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح فتح القدیر میں ہے مقعد بمعنی اعرج دیوان الادب سے منقول ہے اور حموی نے مغرب سے نقل کیا
کہ مقعد وہ ہے جسکو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو واقطع لعجزہم اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے ہم معذور ہونا اعمیٰ و اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید
میں مصرح ہے اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا اسمیں اشعار ہے اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اسپر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے ومدیون بغیر اذن
غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس لو بالنفس نہر وہذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا اذن قرضخواہ کے بلکہ اسکے ضامن کے
بلا اذن بھی اگرچہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اسکے جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ یعنی اذن قرضخواہ فوری کا
فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہے اور مدت والے قرض میں تو اسکو جہاد کے واسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ہم صحیح مسلم میں عمرو بن العاص سے
مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوا دین کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو لخوف ضیاعہم سراجیہ
وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید بفقیہ غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ تر فقیہ شہر میں نہیں تو اسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے ضائع ہونے کے خوف سے
کذا فی السراجیہ یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے بتانے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہونگے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو
کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ہے ہم مقید سے مراد سفر فقیہ ہے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونے کے
ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے چنانچہ حج فرض کا سفر

وفرض عین ان ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن ویاثم الزوج ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یکبارگی ہجوم کرین تو سب اہل اسلام نکلین اگرچہ اہل حقوق کی اجازت
نہو اور زوج اور مانند اسکے جیسے باپ اور مولی اور قرضخواہ گنہگار ہوگا اس حالت مین جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ ہم دشمن عام ہے کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی مین کہا کہ اگر دار الاسلام
کے کسی شہر پر کفار ہجوم کرین تو اگر وہان کے گرد و پیش کے قریب کے لوگ دفع پر قادر ہون تو انکے حق مین جہاد فرض عین ہے اور انکے سوا اور دور والون پر فرض کفایہ ہے لیکن جب دیکھے کہ وہ عاجز ہون یا
کاہلی کرین تو دور والون پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسیطرح شدہ شدہ رفتہ رفتہ تمام اہل مشرق و مغرب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن مین رہ جائیگا وہ گنہگار رہیگا اور گناہ نہین نادانستگی مین
اسواسطے کہ انسان مخاطب نہین نادانستہ کا انتہی اور اسیواسطے فتح القدیر مین کہا ہے کہ فرض عین ہونے کی شرط سے مراد خبر ہے یہان تک دور کے لوگون کو خبر نہ پہنچے نہین تو تکلیف مالایطاق ہے اور چھڑانا
مسلم اسیر کا سب اہل مشرق و مغرب پر واجب ہے جسکو خبر ہوا و بزازیہ مین ہے کہ مسلمان عورت قید ہوگئی مشرق مین تو اہل مغرب پر اسکی تخلیص واجب ہے جبتک کفار دار الحرب مین نہ داخل ہوگئے ہون
اسواسطے کہ دار الاسلام بمکان واحد حکم مین ہے کذا فی الطحطاوی وہلا بد لہ تصیصہ من قید آخر وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج
لتکثیر السواد ارہابا فتح اور ضرور ہے جہاد کے فرض ہونے کے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اسکو بھی نکلنا چاہیے
جماؤ بڑھانے کے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب
اسر لم یلزمہ القتال اور سراج مین ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑیگا تو مارا جاویگا اور اگر نہ لڑیگا تو قید ہو جاویگا
تو اسپر قتال لازم نہین ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان ولو کان کل منہما فاسقا لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ
ہر ایک ان دونون مین سے فاسق ہو اسواسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہین کذا فی الذخیرہ ہم مستنفر وہ ہے جو نفیر عام سناوے اور نفیر بمعنی خروج ہے
یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کے نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے وکرہ الجعل ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ مع الفئ ای مع وجود شئ فی بیت المال درر وصدر الشریعۃ ومفادہ
ان الفئ ہنا یعم الغنیمۃ فلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگون سے مال کا لینا غازیون کے واسطے باوجود ہونے فئ کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال مین کذا فی الدرر وشرح الوقایہ
اور اس سے مستفاد ہوا کہ فئ یہان غنیمت کو شامل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فئ اس مال کو کہتے ہین جو کافرون سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو
قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب تک بیت المال مین کوئی مال موجود ہو تو حاکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کے واسطے مکروہ ہے اسواسطے کہ اسکی کچھ ضرورت نہین اور بیت المال
ایسے ہی مصارف کے واسطے ہے نہ سلطان کے عیش و آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہین والا لا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہین بسبب
دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے ہم اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالدارون سے مال لینا بقدر انکے مقدور کے تا محتاج غازیون کا سامان جہاد ہو فان
حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فبہا والا فالی الجزیۃ ومحلہا کما سیجئ فان قبلوا ذلک فلہم ما لنا من الانصاف وعلیہم ما علینا من الانتصاف فخرج
العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافرون کو گھیرین تو اول ہم
انکو مسلمان ہونیکیطرف بلاوین سو اگر وہ اسلام قبول کرین تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کرین تو جزیہ کیطرف بلاوین یعنی جزیہ دینے کی انسے درخواست کیجاوے اگر وہ محل جزیہ ہون
چنانچہ اسکا ذکر آویگا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہون نہ عرب کے مشرک اور مرتد سو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرین تو درصورت مظلومی انکے واسطے انصاف ہوگا جو
انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت انکے ظلم کرنے کے انسے انتقام لیا جاویگا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئین اسواسطے
کہ کفار مخاطب بعبادات نہین ہمارے نزدیک اور مؤید اسکا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ذمیون نے تو جزیہ اسواسطے دیا ہے کہ انکے خون ہمارے جیسے خون ہو جاوین اور انکے مال
ہمارے سے مال ہو جاوین ہم قول مرتضوی امام شافعی کے مسند مین بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی مین ہے کہ جب کفار اسلام قبول کرین تو انکے اموال سے
تعرض نہوگا اور انکی زمین سے خراج نہ لیا جاویگا بلکہ دہ سوان حصہ مانند اور اہل اسلام کے اور انکو حکم ہوگا کہ دار الاسلام مین اقامت کرین اسواسطے کہ مسلمان کا رہنا دار الحرب مین
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل لنا ان نقاتل من لم تبلغہ الدعوۃ بفتح الدال الی الاسلام ہو وان اشتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک

بنی لو بلغتہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر حلافا لما نقلہ المصنف اور حلال نہین ہمکو لڑنا اُن کافرون سے جنکو اسلام کی دعوت نہین پہونچی
اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوگئی ہے مشرق او مغرب مین لیکن ہمین شک نہین کہ بلاد خدا مین ایسے کافر بھی ہین جنکو مطلق اسکا شعور نہین یعنی دعوت اسلام سے
خبر نہین باقی رہی یہ بات کہ اگر اسلام کی خبر اُسکو پہونچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ مین ہے کہ اُنسے لڑنا سزاوار نہین یہانتک کہ اُنسے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر خلاف نقل
کے ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ دعوت اسلام اسواسطے واجب ہوئی تاکہ کفار معلوم کرین کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہین نہ مال غیرہ کی طمع سے شاید کہ اسطرح وہ اسلام قبول کرین اور قتال کی نوبت
نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہین بسبب عدم عاصم کے یعنی دین او احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق و غرب مین مشہور ہونا کہ اہل اسلام سوا سطے
لڑتے ہین تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور بدایع مین مصرح ہے انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط شہرت پر ہے اور صاحب نہر آمین تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے
فتح القدیر مین محیط سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کرکے کہا کہ ہمین شک نہین کہ اللہ تعالی کے بلاد مین وہ لوگ بھی ہین جنکو اسکی خبر اور شعور نہین تو دعوت اسلام کرنا وہان واجب ہوگا جہان
گمان یہ سکا ہو کہ اُنکو اسلام کی خبر نہین پہونچی اور جہان خبر پہونچی تو وہان دعوت کرنا مستحب ہوگا وندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررا و لو بغلبۃ الظن کان یتعدوا او یتحصنوا
فلا الفضل فتح او ہم دعوت الی الاسلام کرین بطریق استحباب کے اُنکو جنکو اسلام کی خبر ہوگئی ہو مگر جس وقت کہ دعوت الی الاسلام متضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اسطرح کہ وہ سامان درست کرکے
مستعد ہو جاوین یا قلعہ کے اندر ہو جاوین تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہین کذا فی الفتح ہم دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین مین بایں مضمون ہے عبد اللہ بن عون نے کہا کہ مین نے
نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ اول اسلام مین تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور اُنکے جانور پانی
پی رہے تھے تو اُنکے لڑنے والون کو قتل کیا اور اُنکی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اُسی دن جویریہ کو پایا مجھسے یہ حدیث عبد اللہ بن عمر نے کہی وہ اُس لشکر مین موجود تھے و ان ابوا الجزیۃ
نستعین باللہ و نحاربہم بنصب المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو مثمرۃ و فساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو ہم اہل اسلام
مدد مانگین اللہ تعالے سے اور اُنسے لڑنے لگین مجانیق کو قائم کرکے اور اُنکو پانی مین ڈبو کر اور اُنکو آگ مین جلا کر اور اُنکے درختون کو کاٹ کر اگرچہ پھلدار درخت ہون اور اُنکے کھیتون کو خراب
کرین مگر جبکہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختون اور کھیتون کا خراب کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مسلمانون کے کام مین آوینگے کذا فی الفتح ہم مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے
جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہین اور یہ ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ مین مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم ملتا تھا مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی مین بریدہ سے
مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اُسکی ذات کو اللہ تعالی سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانون
کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے لڑو بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا لڑو غنیمت کا مال نہ چُراؤ اور قول کرکے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان
وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو ورنہ بڑے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُنکو تین خصلتون کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تیرا قول تو قبول کر اُنسے اور رک جا
اُنکے لڑنے سے اُنکو اسلام کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اُنسے اور باز رہ اُنسے پھر اُنسے نقل مکان کی درخواست کر اپنی ملک سے نکل کر مہاجرین کی ملک مین آ رہین اور اُنسے
خبر کردے کہ اگر وہ یہ ہجرت کرینگے تو اُنکے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اُنپر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا نہ قبول کرین تو اُنکو خبر کردے کہ وہ صحرائی
مسلمین کی طرح ہونگے اُنپر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے اُنکو حصہ نہ ملیگا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہوکر جہاد نہ کرینگے اور اگر وہ اسلام کو
نہ قبول کرین تو اُنسے جزیہ دینے کا سوال کر سو اگر وہ مان جاوین تو قبول کر اور اُنسے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کرین تو اللہ تعالے سے مدد مانگ اُنپر فتحیابی کی اور لڑنا
شروع کر الحدیث کذا فی مسلم لو صول و مہم مثبل و نحوہ وان تترسوا النبی مثل ذلک النبی و نقصدہم اے الکفار اور اہل اسلام لڑین اُنپر تیر وغیرہ
پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانون کو سپر بنا دین یعنی اپنے آگے کھڑا کرین تا اس تدبیر سے بچ جاوین تو بھی ہم اُنکو مارینگے اور اس قتال مین ہم کفار ہی کے مارنے کا
قصد کرینگے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر کرین تو اُس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑین یا نہ لڑین ہم ابنی نعت عرب مین دور سے پھینک مارنے کو
کہتے ہین خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور باع ما ثم سبب منہم لان من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفروض لا تقرن بالغرامات و رجم

کرین ان نزول عیسی علیہ السلام

مسلمان اُنکی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاوین تو اُنمین نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ڈانڈ سے مقرون نہین ہوتے ہم لڑائی مین
آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی نہین اگر اسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دار الحرب مین ناخن بڑھانا مستحب ہے اسواسطے کہ اگر تلوار وغیرہ
ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھون کا بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کیواسطے کذا فی البحر خانیہ مین ہے کہ مسلمانون کو لائق نہین
کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے کہ حدیث ترمذی مین وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہوتے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ
عدم فرار اسوقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو وہ چند کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ وفیھا مسلم او ذمی لایحل قتل احدھم اصلا ولو اخرج
واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون المخرج ہو ذالک نہر اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُنمین سے کسی کا قتل کرنا اصلا
جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اُنمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر
ونھینا من اخراج ما یجب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا للمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ وارادوا بالنہی ما فی مسلم لاتسافروا بالقرآن
فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہین اسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے چنانچہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج
ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کیواسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین مین ہم دلیل
اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کردیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراھۃ لکن اخراج العجائز للمداواۃ اولی بگر اُن
بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین اُسپر امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتون اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے
بہ نسبت کہ جنگ مین سردار طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کمتر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا قوما یوفون
بالعہد لان الظاہر عدم تعرضھم ہدایۃ اور جبکہ مسلم دار الحرب مین اُنسے امان لیکر جاوے تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر ان
سے یہی ہے کہ تعرض نہونگے کذا فی الہدایۃ ونھینا عن غدر وغلول وعن مثلۃ بعد الظفر بھم اما قبلہ فلا باس بہ اختیار اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان
کاٹنے سے اُنپر فتح پانیکے بعد اور فتح پانیکے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الاختیار ہم نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ہم سے اور اُنسے عہد ہوگیا کہ اتنے
دن نہ لڑینگے یہانتک کہ اُنکو اطمینان ہوا تو اب اُسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہے اسطرح
کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ اُنکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہوگئے پھر ہمنے اُنپر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہوگئے پھر
ناگہان رات کو اُنپر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس داؤ گھات کے بہت طریقے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین ہمارے نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان
کٹ گیا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک یا ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہے پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کرلیا تو اُسکو مثلہ کرنا یعنے
ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأۃ وغیر مکلف وشیخ فان لا صیاح ولا نسل لہ
فلا یقتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنے صغیر اور مجنون اور نہایت کھانپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جسکو نہ چیخنے کی طاقت ہے جنگ کے
وقت اور نہ اولاد ہونے کی اُس سے توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جبکہ مرتد ہوجاوے ہم رازی نے شرح طحطاوی مین کہا کہ شیخ فانی کامل العقل
حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون مین داخل ہے واعمی ومقعد وزمن ومعتوہ وراہب واہل کنائس لم
یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کافر اندھے اور لنگڑے اور رد اتم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادتخانہ والے
لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سب کے قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اُنسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اُن جوگیون کا جو گوشہ گیر اور
گوشہ نشین ہین الا ان یکون احدھم ملکا او مقاتلا او ذا رای او مال فی الحرب مگر جبکہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنے عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر
انمیں سے کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار رہنے سے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ
عورت بہرصورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نہ کرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر
جنگ بھی مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن صمہ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اسکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر

ولو قتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکونهم فی دار الحرب بل یحملونهم تکثیرا للفئ وتمامه
فی السراج وسیجئ اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اسکو جسکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ کافر کا
خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں انکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب
میں چھوڑ آویں بلکہ انکو دار الاسلام میں اٹھا لاویں غنیمت کے بڑھانے کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے آویگا تم سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں
اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو انکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں نا چھوڑیں اسواسطے کہ جب چھوڑینگے تو عورتیں جو وہاں رہیں تو انسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ انکے
رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور انکے نہ رہنے میں مسلمانوں کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں نچھوڑے جاویں کہ انسے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ
زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کرسکتا اور شاید اس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اسکو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اسمیں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم بڑھیا کا

کذا فی المنح ملخصاً فرعان وقع فی بعض شروح الکنز الاول لا باس بحمل راس المشرک لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود راس ابی جهل والقاه بین یدیه علیه الصلوة والسلام فقال صلی اللہ علیه وسلم
اللہ اکبر ہذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته ظهیریة پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اٹھانے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اسمیں کفار کو رنج
اور غصہ آوے یا غازیوں کی اسمیں تسکین دل ہو اور البتہ عبد اللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اٹھایا تھا اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا تھا حضرت نے فرمایا
اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجھپر اور میری امت پر عظیم تھا موسی اور انکی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو
پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابوجہل ملعون کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر
مصر تھا الثانی لا باس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیة وعبارة الخانیة قبور الکفرة فعمت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں انکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں
مال نکلنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ
باصله المشرک بقتل کما لا یبدء قریبه الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتدا کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہو ہم
اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جیسکہ بیٹا اور اسی طرح چچا اور
ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح ویمتنع الفرع عن قتله بل یشغله لاجل ان یقتله غیره فان فقد قتله اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اسکو
چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تاکہ کوئی غیر شخص اسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اسکو قتل کرے کذا فی النہر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے
اصل کے قتل میں ابتدا کی تو اسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی بچانے والا امان نہیں جو خون کو بچاوے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله قتله
لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اسکا دفع کرنا بدون اسکے قتل کے ممکن نہیں تو اب انکو قتل کرے اسواسطے کہ
اپنا بچانا اور انکا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوا اسکے قتل کے لہذا اسوقت
قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز الصلح علی ترک الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا
کافروں سے انکا مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہے اگر اسمیں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالی کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی ادھر جھکا

ہم ہر چند آیت مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح ونبذ الیہم نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیر انقضاء علیہ الصلوٰۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنے صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کر دیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل مکہ سے ہم اعلام نقض صلح اسوقت ضرور ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دار الاسلام میں آگئے ہوں یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصنوں اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں نہ پہونچ لیں یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ بنالیں جبتک اُنسے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ بے موقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آیندہ یعنی درصورت خیانت کفار اُس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہاں لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بدون اذنہ فینتقض فی حقہم فقط اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہوئے اُنکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کسے قتال سے ہو گئی باجازت بادشاہ اور اگر اُسکے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتل کیا ہو تو فقط اُنھیں لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹیگی یعنے وہ مارے جاوینگے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہونگے تو کسی کے حق میں نقض صلح نہیں کذا فی الفتح ونصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ وصارت دارہم دار حرب لو خیرا بلا مال او ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور اُنکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اُنسے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم مشرکین حرب کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کریں کذا فی عالمگیری والا یغلبوا علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ وذلک لایجوز فتح اور اگر غالب نہوئے ہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نہ کرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے میں مرتدوں کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح وان اخذ المال منہم لا یرد لانہ غیر معصوم بخلاف اخذہ من البغاۃ فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اُسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیوں سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اُنکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی یحرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید وعبید وخیل اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہمکو کافروں سے وہ چیز بیچنا جسمیں اُنکو قوت حاصل ہو لڑائی پر جیسا کہ لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو بعد صلح لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فیجوز استحسانا اور اُنکی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لیجاویں بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یعنے سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنے طعام اور قماش کے بیچنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کے ہم ثمامہ بن اثال کہ یمامہ کا مسلمان ہوا اہل مکہ نے اُس سے کہا کہ تو بیدین ہو گیا اُسنے کہا کہ میں بیدین نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں اور محمد کی میں نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایک دانہ گیہوں کا اگر یمامہ سے نہ پہونچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہاں جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا نقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی او فانیا او صبیا او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ہم ابو داؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم ویسعی بذمتہم ادناہم یعنے مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے اُنکی ذمہ داری سے ادنی اُنکا یعنے اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امانا بای لغۃ عبارۃ ہے ازالہ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اُسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُنکے پاس مسلم یا ذمی قید ہوگا تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اُسکے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدر المنتقی بای لغۃ کان

الامان و ذٰلک لو الا یعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذٰلک بشرط سماعہم ذٰلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے کسی بولی مین ہو اگرچہ کفار اُس
بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے انکو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کے دور ہوتے مین ہوئی ہو یہ فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کی امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں انکا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں لیکن غالب
معلوم ہوا کہ انھوں نے سونے کے سبب سے یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق مین کافی ہے و صحیح بالصریح کانت و لا باس علیکم اور امان صحیح
صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ مین نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسیطرح تم نہ ڈرو یا مین نے تم سے صلح کی یا او بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح و بالکنایۃ
کتعال اذ ظنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آ جبکہ کافر اسکو امان گمان کرے ہم عالمگیری مین ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آ تا مین تجھکو قتل کروں سو کافر نے بلا اُ سنا اور اسکو
سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام بھی سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور یہی کے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر مجھکو لڑنے کا ارادہ ہے اگر تو
مرد ہے یا آتا تو دیکھے کہ مین تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو اسمین بھی یہی تفصیل کو ہے بالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب
یہ ہے کہ مین نے تجھکو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اسیطرح کی امان مسلمین و کفار مین مروج ہو یا نہو کذا فی عالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے
اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو ورنہ اگر مشرک ایسے مقام مین ہو کہ وہ ممتنع نہیں و رہا الا کہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہو تو بھی تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی علی الدر
و صح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی ذراری کے واسطے نہ اپنے اہل کے واسطے ہم حلبی نے کہا شارح یہان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں تامل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب
الامان لاہلہ لا یکون ہو امنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اُسکو خود امان نہوگی بخلاف اسکے جبکہ اپنی اولاد کے واسطے امان
مانگیگا تو وہ بھی امان مین داخل ہو جاویگا یہ عبارت اس عاید ہے صحیح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل و اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت مین طالب امان مین داخل نہیں اور
دوسری صورت مین داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہوگئی کہ کتب معتمدہ اُسکے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے
لو طلب الامان لاہلہ لا یکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم و علم الحکم و یدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی امان مین بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے
نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے ولو غنموا علیہم ثم علموا بعد القسمۃ علموا بالامان فعلی القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ وترد النساء والاموال لاہلہا یعنی ... معتبر
اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اُنپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جسنے قتل کیا
اُسپر خون بہا ہے اور جسنے انکی عورتوں سے صحبت کی اُسپر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتین اور مال اُن لوگوں کے پھیر دیے جاوین
یعنی عورتین کسی معتمد کے پاس رکھی جاوین پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دیجاوین کذا فی العالمگیریۃ و ینقض الامام الامان لو بقاؤہ شرا و مباشرۃ بلا
مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اُسکا باقی رہنا بُرا ہو اہل اسلام کے حق مین خواہ آپ امان دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے
ہم اور نقض امان مین بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایۃ و بطل امان ذمی الا اذا امرہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جبکہ مسلم نے اسکو امان دینے کا امر کیا ہے
تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور در اور عالمگیری مین ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہے تو ظاہر اغیر امیر کا امر کافی نہین ہم و اسیر
و تاجر و صبی و عبد محجورین عن القتال و صحح محمد امان العبد و فی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور لڑکے صغیر
اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ مین ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اسکے واسطے و مجنون و
شخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال او مجنون اور اُس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اُسنے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اسواسطے
کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل مین تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اُسکی امان بیموقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں ہے اُسکی امان
صحیح ہو اور مسلم اسیر و مسلم تاجر جو دار الحرب مین وارد ہے اور جو شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان مین ہے تو اسکا امان دینا بے معنی ہے کذا فی المنح عن السراج

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہی غنیمت اور اُسکے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہی کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہی فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بالتحتین اور غنیمت عبارت ہی چیز کے پانے سے
بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمة مانیل من الکفار عنوة والحرب قائمة فتخمس وباقیها للغانمین والفی مانیل منهم بعد الحرب وهو لکافة المسلمین مغرب میں ہی کہ غنیمت وہ مال ہی جو کفار سے
حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہی تو اُسمیں سے خمس یعنے پانچوان حصہ نکالا جاویگا اور باقی حق غازیون کا ہی اور فی وہ مال ہی جو کفار سے حاصل ہو بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام
ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانون کا حق ہی نہ فقط غازیون کا کذا فی المنح اور فتاوے عالمگیری میں ہی کہ غنیمت اُسکا نام ہی جو کافرون سے حاصل ہو غازیون کی قوت اور کفار کے
مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہی جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہی نہ فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا سبب بھاگ جانے کے حاصل ہو
وہ غنیمت نہیں وہ فقط آخذ کی ملک ہی اذا فتح الامام بلدة صلحا جرى على موجبه کذا من بعده من الامراء وارضها تبقى مملوکة لهم جبکہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے
تو موجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسیطرح اُسکے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اُسکی کفار کی ملک میں باقی رہیگی ہم قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری پانے پر ہی تو اگر وہانکا
پانی خراجی ہی تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہی تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کیونکہ نقض عہد ہی کذا فی الطحطاوی ولو فتحها عنوة بالفتح ای قهرا قسمها بین الجیش
ان شاء او اقر اهلها علیها بجزية على رءوسهم وخراج على اراضیهم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اُسکو لشکر کے درمیان یعنی غازیون کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہان کے
لوگون کو برقرار رکھے اُنکی ذاتون پر جزیہ باندھ کر اور اُنکی زمینون پر خراج یعنی محصول مقرر کرکے ہم اگر امام نے اراضی کو غازیون میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو
زمین غازیون کی ملک ہو جاویگی اور اُسپر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہانکے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق نے ملک عراق میں کیا کہ اُنکے گھر اور
اُنکی زمین کو اُنھین کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لیکر اور غازیون میں تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہونگے اور زمین کے وہی مالک رہینگے کذا فی المنح اور کفار پر اُنکی گردنون اور اراضی کا احسان
کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہی بلکہ اتنا مال دینا چاہیے کہ خود کھاوین اور کھیتی کرین یہانتک کہ غلہ پیدا ہو اور کافرون کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا
جائز نہیں کیونکہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہونگے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروق سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانون کی محتاجی کا خیال نہوتا تو جس
گانون کو مسلمان فتح کرتے تو میں انھین کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہی کہ سب خیبر کو
تقسیم کیا تھا لیکن ابو داؤد میں روایت صحیح ثابت ہی کہ خیبر کو نصفا نصف تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان اور مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مرد کے حصے
داخل کیے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولى عند حاجة الغانمين اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہی غازیون کی حاجتمندی کے وقت واخرجهم منها وانزل بها قوما غیرهم ووضع علیهم
الخراج والجزية لو کانوا کفارا فلو مسلمین وضع علیها العشر لا غیر یا کافرون کو دار الحرب سے نکال دے اور وہان اور قوم کو بسا دے اور اُسپر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر
وہ مسلمان ہون تو اُنپر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور ہم فتاوے عالمگیری میں ہی کہ اگر مسلمان کو وہان لاوے چاہیے اُنپر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا لایق بقواعد فقہ ہی
واللہ تعالى اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقهم او ترکهم احرارا ذمة لنا الا مشرکی العرب والمرتدین لما سیجی اور قتل کرے قیدیون کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان
نہو گئے ہون یا اُنکو لونڈی غلام بنا دے یا اُنکو آزاد اور ذمی بنا کر چھوڑ دے سوا مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ اُنکا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم قوله ذمة لنا ای حال
علیهم من الجزية والخراج یعنی اہل ذمہ ہم پر ہمارا حق واجب ہی از قسم جزیہ اور خراج کے اسواسطے کہ ذمہ معنی حق اور امان اور عہد ہی اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اسواسطے کہ وہ مسلمین کے
عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منهم ای اطلاقهم مجانا ولو بعد اسلامهم ابن کمال لتعلق حق الغانمين وجوزه الشافعي لقوله تعالى فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقوله تعالى
(اقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم) شرح مجمع اور حرام ہی کافرون پر احسان کرنا یعنے اُنکو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور اُنکے مسلمان ہونے کے اُنکو چھوڑے
کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیون کے حق کے یعنے بعد فتح کے غازی کافرون کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا اُنکی حق تلفی ہی اور
امام شافعی نے اُنکا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہی بدلیل اس آیت کے اما منا بعد واما فداء یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنے کچھ مال لیکر

چھوڑ دیتے اسکا جواب یہ ہے کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان انکو پاؤ کذا فی شرح المجمع ہم دلیل نسخ یہ ہے کہ امر مَن و فدا سورہ محمد مین کہ جو اول تر
سورہ مکہ مین نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورہ براءۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورہ ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر میں جو فدیہ لیا کافرون کو چھوڑا اسکا عتاب ہے ہوا
اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ مین نص ناسخ موجود ہے بخلاف من اور فدا کے واللہ اعلم
وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا انسے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل
تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اُس مسلمان کے عوض قبل از
جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنے امام سے جواز اور عدم جواز
دونون مروی ہین لیکن جواز ظاہر الروایۃ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ
ولا باسیر مسلم اسلم ثمۃ الا اذا امن علی اسلامہ اور امام اور صاحبین اسپر متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جاوے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اُس قیدی
کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اُسوقت جائز ہے جبکہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ہم لڑکون کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانون سے لڑینگے
اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہین طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دنیا کے لینے پر الا کافر بالغ کے عوض
مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردہم الی دارہم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع
المن بالاولی اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافرون کا دار الحرب مین شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق ابن کمال
کے اسواسطے کہ دار الحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ہم برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے اور وجہ اولویت یہ ہے کہ من
عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شیء پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من ہے زیادتی کے ساتھ یعنے دار الحرب مین پہنچا دینا و
حرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربہا اور حرام ہے کونچین کاٹنا اُس جانور کا جسکا دار الاسلام مین لے آنا شاق ہے تو اُسکو ذبح کردے
اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا اللہ تعالی کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع
خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہین انکے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دار الاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے اُنمین سے
چنانچہ لوہا ہے کہ ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دیے جاوین پوشیدہ مکان مین اور اُنکے برتن توڑ دیے جاوین اور انکا تیل ڈھلکا دیا جاوے تاکہ انکو رسائی اور دل سوزی ہو اور اگر تیر کرے صبیان
ونساء منہم شق اخراجہا ترکن بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا للنہی عن قتلہم ولا وجہ الی ابقائہم اور انکے لڑکے اور عورتین جنکا نکالنا دار الحرب سے شاق ہے ویران
زمین مین چھوڑ دیے جاوین تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مرجاوین بسبب منع ہونے انکے قتل کے اور دار الحرب مین انکے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہین یعنے اگر انکو
باقی رکھے تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانون سے لڑینگے اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اسطرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے
تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ انکے لانے کے واسطے بار برداری نہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمۃ ای فی دار الحرب ینزعون
ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتارخانیہ مسلمانون نے سانپ یا بچھو کو انکے مکانون مین دیکھا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا
ڈنک اور سانپ کے دانت نکالدین تا مسلمانون سے ضرر منقطع ہو انکو قتل نہ کرین تا انکی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا
ماتت نساء مسلمات ثمہ واہل الحرب یجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مرگئین اور اہل حرب کی عادت
یہ ہے کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو انکو آگ سے جلا دین ہم طحطاوی نے کہا ظاہرا یہ حکم اسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت
وید دفن کو نہ گذر گئی ہو ورنہ جلانا جائز نہین ولا نقسم غنیمۃ الا اذا قسم عن اجتہاد او لحاجۃ الغزاۃ فتصح ولا بیع فتحل الا للکلام

اور تقسیم نہ کیجاے غنیمت وہان یعنے دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد از مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی
یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہو بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہو فان ابوا حملہم باجر المثل ان رضوا فان عزوا فلو بحال لو قسمہا
قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما یشق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نمانین تو آیا امام جبر کرے اجر مثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتین
ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر در صورت عدم جبر امانت رکھنے کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے
تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھالانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہے اور اسکا حکم اول مذکور ہوچکا
یعنے دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویران مین چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمۃ قبلہا الا الامام لا لاجل التمول وتباع شیاء الطعام جائز جوہرہ اور ہم اہل اسلام
نہ بیچین غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے نہ اسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور ادخار کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کیواسطے بیچے تو جائز ہے کذا
فی الجوہرہ وردالبیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن ردہ ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو
اسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی الخانیۃ وعدلحقہم ثم کمقاتل لا سوقی وحربی ومرتد اسلم ثم بلاقتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو بدد اور کمک غازیون سے
ملی دارالحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے
تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت مین ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحرالرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے
کہ اگر عورت دارالحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اسکے واسطے کچھ نہین کذا فی الاختیار اور
فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہین ولا من مات ثمہ قبل قسمۃ او بیع ورثۃ بعد احدہما ثمہ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ
تتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہین جو دارالحرب مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لے آنے غنیمت کے دارالاسلام
مین تو اسکے حصہ مین ارث جاری ہوگا یعنے اسکے وارث بقدر وراثت کے پاوینگے بسبب متاکد ہوجانے اسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیۃ فیہا ادعی حضور الوقعۃ بعد قسمتہ
لم تنقض استحسانا ویعوض بقدر حصتہ من بیت المال وفی تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت
کی تقسیم ہوچکی تو قسمت شکستہ نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اسکے حصے کے بیت المال سے اسکو عوض دیا جاویگا وفی البحر من باب الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر
موہرنا فی الوقف اور بحرالرائق مین جو وقف کا قیاس غنیمت پر کیا ہے تو اسکو رد کیا ہے نہرالفائق میں اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے صاحب بحر نے کہا کہ اگر
مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا در ر اور غرر
مین صاحب محیط کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور موذن کا حصہ ہے وقف مین سو بدون قبض مرگیا تو حصہ ساقط ہوگیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصا وللبھم ای للغانمین لا لغیر الانتفاع فیہا ای فی دار الحرب
بعلف وطعام وحطب وسلاح ودہن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیرۃ بعدم نہی الامام
عن کلہ فان نہی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اسمین یعنے دارالحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی
اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون سے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار سے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور
یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھ نہ منع کرنے امام کے آسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے تا سب چیزون کے
مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ہم حلبی نے بحرالرائق سے نقل
کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو اسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع و لا تمول فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غنیاً فقیراً اور غازیون کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور بدون تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اسکی قیمت کو
غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اسکے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھا وے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا
یملکہ اہل الحرب کصید وحشیش فہو مشترک فبیعہ موقوف بیعہ علی اجازة الامیر فان ہلک اعطی الثمن لنفع اجازہ والا ردہ للغنیمة بحر اور جو دار الحرب میں اس چیز کو پاوے جسکے کفار مالک نہیں
جیسا کہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیوں میں تو اسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہو گئی یا اسکی قیمت نافع نظر آئی تو امیر
بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو مبیع کو غنیمت میں پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے کے دار الحرب سے
اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر سب غازیوں کی رضامندی سے ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافر حربی میں
جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیوں نے اطفال و مال کو لے لیا ہو اسکے مسلمان
ہونے سے پہلے تو فقط اسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او اودعہ معصوماً ولو ذمیاً فلو عند حربی ففئ یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس گرچہ وہ شخص
ذمی ہو اور جو امانت دار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہر علی الدار فمالہ ثمہ فئ سوی طفلہ للتبعیة چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر دار الاسلام میں
وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اسکا مال غنیمت ہے سوا اسکے طفل صغیر کے بسبب اسکے تابع ہونے کے اسلام پدر کے لا اولادہ الکبیر و زوجتہ وحملہا
وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلة وحملہا لانہ جزء ہا الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اسکا بالغ بیٹا اور اسکی زوجہ اور اسکا حمل اور
اسکی زمین اور اسکا لڑنے والا غلام اور اسکی لڑنے والی عورت اور اسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے تو اگر اسکا غلام یا لونڈی قتال نہ کرینگے تو اسکے مال
محفوظ میں داخل رہینگے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فئ لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا لآخذہ خاصة وفی الخمس روایتان قنیہ کافر
حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کر لیا تو وہ اور اسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانوں کیواسطے خواہ گرفتار ہوا قبل
اسلام کے یا بعد اسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس میں دو روایتیں ہیں امام محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمتہ
سفرہ فغزا فلہ سہم المستاجر وسلاحہ بینہما نصفین الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ میں ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا تو
کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اسکا حصہ غنیمت کا دونوں کے درمیان منقسم ہوگا مگر اسوقت منقسم نہوگا جب عقد میں شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہو۔

فصل فی کیفیة القسمة

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیوں میں کیونکہ قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس او راجل وقت المجاوزة ای الانفصال
من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دار الاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور
اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق
ہے کہ جب دخول دار الحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور انکے نام لکھے سو جسکا نام سواروں میں لکھا پھر اسکا
گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیچ کریگا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارساً فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن
دخل راجلاً فشری فرساً استحق سہماً تو اگر غازی دار الحرب میں سوار داخل ہوا پھر اسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہاں پیدل گیا پھر اسنے وہاں گھوڑا
مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ہم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین رحمہما اللہ اور اکثر اہل علم کے
نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوا نسائی کے عبد اللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض اسکی وہ

حدیث ہی جو ابن ابی شیبہ کے مصنف مین ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ علاوہ اسکے اور احادیث
دو سہم سوار کے ثابت ہین جنکی تفصیل فتح القدیر مین موجود ہی پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم مین معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنے
انعام پر محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہی ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی قوی ہو اور کوئی قوی ہو اور یون کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہی غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ
راوی اسکے ثقات ہون یا وہ راوی ہون جنسے بخاری نے روایت کی ہی سو دعوی بے دلیل ہی اسکو ہم نہین مانتے کذا فی الفتح ولا یسہم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح
للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مہرا فکبر تاتار خانیۃ اور حصہ نہ دیا جاویگا سوا ایک گھوڑے کے جو بہت تندرست جوان لڑائی کے لائق ہی تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ سہم کا مستحق ہوگا بنابر استحسان کے اور اگر بچھیرا ہو اور دار الحرب کے طول جنگ کے رہنے سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ پاویگا وکان الفرق حصول
الارہاب بہ حصل لا بالمہر اور گویا کہ فرق دونون صورتون کے بیچ مین حصول تخویف ہی جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھیرے سے لو غصب فرسہ قبل دخولہ او رکبہ آخر او نفر او دخل
راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب کیا گیا یا دوسرا شخص اسپر سوار ہوگیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اسکا پیدل داخل ہوا دار الحرب مین پھر اسنے اپنے
گھوڑے کو پایا تو اسکو دو حصے ملینگے سب صورتون مین لا لو باعہ او وہبہ او بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ
عن الجوہرۃ وانہ ہین ایما لفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولیحفظ ہذہ القیود
فہو فی المختار الاختیار والقضاء اور دو حصے نہ پاویگا اگر اسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو تو البتہ اسکا حصہ ساقط ہو جاویگا
قول اصح مین اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہوگیا کہ اسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہی لیکن شرنبلالیہ
مین جوہرہ سے نقل کیا ہی اسکے مخالف منقول ہی اور قہستانی مین ہی کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کیوقت تو وہ پیادہ ہی بنابر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے وہ سوار
ہی بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کا ری فتاوی اور قضا مین ہم مصنف نے اپنی شرح مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا
لڑائی کے بعد تو اسکا حصہ ساقط نہین ہوتا بعضے کے نزدیک اور اصح یہ ہی کہ ساقط ہوتا ہی اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ اسکا قصد تجارت کا تھا انتہی فی المنح علیہ کہا کہ یہ
نقل فتح القدیر سے خطا ہی فتح القدیر کی عبارت یہی ہی ولو باعہ او وہبہ او اجرہ او رہنہ بعد انقضاء من القتال لا یسقط سہمہ انفارسی لا لاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف
والاصح انہ یسقط لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہی تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کسنا ان خبردار رہی و حفظ کا امر کرنا بمعنی ہی انتہی قول
الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہی کہ اسنے اس استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے
خالی نہین اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کیطرف راجع ہی واللہ اعلم ولا یسہم لعبد وصبی امرأۃ وذمی ومجنون معتوہ ومکاتب ورضخ لہم قبل اخراج الخمس ان دایا شروا القتال او
کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی وتداوی الجرحی او دل الذمی علے الطریق اور غنیمت سے حصہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور معتوہ
اور مکاتب کو اور انکو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑین یا عورت بیمارون کی خدمت گذاری کرے یا زخمیون کا
علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت
ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیون سے یہودیون پر اور انکو
کچھ عطا کیا تھا امام واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ کے دس یہودی لیگئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کیواسطے
اور جنگ حنین مین صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد
علے السہم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے انکی عطا بقدر سہم کے یعنے غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی مین جبکہ وہ راہ
بتا دے تو سہم پر زیادہ کچھ دیدے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہی تو دینا چاہیے جس قدر رکھہ

کہ ہو والبراذین خیل العجم والعتاق کرام العربیۃ یعنی جمع عتیق کرام خیل العرب یعنی الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمقرف عکسہ فاہو جن سواء اور براذین جمع برذون کی عجمی گھوڑے اور عتاق کہ جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عربی اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اسکی عجمی ومقرف بالعکس اسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہو مصنف نے اشارہ سے اسکا رد کیا کہ گھوڑوں کی تفرقہ کرنا بے دلیل ہی اسواسطے کہ رہجیلہ کا نہ ہر جنس خیل کو شامل ہی قال اللہ تعالیٰ ومن رباط الخیل اور خیل سب کو رو کیکہتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا جفاکش اور بار کش ہوتا ہے زمین نرم تر ہو تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہو لا السہم للراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارہاب بہ جو صحیح ہو یا بیمار اونٹ اور خچر اور گدھے کا کچھ حصہ نہیں ملتا اسلئے کہ ان سے رعب نہیں ہوتا یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اسمیں نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسی کا حصہ منقول نہیں وہ الخمس الباقی تقسیم ثلاثا عندنا للیتیم والمسکین وابن السبیل اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین حصے بانٹا جاتا ہی یتیم اور مسکین اور مسافر کو یتیم وہ نابالغ ہی جسکا باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اسکو یتیم نہیں کہتے جاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہی صرف کرنا خمس کا ایک قسم میں کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہی یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہی خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو وفی الملتقی وان صرف للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور ملتقی میں ہو کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب انکی حاجتمندی کے تو جائز ہو اور البتہ میں نے اسکو تحقیق بیان کیا ہو شرح ملتقی میں ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہو کہ غنیمت کا خمس اور فی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہو تو ہمارے نزدیک یہ تینوں مال تین حصے کر کے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاویں انکے سوا اور کسیکا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سب کو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہوں محتاج ہوں وقدم فقراء ذوی القربیٰ من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم الیہم اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاویں یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کو واسطے نہ بنی ہاشم کو واسطے ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہو اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور انکا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربیٰ سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور انکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمکلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہو ولہذا انکی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہو گیا بسبب باقی نہ رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے ولا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربیٰ کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور انکا میل یعنی زکوٰۃ کو مکروہ رکھا اور اسکے عوض خمس کا خمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہو زکوٰۃ کا اور زکوٰۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو انکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو انکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربیٰ بیان ہو مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہی یا انکو غنی جانکر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھیں اور ان سے کلام نہ کریں تا وقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہاں تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہو سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہو کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیبر کا ذوی القربیٰ کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ

بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہین اسواسطے کہ حق تعالی نے آپکو بنی ہاشم مین پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیون بنی مطلب کو آپنے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت ہماری اور
انکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہوے کفر مین اور نہ اسلام مین اور ہم اور وہ تو شی واحد ہین اور اپنی انگلیون کو بیچ
قینچی کیا اسمین حضرت نے اشارہ کیا انکی نصرت کا یعنے موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت مین جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اسوقت نصرت قتال کی نہ تھی کذا
فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس مین غنی اور فقیر ذوی القربی کے برابر ہین اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے نہ دے
چاہے سبکو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربی کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر مین مفصل ہین وما نقلہ المصنف عن الحاوی فی الحاوی
یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم لنظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربی
کیواسطے اسمین اعتراض کیا ہے نہر الفائق مین ہم حاوی قدسی مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل مین اور اسی قول کو
ہم لیتے ہین بحر الرائق مین کہا کہ یہ اسکا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربی کے دینے پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمین نظر ہے بلکہ اسمین انکے دینے کی ترجیح
ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربی مین اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطاء خمس مین شرط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالی للتبرک
باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ اور ذکر اللہ تعالی کے نام پاک کا مصارف خمس مین انکے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام مین اسواسطے کہ ہر چیز خدا کی
مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہین ہم قرآن مجید مین ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل یعنے معلوم کرو کہ
جو کچھ غنیمت مین حاصل کرو تو اسکا پانچوان حصہ اللہ تعالی کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربی اور یتامی و ابن سبیل کیواسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے
آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کیواسطے اسلیے کہ طبرانی مین ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین مین ہے وہ خدا ہی کا ہے اسمین رد ہے
ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ مین صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہین تو مساجد مین صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وہو
الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا آپکی موت سے ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے
یعنے رسالت پر یعنے وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہین چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپکی موت کے بعد صفی وہ جسکو رسول علیہ الصلوۃ
والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوۃ
والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ انپر حجت ہے در المنتقی مین کہا کہ ہر چند رسالت آپکی موت کے بعد منقطع نہین چنانچہ علماء کبار نے
مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت مین آپکا کوئی خلیفہ نہین اسواسطے کہ آپکے بعد کوئی رسول نہین اور یہ مطلب نہین کہ رسالت آپکی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا
کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اسکی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار
خمس ما اخذوا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب مین امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاویگا اس سے جو
وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام کے حکم نہین لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب مین نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اسمین خمس نہین اسواسطے کہ وہ چھپا
مارنا اور لے بھاگنا ہے ہم خلاصہ یہ ہے کہ جسمین قہر اور غلبہ اور قوت ہے اسمین خمس ہے اور جسمین غلبہ نہین اسمین خمس نہین یا شوکت جاننے مین تو قوت کا ہونا صریح
ہے اور امام کے اذن مین اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اسکی مددگاری کا التزام کیا تو یہ امر بحکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس و
لو ثلثۃ لا اور منیہ مین ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب مین گئے اور کچھ مال لائے تو انسے خمس لیا جاویگا اور اگر تین شخص گئے تو نہین قال الامام
ما اصبتم لا اخمسہ فلو لمنعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے مین اسکا خمس نہ لونگا تو اگر غازی با قوت ہون تو جائز
نہین اور اگر انکو قوت اور شوکت نہین تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ

یعنی امام کا کہنا جائز نہین بلکہ خمس لیا جاوے بسبب شوکت اور قوت کے

قتیلا فله سلبه اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیبا اور رغبت دلانے کے واسطے تو یون کہے کہ جو شخص قتل کریگا کسی مقتول کو تو اُسکے واسطے
اسباب ہے اُسکا زندہ کا ذکر مقتول کہا بسبب اُسکے قریب ہونے کے قتل سے ھم نفل بفتحتین لغت مین بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اسواسطے کہ اِس
امت پر اور حلال چیزون سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتون پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع مین نفل وہ ہے جسکو امام بعضے غازیون کے واسطے مخصوص کرے کذا فی المحیط
اور انعام مین وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہین او یقول من اخذ شیئا فهو له قد یکون بدفع المال و
ترغیب مال یا امام یون کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لیگا وہ اُسکی ہے اور کا تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہے یا مقتول کا اسباب ہے فالتحریض
نفسه واجب للامر به واختیار الاولی للمقصود مندوب وقد ترغیب فی نفسہ واجب ہے اُسلئے امر کے سبب سے اور انعام مین اُسکا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور
شوق انگیز ہو ولا ینافیه تعبیر القدوری بلا باس لانه لیس مطردا لما ترکه اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا فی المصباح ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب اور استحباب تنفیل کے منافی
نہین تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کے اسواسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہین بلکہ لا باس مستحب مین بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین و اسیواسطے
مبسوط مین تنفیل کو مستحب کہا ہے ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فله سلبه اذا قتل هو استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُسنے یون کہا کہ جو کسی مقتول کو ماریگا تو اسکے واسطے
اسکا اسباب ہے جبکہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے ھم قیاس مین اسواسطے جائز نہین کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہو تو متہم ہوگا اور استحسان مین
اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضا نہین ہے و صورت عدم تخصیص مین تہمت نہین بخلاف ما لو قال منکم او قال من قتلته انا فلی سلبه فلا یستحقه الا اذا عمم بعده ظهیریہ بخلاف سابق یہ ہے کہ اگر
امام نے کہا کہ جو شخص تم سے ماریگا یا یون کہا کہ جسکو مین قتل کرون تو اُسکا اسباب میرا ہے سوا امام اس قول سے اُسکے اسباب کا مستحق نہوگا مگر اُسوقت مستحق ہوگا جبکہ تعمیم
کردے بعد اس تخصیص کے کذا فی الظہیریہ ھم پہلی صورت مین اسواسطے مستحق نہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر دیا اور دوسری صورت مین بسبب
تہمت کے مستحق نہوا ولا یستحقه مستحق سهم او رضخ کالذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہو گیا ذمی وغیرہ کو وکذا ای التنفیل انما یکون
فی مباح القتل فلا یستحقه لو قتل امراۃ ومجنونا ونحوهما ممن لم یقاتل اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے مین ہوتی ہے تو اُسکا مستحق نہوگا
عورت اور مجنون اور اُنکے مانند کے قتل سے منجملہ اُن لوگون کے جنھون نے قتال نہین کیا وسماع القاتل مقالة الامام لیس بشرط فی استحقاقه لانه لیس فی الوسع اسماع
الکل اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہین اُسکے استحقاق تنفیل مین اسواسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور مین نہین یعنی اس کا خیال البتہ ہو سکتا ہے سو
پایا گیا کذا فی المنح ویعم کل قتال فی تلك السنة ما لم یرجع وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعه الثانی نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اُس سال کی ہر لڑائی کو جبتک غازی
نہ پلٹ آوین اگرچہ والی مر جاوے یا معزول ہو جبتک دوسرے والی نے اُسکو منع نہ کر دیا ہو کذا فی النہر ھم یہ جو فتنہ ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہوئی ہو اور اگر عین حالت
قتال مین ہوئی ہو تو اُسی لڑائی تک مقید رہیگی کذا فی البحر وکذا یعم کل قتیل لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم اور اسیطرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اسواسطے کہ
قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت مین اور وہ شرط لفظا من ہے یعنی من قتل قتیلا فله سلبه ہم حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی مین ضروری ہے اور سیاق
شرط مین عام نہین ہوتا مگر یہان مین علاوہ اسکے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا مین کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ دونون شامل
مین قتیل نکرہ ہے سیاق شرط مین کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف ما لو قال کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو ماریگا تو اُسکا اسباب تیرا ہے
یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اُسنے دو کافرون کو مارا تو اُسکو اول مقتول کا اسباب ملیگا فقط اور اگر علی العموم اسطرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی
مرد تم مین کسی قتیل کو ماریگا تو اسکو اُسکا اسباب ملیگا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر
ولو قال ان قتلت ذلك الفارس فلك كذا لم یصح وان قطعت رؤس اولئك القتلى فلك كذا صح خلیة اور اگر امام نے یون کہا کہ اگر
تو اُس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو صحیح نہین اور اگر یون کہا کہ اگر تو ان مقتولون کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا ہے

تو صحیح ہی کذا فی المغنم قاضیخان نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا مستحق نہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہین بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہین تو اجارہ اسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہی کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہین ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری وہو المشی لیلا درر الربع بعد الخمس او الثلث بعدہ ولم ینفل العسکر وہذا فلم النفل استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ لینی چھاپہ مارنے والون سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اُس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والون نے تو انکو یہ انعام ثابت ہی بنا بر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہی قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہی سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ہم یا عتبار اصل وضع کے ہی تو استعمال متن مین ملحوظ نہین فیجاز التنفیل بالکل او بقدر منہ لسریۃ لا العسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہی کل غنیمت سے یا اُسکے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر وغرر مین مذکور ہی ہم درر مین جو فرق یون مذکور ہی کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریض قتال ہی اور یہ حاصل نہین مگر بعض کی تخصیص مین کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم مین تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہی اور خمس کا بھی ابطال ہی بحر الرائق مین فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل مین برابر ہین لسبب ابطال خمس کے اور سیکا حواشی سے مذکور ہی کذا فی حاشیۃ الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لفقیر واحد کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہنچ جانے غنیمت کے دار الاسلام مین مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہی بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم کو یعنی فقیر کو جیسا کہ گذر چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کیواسطے ہوا تو محتاج مقاتل کیواسطے بطریق اولے جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ الا علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہی جو اُسکے ساتھ ہی یعنی اُسکی سواری اور کپڑے اور ہتھیار کے اور اسیطرح وہ چیز جو اُسکی سواری پر ہی نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہی جسکو ہم تل کہتے ہین ہم سلب بمعنی مسلوب ہی کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہی باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ہم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو تنفیل کے پاوے اُسمین خمس نہین اور وراثت اُسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب مین مر جاوے اور یہ ہوگیا کہ مالک نہین تو تنفیل کا حکم نہین تو مطلب یہ ہی کہ مالک کامل نہین اور اگر مالک مطلق نہوتی تو اُسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہوجاتی ہی کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم یحل الجماع ما حسب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل مین ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہین تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اُسی کی ہی پھر اُسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اُسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب مین تو اُسکو اُسکی وطی اور بیع حلال نہین جیسے کسی مسلم نے دار الحرب مین عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اُسکو وہ حلال نہین باجماع شیخین اور محمد کے یہان تک کہ اُسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہی نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہین مگر جب تیرے امام کا دل اُسکو چاہے تو ہمنے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا ہم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہی اور تنفیل کی بھی محتمل ہی تو علماء حنفیہ نے اُسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تا دونون حدیثون مین تعارض باقی نہ رہے حدیث اول مین حبیب بن سلمہ سے خطاب ہی ہم یہ حدیث ضعیف ہی لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہی کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث

وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا یوجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہی اور مفتی روم شیخ الاسلام ابو سعود کے معروضات مین مرقوم ہی کہ کیا حلال ہی جماع اُن لونڈیون کا جو خرید کیجاتی ہین اب غازیون سے جبکہ واقع ہوا ہی اشتباہ غازیون کی قسمت مین بوجہ مشروع تو جواب اُس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین قسمت شرعی

موجود نہیں لیکن شک نہیں سلطان روم کیطرف سے تنفیل کلی واقع ہوگئی ہے سو بعد خمس پہنچنے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے سو وہ مالک ہے اسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کیواسطے مراد نہیں ہے جو عنقریب تو معلوم کر چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کیواسطے جائز ہو نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور بالفعل اہل روم کے خمس لینے کو تحقیق کرنا چاہیے بنا بر اسکے کہ خمس نہیں لیتے تھے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولی جائز نہوگی مگر اسوقت جبکہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحاوی

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر ہم طحطاوی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہے اور کہنا صواب تھا کہ بعضہم علی بعض اور ہی کافر کافر اخر بدار الحرب اخذ ماله ملکہ لاستیلائہ علی مباح جب ذلیل کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اسکا مال چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مفید ہے کہ احراز دار یا ملک شرط نہیں تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لیجائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دار الحرب میں مباح ہیں پس استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہوا استیلاء علی السبیۃ ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من ارضنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کیے کافر حربی ذمیوں کو دار الاسلام سے تو انکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے انکے مملوک ہو جاتے ہیں وملکنا ما نجدہ من ذلک السبی الکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اس قیدی کفار سے اگر ہم انپر غالب ہوں باعتبار انکی باقی املاک کے یعنے اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین انپر غالب ہوئے تو اس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں اور فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جا کر حربی کا ولد مول لے اسمیں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی ہو جب قبول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اسمیں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اسے بجبر نکال لاتا اسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضوں نے یعنے کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لان الاستیلاء

علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہو گئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اشیا میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنے وجوب حفاظت اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال انکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں یا اباحت ہے تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر نہ قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیہ نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال

میں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے یعنے حنفیوں کے نزدیک انھیں میں کرخی ہے اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اشیا میں توقف
ہے بایں معنی کہ واقع میں اشیا کیواسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اسپر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں
اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہاں بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا ہو اور موافقت شافعی ہے جب ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف
مناسب نہ تھا اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یہ قول غیر صحیح ہے اور قول اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ میں بنابر اداء اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب
کفار مخاطب احکام شرعی کے نہوئے تو انکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہا یعنے تو انکے واسطے مباح ہوا تو اسوقت میں قول بالاباحۃ کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اسی کا
قائل ہو گیا ویفترض علینا اتباعهم اور ہم پر فرض ہے انکا پیچھا کرنا یعنے کفار کا پیچھا کرنا اور ان سے اموال چھوڑا لینا ہم پر فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے تو
فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑے لے گئے تو مطلقا انکا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکهم اور اگر کفار مسلمان ہو گئے تو انکی ملک ثابت ہو گئی یعنے
کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب میں جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اصحاب ان اموال انسے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی وان غلبنا
علیهم بعد ما احرزوها بدارهم اما قبله ففی لملاکها مجانا مطلقا اور اگر ہم غالب ہو گئے انپر یعنے بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب لے گئے اور قبل دار الحرب کے لیجانے
کے تو اموال مذکورہ انکے مالکون کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت انکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے **فمن وجد ملکه قبل القسمة** بین المسلمین
لا بین الکفار کما حققه فی الدرر فهوله مجانا یعنے اگر ہم غالب ہوں کافرون پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ
اسکو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملیگا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجده بعدها فهوله بالقيمة جبرا للضرر بالقدر الممكن اور اگر صاحب مال
نے اسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اسکو بعوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونون نقصان بھر جائیں یعنے مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی اسکی ہو گئی تو پانیوالے
اسکے لینے کا اسکو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اسکا ضرر ہے جسنے اسکو اپنے حصہ میں پایا لہذا اس مال کو قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی
ہے اور اسی کے موافق بحر الرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان ملکه مثلیا فلا سبیل له علیه بعدها اذ اخذه اخذه بمثله فلا یفید الذی اشتراه به ولو قبلها اخذه مجانا کما مر اور
اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اسکو لیگا تو بعوض اسکے مثل کے لیگا مثلا گیہون
عوض گیہون کے لیگا تو اسکی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اسکو مفت لے چنانچہ گذر گیا واو بالثمن الذی اشتراه به لو اشتراه منهم
تاجر الینا من العدو واخرجه الی دارنا وبالقيمة العرض لو اشتراه به او رب مالک قدیم بعوض اس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے اس مال لیا یعنے دشمن سے خرید کیا اور اسکو
ہمارے دار الاسلام میں نکال لایا اور بقیمت جنس کے لے اگر اسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقيمة لو اتهبه منهم زاد فی الدرر او ملکه بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے
لے اگر کفار سے اسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراه بخمر او خنزیر لیس
لمالکه اخذه باتفاق الروایات وکذا لو شراه بمثله نسیئة او بمثله قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدة فلو باقل قدرا وارد وصفا فله اخذه لانه یفید
ولیس بربا لانه فداء لکن بحر الرائق میں ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اسکے مالک کو اسکا لینا باتفاق روایات جائز نہیں
اور اسیطرح اگر اسکو بعوض اسکے مثل کے بوعدہ ادائے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں مبیع کے مثل ہے خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد
تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سوا اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے اسواسطے
کہ یہ خرید مفید ہے اور یہ بیاج نہیں اسلیے کہ یہ فدا ہے ہم سے یعنے مثلی کی عدم مساوات یہان بیاج میں داخل نہیں اسواسطے کہ مالک نے اپنے
مال کو خلاص کیا تو یہ فی الحقیقة فداء ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیة فقئت عینه او قطع یده واخذ مشتریه ارشه او فقاه
المشتری فیاخذه بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلها شئ منه یعنے مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگر چہ

اُسکے مملوک کی آنکھ پھوڑ دی گئی ہو یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اُسکے مشتری تاجر نے اسکا خونبہا لیا ہو یا خود مشتری نے اُسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اسکا کل قیمت سے لے اگرچہ چاہے اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہین پڑتی **والقول للمشتری فی مقدارہ** ای الثمن بیمینہ عند عدم البرہان لان البینۃ بینۃ ولو برہنا فبینۃ المالک ایضا خلافا للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہی قیمت کے مقدار مین اُسکے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہونے کیوقت اور اگر کوئی گواہ لاویگا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہین اور اگر دونون گواہ لاوین تو مالک کے بھی گواہ اولے ہین بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر ہم طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ مین یون عبارت ہے فبینۃ المالک ایضا اولے اور یہی نسخہ اولے ہے وان تکرر الاسر والشراء بان اسر ثانیا وشراہ آخر اخذ المشتری **الاول من الثانی بثمنہ** لورود الاسر علی ملکہ فکان الاخذ لہ **ثم یاخذ المالک القدیم بالثمنین ان شاء** لقیامہ علیہ بہما وقبل اخذہ الاول لا یاخذہ القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اسطرح پر کہ دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اُسکو خرید کیا تو مشتری اول اُسکو مشتری ثانی سے لے بعوض اُسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اُسیکو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اُسکو دونون قیمتین دیکے لے اگر چاہے اسواسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتون پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیگا تا مشتری اول کی قیمت ضائع ہو ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتہم من وجہ فیاخذہ مالکہ مجانا لکن بعد القسمۃ تؤدی قیمتہ من بیت المال اور کفار مالک نہین ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایکطرح سے تو اُسکو اُسکا مالک مفت لے بلاعوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اُسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجائیگی حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہونگے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک مین تحقق تا ہے یعنی مال مباح مین اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ مین من وجہ حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافرون سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اُس سے بلاعوض لے کذا فی المنح ونملک علیہم جمیع ذلک بالغلبۃ لعدم العصمۃ اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہو کر اُنکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بواسطے عدم عصمت کے ولو ند الیہم دابۃ ملکوہا لتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافرون کیطرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اُسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہین کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہوا اور مالک کفار کا مانع ہو وان ابق الیہم قن مسلم فاخذوہ قہرا لا خلافا لہما لظہور یدہ علی نفسہ بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی یا غلام با مسلمان بھاگ نکلا سو اُنہون نے اُسکو زبردستی پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا ہم جب تک غلام دار الاسلام مین تھا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق ہونے کے تصرف تا مولیٰ اُسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے ہونے کا تصرف اُسپر سے زائل ہو گیا تو اُسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اُسپر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اُسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اُسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اُسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جائیگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لینگے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک نہونگے بخلاف ما اذا ابق الیہم بعد ارتدادہ فانہم ملکوہ اتفاقا بخلاف اُسکے جبکہ غلام اُنکی طرف بھاگ جاویگا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اُسکو پکڑین تو بالاتفاق مالک ہونگے **ولو ابق ومعہ فرس ومتاع فاشتری رجل ذلک کلہ منہم اخذ المالک العبد مجانا** لما مر انہم لا یملکونہ **واخذ غیرہ بالثمن** لانہم ملکوہ اور اگر غلام دار الحرب مین بھاگ گیا اور اُسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب اُنسے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمی لانہ یجری علیہ الصغار شراہ مستامن ہہنا وادخلہ دارہم اقامۃ لقیام ید ابن الدارین مقام الاعتاق کما لو ثبتوا علیہ وادخلوہ دارہم وابق منہم الینا اور آزاد ہوگا وہ

غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی • غلام آزاد ہوگا جسکو کافر مستامن نے دارالاسلام میں خرید کیا اور دارالحرب میں داخل کیا بسبب قائم
کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اسصورت میں آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دارالاسلام میں یا اسکو دارالحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دارالاسلام میں بھاگ آوے امام
کے نزدیک غلام دارالحرب میں داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوا تا مسلمان کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی
لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استردادہ نہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اسکے حق استرداد کے مانع
سبب سے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں بعد شراہ کے مقام میں یہ عبارت ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم بھی جو نہر الفائق کیطرف رجوع کیا تو طحطاوی کے
موافق پایا بلکہ چنانچہ اسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لہم اسلم ثمہ فجاء الینا او الی دارنا او الی عسکرنا ثمہ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری
یعنی جیسا کہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دارالاسلام میں آیا یا اس لشکر اسلام میں آیا جو دارالحرب
میں اترا ہو یا اسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دارالحرب میں خرید کیا یا حربی نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظہرنا علیہم
ففی ہذہ الصور التسع یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ہذا عتق حکمی درر یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام
مذکور آزاد ہوجائیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو حق ولا اسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر ھم تو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک میں
حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اسطرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور استیلاء کفار
عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر وفی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذ بیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببیانہ مسترق ببنانہ اور شرح زیلعی میں
ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اسکا ہاتھ پکڑکے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اسکے ہاتھ
پکڑنے سے یعنی بمجرد زوال ملک استیلاء جدید سے اسکی ملک ثابت ہوگئی استیلاء جدید سے مراد اسکا ہاتھ پکڑنا ہے دارالحرب میں اللہ تعالے اعلم

باب المستامن

ای لطالب الامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اسکو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا
ہو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ ہے جو غیر کی ملک میں پناہ لیکر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دارالحرب میں اہل حرب سے
امان لیکر جاوے یا کافر حربی دارالاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ لشیء من دم او مال
او فرج منہم اذ المسلمون عند شروطہم داخل ہوا مسلم دارالحرب میں امان لیکر تو اسپر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے متعرض ہونا خون ہو یا مال یا شرمگاہ سے اسواسطے
کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون گرانا یا انکا مال حق لینا یا انکی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج
الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلمان مستامن دارالحرب سے ہماری طرف دارالاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اسکا مالک ہوگا بسبب
حرام بسبب دغابازی کے تو اسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ہم مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد شکنی کی جہت سے ثابت
ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اسکی وطی حلال نہیں اگرچہ اسکو دارالاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس
جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اسکو بھی وطی حلال نہیں بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری
جانتا ہو کہ بائع اسکا مالک ہوا ہے بملک مخلوط اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اسواسطے
کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو
تب اسکو مال مورث کا حلال ہے یعنے اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی

سلہ فی النہر قید بشراہ المستامن لان الحربی لو اشتری العبد المسلم او دخلہ دارہ لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع عندہ من عمل المقتضی وہو حق الاسترداد للمسلم ۱۲

باب المستامن

عن الحموی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا ردہ علیہم وجوبا مصنف نے ذلک میں اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو انکو پھیر دینی
بنا بر وجوب کے تا وقتیکہ وہ دار الحرب میں ہو اور یہی حکم ہے چوری و غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اس
مسلم کے جو دار الحرب میں گرفتار اور مقید ہے تو اسکو انکی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ وہ مستامن نہیں تو وہ
متلصص کی مانند ہے یعنے جو دار الحرب میں چھپکر جا گھسے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جان کا
قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہیں مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں خواہ ملک حقیقی ہو یا حکمی دونون کو شامل ہے
الا اذا وجد امرأتہ المأسورۃ وام ولدہ ومدبرتہ لانہم لم یملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اسوقت حلال ہے جبکہ اُسنے
دار الحرب میں اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار انکے مالک نہیں ہوتے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے انکی مملوک ہو جاتی ہے تو اُسکی وطی بھی حلال
نہیں ولم یطأہن اہل الحرب لو وطئوہن یجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اسوقت حلال ہیں جبکہ اُنسے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اسواسطے کہ اگر انھون
نے اُنسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض او ادانہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم نقض لاحد بشیء لانہ
ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اُسکے بالعکس ہو یعنے مستامن نے حربی کو
مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام میں نکل آئے دار الحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم
نہ کرینگے اسواسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ میں التزام نہیں کیا بلکہ زمانہ آئندہ میں التزام کیا ہے اما ادانت میں تو اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب
میں واقع ہوئی وہان حکومت اسلام جاری نہیں نہ قاضی ہمیں کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہیں اسواسطے کہ اُسنے زمان گذشتہ میں التزام احکام نہیں کیا
بلکہ آئندہ میں کیا ہے اور غصب میں اسواسطے حکم نہیں کہ دار الحرب غلبہ و قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار میں ہو کہ دین سے یہان عام مراد ہے
جو ثمن بیع اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں قرض کو دین نہیں کہتے اسواسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی
حکم ہے ویفتی المسلم برد المغصوب وافتی الکمال برد الدین الیہ دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جائیگا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ
کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جائیگا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانۃ اسواسطے فتوی دیا جائیگا کہ عدم ادائے دین دغابازی ہے یعنے قاضی بجبر حکم نہ کریگا بلکہ
مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے اُن دو حربیون میں جنھون نے وہ کام یعنے
ادانت اور غصب دار الحرب میں کیا پھر دار الاسلام میں داخل ہو کر مستامن ہوئے بنظر اسی دلیل کے جسکو ہمنے بیان کیا ہے یعنے دونون میں قاضی اسلام کچھ حکم نہ کریگا
اسواسطے کہ انھون نے التزام احکام اسلام استقبال میں کیا ہے نہ ماضی میں خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی
الا اذا قامت قرینۃ لکونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کیطرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے
کہا کہ میں مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اُسکی گرفتاری پر چنانچہ اُسکی مشکین بندھی ہونا یا اُسکے گلے
میں طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین قضی بینہما بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی ولا للغصب فلا الملکہ
اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر اور انھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو ان دونون میں ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بسبب واقع
ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب میں تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب میں غاصب کو مال مغصوب کا ملک حاصل ہو جاتا ہے
اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ فی مالہ [illegible] والقود [illegible]
مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن میں سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے

قصاص کے وہاں یعنی دار الحرب میں نہ ہوسکے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں دونوں صورتوں عمد اور خطا میں بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے
یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہیں لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت
دلائی جائیگی والکفارۃ ایضا فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا میں بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی میں بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے
ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثوں کو وفی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطاء او
دو قیدی مسلمان میں سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے میں فقط کفارہ ہے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا میں اور سقوط دیت کی وجہ قتل عمد میں کہ جو بیگی ولا شئ فی العمد
اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لھم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا کفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہیں قتل عمد میں اصلا نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے
اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اسکی عصمت مقومہ نہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا میں کفارہ ہے نہ عمد میں صلاما عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے
والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے نزدیک اور عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا ومن اسلم ثمۃ ولو ورثتہ المسلمون
ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے میں قیدی مسلم کو یا اسکو جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہاں موجود
ہوں دیت واجب نہیں تو فقط قتل خطا میں کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح کہ جو تہاک عصمت
کرے تو اسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامہ نوح

فصل فی استیمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان میں جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لھم
وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم میں یعنی دار الاسلام میں ایک سال تا کافروں کا جاسوس اور ہماری خبر رسانی کو انکا مددگار نہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا
دار الاسلام میں جائز نہیں مگر باسترقاق یا جزیہ تا کافروں کا جاسوس نبنے اور مسلمین کے ضرر میں انکا مددگار نہو مگر کچھ مدت انکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل
نہ آنے دینے میں سد باب تجارت ہے لہذا دونوں مدتوں میں حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت میں جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ ان قبل الامام ان تستتم سنۃ
قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونھا کشھر وشھرین در لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جدا فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کیطرف
سے کہ اگر تو دار الاسلام میں ایک سال رہیگا تو ہم تجھ پر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے
یا دو مہینے کذا فی الدر لیکن لائق یوں ہے کہ اسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہیں بلکہ اگر
امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہو جائیگا جزیہ اسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فھو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام ذلک
شرط لکونہ ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام میں سال بھر
بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال یا دو سال دار الاسلام میں ٹھہریگا قول
امام سے پہلے تو وہ ذمی نہیں اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر میں فتح القدیر
سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول الحول الا اذا شرط اخذھا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہیں پہلے سال کی اقامت میں مگر اس سے
شرط کر لینے میں سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یوں کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھ پر جزیہ دینا لازم آویگا تب تو لینا درست ہے والا نہیں اسواسطے
کہ وہ دوسرے سال میں ذمی ہوا ہے نہ اول سال میں اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہیں اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام
شروع کیے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی ذمی ہوگیا

توقصاص جاری ہوگا اُسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُسکی شراب و سور کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ مسلم اُسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأ اور مسلمان پر
خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور
اُسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لو مات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لہم فیاخذوہ ببینۃ ولو من اہل الذمۃ یقبل ولا یقبل
کتاب ملکہم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اُسکے وارث دار الحرب میں ہیں تو اُسکا مال اُنکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور جب اُسکے وارث مال کو گواہ
لاکر پا دینگے اور اگر اُنکے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لیکر اُنکو مال ملیگا اور حربی ہونگے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول
ولو لتجارة او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لا ینقض ویفادہ منع الذمی ایضا اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کیطرف پھر جانے کا ارادہ
کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائیگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جائیگا کہ عقد ذمہ
بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ہم طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ
یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے لیئے تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزمہ بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس
جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دار الحرب کے جانے سے اگر اُسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح پر کہ خراج اُسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائیگا اُسکے وقت آنیکے
نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جانے میں یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اسپر
خراج لازم آیا تو وہ اُسی سے ذمی ہو گیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دار الحرب میں نہ جانے پاویگا وصار ذمیا لو نکحت المستامنۃ الکتابیۃ تزوج مسلم او ذمی لتبعیتہا وان لم
یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہو گیا یعنی دار الاسلام میں اُسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نہ جانے پاویگی بسبب تابع ہونے اپنے
زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہا نہ بالعکس اُسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اُسکی طلاق دینے کے
امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں جاسکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں فلو نکحہا ہہنا وطالبتہ بالمہر فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیہ اور اگر مستامن
نے ذمیہ سے دار الاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُسکو اُسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ فلو لبث حتی
مضی الحول یعنی صیرورتہ ذمیا علے ما مر من الاذن سو اگر مستامن نے ٹھہر نہ دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُسکا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنا بر اُس روایت کے کہ جو درمختار
سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے یہی درایت
دُرر و سنہ حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دار الحرب
کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائے دین نہ کریگا تو ذمی ہو جائیگا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہم حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں
کیطرف اگرچہ دوسرے دار الحرب میں گیا ہو تو اُسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُسکی امان کے تو وہ حربی ہو گیا
فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر وا علیہم یعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وسلمہ وما غصب منہ واجر عین
اجرہا لسبق یدہ پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون صلح
ہونے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُسکا دین اور بیع سلم کا راس المال
اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ عین اُس چیز کا جسکو اُسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات ید
بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل و اسکے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اور مسلمین کے ید سے اسبق ہے تو اُسی کو مخصوص ہوگا لہذا دین
وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیئا اور مال اُسکا چنانچہ اُسکی امانت

اور جو مال کہ اسکے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اسکے گھر میں ہے دار الاسلام کے اندر غنیمت ہو جاویگا یعنے اسواسطے کہ مال غازیوں کے قبضے میں ہے اور لڑکے کا مانند زوجہ کا
قائم مقام صاحب اسکے ہے تو امانت وغیرہ غنیمت ہو جاتی ہے اسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن ورجح فی النہر انہ للمرتہن بدینہ اور اختلاف روایت ہے اسکے رہن میں اور
نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کیواسطے ہے بعوض اسکے دین کے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک رہن بیچا جاوے اور اس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو
زیادہ ہو وہ ادین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی فی السراج لو بعث من یاخذ الودیعۃ والقرض
یجب التسلیم الیہ انتہی اور سراج میں ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بھیجا تو اسکو امانت اور قرض کا سپرد
کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنے اسواسطے کہ اسکا مال غنیمت نہیں ہوتا مگر اسکی گرفتاری یا قتل سے سو منہوز حاصل نہیں فعلیہ فیہ فی منہ و بینہ بنا ولو صارت ودیعتہ
فیاً اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جائیگا اسکے مال سے دین اسکا جو اسنے دار الاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگرچہ اسکی ودیعت غنیمت
ہو گئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب فان قتل او مات فقط بلا غلبۃ علیہم فدینہ وقرضہ ووديعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومۃ فکذا
مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب فمالہ لہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مر گیا بدون غالب ہونے مسلمین کے
دار الحرب پر تو اسکا دین اور قرض اور امانت اسکے وارثوں کیواسطے ہے اسواسطے کہ ذات اسکی مغنوم نہیں ہوئی تو اسیطرح اسکا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار
ہوا پھر بھاگ گیا تو اسکا مال اسیکے واسطے ہے کیونکہ اسکی گرفتاری اسکے بھاگ جانے سے باطل ہو گئی ہم خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو
اسکا دین ساقط ہے اور اسکی امانت غنیمت ہے ۱۔ دار الحرب پر غالب آنے اور اسکے گرفتار کرنے سے ۲ دار الحرب پر غالب آنے اور اسکے قتل کرنے سے ۳ بدون غلبہ بر
دار الحرب کے گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اسکا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہے تو آپ نہیں تو اسکے وارث لینگے ۱۔ اسکے گرفتار ہونے سے پھر
بھاگ جانے سے ۲۔ اسکے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اسکے مرجانے سے کذا فی المنح حربی ہنا لہ ثمہ عرس واولاد وودیعۃ مع معصوم وغیرہ فاسلم ہنا او صار
ذمیا ثم ظہرنا علیہم فکلہ فیٔ لعدم الید والولایۃ ولو سبی طفلہ الینا فہو مسلم ایک حربی یہاں دار الاسلام میں ہے جسکی وہاں دار الحرب میں جورو اور اولاد
اور امانت ہے کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہو گیا یا ذمی ہو گیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب آئے تو اسکی زوجہ اور
اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہ ہونے اسکے قبضہ اور ولایت کے اور اگر اسکا طفل دار الاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے ہم طفل مسلمان ٹھہرا اپنے آقا
کی تبعیت سے اسواسطے کہ وہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہوئے بخلاف ان اطفال کے جو دار الحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے
وان اسلم ثمہ فجاء ہنا فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دار الاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اسکا طفل
صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دار الحرب میں واقع تھے کذا فی المنح وودیعتہ مع معصوم
لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اسکی شخص معصوم کے ساتھ اسی کیواسطے ہے اسواسطے کہ قبضہ مانند معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے
وغیرہ فیٔ وعینا غصبہا مسلم لعدم النیابۃ فتح اور سوا امانت کے اور مال اسکا غنیمت ہے اگرچہ اسکی کسی چیز کو مسلم نے اس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت
کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو لہا امام حق اخذ دیۃ مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کیواسطے اس
مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہے جسکا کوئی ولی وارث نہیں ہے مگر ہم مقصود یہ ہے کہ اسکا خون بہا لیکر بیت المال میں رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ جنایات میں مذکور ہوگا ودیۃ مستامن اسلم ہنا من عاقلۃ قاتلہ خطا القتل نفسا معصوما اور امام کو اس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے
جو یہاں دار الاسلام میں مسلمان ہوا اور اسکے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنے مستامن کا ولی دار الحرب
میں کالعدم ہے لہذا امام اسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اسکا ولی ہے جسکا کوئی ولی نہیں فی العمد القتل قصاصا او الدیۃ صلحا لا العفو نظر الحق العامۃ ورائ

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل میں امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنابر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال میں داخل ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کر دینے میں انکی حق تلفی ہے حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذا لیخرج فیقتل لان من دخلہ فھو امن بالنص ویجیٔ فی الجنایات حربی یا مرتد یا جس پر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہوگا بلکہ اُسکا کھانا روکا جاے یعنی اُسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہوکر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہوگیا بموجب نص قرآنی کے یعنی (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آویگا لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجرا احکام اہل الشرک وباتصالھا بدار الحرب وبان لا یبقی فیھا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے اور اُسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ ۔ اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی شہر نہ واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی سبب سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر بلاد اسلام سے غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر شہر پر غالب ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں وہ دار الحرب ہوگا امام اعظم کے نزدیک بشرائط مذکورۂ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حدود و قصاص نہ جاری ہوگا اور مسلم کو اہل حرب کی جان و مال کا شعور ہونا حلال ہے سوا حلت فروج کے اور احکام مذکورہ متعلق ہیں تو پھر جب دار الحرب دار الاسلام ہوجاویگا ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیھا کجمعۃ وعید وان بقی فیھا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام ورد بذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح وکانہ ترکہ لعجبہ ووضوح یا قیمہ اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اُسمیں جیسا جمعہ اور عید اگرچہ اُسمیں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اُسکو شرح میں ترک کر دیا بسبب اپنے بعض مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حرم کا حرم میں کتاب الجنایات میں آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا آپکا واضح کہنا نہیں ٹھیک ہے شرح ملتقی میں شرح نیلا سے منقول ہے کہ قاری الہدایہ سے سوال ہوا دریا شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام ہے یا دار الحرب جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کیونکہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریا شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری الہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر ملح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری الہدایہ نے مذکور کیا وہ اُسکی بحث ہے تو نص مقدم ہے اُسپر انتہی اور استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک کہ سب اُسمیں باطل نہ ہو جائیں جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور سرخسی نے اپنی مبسوط میں اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاویگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ میں ہیں بالیقین وہ بلاد اسلام میں ہیں نہ بلاد حرب سو واسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اسواسطے کہ کفار نے اُسمیں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں اور جس شہر میں اُنکی طرف سے حاکم مسلمان ہی تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا بعذر عہد ہی یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ پھر مسلمان کو حاکم کریں کذا فی الفصول العمادیۃ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہی عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام مین هم جب مصنف نے اُسکو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہی تو اُسکے بعد وظائف مالیہ ذکر کیا یا جو ذمی کو ہونے کے بعد
لازم آتی ہی یعنے ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور چونکہ خراج ارض و خراج راس کی تفریعات مین کثرت تھی لہذا اُنکو دو باب مین مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے
کہ اُسی مین گفتگو ہی پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اُسمین عبادت کا مضمون ہی بخلاف خراج
کے کہ وہ عقوبت ہی عشر بضم عین لغت مین عبارت ہی واحد من العشرۃ یعنے دسوان حصہ و خراج بالفتح وہ ہی جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ
ارض و راس سے لے وہ مسمی بخراج ہی پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام سہل ہی کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام
پر واجب ہی کہ جب اُسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اُسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اُسکی گردن پر ہی اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُسکو حلال
جانکر لیوے وہ کافر ہی اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہین اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہین یعنے ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہین اور اہل
استحقاق کو محروم کرکے اُسکو بیہودہ اپنے عیش و آرام مین صرف کرتے ہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ارض العرب ہی ما بین حد الشام الکوفۃ الی اقصے الیمن و ما اسلم
اہلہ طوعا او فتح عنوۃ و قسم بین جیشنا و البصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ** رض **عشریۃ** لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے انتہاے یمن تک ہی اور جس ملک
کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہو گئے یا جو ملک بزور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُسکی زمین لشکر اسلام مین تقسیم ہو گئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہی اسواسطے کہ دسوان
حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہی م کرخی نے کہا عرب عبارت ہی زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنے جنگل سے اور غیر کرخی نے کہا لیکن تہامہ مین داخل تہامہ
بلفظ اول وہ زمین ہی جو نجد سے نیچی ہی اور نجد اونچی زمین کا نام ہی اور حجاز اُس زمین کا نام ہی جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہی عرب کو جزیرہ یعنے ٹاپو اسواسطے کہتے ہین کہ بحر حبش
اور بحر فارس اور فرات اُسکو محیط ہی اور عرب کی حد طول مین عدن سے عراق تک اور عرض مین جدہ سے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام
اور خلفاء راشدین سے منقول نہین کہ وہان سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقبیت جائز نہین ایسے ہی انکے ملک سے خراج درست نہین **کذا البستان مسلم و کرمہ کان دارہ**
و درو مرقی باب اذا اشترے ذمی من مسلم هنا احرزناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح مسلمان کا باغ اور انگور اُسکا جہان اُسکا گھر تھا عشری ہی کذا فی الدرر اور باب العاشر مین اُسکا
بیان یہان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہمنے اسکو تحریر کیا ہی شرح ملتقی مین هم شرح ملتقی مین معراج سے یون مذکور ہی کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہی تو اُسمین خراج ہی مطلقا اور
اگر مسلمان کا ہی سو اگر اُسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اُسمین خراج ہی اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہی اور اگر مسلم یا ذمی نے اُسکو کبھی خراج کے پانی سے سینچا اور کبھی
عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہی اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا **و سواد قرے العراق و حدہ من العذیب** بالضم ففتح قریۃ من قری الکوفۃ **الی عقبۃ حلوان**
بن عمران بالضم فسکون قریۃ بین بغداد و ہمدان **عرضا** اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہی عقبہ حلوان بن عمران تک عرض مین
عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گانون کا نام ہی قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا و سکون لام ایک گانون ہی بغداد اور ہمدان کے درمیان هم
نہایہ مین ہی سواد عراق سے قریات عراق مراد ہین اُنکو سواد کہا بسبب اُنکے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہین اسواسطے کہ
سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہی تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہی اور اضافت بیانی ہی اور عراق سے مراد عراق عرب ہی جسمین کوفہ اور
بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہین اور شرنبلالیہ وغیرہ مین کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہی قریب کوفہ کے اور شاید کہ اُس چشمے
کے کنارے پر گانون آباد ہو اسلیے بعذیب تو دونون قولون مین اختلاف نرہا **و من العلث** بالفتح فسکون فمثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ و ما
قیل من الثعلبیۃ بالفتح فسکون غلط مصنف **عن المغرب الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر بشط البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ
مصنف **طولا** اور حد عراق کی علث سے ہی عبادان تک طول مین علث بالفتح عین مہملہ و سکون لام پھر ثا سے مثلثہ قریہ ہی دجلہ کے مشرق

کی جانب سادات علویہ پر موقوف ہی اور وہ جو بعضون نے یعنے شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہی کہ طول عراق کا تعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی سے ہی مصنف نے معرب
سے اپنی شرح مین نقل کیا کہ غلط ہی عبادان بتشدید ثانی فاتحہ صغیرہ ہی دریاے شور کے کنارے پر مثل مین وارد ہی عبادان کے پرے کوئی قریہ نہین یعنے بلکہ دریا ہی کذا فی المستصفی
طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغۂ تثنیہ شہر ہی دریاے فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا
ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہی اور عرض اسکا دس دن کی راہ ہی کذا فی السراج م بحر الرائق مین شرح ذخیرہ سے منقول ہی کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہی اور
عراق اسّی فرسنگ کا اور مساحت اسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہی کذا فی النہر ما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سوا اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخر او فتح صلحا خراجیۃ
لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ لشکر اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سواے مکۂ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اُس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اُس ملک
کیطرف اور کفار لاکر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہی اسواسطے کہ خراج کافر کے مناسب ہی م سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابۂ کرام کے سامنے
خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر مین مشہور ہی نقل روایت کی اسمین حاجت نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ مین خراج مقرر ہوا خراج کافر کے واسطے اسواسطے مناسب ہوا کہ
وہ متضمن عقوبت ہی اور اسمین تغلیظ ہی واللہ اخراج جبر لیا جاتا ہی اگرچہ کافر نے اسمین زراعت نکی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہی بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق تھی بدون
زراعت کے تقاضا عشر کا نہین ہی ہر چند مکۂ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہی نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نہ لیا اور نیز
وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا بداہہ وعند الائمۃ الثلاثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق
کی زمین مملوک ہی وہان کے لوگونکی انکو بیع کرنا اور اسمین تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہی کذا فی الہدایۃ اور باقی تینون اماموں کے
نزدیک وہ زمین مسلمانون پر وقف ہی تو وہان کے لوگون کی بیع اُنکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہی جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہانکے لوگ وہین قائم
رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور اُنکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ انکو جائز ہی اور ارث اسمین جاری ہی یہانتک کہ کوئی
شخص اُنمین سے باقی نرہے تب اُسکی ملکیت بیت المال کیطرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے
مالک ہین اُنکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہی اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر ویجب الخراج فی ارض الوقف الا المشتراۃ من بیت المال
اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج شرنبلالیہ عن البحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہی وقف کی زمین مین مگر اُس وقفی زمین مین
خراج نہین جو بیت المال سے خریدی ہوئی جبکہ اُسکو وقف کیا اُسکے مشتری نے تو نہ اسمین عشر ہی نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسیطرح اسمین عشر اور
خراج نہین اگر مشتری نے اسکو وقف نکیا چنانچہ مین نے اسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہی ھ بیت المال کی اراضی بیچنا سلطان کو جائز نہین مگر اس شرط سے
کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر وم
فی الزکوۃ اور خراج واجب ہی وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہی اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور مسئلہ کتاب الزکوۃ مین مذکور
ہوچکا وقالوا ارض الشام والمصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہو کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین ھم ہدایہ مین ہی کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جبکہ اُسکو
عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری
انہا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال
لشئ منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر اور غیب فی العقار لضعف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت
وبسطہ فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی مبیع مسائل اور فتح القدیر مین ہی کہ جواب حاصل ہوتا ہی مصر کی اراضی سے وہ اجرت
ہی نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اسکی بسبب مرجانے اُسکے

مالکوں کے ہے انکے مرنے بلاوارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور بموجب اسکے تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی مین کو
اُسمین سے اسواسطے کہ امام و سلطان بیت المال کے مملوک مین یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اُسکی بیع اور شرا جائز نہین مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحرالرائق مین بنا زیادہ کہا ہے یا
زمین کی خرید مین غبن زیادہ ہوگئی ہو اُسکی دونی قیمت ہوجانے سے تو اُسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے مین کہتا ہون باب الوصی مین آویگا اراضی صغیر کی
بیع کا جائز ہونا سات صورتون مین ہم بیت المال کا وکیل وہ ہے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی مین کہا کہ عشری و خراجی کے سوا یہان ایک
تیسری قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہین یعنے زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مر گئے بلاوارث اور اُسکی ملک بیت المال کیطرف راجع ہوئی یا
جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک ہوئی تا قیامت باقی رکھا گیا (وسیلہ سلطنت ۱۲) اور اہل اراضی کا حکم تاتارخانیہ مین یون مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنیوالون کو
دے وہ طریق پر یا مزارعین کو مالکون کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے مین یا زمین اُنکو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُنسے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق مین پھر اگر نقد
مقرر ہے تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق مین یعنی فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہیٰ ما فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا
بعض خارج سے جائز نہین کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب جہالت کے اُسکا جواب ہے جو مذکور ہوچکا کہ حاصلات امام کے حق مین خراج ہے اور مزارعین کے حق مین اجرت بضرورت عدم صحت
خراج حقیقۃً و حکماً کیونکہ اراضی مذکورہ دو طرح مزارعین کو دی گئی اُس اراضی مین اُنکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہین ہے ورثہ اُسمین جاری نہین کئے انتہیٰ فی الطحطاوی ملخصاً و افتی
مفتی دمشق فضل اللہ الرحمی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا مالت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہیٰ اور یہ فتویٰ دیا مفتی دمشق فضل اللہ رحمی
نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہوجانے انکے مالکون کے تو وہ بیت المال کیطرف راجع ہوئین سو وہ کاشتکارون کے ہاتھ مین عاریت کے مانند ہین انتہیٰ وفی النہر
عن الواقعات لو اراد السلطان شراءہا لنفسہ یامر غیرہ ببیعہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہیٰ اور نہر الفائق مین واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی
زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اُسکے بیچڈالنے کا پھر اُسکو اُسکے مشتری سے خرید کرلے اپنے واسطے انتہیٰ ہم طحطاوی
نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کے کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہین مگر یہ کہ اُسکو اُس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدید پیش آئے
آئے و اذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ و بہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال ان شروط الواقفین صحیحۃ و انہ لاخراج علی اراضیہا انتہیٰ اگر
حال معلوم نہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنے بوقت شرا مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہان صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہوگئی صحت
وقف اُس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہین اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہین ہم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئین تو اُنکے
بموجب عمل کرنا واجب ہے گا اور یہ جو وہم نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے و موات احیاہ ذمی باذن الامام او منحہ لہ کما مر خراجی
اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اُسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہوچکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیٔ یعطی حکمہ
اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شئے کے قریب ہوتا ہے اسکو اُسی کا حکم دیا جاتا ہے ہم اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی
خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان مین صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اُسکی ملک مین
نہو یعنے اُسکو بسبب قرب کے وہان مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح وکل منہا ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا اذا کان
کافر لسقی بماء العشر اذ الکافر لا یبتدأ بالعشر اور دونون قسمین یعنے زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جائے تو اُس سے
عشر لیا جائیگا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اُس سے خراج ہی لیا جاویگا نہ عشر اسواسطے کہ کافر سے عشر لینے مین ابتدا نہین
کی جاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جائے خراج کے پانی سے تو اُس سے خراج
لیا جائیگا اسواسطے کہ افزونی ملکیت کی پانی سے ہوتی ہے ہم علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنے افتادہ زمین مین جاری

ہے

ہوا الا تقسیم اراضی کی باعتبار اُسکی ذات کے عشری اور خراجی کیطرف ہو چکی قطع نظر اہل سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی موصوف نہین کر سکتے اور مصنف نے جو اول مخالف کیا قول سابق کے یعنی اول تر کو معتبر کیا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ دوسری بار پھر پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمد کے کذا فی الطحاوی عن الحموی و نوعا الخراج

نوعان خراج مقاسمة ان كان الواجب بعض الخارج كالخمس ونحوه وخراج وظيفة ان كان الواجب شيئا في الذمة متعلق بالتمكن من الانتفاع بالارض اور

وہ یعنی خراج دو قسم ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اسکے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ذمہ پر جو متعلق ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے ہم اہل ہند خراج کو محصول اور لگان کہتے ہین اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمع لیتے ہین خراج مقاسمہ خارج یعنی ملکیت کی پیداوار سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہان تک کہ اگر زراعت کھیت نہ ہو ویگا اُسپر کچھ دینا واجب نہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہو لیکن مصرف اُسکا خراج ہے کذا فی شرح الملتقى كما وضع عمر رضي الله عنه على السواد لكل جريب هو ستون ذراعا في ستين بذراع كسرى سبع قبضات وقيل المعتبر في كل بلدة عرفهم عرف مصر تقديره بالفدان فتح وعلى الاول والمعول يعني جیسا کہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور ساٹھ گز عرض کسریٰ کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور بعضون نے کہا جریب مین ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قائل صاحب کافی حافظ الدین رحمہ صاحب محیط ہے اور قول اول سواسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو تو خراج مین بھی لازم آتا ہے اتحاد خراج کا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان مین مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھہ ساٹھ گز قطعی طول مین اور اسیقدر عرض مین ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسریٰ کے گز سے يبلغه الماء صاعا من بر او شعير ودرهما عطف على الصاع من اجود النقود زيلعي فاروق اعظم نے ہر ایک جریب مین جہان پانی پہونچتا ہے ایک صاع گیہون یا جو اور ایک درم نہایت کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے ہم پانی پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنؤ کے سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق مین کہا جو اناج کھیت مین بویا جاوے اُس سے ایک صاع لیا جاویگا گیہون یا جو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے کذا فی النہر درم سے وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہون تو ایک درم تین ماشہ اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ مین فی بیگھہ تخمیناً تین سیر پختہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا ولجريب الرطبة خمسة دراهم اور رطبہ کی ہر جریب مین پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق مین ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہین اور غایہ مین ہے کہ رطبہ قصب کا نام ہے جب تک کہ وہ تر ہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اختصار کیا اور مغرب مین ہے رطبہ بفتح را و قصب طلب ہے جمع اُسکی رطاب اور کتاب العشر مین ہے کہ بقول غیر رطاب ہین بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اسطرح ہوا اور کتب لغت مین قول اول ہی کو رد ہے انتہی کلام النہر رطبہ اور قصب کو فارسی مین سپست کہتے ہین وہ نبات ہے پیل کے مانند گھوڑے اُسکو کھاتے ہین اور ظاہر التفسیر کتاب العشر کی فقہ مین زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم ولجريب الكرم والنخل متصلة قيد فيهما ضعفها اور ہر جریب انگور اور نخلستان مین جنکے درخت باہم متصل ہون اُسکا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درم جسکے تخمیناً تین روپے ہوتے ہین شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونون مین قید ہے ہم جس زمین کے گرد احاطہ ہوا اور اُسمین ایسے گھنے درخت انگور کے ہون جسکے نیچے زراعت نہو سکے اُسکو زبان عرب مین کرم بولتے ہین کذا فی النہر ولما سواه مما ليس فيه توظيف عمر كزعفران وبستان هو كل ارض يحوطها حائط وفيها اشجار متفرقة ويمكن الزرع تحتها فلو ملتفة اي متصلة لا يمكن زراعة ارضها فهو كرم طاقته اور ما سوا اقسام ثلثہ مذکورہ کے جسمین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توظیف اور تعیین نہین جیسا کہ زعفران اور بوستان بقدر اُسکی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہ بوستان اُس زمین کا نام ہے جسکے گرد احاطہ ہوا اور اُسمین متفرق درخت ہون اور زراعت اُسکے نیچے ممکن ہو اور اگر اُسکے درخت پیچان ہون یعنی ایسے متصل ہون جسکی زمین کی زراعت ممکن نہو وہ کرم ہے ونهاية الطاقة نصف الخارج لان التنصيف عين الانصاف فلا يزاد عليه في خراج المقاسمة ولا الموظف على مقدار ما وظفه عمر رضي الله تعالى عنه وان طاقت على الصحيح اور نہایت طاقت نصف خارج ہے اسواسطے کہ تنصیف یعنے آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جاسے بٹائی کے محصول مین اور نہ جمعی

ابتدا سے معلوم نہو کہ برابر تھا یا کم بیشی تو بطور سابق چھوڑ اجاریگا ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء واصاب الزرع افات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد اولا
او ذاہب من سنتہ بالتمکین الزرع پیدا کیا اور محصول نہین اُس کاشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہونچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا
یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اُسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہے جسمین دوسری بار زراعت ہو سکے
فتح القدیر مین کہا فتویٰ اسپر ہے کہ اگر ان آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع نہ کر سکے
فتاوی خیریہ مین کہا کہ ٹڈی نے کھیتی کو بھی غرق وحرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اُسکا دفعیہ کرنا نہین ہو سکتا اور شک نہین کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر
اور چڑیا بھی اسیطرح ہیں کہ ان کا دفع نہین لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندے جانور اور انکی مثل مین سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہین خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر مین
زراعت کے مانند رطبہ اور کرم اور مانند انکے مین اور یہی قول لینے سقوط خراج بآفات مذکورہ انصاف سے قریب ہے اور ظاہر ہے اور تمرتاشی اور فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ کردری سے
منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیرواں وغیرہ کا یہ دستور تھا کہ جب اُسکی زراعت کو کسی وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اُسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانہ سے دیتے تھے اور
کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم انکے نقصان مین کیونکر شریک نہون تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت مین سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق میں کہا کہ اگر بادشاہ
مزارع کو کچھ نہ دے تو لا اقل کہ اسپر سے خراج کو ساقط کرے اما اذا کانت الافۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہا کالانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلک الخارج
بعد الحصاد فلا یسقط وقبلہ یسقط اور جب آفت آسمانی نہو اور اُس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور انکے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے
جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُسوقت
ساقط نہوگا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی مین داخل
کرنا مسلم نہین بلکہ ایسی آفت آسمانی ہونے مین تردد کرنا لائق نہین اسواسطے کہ اُس سے احتراز ممکن نہین او ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیئ اخذ منہ مقدار ما بیناہ
مصنف سراج وہامہ فے الشرنبلالیہ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل پڑے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اسقدر
جسکو ہمنے بیان کیا کذا ذکر المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحر الرق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے منقول
ہے کہ اگر خارج ہلاک ہو تو محرر نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے
کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشایخ نے کہا اسمین صواب یہ ہے کہ اول اسکو دیکھنا چاہیے کہ زارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیے
تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو پورا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکو ہمنے بیان کیا یعنی نصف قال وکذا حکم الاجارۃ فے الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا
اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت لیجاتی ہے بخلاف
خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج
یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اُسکے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے ذمی سے
زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اسنے زراعت نہ کی تو تقصیر
اُسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اُسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُسکی زمین کسی
شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے
مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا اختلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے
وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداءً خراج نہین بلکہ بقاءً ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور

اسکا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج مقاسمۃ لا یجب شیئ سراج اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے
روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اسکی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدایش کے لازم نہیں
وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج فما یفعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع ویسمی ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ
لعمرہا ویزرع الاراضی حرام بلا شبہۃ نہر اور تجکو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کہ کاشتکار
سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بووے اور یہ مسمے بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی مین
زراعت کرے سو حرام ہے بلا شبہہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر حیث قال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیئ علی من
لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولا جبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ مین ہے
بحر الرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یون کہا ہے اور مقدم ہم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہین بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اسپر واجب نہین جسنے اسمین
زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہین یعنے در صورت مستاجری لو تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اسپر جبر نہین اسکے سبب سے تو جو حکام ظالمین اسکو
ضرر پہونچاتے ہین وہ حرام ہے خصوصا جبکہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم
ولا یفتی بہ کیلا یتجری الظلمۃ علما نے کہا کہ اگر مزارع بووے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بووے تو اسپر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس
مسئلہ کو دریافت کیجیے اسکا فتوی نہ دیجیے تا کہ حکام ظالمین لوگون کے اموال پر جرات کرین یعنے اگر حاکم ظالم اسکا فتوی پائیگا تو اسکو مال لینے کا حیلہ ملیگا کہ تمنے مثلا زعفران
چھوڑ کر باجرا بویا اور اس سے زعفران کا محصول ناحق لیگا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یتمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج
والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جسمین مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہین
تو بائع پر کذا فی العنایۃ ہم فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت مین تین مہینے پر فتوے ہے ولا یؤخذ العشر من الخارج
من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جاوے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اسواسطے کہ امام اعظم رضہ کے
نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہین ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا والا
بان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہین لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال مین اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہو
اسطرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جائیگا اسلیے کہ متعلق ہے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ یعنے تو جو بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر
بٹائی کا خراج عشر کے مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کے مکرر ہونے سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی
وحل لو مصرفا والا تصدق بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اسکے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار
کو یا اسکو بخشدیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو
مثلا غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی مین ہے غیر مصرف
کی بھی حلت کی ترجیح مین قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف
الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ معزیا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہین باتفاق صاحبین کے
اور مالک اسکو آپ نکالے فقیرون کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے مین ہے بزازیہ کی طرف نسبت
کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا ہم درر المنتقی مین کہا بزازیہ مین ہے زمین عشری کے مالک کو عشر کا چھوڑنا جائز ہے

بالفقہ لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر بعضے حنفیہ نے یہی
لکہا ہے صرف حنفیہ نہیں بلکہ اسی طرح اگر عشر مقاتلین کو امام نے تو جائز ہے اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ
یہ روایت رافع اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہو تو اُسکو غیر مستحق مقاتل اور تجارتی نہیں لا رہا ہے بنا دیہین جو جواز کا قول ہی تو مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالی اعلم

کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الشافی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ لبیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ
ولا ہبتہ ولا وقفہ نعم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر وبہذا الفائق ہین ہو کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جو اور ترک خراج یا اسکے ہبہ کرنے سے مقصد
خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہو بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہو کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہو اور تحصیل زمین کا
معافیدار کیواسطے ہو اور اس وقت مین تو صحیح نہین معافیدار کی بیع اور نہ اسکا ہبہ اور نہ اسکا وقف ہان اسکو جائز ہو اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر
اقطاعات کو بعضے عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اسکو جاگیر اور صلہ بولتے ہین اور صورت اسکی یہ ہو کہ بادشاہ قطعۂ ارض خراجیہ کو بعضے لوگون کو عطا
کرے کہ وہ اس سے فایدہ پاوین تو یہ جائز ہو بشرطیکہ جسکو بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اُسکو معافیدار و ائمہ دار و ملکی
کہتے ہین اراضی معافیکا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہین کہ معافیدار انکی مملوک نہین اسکو فقط خراج مین اختیار ہو نہ رقبۂ ارض مین یعنی من الحوادث لو اقطعہا

السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان ہل ینتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان
آخر بل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہو کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اسکو
اور اسکی اولاد کو اور اسکی نسل اور ذریت اور پسماندہ کو اس شرط پر کہ اسکی اولاد سے جو مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو پہونچے پہر معاف کرنے والا سلطان مر گیا
اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے مین منتقل ہو گیا وہ معافی اسکی اولاد کیواسطے ہو گی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو مین نے فقہا کے کلام مین
نہین دیکہا اور مقتضی انکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہو تعلیق کرنیوالے کی موت سے سو اسکو غور کر ہم تعلیق سے یہ قول مراد ہو کہ جو انمین سے مرے اسکا حصہ اسکے بھائی کو
منتقل ہو اور تعلیق کرنیوالے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہو کہ وہ اراضی اسکی اولاد کیواسطے ہو اسواسطے کہ اسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہو
بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہ لہا اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ
زمین مذکور کا مالک ہوا پہر اُسنے ایک شخص کو معاف کر دی تو اسکو وقف کرنا اس زمین کا جائز ہو ہم زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہو کہ اس شخص نے زمین
مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور تملیک سلطان سے یہ مراد ہو کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا
مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوے والارصاد من السلطان لیس بایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہین ہی
البتۃ انتہی ما فی النہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس عبارت ہو کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہین انکے واسطے بیت المال سے بقدر انکے حصے یا بعض حصے کے
جدا کر دینا سو یہ جائز ہو اسکا نقض بالاتفاق جائز نہین ہو یہ حکم وزرا مصر علما اور قرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور حوض اور امام اور خطیبوں کی واسطے
ارصاد مقرر ہوا اسکا نقض ہرگز جائز نہیں اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہو اور ہرگز مصلحت نہین اس حق مستحقین
بیت المال کے قطع کرنے مین اور ابن عبد السلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہو انتہی اور شیخ قاسم حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد مین
کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفسار ہوا سو انہوں نے اسکے جواز کا فتوی دیا اور
مذاہب اربعہ کے علما انکے ساتھ متفق ہوے اور ابن عصرون اور انکے موافقین نے یہ ارادہ نہین کیا کہ یہ وقف حقیقی ہو اسواسطے کہ وقف کرنا

غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اسکا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال انکے مستحقین کے واسطے
علیحدہ ہو گیا تا انکو بسہولت پہونچ جایا کرے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق انسے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فی الاشباہ
تقبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ واقرہ للامام ابن نجیم بہ متی شار اور اشباہ میں قبل گفتگو دیکھے ہے علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار
کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کر دے یعنے اراضی کو ضبط کر لے ہم وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار منافع اراضی کا
مالک ہے تو وہ مستاجر کے مانند ہے جو مستاجر کیا اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام
اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان
اسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں ہے اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کر لینے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو
لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا سکے موافق خراج لے
یہانتک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنے خراج بمقدار غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں
تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے
اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اسکا پانچ بار میں محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جب عشر اور خراج ہوا اور وہ مر جائے
تو اسکے متروکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادائے
خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادائے عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ
حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کیواسطے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی الجزیۃ یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ واللحی وہی نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے
اسواسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنے جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا ہے اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی چنانچہ لحیہ کی
جمع لحی ہے اور وہ یعنے جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری الموضوع من الجزیۃ بصلح لا یقدر ولا یغیر الا عن عذر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اسمیں
تقدیر اور تغییر نہیں عہد شکنی سے بچنے کیواسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اسمیں تقدیر نہیں یعنی تقدیر
نہیں شرع الا ادہ تو صلحاً مقدار رہتا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع
ویکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاوے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر انکو قائم رکھنے کے بعد
ہر محتاج کمانے والے پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہو کسیوجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست ہنا اسکا اکثر سال میں وجوب جزیہ کیواسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ
بارہ درہم شرعی معین کیے ہیں ہر مہینے میں ایک درہم یعنی تخمینا پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان ہم متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اسیر
اسکا دونا مقرر کیا جاتا ہے یعنے ہر مہینے میں دو درہم سال میں چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا للبیان لوجوبہا باول الحول بنایۃ اور غنی کثیر المال پر اسکا
دونا ہر مہینے میں چار درہم اور مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال میں ہوتا ہے کذا فی البنایہ ہم
اصل جو باابتدا سال میں ہے اور وجوب آخر سال میں ومن ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک
ما دون المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال علیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیۃ اور جو دس ہزار درہم
یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درہم سے کمتر کا مالک ہے یا کسی چیز کا مالک نہیں وہ فقیر و محتاج ہے قول اہم

کرنیکا اور یہ احسن الاقوال ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی البحر اور ابوجعفر الطحاوی نے عرف کو معتبر کہا ہو اور یہی قول صحیح ہو کذا فی التاتارخانیہ یعنے ہر شہر کا عرف معتبر ہو جسکو
اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہو فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور اختیاریہ میں اسکو مختار کہا کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح
لانہ وقت وجوب الاداء ظہیریہ اور موجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہو کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہو کذا فی النہر

وتوضع علی کتابی یدخل فی الیہود السامرۃ لانہم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمن اما الصابئۃ ففی الخانیۃ توضع علیہم عندہ خلافا
لہما اور مقرر کیا جاوے جزیہ اہل کتاب پر یہودیون مین قوم سامرہ داخل ہو اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتے ہین اور نصاری مین فرنگی اور ارمنی
داخل ہین اور خانیہ مین ہو کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوے نہ صاحبین کے نزدیک ہم کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اسپر جزیہ ہو اور صابئی امام کے
نزدیک منجملہ نصاری ہین اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہین حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہو کہ صابئی منجملہ عرب ہین اسواسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے
تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ مین انپر اختلاف نہ تہا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہو کتابی ہو یا مشرک **ومجوسی** ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ
والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست ہیں اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیون پر ہجر بفتحتین بحرین
مین ایک شہر کا نام ہو اور وہ عرب میں ہو **ووثنی عجمی** لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اسکے استرقاق اور مملوکیت کے
تو اسپر جزیہ بھی جائز ہوا اور عجمی خلاف عربی ہو وثن وہ ہو جو دیوار میں منقوش ہو اور اسکا جثہ نہو اور صنم اسکا نام ہو جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہو
جسکا نقش ہو نہ صورت کذا فی المنح بحرالرائق مین کہا وثن وہ ہو جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی مین ہو کہ وثن وہ ہو
جسکی صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہو کذا فی الطحطاوی **لا علی وثنی عربی** لان المعجزۃ فی حقہم اظہر اور جزیہ نہ مقرر کیا جاوے عربی
بت پرست پر اسواسطے کہ معجزہ اسکے حق میں ظاہر تر ہو تو وہ معذور نہوا اور حق عرب مین معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مین پیدا ہوئے اور
قرآن مجید انہیں کی زبان میں اترا تو وہ اسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہیں تو کفر انکا سخت ہوا لہذا انپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ انسے مقبول نہیں یا اسلام
لاوین یا مقتول ہوں اور ہر چند اہل کتاب عرب بھی زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام سے لیکن انمین قیاس متروک ہو گیا بسبب آثار کے کہ اہل کتاب ہیں اور انپر جزیہ کا حکم ہوا
نہ عرب ہے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہو تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ عرب میں رہتے ہین اسواسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں **ومرتد** فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف
اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوائے اسلام یا تلوار کے یعنے مسلمان ہوں یا مقتول ہوں اور چونکہ مرتد اہل اسلام سے مطلع ہوکر کافر ہوگیا لہذا اسمین اور عربی میں غیر اسلام
یا تلوار کے اور کچھ مقبول نہیں ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیء اور اگر ہم غالب آئے کفار عرب یا مرتدین پر تو انکی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں کیونکہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان
ہونے پر جبر کئے جاوینگے بخلاف نساء وصبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشلبی **ولا علی امرأۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد وصغیر** اور عورت اور غلام اور مکاتب
اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں ہم ہدایہ میں یوں ہو کہ ام ولد پر جزیہ نہیں ہو مگر یہ غیر مناسب ہو کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا مگر
وہان ام ولد سے ابن ام ولد ہو کذا فی المنح **وزمن** من زمن یزمن من باب فرح نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن
مشتق ہو زمن یزمن من باب فرح سے یعنے جسکے بعض اعضا ناقص ہوگئے یا اسکے قوی بیکار ہوگئے تو اس تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہو گیا **واعمی وفقیر
غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس** لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اسلئے کہ درویش
نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم ہو اسقاط قتل کیواسطے ہو وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس فافاد ان الاستحسان بخلافہ فتامل اور حدادی نے
یقین کیا ہو واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہو کہ یہی قیاس ہو اور قیاس سے مستفاد ہوا
استحسان بخلاف قیاس ہو سو اسکو تامل کرو ہم نے فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہو ظاہر الروایۃ میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہو کہ

جزیہ لیا جاوے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی **والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت**
الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برأ بعد وضع الامام لم توضع علیہ اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ
ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اسپر جزیہ نہ رکھا جائیگا ہم یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے کبھی جزیہ مقرر
نہوگا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہوگا بلکہ سال آئندہ سے معین ہوگا کذا فی العنایۃ عن قاضی خان **بخلاف الفقیر اذا ایسر بعد الوضع**
حیث توضع علیہ لان سقوطہا لعجزہ وقد زال اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مالدار ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اسواسطے جزیہ اسپر مقرر کیا جائیگا
کہ اسکا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے اور حالانکہ اسکا عجز زائل ہو گیا کذا فی الاختیار **وہی ای الجزیۃ لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملاحدۃ بل انما ہی عقوبۃ**
لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جاز امہالہم للاستدعاء الی الایمان بدونہا فبہا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوۃ
والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران فاقرہم علی دینہم اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں انکے کفر پر جیسا کہ ملحدوں نے طعنہ دیا ہے
بلکہ جزیہ تو انکے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب انکے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کیطرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے
جائز ہوا تو جزیہ لیکر مہلت دینا بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر
مجوسیوں اور نجران کے نصاری سے جزیہ لیا اور انکو انکے دین پر رہنے دیا یعنی انکو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھکر اسلام قبول کریں ہم شارح نے جواب دیا اس سوال کا
جو منح الغفار میں اسطرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اسکے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہے تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور
اسیطرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر
قرآن اور حدیث دال ہے ثم فرع علیہ بقولہ **فتسقط بالاسلام ولو بعد تمام السنۃ** پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ
ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلام لاوے ہم حلبی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اسواسطے کہ اگر مسلمان
ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام کے **ویسقط المعجل لسنۃ لا لسنتین فیرد علیہ سنۃ** خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی جزیہ
ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اسکو جزیہ
نہ پھیر دیا جائیگا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اسکو پھیر دیا جائیگا اسواسطے کہ پھیرنا وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی **والموت والتکرار للتداخل**
کما سیجی اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے جیسا آئیگا ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے **والعمی والزمانۃ وصیرورتہ فقیرا او مقعدا**
او شیخا کبیرا لا یستطیع العمل اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب اندھا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا اپاہج یا پیر فرتوت کہ کام نہیں
کر سکتا ثم بین التکرار فقال **واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ** زیلعی لان الوجوب اول الحول
بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب کسی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ متداخل ہو جائیگا یعنی ایک سال کا جزیہ
چند سال کو کفایت کریگا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں
ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس وہ آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوگی **ولا یسقط الخراج**
بالموت فی الاصح حاوی قدسی **بخلاف الجزیۃ وقیل لا یسقط کالعشر** فینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وعزاہ فی الخانیۃ لصاحب المذہب
وکان ہو المذہب اور ساقط نہیں ہوتا خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور
لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اسواسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت امام اعظم صاحب مذہب

نجران ایک مقام ہے

ہجر ایک مقام ہے

مذہب کیطرف نسبت کیا تو وہی قول ہے اور یہ امام محل اختلاف وہ ہے جب خراج مکرر ہو گیا بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے نہو تو بالاتفاق
خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائیگا کذا
فی الہندیۃ یعنی المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی وفیہا الاکل
لکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تاوقتیکہ خراج ادا کرے اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے
اسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہے ولا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد
ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جائے اگر اسکو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول صحیح میں بلکہ اسکو حکم کیا جائے کہ آپ لاوے سو اسکو کھڑا ہو کر دیوے اور ذمی سے
لینے والا بیٹھا رہے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان آذاہ بہ قنیۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن
خدا کے دے اور اسکی گردن میں دھپ مارے اور اسکو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اور اسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیۃ ولا
یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو
بنا ڈالے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے
تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ہم اصل لغت میں عبادتخانہ یہود و نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ
کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کیواسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع
ہو کر اسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادتخانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی آخر الدعاء
برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جائے یعنی نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جائے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ
اشباہ کی رفع وبا کی دعا کے اخیر میں ہے کو ہم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گر جاوے اسکا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح
من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور بچانا چاہیے
کرنا چاہیے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم اگر بنا پہلے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بنا ثانی کی زیادتی ہو اول کی
کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں لکھا ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہے اسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اسکو پتھر
سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی وفی اما القدیمۃ فتترک مسکنا فی العنوۃ ومعابد فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ رہنے کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد مفتوحہ
میں اور عبادت کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا ہم چلپی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد
صلح سے قابو میں آئے انکے کل معابد منہدم کیے جائیں جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز
اور جدا کیا جائے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے
اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ ویجوز بغل کحمار تاتارخانیۃ
تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر جب امام انسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے ہمسے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کی مانند گدھے
کے کذا فی التاتارخانیۃ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختار المتاخرون ان لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکب مطلقا ولا یلبس العمائم
وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہے اور متاخرین نے یہ قول
اختیار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے جیسے سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ اصلا نہ سوار ہوں اور نہ پگڑیاں باندھیں اور اگر

ذمی سوار ہو گدھے پر بسبب ضرورت کے تو جامع مسلمین میں ایسے اُتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمہ شبہ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینون پر جو پالان کے
مانند میں پشم آگندہ جنکے آگے لکڑی ہو انار کے مانند یعنی کوئی استعانت امام ہر یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب میں اختلاف ہے طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ
بحذف حرف تفسیر ہر مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالرانع کہتا اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہر ولا یعمل بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھکر اسواسطے کہ ہتھیار کے
استعمال میں عزت ہر کذا فی العنایۃ ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف وشعر اور ذمی ظاہر رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہر معرب یعنی
زنار صوف یا بال کا مر ابو یوسف سے منقول ہر کہ وہ تاگا ہر موٹا انگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب کپڑوں کے اوپر باندھے باندھیں کذا فی المنح عن المغرب
وہل یلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف الاشباہ والصحیح ان فتحہا عنوۃ فلذلک والا فعلی الشرط تاتارخانیۃ اور کیا لازم ہر تمییز ذمیون کی جمیع علامات سے اسمین اختلاف ہر
کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہر کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہر تو ایسا ہی چاہئے اور اگر بصلح فتح ہوا ہر تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیۃ
ہم بعضون نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمییز تین علامات سے ضرور ہر اور بعضون نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہر اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور
اسی پر بعضون کا فتوی ہر کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ لوزرقا او صفرا وعلی الصواب نہر نحوہ فی البحر واعتمد فی الاشباہ کما قدمنا
وانما تکون طویلۃ سودا اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحر الرائق میں ہر اور اسی قول پر
صاحب بحر نے اشباہ میں اعتماد کیا ہر چنانچہ اسکو ہمنے پہلے ذکر کیا ہر اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہر ومن زنار الابریشم والثیاب الفاخرۃ
المختصۃ باہل العلم والشرف کالصوف المربع والجوخ الرفیع والابراد الرقیقۃ اور منع کیا جائے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور اس پوشاک سے جو
اہل علم اور شرف کو مخصوص ہر جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادرین باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہر کہ مخصوص باہل قرآن اور
اہل علم ہر اور فرجیہ عرب کا ایک لباس ہر اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس ہر جسکو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتاب ومباشرۃ یکون بہا معظما عند المسلمین
وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی لکھانے اور ایسے کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہر
یعنے کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسیطرح اسکو وار دغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا چاہیے جسمین مسلمان اسکے حاجتمند ہوں وفی الحاوی
وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیٔ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی میں ہر اور بہتر وارد ہر کہ لازم کیجائے ذمی کو
ذلت اور حقارت ان معاملات میں جو اسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز کے اندر اور اسکے موجب منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے
وقت اسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بالسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہر تعظیم اور توقیر اسکی اور مکروہ ہر اس سے
مصافحہ کرنا اور اسکو پہلے سلام نہ کیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اسکے سلام کے جواب میں علیک سے زیادہ نہ کہا جائے ذمی کی خدمت کرنا اور اسکے واسطے
کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہر ذخیرہ میں ہر کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اسکا دل اسلام کیطرف مائل ہو
تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اسکی تعظیم کے واسطے بلانیت مذکورہ تو مکروہ ہر اور اسیطرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اسکے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہیں
اور اگر اسنے تعظیم کیواسطے قیام کیا بلانیت مذکورہ یا بسبب کسی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہر ویضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ
مسائل احکام الذمی اور اسپر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانوں سے علیحدہ سب کے پیچھے چلے اور اسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجائے اور اسکا پورا بیان ہر احکام ذمی
میں اشباہ کے اور علامت کا فائدہ یہ ہر تا سائل اسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہر وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من
استیطان مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر
فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اعتمد فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی

اور شرح ملتقی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کفار ذمی رکھے جائیں مکہ و مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہوں عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہاں سوداگری کیواسطے جاوے تو جائز ہے اور وہاں زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام میں اسکا
جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر میں ایسی تحویل کا ذکر کیا ہے
جو آخر الامر میں ثابت ہوگیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیۃ ویمنع نساؤہم لا عبیدہم بالتشبیہ اور خانیہ میں ہے اور امتیاز کیجاوے ذمیوں کی عورتوں میں یا
ذمیکے غلاموں میں تو نہ بایں سے ہم انکی عورتوں کے گلوں میں لوہے کے طوق ڈالے جائیں اور انکی ازار میں مسلمات کی ازاروں سے مخالف ہوں کذا فی الاختیار انتہی
اذا اشتری دارا ای اراد شراءها فی المصر لاینبغی ان تباع منہ فلو اشتری یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت فی مرادہ ذمی نے جب کہ گھر مول
لیا یعنی اسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اسکے ہاتھ بیع کرنا لائق نہیں ہے سو اگر اسنے مول لیا تو مجبور کیا جاوے اسکے بیچ ڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف ہے
کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جبکہ بکثرت گھروں کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی
اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاطہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان ویصلیان ہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ
تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الکفرۃ وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لایؤخر ہذا الحکم میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعید
معروضات میں کتاب الصلوۃ سے وارد ہے کہ انسے سوال ہوا اس مسجد کا کہ اسکے گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اسکو کافروں نے گھیر لیا سو امام
اور موذن وہاں جایا کرتے ہیں اپنے مہینے یا سالانے کیواسطے سو وہاں اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو انکو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی
موصوف نے بایں قول جواب دیا کہ ان گھروں کو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی سے خرید لیں اور البتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہے تو
حاکم اسمیں ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب میں سے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ امام و موذن مستحق وظیفہ ہیں کیونکہ کام میں
اور قائم ہیں کذا فی الحطاوی وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین للعبید والجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ ماذا
یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس قلت فی الخانیۃ وغیرہا ویؤمرون بما کان استخفافا لہم وکذا تمیز دورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ والکل اور مفتی مذکور کے
معروضات میں ہے کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلاموں اور لونڈیوں کو خدمت کرنے ذمیوں کا اگر ذمی خدمت لے
غلام یا لونڈی سے اسپر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہ میں یہ مضمون ہے اور ذمیوں کو
وہ امر کیا جاوے جسمیں انکی ذلت ہو اور اسیطرح جدائی کیجاوے انکے گھروں کی ہمارے گھروں سے انتہی تم اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی با سوء استخفاف رکھے تو
استخدام میں انکی تعظیم ہوتی ہے لہذا انپر تعزیر شدید لازم آویگی ولو استکری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا
تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکناہم شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھروں کو کرایہ لیں مسلمانوں کی آبادی کے اندر تاکہ اسمیں رہیں شہر میں
تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اسکی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھیں تو اسلام قبول کریں بشرطیکہ کثیر ہونے جماعات
مسلمین کے انکی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون
وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر انکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو انکو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور ایسی کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے
جسمیں مسلمین نہ رہتے ہوں اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ ویمنعون من سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی
اقرہ المصنف وغیرہ لکن ردہ شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ خطاء فکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد ما نقل
عن الشافعی انہم یؤمرون ببیع دورہم فی امصار المسلمین وبالخروج عنہا والسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ نقلا عن النسفی والمراد سے

بالنفع المذكور عن الاختيار ان يكون لهم في المصر محلة خاصة ليسا ولم يهاو لم فيها منفعة عارضة كنفقة المسلمين فاما سكناهم بينهم وهم متعهدون فلا كذا لك لذا
في الفتاوى الاسكوبي طبع خطا اور اشباہ مین ہی اور اختلاف واقع ہی ذمیون کی سکونت مین اہل اسلام کے اندر شہرون مین اور جواز سکونت محلہ خاص مین قول
معتمد ہی انتہی اور اسی کو ثابت رکھا ہی مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوئی زادہ نے اسکو رد کیا ہی اور یہ تحقیق کیا ہی کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہی سو گویا
وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعیؒ سے اس قول کو کہ ذمیون کو بیچنے
گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہرون مین اور وہان سے نکل جانیکا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا انکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے تمرتاشی نے
نقل کرکے تصریح کی ہی کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہی کہ انکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوص ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ انکے واسطے وہان
جماعت باشوکت و عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی اسمین اور حالانکہ وہ تھوڑے اور ذلیل ہون اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہی کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم ہو کر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین نہ ہی لیکن اگر با جماعت اور قوت ہون جیسا کہ
تمرتاشی نے ذکر کیا یا انکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہی تو منع کیے جاوینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے
جواز کو معتمد کہا ہی تو یہ محمول ہی کہ جب انکو قوت اور شوکت نہ ہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہو واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی و ينتقض عهدهم بالغلبة على
موضع للحراب او باللحاق بدار الحرب او في الفتح او بالامتناع من قبول الجزية او يجعل نفسه طليعة للمشركين بان يبعث ليطلع على اخبار العدو فلم يبعثه
لذا الكلام ينتقض عهدهم وعليه يحمل كلام المحيط اور ذمیون کا عہد ٹوٹ جائیگا انکے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کیواسطے یا دار الحرب مین جا کر ملنے سے
فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہی یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح پر کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاوے مسلمانون ہو کر
تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اسکو اسکے واسطے نہ بھیجین تو انکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہی م محیط مین ہی کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب
مسلمین کی خبر پہنچاوے تو نقض عہد نہین صاحب بحر نے رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ اہل حرب نے اسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور جناب شیخ
اور حموی و شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی و صار الذمي في هذه الاربع الصور كالمرتد في كل احكامه الا انه لو اسر يسترق والمرتد يقتل ولا يجبر على قبول
الذمة والمرتد يجبر على قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جائیگا اور
مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور ذمی پر قبول جزیہ کیواسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ينتقض عهده بقوله نقضت العهد يعني بخلاف الامان
للحربي فانه ينتقض بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اسکا عہد اسکے یون کہنے سے کہ مین نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جائیگی قول کہنے سے کذا فی البحر
ولا بالاباء عن الاداء بل عن قبولها كما مر ونقل العيني عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلاثة لكن ضعفه في البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
ادائے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہی قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادائے جزیہ کے
نقل کیا ہی کہا اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہی بحر الرائق مین اسسبب سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہی ولا بالزنا بمسلمة وقتل مسلم
وافتان مسلم عن دينه وقطع الطريق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اسکے دین سے بہکا دینے
اور قطاع الطریق سے م اسواسطے کہ زنا سے حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہی کہ اسکی اولاد صغار رقیق
نہوگی اور اسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبي صلى الله عليه وسلم لانه كفر والمقارن لا يمنعه فالطارئ لا يرفعه فلو من مسلم قتل كما سيجيء اور نہین ٹوٹتا عہد ذمی کا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہی عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے
وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آویگا م شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل اسمین نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا آنحضرت نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کیطرف نسبت کذب کی
تو بعضے علما کے نزدیک اسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کیطرف زنا کی نسبت کی یا آپکے نسب مین طعنہ کیا تو عہد
ٹوٹیگا انتہی اور یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ
قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاویگا اور مارا جاویگا دین اسلام یا قرآن
یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے
عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے
یہان بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ مذکورہ مین
قول مخالف کیطرف مائل ہوتا ہے لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا
ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر مین نے مفتی ابو سعود کے معروضات مین یہ لکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علما کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہین
ذمی کے قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہوجاوے کہ بدگوئی اسکی عادت ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے ثم الطحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی
علی الاعلان بدگوئی کرے یا اسکی یہی عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد الزنی بانہ
یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذ اللہ تمہارا نبی عیسی ولد الزنا ہے فتوی
دیا کہ وہ قتل کیا جاوے بسبب اسکے گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان کے قلت ویؤیدہ ان ابن کمال باشا فی
احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ ما نصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ
حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا فمدحہ
صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین
اس حدیث کے اندر یعنے یا عائشہ لا تکونی فاحشۃ مین جو اسطرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جبکہ آن حضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے
عورت کے جبکہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمرو بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت
مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اسکو قتل کرڈالا رات مین پھر رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکے قاتل کی مدح کی انتہی فی الذخیرۃ
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جبکہ اسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کما فی الذخیرۃ
تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہے تو ایسے دونون قولون مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیۃ لا من
طفلہم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامہا مما تجب فیہ الزکوۃ المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاویگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ انکے
اطفال سے سوائے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جاویگا باحکام مفصلہ زکوۃ اس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اسواسطے کہ صلح اس قوم سے
اسیطرح پر واقع ہوئی ہے ہم تغلبی بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کیطرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار
کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے جزیہ طلب کیا انھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہمسے بھی زکوۃ لیجیے
جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المؤمنین

یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب ہیں جزیہ دینے سے ننگ و عار کرتے ہیں سو تنگی کیجیے اور اُنسے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم نے انکو بلایا اور زکوۃ کا دونا اُن پر مقرر
کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا انکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند زکوۃ پر ہوئی لہذا اُنکے اطفال و مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم
نہیں کیونکہ زکوۃ انپر واجب نہیں کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب اُنپر
دوچند زکوۃ یا لکھا مالازم ہوئی تو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس بکریوں سے چار بکریاں وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح و یؤخذ
من مولی التغلبی ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی و حدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اُسکے مولی سے یعنے تغلبی کے آزاد غلام
سے جزیہ اور خراج میں قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اسی قوم میں داخل ہے
سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنے جس قوم کو صدقہ لینا درست نہیں تو اُسکے آزاد غلام کو بھی لینا جائز نہیں و مصرف الجزیۃ والخراج و مال التغلبی وہدیتہم
للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرۃ و ما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی و ما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف
اور مصرف جزیہ و خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطور تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کافروں سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام
کے مصالح میں سلطان کفار کا تحفہ اسوقت قبول کرے جبکہ انکے نزدیک ثابت ہو جاوے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کیواسطے کذا فی الجوہرۃ
اور مال بلا حرب میں اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا
خبر ہے مصرف کی ہم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنے جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جو مال کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال کی
دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا و بناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین
تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اور پل اور کڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو بقدر
کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہوگئے کذا فی الفتح ہم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا و ثغور بالفتح وسکون غین معجمہ
عبارت ہے مصنع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور
دار الحرب کے درمیان میں اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور ظاہر اعلما سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہا کو بھی
شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہیں مگر جبکہ عالم
یا قاضی ہو اور فقہا کا اسمیں حصہ نہیں مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل
اور بقدر کفایت قاضیوں اور عاملوں کو جیسے قاضیوں کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت میں اور بادشاہ کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنے عشر لینے والے
کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حال الصغر لم ارہ اور جیسے روزی
مقاتلین مجاہدین کی اور انکی ذریت کی یعنے محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور
اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یوں کہکر اور کیا انکی ذریت کو روزی دی جائیگی انکے باپوں کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں
نہیں دیکھا ہم طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہو اور آپکے واسطے
اسکا استحقاق بیت المال میں مفروض ہو گیا تو اسکی ذریت کیواسطے بھی مفروض ہوگا اسکی تبعیت سے اور اسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی نے
کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو انکی اولاد کیواسطے مفروض
ہوا وہ انکی موت سے ساقط نہیں ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال الثلثۃ وہذا مصرف جزیۃ وخراج مصرف زکوۃ وعشر مر فی الزکوۃ

ومصرف خمس و رکاز مرفی الشرنبلالیہ و مصرف لقطہ و ترکہ بلا وارث و دیہ مقتول بلا ولی مصرفہا اللقیط الفقیر والفقیر بلا ولی اور یہاں تک تمام ہوچکی تین قسم بیت المال
کے مصارف سویہ مصرف جزیہ و خراج کا ہوا و زکوٰۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہوچکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر میں
یعنے کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت میں مذکور ہوچکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنے لقطہ مال اور متروکہ بلاوارث اور خونبہا اس مقتول کا جسکا کوئی
ولی نہیں اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہو یعنے انکے نفقات اور انکے معالجات اور انکے مولی کی تکفین اور انکے جنایات کی
دیت میں صرف کیا جاویگا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم کے مال کا ایک گھر بناوے کہ وہ گھر
اسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنے ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث
ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ جداگانہ کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم میں مخلوط نہ ہو جاوے اس واسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر وله
ان یستقرض من احدها لیصرفه للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف میں پھر
جب اس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اسمیں پھیر دے مگر جبکہ مال مصروفہ از قسم صدقات و خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ
وہ محتاج ہیں تو پھیر دینا کچھ ضرور نہیں ہے اس واسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات ہیں اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل
فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا اور دیوے بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمیں بادشاہ قصور کریگا تو حق تعالی اس سے حساب کا لینے والا ہے
کذا فی شرح الملتقی ثم قیل ہے پھر کہا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق رضہ انکو بقدر حاجت اور بقدر فقہ اور فضیلت کے عطا
فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے میں حسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی و فی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا
دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی میں ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث میں کہ حافظ قرآن کے واسطے دو سو دینار ہیں مفتی ہی ہے اس واسطے کہ جیسے صحابہ کرام کے زمانے میں
حافظ قرآن مجتہد تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شیء لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ یسد جوعتہ اور کچھ حق
نہیں ذمی کیواسطے بیت المال میں مگر یہ کہ وہ ہلاک ہو سبب اپنے ضعف کے تو اتنا اسکو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی رفع ہو ومن مات فی نصف
الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا تملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہوچکا نصف سال میں مرگیا محروم ہو عطا سے اس واسطے کہ عطا صلہ ہے
یعنے صلہ و احسان ہے تو وہ بلا قبض مالک نہیں ہوتا بدون قبضہ کے حموی کی شرح میں ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہیں مگر فقہانے دونوں میں فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو
بطور مشاہرہ دیا جاتا ہے اسکو رزق کہتے ہیں اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جاتا ہے اسکو عطا کہتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری میں
لکھا جاتا تھا چنانچہ ملکیہ ہمارے عہد میں ایک جاگیر یا ماہوار اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر شریعۃ اور اہل عطا یعنے سالانہ دار ہمارے زمانے میں
قاضی و مفتی اور مدرس ہیں اور البحر الرائق کی عبارت میں مثل القاضی والمفتی والمدرس ہے اور یہی بہتر ہے کہ متعلمین وغیرہم کو بھی شامل ہو ولہ رایات فی آخر
اوعامہ کما صححہ اخی زادہ قریبا لانہ ادنی بتعبیہ اور اگر اہل عطا مرگیا آخر سال میں یا بعد تمام سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی
تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا صرف کرنا اسکے قریب کیطرف اس واسطے کہ اسنے اپنی محنت کی شی کو پورا کردیا تو عطا کا بھی پورا کردینا اسکے واسطے مستحب ہے یعنی میت کے
وارثوں کو دے کرم و استحباب سے علامہ عینی اور شارح مجمع کا فتوی ہے اور اسکا جو مصرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہے کہ اسکے
وارثوں کو دینا واجب ہے اس واسطے کہ حق ثابت ہوگیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے بعد احراز دار الاسلام کے بسبب ثابت ہونے حق کے ہر وقت
میں اگرچہ اسکی ملک ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی ومن تعجل شہرات او عزل قبل الحول قیل یرد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی سے لے چکا
یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضوں نے کہا جسقدر سال کا باقی رہا اتنا حصہ پھیر دے اور بعضوں نے کہا نہ پھیر دینا واجب ہے نفقہ معجلہ کے مانند زوجین کے

نزدیک خلاف ہے کذا فی النہر عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف فلم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی وقیل لا یسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جبکہ وقف انکے واسطے ہو اور انکو پورا سال نگذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صلہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ مثل اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے اور متن کے نسخون سے ساقط ہے اور پورا بیان اسکا درر غرر مین ہے اور کتاب الوقف مین ہمنے اسکا ملخص بیان کیا ہے اور اگر امام اور مؤذن کیواسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر غرر مین صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گانون مین امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اسکا غلہ پختہ ہونے کے لیا اور اُس گانون سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد ہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کہانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبہ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام مین جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہے کہ پہلے ایمان مقدم نہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جس پر ایمان مقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت مین پہر جانے والے کو کہتے ہین مطلقا خواہ ایمان سے پہرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع مین دین اسلام سے پہر جانے والے کو مرتد کہتے ہین ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے ورنہ ارتداد قلبی بے تکلم لسانی پر موقوف نہین چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعدرت کے کافر ہوجانے کا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز مین جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کیطرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہوچکا یعنے ضروریات دین محمدی کو دل سے ماننا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جسکو عوام بھی جانتے ہین بلا احتیاج نظر واستدلال چنانچہ وحدانیت خدا ونبوت انبیا وبہشت ودوزخ وجزا ووجوب صلوۃ وزکوۃ وحرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہین اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہین اور محققین قول اول پر ہین محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ واشاعرہ ہین اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاعمال سے لہذا انکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہوجاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے ورنہ مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد اور محققین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کیواسطے انکے متفق ہونے کے بعد اس پر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُسنے اقرار نکیا تو اُسکا یہ عدم اقرار اور جحود کفر عناد ہے اور احکام دنیویہ مثل نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور قتل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین مین دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مرگیا اور اُسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اسکے دل مین تھا کہ جب کوئی اُس سے پوچھیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُسپر جاری نہونگے علمائے محققین کا اسپر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اُسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُسنے اقرار نہ کیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اور اعتقاد سابق اسکو مفید نہوگا باقی رہا یہ کہ اگر کوئی معتقد ہو یعنے خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کریگا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہوگا بسبب حصول اعتقاد کے یا کافی نہوگا بسبب فقدان اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی الطحطاوی کہا ظاہر جواب یہ ہے کہ جب اُسنے اقرار کیا تو اُسکے ایمان میں

کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے در صورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اپنی نیت میں اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت میں شرط کرنا معتقد ہونے کا مقتضی کفر ہے
واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف فی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر میں ہی کہ جسنے سخرا پن اور
خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہی کم فتاوی خیریہ میں بحر الرائق سے منقول ہی
کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہو سب کے نزدیک اور اسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اسکا تکلم کیا وہ سب کے
نزدیک کافر نہیں اور جسنے معلوم کرکے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہی اور جو کلمہ کفر کو خوشی بولا لیکن اُسکا کفر ہونا نہ جانا ہی تو اسمین اختلاف ہی والکفر
لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیٔ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت میں بمعنی اخفا کے ہی اور شرع میں عبارت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
تکذیب سے کسی چیز میں جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلا تردد یعنے ضروریات دین میں سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہی مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو
یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہی والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیٔ منہا الا فیما اتفق المشائخ
علیہ کما سیجیٔ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیٔ منہا اور کلمات کفر کے فتاوی میں مشہور ہیں بلکہ انکی جدا گانہ تالیفہ ہوئی ہی مسائل ہیں باوجود
اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہیں جاتا بسبب کسی چیز کے انمین سے مگر اسمین جس پر فقہا کا اتفاق ہو جیسا کہ آویگا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم
کر لیا ہی کہ میں فتوی نہ دونگا کسی چیز پر انمین سے یعنے جسمیں فقہا کا اختلاف ہی اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہی فوائد بعضے موجبات
کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہی تا اہل اسلام اُس سے کنارہ کریں جو شخص کہے کہ میں صفات اسلام کی نہیں جانتا وہ کافر ہو گا اسکا
صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہیں اور اسکی اولاد ولد الزنا ہی جو شخص حق تعالیٰ کو ایسے صفات ناشایستہ سے موصوف کرے یا اُسکے کسی نام متبرک یا اُسکے
کسی حکم سے سخرا پن کرے یا اُسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اُسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہرا دے یا اُس علیم اور قدیر کیطرف جہل یا عجز یا نقصان کی
نسبت کرے وہ کافر ہو جائیگا اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو میں نکروں وہ کافر ہی جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہی جو
خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہیں بسبب اختلاف کے انکی نبوت میں جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی میں اسکا ایمان نلاؤنگا وہ
کافر ہو رافضی جو شیخین کو برا کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہی اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق پر افضل کہے تو کافر نہیں مبتدع ہی قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہی بخلاف
اور ازواج طاہرات کے کہ انکا قذف کافر نہیں لیکن مستحق لعنت ہی خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہی رافضیوں کا یہ قول کہ دنیا میں اموات رجعت کرینگے
یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہی یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور مرتد ہیں
داخل ہیں حدیث متواتر کا منکر کافر ہی اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہیں بلکہ گنہگار ہی بسبب ترک قبول کے
استخفاف ملائکہ کا اور انکو عیب لگانا کفر ہی جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو یا سخرا پن اور بے ادبی کسی آیت سے
حقارت کرنا ۱۲
کرے وہ کافر ہی جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہی ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے
واسطے لوگ نماز پڑھتے ہیں یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہی یہ سب کفر ہی جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ میں نے
بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہی جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہیں یا حلال مجھکو سزاوار نہیں یا نماز کو اپنے طاق پر رکھ دیا
وہ کافر ہی جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اسپر خوف ہی کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہیں یہ داستان سیکھتے ہیں یا دریاد ہوائی کہتے ہیں یا یوں
کہا کہ یہ تزویر ہی سو وہ کافر ہی اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں یا یوں بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہی
درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہو علم کسکے کام آتا ہی سو یہ قول کفر ہی جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور وعظ کہے اور اسکے ساتھ جو لوگ ہوں اور اس سے

مسائل پوچھتے ہوں اور اُس سے ہنسی کرتے ہوں اور اُنکو تکیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اُسکا فتویٰ لکھا لاوے اور وہ فتویٰ کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد مال حرام کو حلال کہے تو اُسکا مال ایک جا ہے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے جیسا کہ غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اُسکی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہوا ورنہ نہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اُسنے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کروں وہ کافر ہے جو شخص پیالۂ خمر کے پینے کیوقت یا زنا کرنے کیوقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے اذکار اور اذان سے مسخرا پن یا بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونیکا منکر ہو وہ کافر ہوا اور اگر بعینہ اجسام کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نکر کہ دوسرا جہان بھی ہے اُسنے کہا کہ اُس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھا دے وہ کافر ہوا اگرچہ بطریق لہو و لعب کے سکھاوے اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تاکہ وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوا مگر جبکہ جنگ میں بطور خدع کے یا جاسوسی کو باندھے تو کفر نہیں مشرکین کی عید میں بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوا ہے مترجم کہتا ہے عباد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذالک کافر ہوتا ہے آدمی جو مجوسیوں کے نوروز میں جانے میں کہ انکے افعال کی موافقت کے سبب سے اُس دن میں اور اُس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے وہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اُس دن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اُسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کسی نے کھانے کیوقت کلام نکرنا یا حالت حیض میں عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اسواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہیں اور بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص انبیا الٰہیہ سے باوصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہیں اور اُس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح اُنکا ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اُنکے شوہر بھی اُس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں جو شخص کہے کہ اِس زمانے میں بدون خیانت اور دروغگوئی کے گذارا نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جب تک خرید فروخت میں جھوٹ نہ بولیگا روٹی کھانے کو نہ پاویگا اِس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جسنے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اُسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہیں جس قول یا فعل کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہو تو اُسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر ازراہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں کذا فی الظہیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم

وشرائط صحتها العقل والصحو والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوه وموسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها واما البلوغ والذكورة فليستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطیں عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونے کیواسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع وفي الاشباه لا تصح ردة السكران الا الردة بسب النبي صلى الله عليه وسلم فانه يقتل ولا يعفى عنه اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا اور اُسکا قصور معاف نہوگا اور بحر الرائق میں قید لگائی ہے کہ اُسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اُسنے اپنی خوشی بلا جبر اُسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استحبابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اُسپر اسلام عرض کرے یعنے اُس سے اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اُسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنے جسکو دعوت پہونچ گئی اُسپر عرض اسلام واجب نہیں وتکشف شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اُسکا شبہ

دور کیا جاوے یہ بیان ہو ثمرہ عرض کا یعنے عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اسکو کوئی شبہ پڑ گیا ہو تو رفع کیا جائے و یحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام
فی کل یوم منہا خانیۃ اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن قول ضعیف میں جس بنا پر مستحب ہے تینوں دنوں میں ہر روز اسپر اسلام عرض کیا جاوے کذا فی الخانیۃ
ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اسوقت ہے جبکہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور
حاکم اسکو قتل کر ڈالے یعنے بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے مگر اسوقت قتل میں جلدی نہ کرے جبکہ اسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد
ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذا کذا فی تاتارخانیۃ قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانیۃ معزیا للبلخی
ان یفید قتلہ بلا توبۃ فتنبہ اور اسیطرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد میں مار کے
ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہانتک کہ اسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کیطرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنے بعد توبہ اور ضرب کے
تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیۃ شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کر کے یہ مضمون
نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد بار بار کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر
ٹھہرایا ہے اور جناب ناطفی اور منتقی سرخسی میں کہا ہے کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اسکو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اسکو قتل
کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان اسلم فیہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام
اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنے اسلام بدل ڈالے تو اسکو قتل کرو روایت کیا احمد و بخاری نے کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرا عن الادیان
سوی الاسلام او عن ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہو جائے سب دینوں سے سوائے اسلام کے یا اس دین سے
بیزار ہو جسکی طرف اسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے پھر بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد شہادتین سوائے
اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا یا دار الاسلام میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلمان مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا
یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اسکے اسلام کی ولو اتی بہا علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یتبرا بزازیۃ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بطریق عادت کے تو
اسکو نافع نہیں جبتک سوا اسلام کے اور دینوں سے تبرا نکرے کذا فی البزازیۃ وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم
اور بدلیل گزشتہ مکروہ تنزیہی ہے اسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اسکے خون کا مع دلیل گزشتہ یعنے
عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسپر
قائل مخصوص بہ باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن یقر بہما لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ
ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الہ الا اللہ وفی الثالث
بقول محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیۃ الدرر اور مصنف نے
اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں جیسا کہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں جیسا کہ مجوسی کہ
وہ خالق دو کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے کا خالق اور اسکی وحدانیت کے مقر ہیں لیکن رسالت انبیا کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ
اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں جیسا کہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے
منکر ہیں جیسا کہ فرقہ عیسویہ تو کفایت کیجائیگی اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنے
بت پرستوں سے دونوں میں سے ایک پر یعنی کلمہ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنے عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کریگا ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہو دین اسلام کے

کذا فی البدائع وآخر کلامہ یفید ان الدہریہ ہم فلاسفہ سے یہاں جب کہا ہو یا شیئین مراد نہیں بلکہ یعنے مراد ہیں اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسیٰ سے نصاریٰ
مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہی یہود کی جو عیسیٰ اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہی شارح مسایرہ کا قول بدائع اور در کے مخالف ہی یعنے مجوسیوں میں ادھر شہادتین
ضروری ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ بھی مجوسیوں کے مانند ہیں انکار توحید اور رسالت میں کذا فی حاشیۃ الحلبی وینبغی ان یکون فیہ تفصیل من حیث انہ ... فی الدرر اشتراط التبری فی
کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ وصححہ بالشہادتین بلا تبری
لان التلفظ بہا صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور شوقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور انکے اسلام میں حکم مختلف ہی
تو استفسار کرنا چاہیے جسکا حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس میں ہے مرتد داخل ہوا بلکہ امام کہا ہو درر میں مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی و نصرانی میں
اور اسی کے مانند ہی مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاووں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن میں ہی ایسا ہی فتوی دیا ہی ہمارے علماء اور جو میں
فتوی دیتا ہوں وہ صحت اسلام ہی شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہی تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاوے درصورت عدم الاداء
ہم سلام مرتضیٰ بالاکتفاء بالشہادتین معمول ہی کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان
ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور یہ معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جائے اس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محل پر
ممکن ہو یا اسکے کفر میں علما کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق میں اسکو خوب منقح کرکے لکھا ہی اور اشباہ میں فتوی عدم تکفیر درصورت
اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہی مفتی ابو مسعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہی کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیف کافی ہی اگرچہ وہ روایت ہمارے
مذہب کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ
اور درر وغیرہ میں ہی جبکہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہی میل کرنا اس وجہ کیطرف جو مانع کفر ہی
پھر اگر اس شخص کی نیت یہی ہی جو مانع کفر ہی تو وہ شخص مسلمان ہی اور اگر اسکی نیت یہ وجہ نہیں ہی تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اسکے خلاف پر
وینبغی التعوذ بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم
واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہی پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اسواسطے کہ وہ سبب ہی کفر سے محفوظ رہنے کا
بموجب وعدہ رسول صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہی یعنے خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں بواسطے تیرے اس
سے کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک ٹھہراؤں جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کیواسطے جسکو میں نہیں جانتا بلا شک تو علام الغیوب ہی وتوبۃ الیاس
مقبولۃ دون ایمان الیاس در اور توبہ کرنا گناہوں سے اسوقت جبکہ زندگی کی امید نہ رہے مقبول ہی نہ ایمان لانا اسوقت کا کذا فی الدر طحطاوی نے کہا قبولیت
توبہ یاس متفق علیہ نہیں بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہی واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما
وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر میں ہی
کہ گواہی دی دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہوگیا اور حالانکہ وہ منکر ہو تو انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ
مسلمین کے اور نوازل میں ہی کہ مقبول ہی گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام کے بارہ میں اور مقبول ہی گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی
وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہوگیا تو اسکی توبہ مقبول ہی مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں انمیں سے ایک وہ ہی
جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ ہم یہ قول غیر معتبر ہی اور حق یہ ہی کہ اسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہوچکا والکافر بسب نبی من
الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہیں اس

مرتد کی جو کافر ہو سبب گالی دینے کسی نبی کے انبیا میں سے اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا بر حد کے اور اسکی توبہ مقبول نہوگی کسیطرح خواہ خود توبہ کرکے آیا ہو خواہ
اسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالیٰ کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اسواسطے کہ وہ حق اللہ کا ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے
زائل نہیں ہوتا ہے جو کہا کہ اسکی توبہ مقبول نہیں یعنی اسقاط قتل مقبول نہیں کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اسکی توبہ مقبول ہے
چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدرر فی فصل الجزیۃ معزیا للبزازیۃ اور اسکی توبہ مقبول نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے
عذاب اور کفر میں شک کرے اور پورا بیان اسکا درر میں جزیہ کی فصل میں ہے بزازیہ سے نقل کرکے ہم بزازیہ میں ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے
اسپر نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اسکا قتل ہے اور جو شک کرے اسکے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہوگیا وکذا لو ابغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسیطرح وہ مرتد ہے
جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق ما تقدم ایضا اور مصنف کے
فتاوے میں ہے اور واجب ہے الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنے جو نبی صلعم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے
بھی متعلق ہوگیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک والذی اولدک فاجاب بجمع المضاف یعم ما لم یتحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی
جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ فینبغی القول بکفرہ واذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ما ذکرہ البزازی وتوافقہ الشارحون ثم لو لوحظ قول ابی ہاشم و
امام الحرمین باتفاق العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا للتصریح بالمیل الی عدم التکفیر اور اسمین یعنے فتاوے مصنف میں سوال واقع ہوا اسکے حق میں جسنے سید یا علوی
سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپوں کو اور ان باپوں کو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تا وقتیکہ عہد ثابت ہو بخلاف
ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت میں تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہے
اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اسکے واسطے توبہ نہیں بنا بر اسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین نے بھی اسپر اتفاق
کیا ہے ہاں اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاوے بسبب تحقق عہد کے تو کفر اسکا ثابت نہیں اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب
تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہو اور وجہ مانع کفر اس سوال میں ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف
عام نہیں ہوتی اور احتمال عہد یہاں یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہیں تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیہا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان
سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاوے
مصنف میں ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اس
محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل میں تو قتل کیا جاوے بنا بر حد کے چنانچہ اسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا میں تصریح
کی ہے کہ حکم اسکا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اسکی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہیں ہے اور المصنف فی شرحہ قد سمعنا من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام
ابن عبد العال ان الکمال وغیرہ تبعوا البزازیۃ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ لم یعزہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام
وشرح الطحاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ ما یفعل بالمرتد انتہی وہو ظاہر فی
قبول توبتہ کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور ہمنے سنا مفتی حنفیہ سے مصر میں یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے
کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ میں بزازی کے تابع ہیں اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس
قول کو سبکی کیطرف منسوب کیا اور اسکو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کیطرف نسبت نہیں کیا اور مقرر تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی
زاہدی وغیرہا میں کہ حکم اسکا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جسنے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اسکا

مانند حکم مرتد کے ہے اور اُسکے ساتھ وہ کیا جائے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہی یعنی اصرار میں قتل ہے ورنہ تو بہ میں نہیں اور ظاہر ہے اُسکی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ شفا سے نقل کر چکا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ شاتم مصطفوی کی عدم قبول توبہ کی سند سبکی کیطرف ملتی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے اور حال یہ کہ سبکی حنفی المذہب نہیں جو اسکا قول حنفیوں کیواسطے حجت ہو علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اسکے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت وظاہر الشفا ان قوله یا ابن الف خنزیر او یا ابن مائة کلب ان قوله لهاشمی لعن الله بنی هاشم کذلک ان شتم الملائکة کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں کہ ظاہر شفا اسپر دلالت کرتا ہے کہ یوں کہنا کہ او بیٹے ہزار سوروں کے یا اے فرزند سو کتوں کے اور یہ کہنا ہاشمی سے کہ لعنت کرے خدا بنی ہاشم پر یہ بھی کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیاء کے شتم کے مانند ہے تو اسکی تحقیق اور تحریر کرنا چاہیے یعنی کتب فقہیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اسکا کیا حکم ہے اسواسطے قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اسکا قول حنفیوں کیواسطے حجت نہیں ومن حوادث الفتوی ما لو حکم حنفی بکفره بسبب نبی هل للشافعی ان یحکم بقبول توبته الظاهر نعم لانها حادثة اخری ان حکم [illegible] اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اُسکی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اسواسطے کہ دوسرا حادثہ ہے بنا بر حادثہ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بسبب کفر حکم بھی کر دیا ہو کذا فی النہر [illegible] کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہیں چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ ہا عدم قبول توبہ میں طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بناء ہے غیر کے قول پر مبنی ہے اسلئے کہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہیں تو اسکا ذکر بلا وجہ ہے

قلت ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود سؤال ملخصه ان طالب علم ذکر عنده حدیث نبوی فقال کل احادیث النبی صلی الله علیه وسلم صدق یعمل بها فاجاب بانه یکفر اولا بسبب استفهامه الانکاری ثانیا بالحاقه الشین للنبی صلی الله علیه وسلم ففی کفره الاول عن اعتقاد یؤمر بتجدید الایمان فلا یقتل والثانی یفید الزندقة فبعد اخذه لا تقبل توبته اتفاقا فیقتل وقبله اختلف فی قبول توبته فعند ابی حنیفة تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمة لا تقبل وتقتل حدا فلذلک ورد امر سلطانی فی سنة اربع واربعین وتسع مائة لقضاة الممالک المحمیة برعایة رای الجانبین بانه ان ظهر صلاحه وحسن توبته واسلامه لا یقتل ویکتفی بتعزیره وحبسه عملا بقول الامام الاعظم وان لم یکن من اناس یفهم خیرهم یقتل عملا بقول بقیة الائمة ثم فی سنة ٩٥٥ تقرر هذا الامر بآخر فینظر القائل من ای الفریقین هو فیعمل بمقتضاه انتهی فلیحفظ ولیکن التوفیق

شارح کہتا ہے پھر میں نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات میں ایک سوال جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی ذکر کی ہوئی سو اُسنے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہیں جنپر عمل کیا جائے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار اپنے استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسری بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اسکے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جائے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جائے اور کفر ثانی اُسکا مفید زندقہ ہے سو بعد گرفتار ہونے کے اُسکی توبہ مقبول نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جائے اور قبل اُسکی گرفتاری کے اختلاف ہے اُسکی توبہ قبول ہونے میں سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول نہوگا اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہیں مقتول ہوگا بنابر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہے یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ میں ممالک محروسہ کے قاضیوں کے ساتھ مراعات کرنے رائے جانبین کے اسطرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اُسکی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہو اور کفایت کیجائے اُسکی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص اُن لوگوں سے نہو جنکی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جائے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ میں مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق میں سے وہ کس میں ہے اہل صلاح میں ہے یا اہل فسق میں تو موافق اُسکے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی رفع ہو گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اسواسطے کہ اُسکا کلام محتمل حسن پر محمول ہوتا ہے یعنے اُسکے کلام کی یہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور نہیں حدیث ضعیف پر عمل نہیں یا یہ مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اُس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اُسکے احتمال سے اُسپر کفر کا حکم نہیں ہو سکتا اور حمل استفہام اُسکے قول میں انکار پر [illegible] ہے تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہوا اور بر تقدیر تسلیم ارتداد و زندقہ کہاں ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم

او الکافر بسب الشیخین او بسبّ احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار

للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وہذا یقوی القول بعدم قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التعویل

علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ لجانب حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل

مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت فیکفینا ما مر من الامر فتأمل یا جو کافر ہو بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے

ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہو البحر الرائق میں جوہرہ صدر شہید کیطرف انتساب کر کے منقول ہے کہ جسنے شیخین کو برا کہا یا ان دونوں کو طعن کیا

کافر ہو گیا اور توبہ اسکی مقبول نہیں یہی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کیواسطے انتہی اور اسی قول پر یقین

کیا ہے اشباہ میں اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں اور کہا کہ یہ یعنی دشنام شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ دشنام

مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ یہی جانب ہے جس پر اعتماد کرنا افتاء و قضا میں اولی ہے بہ رعایت حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے

اسکا وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں یہ عبارت تو جوہرہ کے بعض نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دی گئی باوجودیکہ اس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ما قبل سے انتہی

ما فی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہمکو وہ امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطانی جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کرو

شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر روایت خلاصہ وغیرہ سے بلا شبہ ثابت ہے کذا فی الفتح لیکن اسکا عدم قبول توبہ کہ بعض کو رضین کو نقل صاحب البحر الرائق نے

جوہرہ سے نقل کیا ہے سو اسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے

اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے بہ رعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کیونکہ عدم قبول توبہ منصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے

ہیں ترجیح مصنف کی ہوا سے کہ وہ روایت صحیح میں اہل مذہب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں لہذا اس پاک کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ

اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے کہا ہے کہ اسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی یا اس روایت طلب کی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر

جوہرہ کے سب نسخوں میں یہ روایت مذکور ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جبکہ

یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی امام سے قبول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات للمولی ابی السعود ما سئل عن قال ان

فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ماذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین لارجاعہا

الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فیجب الاجتناب

من کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ میں وہ سوال ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین ابن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ

کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اس

اس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعض اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے میں شریعت کیطرف بناوٹ اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو یقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعض

یہودیوں نے ان کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا ان کلمات مخالفہ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی شیخ کے عدم اشتغال پر

تو اجتناب گیا ہے ہر طرح سے پرہیز کرنا ہر جہت سے یعنی نہ اسمیں نظر کرنے یا دیکھے نہ سنے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم کہتے ہیں شیخ محی الدین بن علی بن محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور

بابن العربی و شیخ اکبر پانسو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور چھ سو اڑتیس میں وفات پائی اور چھا جہ میں دفن ہوئے علامہ مجد اور عارف کبیر تھے عارف نابلسی طبقات میں امام ناصر الدین طحاوی سے

منقول ہے کہ مرد عجمی ولی اللہ سے میں اوڑھ اکثر لوگ اس سے فیضیاب ہوئے اور پادشاہ بیچی رہے کہ آپ ہمکو فصوص الحکم پڑھکر سنائیے وہ قبول نہ کرتے آخر شیخ بعد الحاح کثیر استخارہ

کر کے وعدہ کیا کہ دریا نیل کے پار درصورت عدم مجیب نہ ہو بادشاہ طلب کیا چنانچہ چند مدت اور بادشاہ سعید بن اللسان حفظ ہمہ کے شیخ تقریر فرمایا کرتے تھے

تو بیچ دن اس مشغولی سے باز رہے خاصین نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار ہم نے غور کیا اشکال زیادہ ہوا جاتا تھا پھر عالم قدس
کیطرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھپر منکشف ہو تو حقیقت مجھپر کشف ہوئی سو مجھکو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہو گیا لہذا میں اسکی کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور
بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا و صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتابوں میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جسکے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہیں حالانکہ
محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ ان کلمات کا جو ظاہر مطلب سمجھ ہوتا ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں انکی اصطلاح ٹھہر گئی
کہ ان امور کے معتبر الفاظ موہمہ کیجاتے تاکہ نااہل کذاب ان امور کا دعوی نہ کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ص شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں اہل انصاف منصف کو تردد نہیں لیکن
کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ انکی بعض تصانیف میں البتہ جابجا موجود ہیں یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا کشفی سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات شعرانی
سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل میں خلل کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنا کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہو اور ناواقف اصطلاح انکو مخالف شریعت سمجھتا ہے
اور واقع میں مخالف نہیں یا اس سبب سے کہ معاندین نے شیخ کے کلام میں گمراہی پھیلانے کیواسطے کچھ کلمات مخالف شریعت درج کر دیے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی
ابو سعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اسکے معترف ہیں چنانچہ انکی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ ان کلمات کا جائز نہیں
علی الخصوص کم علم ناآشناے عرفان کے حق میں الحاد کھینا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کیواسطے ہے اہل حقیقت کا
مرتبہ اس سے بالاتر ہے محض قول صاف جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنے جس حقیقت کو شریعت رد کر دے
وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات عارف شعرانی میں خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیا میں سے ایک حکم کا جاہل ہو اسکے واسطے مقام معرفت صحیح نہیں سو جو
شخص کہ معرفت کا مدعی ہوا اور شریعت محمدیہ غیر انہیں ایک حکم اسپر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالی ہمکو اور مسلمانوں کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط و تفریط سے بچاوے آمین

وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما و
امام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحیی رسوم المعارف فعلا واسما ۵ اذا تغلغل فکر المرء فی طرف ۵ من علمہ غرقت فیہ خواطرہ ۵ اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے
شیخ اکبر کی اس سوال میں جو انکے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یوں کہا ہے کہ الہی مجھکو گویا کر اسمیں جسمیں تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہوں
اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالی کی عبادت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت
اور رسم کے یعنے اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارفوں کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور رسم کے جبکہ فکر مرد کی نزدیک سے جا سکے دریا علم کے
کنارے سے تو ڈوب جاتی ہیں اسمیں خطرات اسکے یعنے اسکے فہم سے عاجز ہو عباب لا تکدرہ الدلا ۵ وسحاب تتقاصی عنہ الانواء کانت دعوتہ تخرق السبع الطباق
وتفرق برکاتہ فتملا الآفاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ ۵ وما علی اذا ما قلت معتقدی ۵ دع الجہول یظن
الجہل عدوانا ۵ واللہ واللہ واللہ العظیم ۵ ومن اقامہ حجۃ للہ برہانا ۵ ان الذی قلت بعض من مناقبہ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا ۵ الی ان قال
ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل المشکلات وہ سیلاب عظیم ہے جسکو ڈول گدلا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید
ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں یعنے وہ بحر مراد انکے زمانہ کے اہل عرفان ہیں انکی دعا سات آسمانوں کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتیں انکی منتشر تھیں سو آسمانکے
کناروں کو بھر دیتے تھے اور البتہ میں انکی صفت کرتا ہوں اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے انکی تعریف لکھی ہے اسکا میں گویا ہوں یعنی تحریر مطابق تقریر ہے
اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے اسکا انصاف نہیں کیا یعنے اسکا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھپر حرج نہیں جبکہ میں اپنا اعتقاد بیان کروں اور چھوڑ کر اس جاہل کو جو
جہالت کا گمان کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اسکی قسم ہے جس نے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ دلیل و برہان کرکے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے انکی تعریف کی ہے وہ
قدر قلیل ہے انکے مناقب اور فضائل سے یعنے زیادہ نہیں بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید میں نقصان کو زیادہ کروں اسواسطے کہ مرد کامل کی ادنی فضیلت کا بیان گویا درحقیقت اسکی تنقیص ہے

کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اسواسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق
اُسکے مانند ہے اخفا میں اور اُسکا حال یوں معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اسپر کسیطرح سے آگاہ ہو گیا یا اُسنے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ بکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ
سحر مباحا ولا ویقتل لکن فی حظر الخانیۃ لو تعلمہ للتجربۃ والامتحان لا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فیستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے
اور کرنے سے اُسکی حرمت کا معتقد ہو یا نہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کے لئے آزمایش اور امتحان کیواسطے اور اُسکی
اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اسوقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنے ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوا گیارہ شخصوں کے یعنے جسکا ارتداد مکرر ہوا
اور جسنے انبیا علیہم السلام کو بد کہا اور جسنے صدیق یا فاروق رضی اللہ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور
بعضے ضروریات دین کا منکر باطنی الخ اعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المراۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام
ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نکرے مگر چند اشخاص مرتدین قتل نہیں اگرچہ توبہ نکریں عورت
اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ وہ مسلمان ہو گیا ہو اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جسکا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونوں گواہ گواہی سے پھر گئے
ہوں کذا فی المنح عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی صورت یہ ہے کہ وہ غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوں تو وہ صغیر بالتبع ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اُس سے مسموع نہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول
نہوگا اسواسطے کہ خود اُس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی تعریف اسپر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کا فر بعد اسلام اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم رکھا جائیگا
کذا فی المنح خلافا للبنایۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامراتین اھ قلت انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی
مقتول نہوگا انتہی ثم حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی النصرانیۃ تقبل اتفاقا وتمامہ فی آخر
کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے حالانکہ وہ منکر ہے تو اُنکی گواہی مقبول نہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر
نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیوں نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اسکا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہے ہم دونوں میں فرق یہ ہے
کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونوں کی گواہی کا جائز ہے بخلاف مرتد کے ولیکن نصرانیہ پر جبر کیا جائیگا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے
کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اسلام پر اور نصرانیوں کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر و قاضی خان نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتوں کی
گواہی پر قتل نہیں لیکن وہ قبول اسلام پر جبر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن نوح افندی یلحق بالصبی من ولد فی المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ
حکمی لا تحقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جسکو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا جبکہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر یا مست جبکہ اسلام لایا اور یہ امر جیسے لقیط ہے
اسواسطے کہ مسلمان ہونا اُسکا حکمی ہے نہ تحقیقی وقیدہ فی الخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ
علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فیستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور
کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے
تو مستثنی چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جاوے اور توبہ نکرے تو قتل کیا جائیگا مگر چودہ مرتد مقتول نہوں عورت اور خنثی اور جسکا اسلام بالتبع ہو اور صغیر جبکہ اسلام قبول کرے اور
حربی اور ذمی اور مستامن جبکہ بزور مسلمان کیے جائیں اور جسکا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کریں اور جسکا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا
اور وہ نصرانی جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جسکے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور جسکو مرتدہ دار الاسلام میں جنے جبکہ وہ بالغ ہو مرتد ہو اور مست جبکہ اسلام قبول کرے
اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لا لتکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنے فیمتنع القتل فقط وثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل
وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو ضعیفا نقتل م الاقتل کالردۃ بسب [illegible] علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایتہ من غلط فی ہذا المحل فاوقع المصنف فی [illegible]

واستثنى اربعة عشر گواہی دی گواہوں نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہے تو اس سے تعرض نکیا جاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اس واسطے کہ اسکا انکار کرنا ارتداد سے یہی
توبہ ہے اور رجوع ہے ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہو جانا
اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس ارتداد سے ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہے اور جسمین توبہ قبول نہیں ہوتی تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا
كذا في الاشباه بحر الرائق مین اتنا زیادہ کہا کہ مینے دیکھا ہے اسکو جو اس مقام مین غلطی کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ
مین بھی وثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین اور اسوقت تو شتنے جو دوسرا تدبیر ہم طحطاوی نے کہا مطلب یہ ہے کہ شارح نے شہر کرتا ہے کہ عدم قتل منکر سابق کی بیہودہ تو ان بیچ
زائد ہے وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح فاولاده اولاد زنى وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اور شرنبلالی
کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اسکی اولاد زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہوا اور جس ارتداد کے کفر ہونے مین علما کا
اختلاف ہے اسمین استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جاویگا اور بطلان نکاح کا حکم نہوگا اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ
کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اور اسمین تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا كذا في الطحطاوي ولا تترك المرتدة
على ردتها باعطاء الجزية ولا بامان موقت ولا بامان مؤبد ولا يجوز استرقاقها بعد اللحاق بدار الحرب خلافا لما في النوادر خانية اور مرتد عورت چھوڑ نہ دیا جائیگا
اپنے ارتداد پر جزیہ دینے سے اور نہ امان موقت اور نہ امان مؤبد سے اور جائز نہیں اسکا غلام بنانا بعد لحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اسکا استرقاق بعد لحاق دار الحرب کے
جائز ہے كذا في الخانية والكفر كله ملة واحدة خلافا للشافعي فلو تنصر يهودي او عكسه ترك على حاله لم يجبر على العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک ہی ملت ہیں بخلاف
امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اسکے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائیگا اور مجبور نکیا جائیگا پہلے دین کے عود پر ويزول ملك المرتد عن ماله زوالا موقوفا
فان اسلم عاد ملكه وان مات او قتل على ردته او حكم بلحاقه ورث كسب اسلامه وارثه المسلم ولو زوجته بشرط العدة زيلعي بعد قضاء دين اسلامه وكسب ردته
فيء بعد قضاء دين ردته وقالا الميراث ايضا ككسب الاسلام اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اسکی ملک عود کیا
اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اسپر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کے اسکے کسب کا اسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اسکی زوجہ
بشرط بقاء عدت كذا في شرح الزيلعي وارث ہوگی بعد ادا کے دین اسلام کے اور اسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادا کے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث
مرتد کی کسب کے مانند ہے اور ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور ولوالجیہ
مین کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو متن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہے كذا في الطحطاوي عن الحموي فان حكم القاضي بلحاقه عتق مدبره من ثلث ماله وام ولده من كل
ماله وحل دينه وقسم ماله ويؤدي مكاتبه الى الورثة والولاء للمرتد لانه المعتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اسکا مدبر ثلث مال سے
آزاد ہوگا اور اسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی اور اسکا دین موجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اسکا مکاتب بدل کتابت کو اسکے
وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے كذا في البدائع یعنی اسکے وارث اگر ولا کے مالک نہونگے بلکہ عصبہ نسبیہ اسکو وراثت مین
پاوینگا اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی اسمین داخل ہوتی كذا في الطحطاوي وينبغي ان لا يصح القضاء الا في ضمن دعوى حق العبد بحر اور بحر الرائق مین یہ ہے کہ لحاق دار الحرب
کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن مین كذا في النهر یعنی حکم الحاق مقصود صحیح نہین ہو سکتا اسواسطے کہ لحاق موت کے مانند ہے اور موت کا دن دخول تحت القضا نہین اصل اس بحث کی
صاحب بحر سے ہے واعلم ان تصرفات المرتد على اربعة اقسام نافذة منه اتفاقا لا يعتمد تمام ولاية وهي خمس الاستيلاد والطلاق وقبول الهبة وتسليم الشفعة والحجر
على عبده المأذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو ایک وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین ہین
استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا اسمین استیلاد کی صورت یہ ہے کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اسنے اسکا دعوی کیا

تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اُسکا وارث ہوگا اور لونڈی اسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہوجاتی ہے پھر
طلاق اسمین کیونکر واقع ہوگی اُسکا جواب یہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہین آتا کتاب الطلاق مین بیان ہوچکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہوسکتی ہے
کذا فی البحر و بطل منه اتفاقا ما یعتمد الملة وهی خمس النکاح والذبیحة والصید والشهادة والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہو
یعنے جسکی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہو اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور وراثت ہم نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ ہو یا کافرہ
یا مرتدہ ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور امہال اُسکا تامل کیواسطے ہے اور نکاح اس سے باز رکھیگا اور باطل اُسکی شہادت ہے نہ ولایت اسکا اور وارث باطل ہے
یعنی مرتد کسیکا وارث نہین لیکن اگر وہ مرگیا تو اُسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے و یتوقف منه اتفاقا ما یعتمد المساواة وهو المفاوضة
اور وہ تصرف اسکا بالاتفاق موقوف ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہوجائیگی اور نہین تو
باطل ہوگی او ولایة متعدية وهی التصرف علی ولده الصغیر یا موقوف رہیگا اُسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر ویتوقف
منه عند الامام وینفذ عندهما کل ما کان مبادلة مال بمال او عقد تبرع کالمبایعة والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابة والهبة والرهن والاجارة
والصلح عن اقرار وقبض الدين لانه مبادلة حكمية والوصية اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہو ساتھ
مال کے یا عقد تبرع ہو جیسے مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ حکمیہ ہے
اور وصیت کرنا اور قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادائے دین کا مثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے
وبقي الامانة وعقد الذمة ولا شك في بطلانهما اور باقی رہا امان دینا اور وصیت کا حکم اور شک نہین انکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان
نہین دیسکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ وصیت ناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہذا اُسکی وصیت باطل ہے واما ایداعه واستیداعه والتقاطه
والالتقاط فينبغي عدم جوازها نہر اور مرتد کی ایداع و استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر فان اسلم نفذ وان هلك بموت
او قتل او لحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطل ذلك کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ
دار الحرب مین جاکر ملا اور اُسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہوجائینگے فان جاء مسلما قبله ای قبل الحكم فكانه لم يرتد كما لو عاد بعد الموت حقیقیۃ
زیلعی پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور جیسا کہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہوجاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا
مال وارث سے پھیر لیگا کذا فی شرح الزیلعی ہم جب اُسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے ہے تو عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک رہیگا اور مدبر اُسکا آزاد نہوگا اور اُسکا
دین موجل مہر حال نہوگا اور اُسکا مال جو وارثون کے پاس ہوگا اُسکو ملکیت نہین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضاے وارث اور اگر وارث نے اُسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا
حکم فسخ نکاح اور حبط عمل مرتد جاری رہیگا کذا فی الطحطاوی وان جاء مسلما بعده وماله مع وارثه اخذه بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانه فئ نہر اور اگر دار الحرب سے
مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اُسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اُسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اسکا بیت المال
مین ہے تو اُسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر ہم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے
کسب اسلام کا مال بیت المال مین رکھا گیا ہو تو اُسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان هلك او ازاله الوارث عن ملكه
لا یاخذه ولو قائما لصحة القضاء اور اگر اُسکا مال ہلاک ہوگیا یا اُسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کردیا تو اُسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
حکم قاضی کے حق وارث مین وله ولاء مدبره وام ولده اور اُسی کے واسطے ہے اُسکے مدبر اور ام ولد کی ولاء ومکاتبه ان لم یؤد وان عجز عاد رقيقا له بدائع
اور مرتد مذکور مکاتب اُسیکا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے بدل کتابت سے تو پھر اُسکا مملوک ہوجائیگا کذا فی البدائع

ولا یقضی ما ترک من عبادۃ فی الاسلام لان ترک الصلوۃ والصیام معصیۃ والمعصیۃ تبقی بعد الردۃ اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو
اسکو بعد مسلمان ہونیکے قضا کرے اسواسطے کہ ترک صلوۃ اور صیام معصیت ہو اور معصیت باقی رہتی ہو بعد ارتداد کے کذا فی قاضیخان عن شمس الائمۃ وما ادی منہا
فیبطل اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہوگئی ارتداد سے ولا یقضی من العبادات الا الحج لانہ بالردۃ صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وہو غنی فعلیہ الحج
فقط اور قضا نہ کی جائیگی عبادتیں سواے حج کے اسواسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہوگیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اسپر فقط حج واجب ہو
ہم قضا حج سے اعادہ حج کا مراد ہو اسواسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہو طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہو اسواسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھکر مرتد ہوگیا
اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہو کیونکہ اسکا وقت ہنوز باقی ہو مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیئا یجب بہ القصاص
او حد السرقۃ یعنی المال المسروق لا الحد خانیۃ واصلہ انہ یؤاخذ بحق العباد لا غیرہ فلیحفظ تفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا فعل کیا جس سے قصاص واجب ہو
یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہو نہ حد کذا فی الخانیۃ اور قاعدہ اسکا یہ ہو کہ مرتد حق العباد میں ماخوذ ہوگا اور غیر حق العباد میں تفصیل ہو
خانیہ میں ہو کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہوگا اور اگر مرتد امام کی
قید میں محبوس ہوا اور اسکا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہوگا اور حدود باقیہ میں ماخوذ ہوگا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اسکا مرتکب ہوا
پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اسپر مواخذہ نہیں کذا فی المنح والدیۃ ثم ارتد او اصابہ وہو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء
مسلما یؤاخذ بہ کلہ یا مسلم موجب دیت کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں
پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہوگا یعنی مال اور
قصاص اور مال مسروق اور دیت کا ولو اصابہ بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء منہ لانہ کالحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابہ حال کونہ محاربا لنا
اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہوگا اسواسطے کہ مرتد مذکور
مثل کافر ہوگیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جنکا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجہا فلہا التزوج بآخر
بعد العدۃ استحسانا کما فی الاخبار من ثقۃ بموتہ او بطلاقہ ثلثا وکذا لو لم یکن ثقۃ فاتاہا بکتاب بطلاقہا واکبر رأیہا انہ حق لا باس بان تعتد وتتزوج مبسوط
عورت کو خبر ہو پہنچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اسکو دوسرے زوج سے نکاح کرلینا جائز ہو بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہو
معتمد کی خبر کرنے میں زوج کی موت کی یا اسکے تین طلاق دینے کی اور اسیطرح اگر مخبر معتمد نہو اور عورت کے پاس اسکے طلاق کا خط لاوے زوج کیطرف سے اور عورت کے
ظن غالب ہو یا کہ اسکے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اسکے نکاح کرے کذا فی المبسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی تحبس ابدا و
لا تجالس ولا تؤاکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہیگی اور پاس بٹھائی جاوے اور
ساتھ نہ کھلائی جاوے کذا فی الحقائق یہانتک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کیجائیگی بخلاف امام شافعی کے ہم عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنی ہو
جو آپ کو اسکا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہو کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اسکو قتل کرو ہماری دلیل وہ حدیث ہو جسمین
قتل نسا کی نہی وارد ہو اور وہ کافرہ حربیہ و مرتدہ دونوں کو شامل ہو بلکہ امام اعظم نے اپنی سند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور انکے قید رکھنے اور بزور
اسلام قبول کرانے کی حدیث روایت کی ہو کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیئا ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضامن نہ
ہوگا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول صحیح میں اسواسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہو سو وہ زائل ہوگیا لیکن قاتل پر تعزیر ہو کذا فی الولوالجیہ وتحبس عند مولاہا
لتخدمہ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح ویتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کیجاوے اسکی خدمت کرنیکے سوا جماع کے

خواہ اُسکے حبس کرنیکا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہو اور اُسکی مرنیکا مولی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنے کے دونون حقون مین یعنی حق خدا اور حق مولی کیس

للمرتدۃ ان تتزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بہذا لحسم قصدہا السئ لا باس بہ وتکون قنۃ للزوج بالاستیلاء مجتبی وفی الفتح انہا فیء

للمسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ لو مصرفا اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسیکا فتوی ہی اور امام سے ایک روایت یہ ہی کہ

مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اُسکے برے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضائقہ نہین اور

ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کی استیلاء کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہی کہ وہ غنیمت ہی سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اُسکو امام سے

خرید کرلے یا امام اُسکو بخشدے اگر مصرف ہو غنیمت کا مرتدہ کا برا قصد یہ ہی کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہو جاے اور امام سے اسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور

نہین تو زوج استیلاء سے مالک ہوگا وصح تصرفہا لانہا لا تقتل اور صحیح ہی تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی وکسبہا لہا مطلقا لو ترثہا

ورثتہا زوجہا المسلم لو مریضۃ وماتت فی العدۃ کما مر فی طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ قال اور کمائی مرتدہ کی مطلقا خواہ

اسلام کی کمائی ہو خواہ ارتداد کی اُسکے وارثون کیواسطے ہی اور اُسکا زوج مسلم اُسکا وارث ہوگا اگر وہ مریضہ ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین کہتا ہون

اور زواہر مین ہی کہ زوج اُسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہین ہوتی تو اُسکو تامل کرلے حلبی نے کہا کہ مین نے تامل کیا سو اُسکا مفہوم

اسکے ماقبل مین پایا یعنے قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہی وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہی بالاتفاق

کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر یرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او لاکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد

ان مات المرتد او لحق بدارہم مرتد کی لونڈی اگر لڑکا جنی سو اُسکا دعوی کیا مرتد نے تو وہ لڑکا اُسکا بیٹا آزاد ہی اُسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان

لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اُسکو چھ مہینے سے کم مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا

وارث ہوتا ہی اگر مرتد مرجاے یا دار الحرب مین جاملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جاءت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا لنصفہ لعلوقہ

من ماء المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہی اُسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہو تو اُسکا

وارث ہوگا مگر اُسوقت وارث نہوگا جبکہ کتابیہ اُسکو جنے چھ مہینے سے زیادہ مین ابتداے ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا

بسبب اُسکے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہین ہوتا

مرتد کا یعنے ولد تابع ہوتا ہی والدین مین سے اُسکا جسکا بہتر دین ہی سو یہان مان ہی کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہی تو ولد پر بھی جبر ثابت ہی

تو ظاہر حال اُسکا اسلام پر دال ہی لہذا وہ باپ کا تابع ہوگیا نہ مان کا پھر جب وہ مرتد ہوا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ ای مع مالہ و

ظہر علیہ فہو ای المال فیء لانہ لا وارث للمرتد الحربی فیسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اسپر غلبہ حاصل ہوا تو اُسکا مال غنیمت ہی نہ اُسکی ذات

اسلئے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع ای بعد لحوقہ بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وہو الاوجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ فظہر علیہ فہو لوارثہ لانہ بالقضاء

انتقل لوارثہ فکان مالکا قدیما وحکمہ ما مر انہ لہ قبل قسمتہ بلا شیء وبعدہا بقیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لو مثلیا لعدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام مین

پھر آیا یعنے بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اُسکے الحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ مین اور یہی وجہ قوی ہی کذا فی الفتح پھر دوسرے بار

پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اسپر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اُسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب حکم لحوق دار الحرب کے مال اُسکا اُسکے وارث کیواسطے منتقل ہوگیا تو وہ

مدت دراز سے اُسکا وارث ہوچکا اور حکم اُسکا گذر گیا کہ وہ مال اُسکے وارث کا ہی قبل اُسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال

مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اُسکو لیگا تو مثلی دیگا وان قضی بعبدہ ای بعبد شخص مرتد لحق بدارہم لابنہ فکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبدلہا

والولاء لکلاہما لان الاب الذی عاد مسلما یجعل کالابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے غلام کی بابت اُسکے لڑکے کیواسطے حکم کر دیا گیا
سو لڑکے نے اُسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولا دونوں باپ کے واسطے ہونگے جو مسلمان ہو کر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا
عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطاء فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر
وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہوا اور اگر اسلام کی کمائی نہ ہو تو ارتداد کی کمائی میں اُسکی
دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیۃ وکذا لو غصب ابدا لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کیا تو ایسا
اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کے کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم
فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اُنکی جنایت غیر ارتداد کے برابر ہے یعنے مولیٰ مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا
فدیہ دے چاہے انکو دیدے اور مکاتب کی جنایت اُسکے کسب پر تاوان میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ
ومات منہ او لحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ للوارث فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاہدرت قید بالعمد لانہ
فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمدا کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اُسی زخم سے مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا اسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دار الاسلام میں مسلمان
ہو کر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورت میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی
نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہو گئی مصنف نے عمد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہو وقیدنا بالحکم باللحاق
لانہ ان عاد قبلہ واسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہمنے لحاق دار الحرب کے حکم کے ساتھ
اسواسطے کہ اگر مرتد دار الحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہاں دار الاسلام میں اور دار الحرب میں ملحق نہوا پھر مرگیا اُسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری
دیت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فمات المقطوع ہدر
لفوات محل القود والخطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیۃ ولا عاقلۃ للمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کیا
قطع نے جان تک یعنی اُس زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر تین برس
کے اندر جب سے کہ اُنپر حکم ہوا کذا فی الخانیۃ اور مرتد کیواسطے عاقلہ نہیں ہے ہم خطا میں عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد
مکاتب ولحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد
ہوا اور دار الحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اسکا بدل کتابت اُسکے مولیٰ کا ہے اور بدل کتابت سے جو مال باقی
وہ مکاتب کے وارث کا ہے اسواسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا
فالولدان فیء کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان ثبت بہ ثمہ التبعیۃ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیۃ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی زوج
اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دار الحرب میں جا ملے پھر مرتدہ نے بیٹا جنی اور اُس مولود کے بھی لڑکا ہوا پھر اُن سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا
بھی اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اُسکا حمل دار الحرب میں ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہو باتباع والدین کے نہ پوتا یعنے پوتے پر
جبر علی الاسلام نہیں بسبب تابع نہ ہو سکنے کے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اُسکا حربی کے مانند ہے ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری ہوتا ہے دوسری پشت پر جب پوتا
دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا اگر گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اُنپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا [illegible]
باسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم

ای علی تلک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دار الاسلام فہو مسلم تبعا لابیہ مرقوق تبعا
لامہ فلا یرث اباہ لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ مین ارتداد زوجین کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد
ہوگئی اور دار الحرب مین جا ملی پھر وہان لڑکا جنی پھر وہان کے لوگون پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائیگا اور وہ اپنے باپکا وارث ہوگا
اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپکا تابع ہوکر اور اگر مرتدہ مذکورہ دار الحرب مین نہ جنی یہان تک کہ گرفتار ہوگئی پھر لڑکا جنی دار الاسلام مین تو وہ مسلمان ہے اپنے
باپکا تابع ہوکر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہوکر تو وہ اپنے باپکا وارث نہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی ومن
لا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جبکہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہین اُسکے مخلد فی النار ہونے مین
بسبب معاف نہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنے اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی مین ہے نہ اخروی مین کاسلامہ فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین
تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہے اُسکے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہوگا اپنے کافر ماں
باپکا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور مسلمان ہونے پر زبردستی کیجائیگی مارکر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز و
ہو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیۃ وقیل الذی یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ ویمیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قالہ الطرطوسی فی انفع الوسائل
قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایت نقلا اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیۃ
اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیرین اور تلخ مین قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے
کتاب انفع الوسائل مین یون کہکر کہ مین نے اس فقیہ کو نہین معلوم کیا جسنے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو مین کہتا ہون اور تو معلوم کرچکا اُسکی نقل کو مجتبی اور
سراجیہ سے حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے اور قہستانی نے کہا
کہ عاقل وہ ہے جو کلمہ توحید کو متعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور بیع خلاف شرع کے ہو انتہی اور سات برس کا لڑکا ان امور کو کچھ نہین سمجھتا خصوصا اس
زمانے مین کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم الی الاسلام طرا غلاما ما بلغت
اوان حلمی وسبقتکم الی الاسلام قہرا بصارم ہمتی وسنان عزمی اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے علی مرتضی پر اسلام کو
پیش کیا اور حالانکہ عمر انکی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اسکا فخر کرتے تھے یہان تک کہ فرمایا صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر کہ پہنچا مین تم سب سے سبقت کی
مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن مین جبکہ مین اپنی جوانی کے وقت کو نہ پہونچا تھا اور جا پایا مین نے تمکو اسلام کیطرف زبردستی اپنی ہمت کی تلوار اور اپنے عزم
کی برچھی سے ہم صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کیوقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی
توفیق یہ ہے کہ صبیان مین علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار مین صدیق اکبر اور نساء مین خدیجۃ الکبری اور موالی مین زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطورا
اہل فترت سے ہین یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے مومن و مصدق تھے اور یہ تصدیق انکو آخرت مین مفید ہوگی لیکن یہ لوگ اہل اسلام سے اول نہین
اسواسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت مین اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہین اور ورقہ وغیرہ صحابہ مین داخل نہین اسواسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد بعثت کے بعد نزول
سورہ مدثر کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع عن فرض قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر اختار جمہور
الماتریدیۃ انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا ہے قبل
بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہ ہے کہ ہان فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر مین ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہے
بالغ کے مانند یہانتک کہ اگر مرجائیگا بعد اُسکے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا کذا فی النہر الفائق وفی شرح الوہبانیۃ [illegible]

ان لاکفر وھو الصحیح کذا قول شئ للہ قیل یکفر ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر علامہ عبدالبر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش درویشان کہنے کو بعض
نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسیطرح شئ للہ کے قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ہے شرح وہبانیہ میں
بزازیہ سے منقول ہے کہ سابق شروان میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ جمیع اشیا مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام
مباح ہو حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مستدل نے ذکر کیا یہ ہے کہ سکنۃ المساکین یا بقر الفقرا گویا قائل نے یوں کہا کہ ہم متمکن ہوئے
بسکنت مساکین یا محتاج ہوئے تیری طرف بفقر فقرا اور اسمیں ایک شئ کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جائیکہ اباحت جمیع اشیا اور شئ للہ کے کفر ہونے کی شاید
وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اسکے محتاج ہیں لیکن لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے کہ اسکی تاویل
یوں ہو سکتی ہے کہ قائل کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں شئ طلب کروں اللہ تعالی کے اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اسطرح ہے ومن قال
شئ للہ بعض یکفر وخشی علیہ الکفر بعض البقر کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبدالقادر شیئا للہ سو یہ امر راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف
کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی تصریح ہے تو تتمہ کہ اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت کے
قال اللہ تعالی (الم یعلم بان اللہ یری) تو گویا اسنے حق تعالی کو یوں ندا کی کہ یا عالم یا من یری ہے ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ولاسیما بالدف یلھو
یزمر اور جو رقص کو حلال جانے اسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت لاوے ہے قرطبی نے نقل کیا کہ یہ آگ اور
ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم
ہوا کہ اسکی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی سے ومن یعلی قال الطی مسافۃ یجوز جھول ثم بعض یکفر واثباتھا فی
ماکان خارقا عن النسفی النجم یروی ویعبر اور جو ولی کیواسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضوں نے اسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا خارق عادت
امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور ینکو بمعنی انصرف خصوص خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیا کے منکر نہیں ہیں اسواسطے کہ قول طی مسافت کو عام ہے
مگر جو بنص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کی مانند کلام کا بنانا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل [illegible] میں اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاۃ [illegible] شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی
بغی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہے (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کرتے تھے صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے قصد سے اور
ہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف میں بغی عبارت ہے اس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح
وشرعا ھم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہیں جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت
سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں ہیں اسکی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اسکے سبب امن میں ہو
پھر ایک جماعت مسلمین نے اسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمان امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ
اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے تو وہ لوگ باغی ہیں مسلمین پر فرض امام کی اعانت
قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہ ہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہ ہوتا [illegible] اہل بغی اور [illegible] زمانہ میں [illegible]
فرقہ [illegible] کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمھم وبغاۃ وستجئ حکمھم وخوارج
وھم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دماءنا واموالنا ویسبون نساءنا ویکفرون اصحاب

نبینا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ طاعت امام سے خارج ہونیوالے تین قسم ہین
ایک قطاع الطریق یعنے اہل خروج بلا تاویل اور با شوکت اور انکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہین جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہین اور انکا حکم
آتا ہی اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہین جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہو امام پر خارج ہوئے ہین تاویل سے گمان کرتے ہین کہ امام باطل پر ہی بہ اعتبار کفر اور ایسی
معصیت کے جو موجب قتال ہو امام کا انکی تاویل ہے وہ حلال جانتے ہین ہم اہل اسلام کے خونون اور مالون کو اور بندی کرتے ہین ہماری عورتون کو اور کافر کہتے ہین
ہمارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو انکا حکم مانند حکم باغیون کے ہی باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر مین کی ہو اور فتح القدیر مین ہی کہ جمہور فقہا
اور محدثین کے نزدیک خوارج در حکم بغاۃ ہین اور بعضے محدثین انکے کفر کے قائل ہین ابن منذر نے کہا مین نہین جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج
مین یہ مقتضی ہی اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط مین کور ہی کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہین کرتے اور بعضے کرتے ہین اُس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہو
اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت کیطرف نسبت کیا ہی اور نقل اول یعنے عدم تکفیر اثبت ہی ہان یہ البتہ ہی کہ اہل مذہب کے کلام مین اکثر اہل بدعت کی تکفیر
واقع ہی لیکن تکفیر اُن فقہا کے کلام مین وارد نہین جو مجتہدین ہین بلکہ غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہین اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہو اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہی انتہی
حلبی نے کہا کہ یہ کلام خوب ہی مگر مشکل یہ ہی کہ مقتضی ہی عدم تکفیر اُن رافضیون کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہین اور حالانکہ یہ صریح کفر ہی طحطاوی نے کہا کہ
جواب ممکن ہی کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے رافضی مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہی اسواسطے کہ انکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہی واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف
المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہین کرتے تو اس سبب سے کہ انکا قتال اور استحلال تاویل سے ہی اگرچہ تاویل باطل ہی بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اُسکی
تکفیر صریح ہو چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے باب الامامۃ مین مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان و بان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا
من قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہی امام دو چیز سے اشراف اور رئیسون کے بیعت کرنے سے اور اس سے کہ اُسکا حکم جاری ہو جاوے اسکی رعیت مین اُسکے غالب ہونے اور
دبدبہ سے اور امامت ثابت ہوتی ہی اہل حل و عقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت مین سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط
نہین بلکہ جماعہ علما یا جماعہ اہل رای و تدبیر کی بیعت کافی ہی کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم
لا یصیر اماما سو اگر لوگون نے ایک امام سے بیعت کی اور اسکا حکم نافذ نہوا انمین بسبب اُسکے عاجز ہونے کے اُنکے مغلوب کرنے سے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار
لا ینعزل ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جبکہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اُسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہوگا اگر اُسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہوا سواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جاویگا تو معزول کرنا
مفید نہوگا اور اگر اُسکے واسطے قوت حاصل نہین تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہی اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام مین ہی
فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی ولی الناس بہ فی الامان درر وغلبوا علی بلد دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا
پھر جبکہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اُسکے نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان مین ہین کذا فی الدرر اور مسلمین کوئی غالب ہو گئے ایک
شہر پر تو امام انکو اپنی اطاعت کیطرف بلاوے اور انکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی نفرق جمعہم
اذ الحکم یدار علی دلیلہ وہو الاجتماع والامتناع سو اگر باغیون نے ایک مکان پکڑا اور اسمین مجتمع ہو تو حلال ہوگیا ہم کو قتال انکا پہلے پہل یہانتک کہ انکی جماعت پریشان ہو
اسواسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہی قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہی اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع انکا ارادہ قتال کی دلیل ہی لہذا انکا قتال حلال ہوا
اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکرین اس قول کو خواہرزادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور یہی مذہب مختار ہی اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تا وقتیکہ وہ شروع
نکرین کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جسکو امام نے اُن کے قتال کیطرف بلایا

بلد

تو انپر اجابت انکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سو نہین کیونکہ فرض ہو گی جو طاعت ہے کذا فی البدائع م اور یہ جو امام اعظم
سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علیحدہ ہو رہے اپنے گھر مین بیٹھ کر سو اُس صورت پر محمول ہے کہ جب امام نے اسکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا بیچ
قتال سے انکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور مقتول
دوزخ مین ہین سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادروا والا لزم بیتہ درر وفی المبتغی لو بغوا لاجل
ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان ولا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر مقدور ہو قتال پر اور نہین تو اپنے گھر مین بیٹھ رہے کذا فی الدرر
اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگون کو لائق نہین مددگاری سلطان کی
اور نہ مددگاری باغی لوگون کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیہا ان خیر للمسلمین کما فی اہل الحرب الا لا یجب بواجر اور اگر باغیون نے صلح کرنا
چاہا ترک قتال پر تو اسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر انکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول
کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یوخذ منہم شیء اور اُنسے کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض مین فلو اخذنا منہم رہنا واخذوا رہنا ثم
غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن نحبسہم الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا وکذلک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک لا نفعل
برہونہم ولکن نجبرہم علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اوٗل لی اور باغیون نے ہمسے اوٗل لی پھر انھون نے ہمسے عہد شکنی کی اور ہمارے
اولون کو قتل کیا تو ہم انکے اولون کو نہ قتل کرینگے لیکن انکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جبکہ وہ
ہمارے اولون کو قتل کرین تو ہم انکی اولون کو نہ قتل کرینگے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائینگے یا ہمارے ذمی ہو جائین ہم انکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین
آگئے ہمارے امان مین ہوگئے کذا فی البحر ولو لہم فئۃ اجہز علی جریحہم ای تم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام انکے
زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور انکے بھاگنے والون کا پیچھا کرے اور اگر جماعت انکی پریشان ہوگئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہ ہونے خوف
کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان لم یوجد فحبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہے انکے قیدی مین
چاہے اسکو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہان تک کہ اہل بغاوت توبہ کرین اگر وہ توبہ کرین تو بھی قید ہی قید مین رکھے یہان تک کہ وہ بھی توبہ کرے کذا فی السراج وقاتلہم
بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم اُنسے لڑین منجنیق اور غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے وما لا یجوز قتلہ من
اہل الحرب نساء وشیوخ لا یجوز قتلہ منہم ما لم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اسکا قتل باغیون مین سے بھی جائز
نہین و قتیلہ وہ لڑتے ہون یعنے اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو انکا قتال جائز ہے سوا اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ
مباشرۃ ما لم یرد قتلہ اور عادل یعنے امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جب تک محرم نے اسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنے اگر محرم باغی قتل کا
ارادہ کرے تو دفع کرنا اسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوا والدین کے کذا فی البحر ولا تسبی لہم ذریۃ وتحبس
اموالہم الی توبتہم فترد علیہم اور انکی ذریت بندی نہ کیجائے اور انکے مال محبوس ہین انکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ انکو پھیر دیے جائینگے م اور انکی عورتین بھی بندی
نہونگی اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح وبیع الکراع
اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا انکے دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہے کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مشقت ہے الا ان الامام لا
ینفعہ اجارہ صرف ہوگا ویقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر انکے غلامون کی بیع قیاس کیجائے کذا فی النہر وتقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولا تنتفع
بغیرہا من اموالہم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم انکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور ان دونون کے سوا انکے اموال سے مطلقاً منفعت لینا اگرچہ

انقطاع وقت حاجت کے ہو کذا فی البحر هم جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بعض میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی وہ تملیک کے اور فرمایا کہ انکا مال غنیمت
نہیں ہے انکی ذریت بندی نہیں کیجاوے کذا فی النہر ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی
السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان ہیئۃ السلاح معہ مبینۃ بقاء بغیہ فتح اتقاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ
کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل اسکے قتال سے باز رہے اور اگر اسنے کہا عادل سے کہ مجھکو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار
پھینکدیوے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اسکے ساتھ ہتھیار ہیں تو اسکے قتال سے باز نہ رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہو اسکی بقائے بغاوت کا
سو جبکہ ہتھیار پھینکدے تو باز رہے ورنہ نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر لو قتل باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شئی فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک
باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اسپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہو تو اسکے قتل میں کوئی چیز نہیں قصاص و دیت اسواسطے کہ اسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب
قتل مباح ہوا تو اسکے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شہداء ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنے اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو انپر نماز
جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کیے جاویں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن پہنا جاویں اور دفن کیے جاویں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم
الی الآفاق وکذا رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح ومر فی الجہاد اور مکروہ ہے انکے سروں کا اطراف عالم میں پھرانا
اور اسیطرح کفار کے سروں کا نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مثلہ ہے اور اسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اسمیں انکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا
جہاد میں لو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ احکامہم وان اجریت لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی
غالب ہوگئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر
باغیوں کے احکام جاری نہ ہوئے ہوں اور اگر انکے احکام جاری ہو چکے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہوجانے امام کی حکومت کے انپر سے لیکن قاتل پر عند اللہ عقوبت ثابت ہے کذا فی الفتح و
ان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اسکا وارث ہوگا اسیطرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اسواسطے کہ قتل حق مانع ارث کا نہیں و
بالعکس او قال الباغی قتلتہ وانا علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور بالعکس یعنے باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث
نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے مر باغی اسواسطے وارث نہوگا کہ اسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اسکے ساتھ قوت ہو کذا فی النہر
وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام اصر علی دعواہ ورثہ ابو یوسف لا وبابتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں
اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اپنے دعوی سے رجوع کریگا تو اسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال و فی الفتح ولو دخل
باغ بامان فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دار العدل میں داخل ہوا امان لیکر پھر اسکو عادل نے
عمدا قتل کیا تو اسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص اسواسطے کہ اسکی اباحت
دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو
کہ مشتری اہل فساد سے ہے اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر مصنف نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ و وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا یہ
بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی النہر وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم
لعملہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب زیلعی اور اس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب انکے فراغت نہ پانے
کے ہتھیار بنانے کیواسطے بسبب انکے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا
نہر میں کہتا ہوں کہ فقہاء کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اسکی بیع مکروہ تحریمی ہو اور جسکے سبب سے گناہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اڑانے والے اور شیرہ

روبرو بستی لیا اور خصومت کی اُس سے ملتقط اولی نے تو بچہ پھیر دیا جاویگا مگر اُسوقت نہ پھیرا جائیگا جبکہ اُسنے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اسواسطے کہ اُسنے اپنا حق آپ باطل
کردیا وہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد وترجح احدہما بکونہ مسلما وکافر فتنازعا قضی للمسلم لانہ انفع للقیط خانیہ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر یعنی
اور یہ حکم ملتقط سے چھین نہ لینا اُس صورت میں ہے جبکہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو جیسا کہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک
کافر نے پایا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائیگا اسواسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں
اسلام یا کفر میں تو اُس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر تنبیہا ویثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ خانیہ اور اگر دو ملتقط نے
پایا اور ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا تو اُسکا نسب اُس سے استحسانا ثابت ہو جائیگا مجرد اُسکے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہوگا تو
نسب گواہی سے ثابت ہوگا بدون گواہی کے کذا فی الخانیہ ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار صغیر کیواسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بعض دفعہ تو
مسئلے بہت چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں قصدا نہیں کذا فی البحر وہ مثل شخص متعین کے ہو گیا اشتراک اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہو دوسرا شخص کے
دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دونوں شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر ہیں جنہیں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے
مقدم ہوگا وعبارۃ الہدایۃ ادعاہ اکثر من اثنین عن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہر فی عدم قبول دعوی الزائد ولا اشتراط اتحاد الامام نہر لکن فی القہستانی
عن القلم بانہ یثبت من الاکثر بحر اور عبارت ہدایہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا
پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہو اور شرط نہیں اتحاد دعاوی کا دعوی کو یہ ہے کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے
وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک
دو تک اکثر میں نسب ثابت ہوجاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی تصریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق تھا
کہ صریح ہو غیر صریح ولو ادعتہ امرأۃ ذات زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامرأتین علی الولادۃ
صحت دعوتہا والا لا لما فیہ من تحمیل النسب علی الغیر اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اسکی تصدیق یا دائی جنائی نے اسکی
گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورت ہوں تو اُس عورت کا دعوی صحیح ہوا اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اسکی تصدیق نہ کی تو دعوی
نسب کا صحیح نہیں اسواسطے کہ اس دعوی میں تحمیل غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج پر ان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہو تو دو مرد کی
گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں ولو ادعتہ امرأتان واقامت احدہما البینۃ فہی اولی وان اقامتا جمیعا فہو ابنہما خلافا لہما اکمل من الخانیہ اور اگر لقیط کا
دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اُسکے ساتھ لائق تر ہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک
وہ کسیکا بیٹا نہیں مسائل یہ کو خانیہ سے منقول ہیں ولو ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامۃ بہ ای بجسدہ فوافق فہو احق لترجحہ
الا ان یرجح الآخر بینۃ او سبق ید او ارخا فان اشتبہ فبینہما اور اگر لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اُسمیں کوئی نشانی بیان
کی یعنی اسکے بدن یا کپڑے میں تل یا مسوڑھی بتائے اور وہ نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اسکی نہو
جیسا کہ دوسرے شخص کے گواہ یا اسکا آزاد ہونا یا اسکی سبقت قبضہ یا مسلمان ہونا اسکا یا اسکی اتنی عمر ہو کہ اُسکے لڑکا ہوسکے بشرطیکہ دونوں نے تاریخ ذکر کی ہو اگر
اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا بتایا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہو اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم
اور صاحب علامت کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہوگا ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والآخر انہ بنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا فہو لہما والا فلمن ادعی انہ ابنہ اور اگر ایک نے
دعوی کیا کہ لقیط اسکا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اسکی بیٹی ہے پھر اسکو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائیگا بسبب عدم ترجیح کے

علی بہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علیّ سوا اگر اُسنے اُٹھاتے وقت اپنے پر شاہد کیا اِس طرح کہ اُسنے لقطہ لیا ہو تا اُسکو پھیر دے اُسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے
اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہو تو اُسکو میرے پاس بھیج دیجیو ❊ وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہے یعنی پکارتا
رہے جہاں اُسکو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد ❊ ابواب و بازاروں اور میلوں میں یوں پکارتا رہے کہ میں نے کسی کی چیز پائی ہے جسکو مالک کی خبر نہ ہو تو اُسکا مالک میرے
پاس آوے اور نشان بتا دے کذا فی الفتح اور اگر اُسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا
تفسد ان بقیت کالاطعمۃ والثمار یہاں تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جائے کہ اُسکا مالک اب تلاش نکرتا ہوگا یہاں تک کہ لقطہ سڑ جائیگا اگر باقی رکھا جائے جیسے کھانے کی چیزیں
یا پھل اور علم سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات وظاہر الروایۃ میں ایک سال کی تعریف ہے مطلقاً کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال کی
اقوال ہیں کچھ ہیں جمعہ میں باہر سنیے یا ہر شش ماہی میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہو جیسے کھجور کی گٹھلیاں اور انار کے چھلکے تو اُسسے فائدہ لینا
بلا تعریف جائز ہے لیکن یہ مالک کی ملکیت سے زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول کو صحیح نہیں مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین ہے کما جو اُٹھاوے وہ مالک ہے اور یہی حکم
التقاط سنابل متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی فان انتفع بہا بعد التعریف ضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا لینے بعد تعدی
لائق ضمان کے نہیں فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ نأخذ حاوی اقرہ المصنف وغیرہ سوا اگر ملتقط نے
کسیکو گواہ نکیا باوجود اُسکے قادر ہونے کے یا اُسنے تعریف نہ کی تو ضامن ہوگا اگر اُسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول ملتقط کا
اسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اُسکو مصنف رحمہ نے ہم قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں
کذا فی الینابیع تو اصحاب میں یہ قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق
نہیں ہے درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کا دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے
ایک قول میں اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہاں تک کہ مالک اُسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین میں بروایت ابو ہریرہ حدیث مرفوع میں وارد ہے
کہ لا یحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور یہاں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اُسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ
التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہر وہ پردیسی
مسافروں کی ہے جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسیطرح لقطہ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے
کہ دس درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس سے کم زیادہ کی دو سے تک ایک مہینہ اور تین درم کی سات دن اور ایک درم کی تین دن اور ایکدرم کی ایکدن تعریف چاہیے
کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہ توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد
تعریف کے اُٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہو تو کسی فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اُسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جبکہ معلوم ہو جائے کہ لقطہ ذمی کا ہے
تو وہ بیت المال میں رکھا جائیگا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیۃ لو رجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اُسکی وصیت کر جانا
واجب ہے کذا فی البحر فان جاء ربہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اُسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اُسکے
تصدق کے جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت واقع ہو اور اسی مالک کو اُسکے تصدق کا ثواب ملیگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا مہر
یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں ہے فی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہد ثم لابیہ
او وصیہ التصدق وضمانہ فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اُسپر لازم آویگا اگر اُسنے اُٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہو
پھر اُسکے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہے اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے ولو تصدق بہا بامر القاضی فی الاصح کما لو ان الفقیر

القاضی او الامام لو فعل ذلک لان التصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اُسنے بامر قاضی التصدق کیا ہو چنانچہ اسکو اختیار ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے
ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا غیر کے مال میں بغیر اُسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او یضمن المساکین و ایہما ضمن لا یرجع علی صاحبہ
یا ضمان لے مالک اُن فقیر سے جنہ اُسکا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پھیرے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو
اُسکو فقیر سے لے و لا شیء للملتقط لمال او بہیمۃ او ضال من الحبل صرفا الا بالشرط ... تاتارخانیہ کا باقیہ فاسد ... یا جانور یا صغیر گم شدہ کے
ملتقط کو ... کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اسکو لاوے اُسکے واسطے اتنا مال ہے تو اُسکو اجرت مثل ملیگی کذا فی تاتارخانیہ جیسے اجارہ
فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہے و ندب التقاط البہیمۃ الضالۃ و تعریفہا ما لم یخف ضیاعہا فیکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن البقر و کبر الابل تاتارخانیہ اور
بہکے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جب تک اسکے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط مستحب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان
بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گاے بیل کا اور دانت ... اونٹ کا اسواسطے کذا فی تاتارخانیہ ... قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جسکے چار پاؤں ہوں اگرچہ پانی میں رہتا ہو
یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو ... اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی ... سب شامل ہے اور یہ جو شیخ نے
... کا جواب ... میں ہے کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانہ میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہیں کہ اہل خیانت
اُسکو چھوڑ دیں تا مالک پاوے تو اب اسکا التقاط ہی افضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہے و لو کان التقاطہا فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ فالحاوی اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں
واقع ہو بشرطیکہ اسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی و ہو فی الانفاق علی اللقیط و اللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے میں احسان کا
کرنیوالا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کر دے بدون حکم کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ القاضی انفق لترجع فلو
ذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک ... مگر اُسوقت صرف مذکور دین ہوگا
جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پھیر لیوے سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اسکے مالک پر دین نہ ہوگا قول اصح میں یا اسوقت رجوع کا جبکہ لقیط یا ملتقط کی
تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اُس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور اسکا وہ مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے
کذا فی النہر ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقیط نے اسکی تصدیق
کی تو اسکو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحاوی ثم المدیون رب اللقطۃ والاب للقیط او سیدہ او ہو بعد بلوغہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ
یا اسکا مولی یا خود لقیط بعد بالغ ہونے کے ولو کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم و انفق علیہا منہ کالعبد الابق بخلاف الضال ... اور اگر لقطہ جانور لائق ہو اور انتفاع
کے ہے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اسکو اجارہ دے ملتقط حاکم اذن سے اور اسپر صرف کرے اسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اسکا اجارہ صحیح نہیں اسکے
بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الابق میں وان لم یکن نفع باعہا القاضی و حفظ ثمنہا و لو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اعتبار فلو
لم یکن ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانوروں میں نفع لائق اجارہ کے نہو چنانچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اور اسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا
اُسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک باُمید ظہور مالک کے کذا فی البحر عن الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے
یعنی تامل مصلحت کے واسطے ہے سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہو تو اسکا امر بالانفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا و لہ منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ
سقطت و قبلہ لا اور ملتقط کو جائز ہے نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل
حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں و لا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اُسکے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے لیکن درصورت تصدیق ملتقط کو
دینے کا اختیار ہے فان بین علامتہ حل الدفع بلا جبر و کذا الکل ان صدقہ ... و لہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایۃ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت

کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مرثمار سقطت اشجار فی غیر امصار لاباس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں
ہے کہ ایک شخص پھلوں پر ہوکر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جب تک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم نہو اور یہی
قول پر اعتماد ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہوکر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اسکا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہوجائے
کہ اسکے مالک نے مباح کردیا ہے خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اسواسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں ہے اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال باقی
رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو اسکا لینا جائز نہیں جب تک اسکا مالک معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو مشائخ میں اختلاف ہے
بعضوں نے کہا کہ بدون ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جبتک صراحۃ یا دلالۃ یا عادۃ نہی معلوم ہو اور یہی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور
قریات میں ہو تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو انکا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو یہ قول بالاتفاق ہے کہ اسکا
لینا درست ہے جبتک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گانوں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ
بخل نہیں کرتے ہیں تو اسکو کھانا درست ہے لیکن اٹھا لیجانا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہ ہے جو ہمنے مذکور کی اور کہا
سنہ واخذک ثمار من النہر جاریا بنحو کمثری وفی الجوز ینکر ٭ اور وہبانیہ میں ہے اور سیب یا امرود کو نہر جاری سے لینا جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں
ہم نہر جاری کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ حوض کا بھی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک کے
کیواسطے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الآبق

یہ کتاب ہے آبق یعنے غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیتہ للتلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا آفت اور زوال کا
لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض آفت باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہے نہ باعتبار اسکی ذات کے والاباق انطلاق الرقیق تمردا کذا
عرفہ ابن کمال لیدخل الفار من مستاجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے از راہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف
کی ہے ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہو آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے مستاجر اور عاریت مانگنے والے اور امانتدار اور اسکے وصی کے
پاس سے ہم موجبہ بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذا فی الحلبی اور وصی عام ہے وصیت کیطرف سے ہو یا قاضی کیطرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا
پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اسکے ضائع ہونے کا یعنی مولی کے پاس پہونچنے کا اسواسطے کہ پکڑ لینے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہے ویحرم اخذہ لنفسہ حرام ہے اسکا پکڑ لینا اپنی
ذات کیواسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ الا فالاولی ترکہ فی البحر حکم اخذہ کاللقطۃ اور مستحب ہے اسکا پکڑ لینا اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اسکے حفظ یا ایصال
موسے پر قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو مستحب اسکا چھوڑنا ہے کہ بحر میں ہے کہ اسکی گرفتاری کا حکم لقطہ کا سا ہے فان ادعاہ آخر دفعہ الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء
لجواز ان یدعیہ آخر فیحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اسکو دیدے اگر اسنے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اس سے
ضامن لے اگر چاہے بسبب احتمال اسبات کے کہ شاید اسکا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اس سے خدا کی یوں قسم لے کہ اسنے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا یعنی بیع و ہبہ
ہم مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جنمیں گواہی و قسم مجتمع ہوتی ہیں اسواسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مقصود سے مغایر ہے کذا فی الطحطاوی یعنے گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے
انتفاء ملک ان لم یبرہن عطف علی ان برہن اقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفعہ الیہ بکفیل اور اگر گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ
اسکا غلام ہے یا مولی نے اسکی علامت یا اسکی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اسکو دیدے ضامن لیکر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے برہن پر لیکن اسکو متعلم
سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہے اور درصورت اقرار و ذکر علامت جائز ہے فان انکر المولی اباقہ فحینئذ حلف الا ان

بہ بر من علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی سو اگر مولی اُسکے بھاگنے کا منکر ہو مختار نہ دینے کے فتوی ہے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا گو یہ کہ گرفتار کرنیوالا
گواہ لاوے اُسکے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہوگی کذا فی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی لو علم مکانہ
لئلا یتضرر المولی بکثرۃ النفقۃ سو اگر مولی کے آنے کی مدت دراز ہو جاوے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے اگرچہ اسکا مکان جانتا ہو مولی کا ضرر نہو کثرت خرچ سے وحفظ ثمنہ لصاحبہ
و امسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اُسکی قیمت کو اُسکے مالک کیواسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اُسکی قیمت سے جو خرچ ہوا اُسپر یعنی اگر بیت المال سے اُسپر خرچ ہوا تو بقدر اُسکی
قیمت سے بیت المال میں رکھدے طحطاوی نے کہا بہتر تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اسلیئے کہ مصنف کا قول یعنی منہ مغنی ہے اس سے فان جاء المولی بعدہ ای بعد بیعہ لم ینقض بیع القاضی لانہ
الیہ اگر مولی بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کری تو باقی قیمت اسکو دیجاوے حلبی نے کہا حُلیٰ بتشدید لام ہے یعنی علامت اور حلیۃ کو کہیں
طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب بتخفیف ثابت ہوتا ہے والا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع فکلہ لا ینقض اور مالک نہیں مولی اُسکے بیع کے
توڑنے کا اسواسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند ہے نہیں ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ
عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبیدہم اباقہ فلہم اخذہا من مشتریہا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع واما فی عبید الرعایا فان ذلک انما
یعتبر ان فاحش والا فلاہم اخذہا بالثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابو السعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر
ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کو منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اسوقت ان کو صحیح نہیں ہے بیع کرنا غلاموں
کی بیع تو انکو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اُسکی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جبکہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع
مثل اسکے نہو تو رعایا کو قیمت دیکر لینا درست ہے اور اسکا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی یا معنی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولی انہ
دبرہ او کاتبہا او استولدہا ولم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا ای ببینۃ علی ذلک نہر اور اگر مولی گمان کرے کہ اُسکے مدبر یا مکاتب بنایا ہو گا یا لونڈی کو
استیلاد کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی نقض بیع میں مگر اسوقت تصدیق ہوگی کہ مولی کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف
فی اخذ الجعل اخذہ افضل وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ فایصالہ الیہ اولی اور بھاگے ہوئے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسکا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ
چھوڑنا افضل ہے اور اگر اُسکا گھر جانتا ہو تو اسکا پہونچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شئی علیہ ایک غلام بھاگا سو اسکو کوئی
مرد پکڑ لایا اور یہ کہا کہ میں نے اُسکے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اسپر کچھ نہیں ہے ولمن رد وہ خبر بقولہ الآتی اربعون درہما الیہ من مدۃ سفر فاکثر
وہ حال ای والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ من یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا ان لوگوں
میں ہو جو مختانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا مختانہ اُسکے مولی کا ہے جعل بالضم وجعالہ بالکسر وجعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجرت سے لہذا
جعل کا ترجمہ مختانہ کیا مستحق مختانہ وہ شخص ہے جسپر خلفت بال مولی اوجب نہیں اور جو کا خادم نہو اور جس مولی نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا المتن وہ کی خبر مصنف کا
آیندہ قول اربعون درہما ہے قیدیہ لانہ لاجعل لسلطان او شحنۃ او خفیر و وصی یتیم وعائلہ ومن استعان بہ کان وجدہ فی مدینۃ فقال المصنف او کان فی عیالہ او ابنہ او احد الزوجین ملتقطا زیلعی و شریک
نتف و ہبانیۃ ولو الجیۃ فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اسلیئے کہ مختانہ نہیں واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے
اور یتیم کے عیال کے اور جس سے مولی نے مدد چاہی اسطرح پر کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اسکو پکڑ لینا سو کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانیوالا اسکی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا
بیٹا مطلقا خواہ عیال میں ہو یا نہو کذا فی الزیلعی اور شریک کیواسطے اجر نہیں کذا فی النتف والوہبانیۃ والولوالجیۃ تو مستحق اجرت سے گیارہ شخص مستثنیٰ ہیں طحطاوی نے کہا کہ جو
مستحقین اجرت سے گیارہ ہیں کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی صورتیں
میں ام ولد باپ کا شمار کیا ہے جبکہ وہ فرزند کی عیال میں ہے نہر یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیالہ اربعون درہما فبطل صلحہ فیما زاد علیہا ولو بلا شرط استحسانا

غلام کے پھیر لانے والے کیواسطے چالیس درہم مختانہ ہے اگرچہ شریک ہو یہ نے مختانہ کی بنا پر استحسان کے پھر جب مختانہ چالیس درہم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درہم پر صلح کرنا باطل ہے ہم قیاس چاہتا تھا کہ کچھ
مختانہ نہ ہو لیکن وجہ استحسان یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اجماع ہو اصل مختانہ پر اگرچہ اسکی مقدار میں اختلاف ہو لہذا مدت سفر میں چالیس درہم مقرر ہوئے اور کمتر میں بکسر تا جمیع آیات تجمیع ہو جاوین کذا
فی الخطوط و عن الحموی شرح ابو داؤد و لہا و لد یعقل الاباق فجعلان نہر سمجھتا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اسکا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو مختانے ہیں کذا فی النہر سمجھتا و ان لم
یعد لہا عندنا الثانی لثبوتہ بالنص فلذا اعول علیہ ارباب المتون چالیس درہم مختانہ لازم ہو اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہ ہو ابو یوسف کے نزدیک بسبب ثابت ہونے کے بالدرہم
کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسیواسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشہد انہ اخذہ لیردہ و الا لا شئ لہ مختانہ لازم ہے اگر پھیرنے
والے نے اسپر گواہ کیا کہ میں نے اسکو گرفتار کیا ہے پہونچا دینے کیواسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اسکے واسطے کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اُسنے اپنے واسطے گرفتار کیا او لو ردہ
من اقل منہا لقسطہ و قیل یرضخ لہ برای الحاکم او یقدر بصطلحہما بہ یفتی تاتارخانیہ اور اُسکے پھیرنے والے کیواسطے کمتر مدت سفر سے مختانہ ہے چالیس کے حساب سے
او وہ ظاہر قول یہ ہے کہ اسکو قدر قلیل دینا چاہئیے حاکم کی تجویز سے یا اُسکی تقدیر ہو دونوں کی رضامندی سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ و لو
من المصر فیرضخ لہ او یقدر کما مر اور اگر اسکو اُسی شہر سے پھیر لایا جسمیں مولیٰ رہتا ہے تو اسکو قدر قلیل دینا چاہئیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا و ام ولد و مدبر
کالقن فی الجعل ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہے مختانہ میں ان مات المولی قبل وصولہ ای الآبق لانہما عتقا بموتہ فلا جعل للقن
بخلاف اور اگر مولیٰ مر گیا غلام کو پہونچانے سے پہلے اور حال یہ کہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانے والے کیواسطے مختانہ نہیں ہے بسبب آزاد ہو جانے دونوں کے مولیٰ کی موت سے اور اگر اور
پھیر لانے میں کچھ مختانہ نہیں ہے و ان ابق منہ بعد الشہادۃ المتقدم لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن لصیرورتہ غاصبا کذا فی القنیہ اور اگر غلام بھاگ گیا
پھیر لانے والے کے پاس سے بعد اسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اسواسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں پھر اگر اُسنے غلام کو اپنے ذاتی کام میں
لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیہ و فی الوہبانیہ لو انکر المولی اباقہ قبل قولہ بیمینہ و لزم مرید الرد بینۃ انہ ابق اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولے نے اسکے
بھاگنے کا انکار کیا تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اسکی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اسکا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی یا مولیٰ کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی و ضمن ان ابق
او مات قبلہ مع تمکنہ منہ لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اسکے قادر ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ
غاصب ہے و لا جعل لہ فی الوجہین خلافا للثانی فی ثانیہما لان الاشہاد عندہ لیس بشرط بہ نفی الغصب ادرکہ واسطے مختانہ نہیں ہے دونوں صورتوں میں یعنی صورت فرار
بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اسواسطے کہ انکے نزدیک اشہاد شرط نہیں غلام کے مختانہ میں لکھتے ہیں ہم طحطاوی نے کہا
کہ یہیں اعتراض ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں مختانہ واجب نہیں اور ترک اشہاد میں بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا بلکہ انکے نزدیک مختانہ جب ہی ہے پہونچانے
کے وقت نہیں ہاں انکے نزدیک اشہاد شرط نہیں ہے بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ
خلافا للثانی ضمن قبلہ کیطرف راجع ہو اسواسطے کہ وہ ضمان ثانی ہے و الآبق منہ کی و لا جعل لہ و مکاتب لحریۃ ید او نحو مختانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اسکے آزاد ہونے
کے تصرف کی راہ سے و جعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل و لو اکثر من الدین فعلیہ بقدر دینہ و الباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر
المضمون اور مختانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر مختانہ ہے بقدر اسکے دین کے اور باقی مختانہ
راہن پر ہے اسواسطے کہ اسکا حق اسی قدر ضمان کے ہے ہم مختانہ سب صورتوں میں مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت راہن سے رہن باطل نہیں ہوتا کذا فی الفتح
و البحر و جعل عبد اوصی برقبتہ لانسان و بخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت المدۃ رجع صاحبہا علی صاحب
الرقبۃ او بیع العبد فیہ ای فی الجعل اور مختانہ اُس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کیواسطے ہوئی ہو اور اسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے
انسان کیواسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اسواسطے کہ منفعت اُسی کے واسطے ہے پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اسکا

گردن لے مالک سے محنتانہ پھیر لے یا غلام بیچ ڈالے جب محنتانہ نہین جعل ماذون مدیون علی من یستقر له الملک فان بیع بدأ بالجعل لها بقی للغرماء اور محنتانہ غلام ماذون مدیون کا اسپر ہی جسکی ملک اسپر ٹھہر جاے خواہ مولی کی خواہ انکی سوا کوئی اور گروہ بیچا جاے تو پہلے قیمت سے محنتانہ دیا جاے اور باقی قرضخواہون کو ملے گا یجب جعل الآبق جنی خطاء فی ید الآخذ علی من یصیر له فانه جب ہو محنتانہ اس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ مین اسپر ہی جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کریگا تو کسی پر محنتانہ نہین کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وموهوب علی موهوب له وان رجع الواهب بعد الرد لان زوال ملکه بالرجوع بتقصیر منه وهو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محنتانہ اسکے غاصب پر ہوا اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ ہبہ کرنیوالے نے اسکو پھیر لیا ہبہ ہوچکے پھیر دینے کے بعد اسواسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا سبب رجوع کے اسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبی فی ماله اور صغیر کے غلام کا محنتانہ اسکے مال مین ہے الآبق نفقته کنفقة اللقطة کما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہے تو احسان ہے اسکو مالک سے پھیر لے نہین سکتا اور اسکے اذن سے پھیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی ہو وله حبسه لدین النفقة اور غلام گرفتار کرنے والے کو اسکا حبس کرنا اپنے نفقہ کے دین کے واسطے درست ہے ولا یؤجره القاضی خشیة اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یؤجره للنفقة وبه جزم فی الهدایة والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اسکے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اسکو محبوس کرے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسکو اجارہ دے نفقہ کیواسطے اور اسی قول اخیر پر تیقن کیا ہے ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر فی التاتارخانیة مدة حبسه بستة اشهر ونفقته فیها من بیت المال ثم بعدها یبیعه القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ انکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس مین بیت المال سے ہے پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اسکو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اسکو لیکر باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلة لطیفة شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کر دے سواسطے کہ مشتری دو غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا والله اعلم واستغفر الله الحلیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے اس راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونے مین دونون برابر ہین هو لغة المعدوم وشرعا غائب لم یدر اموجود فیتوقع قدومه ام میت اودع اللحد البلاقع ای القفر جمع بلقع فیدخل الاسیر والمرتد لم یدر الحق ام لا مفقود لغت مین یعنی معدوم ہے اور شرع مین اس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہے کہ اسکا آنا متوقع ہے یا مردہ ہے کہ جنگل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلاقع بمعنی قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اسکی بلاقع ہے تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین داخل ہوا یا نہین ہم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو نہ بیان کیا اس دلیل سے کہ محیط مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہے حالانکہ مکان اسکا معلوم ہے کہ دار الحرب ہے لیکن نقایہ اور اسکی شرح قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اسکا معلوم نہین اور کنز اور فتاوی عالمگیری مین بھی جہل مکان کو شرط کیا ہے اور صاحب نہر نے تصریح سے جہل مکان کا ثابت نہین کیا طحطاوی نے کہا تو مصنف ہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہے وهو فی حق نفسه حی بالاستصحاب وهو الاصل فیه وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے یہی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسه غیره ولا یقسم ماله نکاح نہ کرے اسکی جورو اسکے غیر سے اور اسکا مال وارثون پر تقسیم کیا جاوے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انه لیس لامین بیت المال نزعه من ید من بیده امینا حیث قبل فلا به کما مر میں کہتا ہوں مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اس شخص کے ہاتھ سے جسکو

مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آویگا عزا نہ المفتیین ہے ولا الفسخ اجارتہ اور اسکا اجارہ فسخ نہ کیا جائے ونصب القاضی من ہو وکیلا
یاخذ حقہ کغلاتہ ودیونہ المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اسکو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اُسکے وہ دین
جنکے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اُسکے مال کی اور قائم رہے اسپر اسطرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمنگاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کرکے مخزن میں
رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجۃ نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہٰذا ترجمہ اسطرح کیا گیا فافاد ان الوکیل یحفظ بلا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم
لانہ لعلہ مات فلا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کی طرف سے کوئی وکیل ہو تو اسکو اُسکے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اُسکے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم کے اذن سے اسواسطے
کہ شاید وہ مر گیا ہو اور یہ شخص اسکا وصی نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین وودیعۃ وشرکۃ فی عقار او
رقیق ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی وانہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں
ہو سکتا اسمیں جو مفقود پر دعوی کیا جائے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اسواسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں ہے نہ اُسکا نائب وہ تو
قبض مال کا وکیل ہے قاضی کی طرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف ہم قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اسواسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ
جائز نہیں بلکہ اختلاف ہے مالک کے وکیل میں جسکو قبض دین کیواسطے اُسنے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں قول امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک
مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومتہ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء تبعا للکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر
اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اسکا
تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی نہر
ہم عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے تو قضا علی الغائب جائز ہے اور جو نہر نے کہا کہ ظاہر کلام علما مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے
مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اسکا اعتقاد کریگا اپنے امام کے مذہب کے خلاف اس سے معلوم ہوا کہ قضا علی الغائب
ہمارے مذہب میں علی الاطلاق باطل ہے پھر اگر اسپر غیر حنفی حکم کریگا تو اُسکے نفاذ میں دو روایتیں ہیں صحیح ہیں پھر اگر دوسرا قاضی اُسکو نافذ کر دیگا تو اختلاف جاتا رہیگا اور اگر حنفی
حکم کریگا تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ اسکا امام اسکا معتقد نہیں کذا فی البحر الرائق باب القضا ولا یبیع القاضی ما لا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ
یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جسکے بگڑ جانے کا خوف نہیں نفقہ میں بیچے نہ اُسکے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جسکے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے
کہ اسکو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اسکی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم
یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر مامورین بفسخہ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے
معروضات میں ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچ ڈالنے کے مطلقاً اگرچہ اُسکے بگڑنے کا خوف نہو پھر اگر مفقود زندہ
ظاہر ہوا تو اُسکے واسطے قیمت ہے اسواسطے کہ قاضی مامور نہیں اُسکی بیع فسخ کرنے کے ہاں جبکہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اُسکو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جائے مفقود کی زوجہ اور ولادی قرابت والوں پر اور وہ اسکے اصول ہیں اور فروع
ہم اصول و فروع کو بشرط احتیاج اور فقیر کے نفقہ ملیگا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں گذر چکا ولا یفرق بینہ وبینہا ولو بعد مضی اربع
سنین خلافا لمالک اور تفریق نکیجائے درمیان مفقود اور زوجہ اسکی کے اگرچہ بعد گذرنے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے ہم امام مالک کے نزدیک جب چار برس
مفقود بیخبر رہ گیا تو قاضی اُسمیں اور اُسکی زوجہ میں تفریق کرے پھر وفات کی عدت بیٹھکر جس سے چاہے نکاح کرے اسواسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اُس شخص میں جسکو جن اُٹھا لیگئے
تھے ہماری دلیل حدیث مرفوع ہے کہ انہا امرأتہ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اُسکی زوجہ ہی ہے یہانتک کہ اُسکے پاس خبر پہونچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی نے فیصلہ کیا کہ وہ عورت مبتلا

ہے اسواسطے اُسکی موت کا حکم نہین ہوسکتا مال کے حق مین گم ہونے کے وقت سے سوا اسکے کہ ظاہر حال اُسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم قسمت کا
ولو کان مع المفقود وارث یحجب به لم یعط الوارث شیئا وان ینتقص حقه یعطی اقل النصیبین و یوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا
وارث ہو جو محجوب ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اُسکے دو حصون مین سے اُسکو کمتر حصہ دیا جائیگا
اور باقی اُٹھا رکھا جائیگا ہے مثلاً ایک شخص مر گیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ مین ہے اور سب وارثون نے
ابن مین اتفاق کیا بغیر دونون بیٹیون نے میراث طلب کی تو اُنکو نصف دیا جائیگا اسواسطے کہ اُتنا اُنکا حصہ بہرصورت متیقن ہے اور نصف باقی اُٹھا رکھا جائیگا اور اولاد ابن کو کچھ نہ دیا جائیگا
اسواسطے کہ وہ محجوب ہین اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہونگے بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائیگا تا وقتیکہ اُسکی خیانت ظاہر ہو کذا فی المنح **کالحمل**
ومحله الفرائض لذا حذفه القدوری وغیره یعنی مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہان حذف کیا ہے یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث
ہو جو کسیطرح ساقط نہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہوتا ہو تو اُسکو پورا حصہ ملیگا بسبب اُسکے متیقن ہونے کے ہر حال مین چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان
حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اُسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اُسکو اقل النصیبین ملیگا
چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکو تغیر نہین ہے اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہین
ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا وجود اور عدم مین تو اصل
استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اُٹھا رکھا جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا
لیس للقاضی تزویج امة غائب ومجنون وعبدهما ولو ان یکاتبهما ویبیعهما قاضی کو درست نہین غائب اور مجنون کی لونڈی اور اُنکے غلام کا نکاح کر دینا اور
اُسکو اختیار ہے اُنکے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے مین اور اسیطرح اُنکو اجارہ دینے مین کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام مین **لا یخفی مناسبتها للمفقود من حیث الامانة بل قد تتحقق فی ماله عند موت مورثه** پوشیدہ نہین مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے
امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہو جاتی ہے مفقود کے مال مین اُسکے مورث کے مرنے کے وقت مصنف نے کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا
دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ گاہے
مفقود کے مال مین شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مر گیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت انھین دونون مین مخصوص ہے اور پہلی
مناسبت عام ہے دونون مین آبق اور لقطہ اور لقیط مین اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح **هی بکسر فسکون فی المعروف لغة الخلطة سمی بها العقد لانها سبب** شرکت
بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت مین عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصون کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہے
عقد کی ملحوظ و یعنی کہ ضمیر سببیہ کی عقد کی طرف راجع ہے اور بعضے نسخون مین لانها سببه ہے اور اسمین قلب ہے بلکہ لانه سببها کہنا ٹھیک ہے **وشرعا عبارة عن
عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح** جوہرہ اور اصطلاح شرع مین شرکت عبارت ہے عقد سے بین المتشارکین کے اصل یعنی راس المال و منفعت مین کذا فی الجوہرہ
تو اگر منفعت مین شرکت ہو راس المال مین نہو تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال مین ہو نہ منفعت مین تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی **ورکنها فی شرکة العین اختلاطهما**
اور رکن شرکت کا شرکة العین مین دونون مالون کا ملنا ہے یعنی دونون مالون مین ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور نہ ملانا دونون کا مانند خلط ہے یعنی
اور مال کا ملنا اور ملانا یکسان ہے حکم مین کذا فی الحلبی **وفی العقد اللفظ المفید له** اور رکن شرکت کا شرکة العقد مین لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب و قبول
رکن ہے چنانچہ یون کہنا ایک شریک کا کہ مین تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز مین اور دوسرے شریک کا یون کہنا کہ مین نے قبول کیا **وشرط جوازها کون الاصل قابلا للشرکة**

اور جواز شرکت کی شرط یہ ہو ایک چیز کا یعنے معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہو گیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کثوب هبت الریح فی دارهما فانهما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہو ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہو کہ چند شخص ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کا یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈال دیا تو وہ دونوں شریک ہیں اسکی حفاظت میں کذا فی القہستانی او دینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح سیجیٔ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں قرض کے بنابر اس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین اس حصہ کا لینا جائز ہو کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آویگا اور بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازا اسواسطے کہ دین صفت شرعی ہو کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہو کہ شرعا مملوک ہوتا ہو بدلیل تفریع شارح وان من حیل خصاصہ بالاخذ ان یهبہ للمدیون قدر حصتہ و یهبہ رب الدین حصتہ ہیا نہ اور جو دین کہ شریک نے لیا اسکے خصاص کی یہ تدبیر ہو کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اسکے حصے کے ہبہ کرے اور مالک دین اسکو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیہ ہم ہبہ دین جائز ہو اسقاط سے لہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہو بسبب شراء ہبۃ او غیرہما ای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشرک فیہ آخر منیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب بیع یا ہبہ کے یا سوا انکے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اس میں دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذا فی المنیہ ہم سوا شراء و بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہو جانا حربی کے مال پر اور تحلیل کھیتکر دو شخصوں کا مال ملانا بلا تخلیط یا بغقدا اسطرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہو وکل من شرکاء الاملاک اجنبی فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء املاک سے اجنبی کے مانند ہو اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہو اسکے ساتھی کے مال میں یعنے شریک کے حصے میں تصرف مضر اسکو کرنا جائز نہیں اسسبب سے کہ متضمن نہیں ہو شرکۃ الاملاک کے وکالت کو ہم تصرف مضر کی ہو واسطے قید لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہو چنانچہ مشترک گھر میں بے حضور شریک کے رہنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذا فی القہستانی فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لمالیہما بفعلہما کحنطۃ بشعیر وکبناء و شجر و زرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الشائین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہو بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدون اسکے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملا دیا اور جیسا کہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اسکا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہو اور اسی کے مانند ابن نجیم کے فتاوی میں ہو ہم خلط میں فعل شریکین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کریگا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائیگا ضمان دیکر شرکت نہ ہو گی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور انکی غیر میں کیا فرق ہو اسکا جواب یہ ہو کہ جب شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اسطرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہو بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اسمیں ہر دانہ پورا مملوک ہو ایک شخص کا اسمیں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا تو اسکی تسلیم پر قادر نہ ہو گا مگر حصہ شریک کے مخلوط کر کے لہذا اسکے اذن پر بیع موقوف ہو گی اور اگر شریک کے ہاتھ بیچیگا تو جائز ہو بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہو اور بظاہر بیان شارح کا مقتضی ہو کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترک بھی قبیل خلط ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہو بلکہ اسمیں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اسواسطے ہو کہ شریک کو درخت کے اکھاڑنے سے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہونچیگا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان السطیحۃ کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخریین جواز بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فلینتبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہو کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہو یعنی اسکی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اسی کتاب میں دو ورق کے بعد جواز بیع ہو عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہو اگرچہ اسکی بیع اجنبی سے کی ہو

تو خبردار رہنا ہم شارح نے تناقض کتاب کو پر آگاہ کردیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی اجنبی کے ہاتھ نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں شامل مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترکہ ہو ہم جانتے کہا عدم جواز بیع راجع ہے غلط الذی ہے اسکے بابعد کی طرف واذا بنیا باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع ایک گھر مشترک ہو دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کر ڈالے اسواسطے کہ بائع کا حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے اُسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا تو جائز ہوتا وفی الواقعات ارض بین رجلین باع احدہما نصیبہ للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہو دو مردوں میں انہیں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اُسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنے جیسا گھر ہو ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوا بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر گرانے میں اُس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ام بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کے ساتھ زمین کے بیچا تو اُسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اس طرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال ایک عقد کا ہو دوسرے عقد میں وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ منہا والاشجار قد انتہت وان القطع حتی لا یضرہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں انہیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ہم طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم اُن اشجار میں ہے جنہیں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنے جیسے شیشم اور سیاکھوا اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے انکا یہ حکم نہیں وفی الخوانیل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغ اوان القطع جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتضررہ بہا اور خوانیل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اُسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہنچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض علی ان یترکہ المشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور خوانیل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیۃ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط اور اس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہے تو اسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر دانہ میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کے اسواسطے کہ انہیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ہم اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہ تھیلی پھٹ کر دراہم ملگئے یا گٹھیا پھٹ کر گیہوں یا جو مختلط ہو گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اسکی تصحیح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک لو بہبۃ او وصیۃ تمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وبہ فقہ لمن یلی بالاقرار پھر ظاہر ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ

فی الاشباہ والشرکۃ بین ہی اور وہ رسالہ اُس شخص کو نافع ہی جو مبتلا با فتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہی ہم رسالہ اسبار کہ صاحب بحر الرائق کی تصنیف ہی کذا فی النہر زاد
الواقی محشی الدر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور واقی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہی غلطا اور اختلاط ہوا سکی طرف مرجعت کرو حاشیہ مذکورہ کی عبارت کا یہ
مطلب ہی کہ استثنا صورت غلط اور خبط علیہ پر یا تعرض وارد ہی کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثنا صورت شفعہ کا بھی شمار کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں بیچ کو تو ایک وارث کو
اپنا حصہ میں شی کو غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں الا اذن شریک کذا فی الطحطاوی ولما الانتفاع بنصیبہ شریکہ ففی بیت خادم وارض ینتفع بالکل لکانت الارض ینفعہا الزرع والا لا
بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین ۔ فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں بیتا و خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو
اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اُسکے مانند کے اور پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں
ہی ہم صوبہی کہا جانور مشترک پر سوار ہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہی یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں ہوتی اور ناواقف کی سواری سے
مشقت ہوتی ہی اور علما نے کہا ہی کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی آگے چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام
مذکور ہوتے ہیں جنکو مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا ہی مہایاۃ عبارت ہی باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع
مشترکہ میں جائز ہی بنا بر استحسان کے اور اسمیں قاضی کا جبر جاری ہی قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہی تکمیل منفعت میں اسواسطے کہ اسمیں منافع کا اجتماع ہی زمان
واحد میں اور مہایاۃ میں جمع منافع علی التعاقب ہی اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کیونکہ انکا بطلان ہوجاتا ہی موت سے اور جب ایک
شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اُسکا جائز ہی اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوا مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہی ایک مہایاۃ اُس چیز میں ہی جو
اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہی اور اختلاف مستقل سے مختلف نہیں ہوتی یہ قسم صحیح ہی چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہی سو انھوں نے آپسمیں یہ قرار دیا کہ بعضے
مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اسمیں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں اور ہر شخص کو جائز ہی کہ آپ اسمیں رہے یا اُتنا مکان اُس گھر کا کرایہ دیوے اور اگر آپسمیں قرار
پایا کہ ایک شخص کوٹھے پر رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہی دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو اُس شی کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن
اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہی صاحبین کے
قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن اُنکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہی اسواسطے کہ منفعت واحد غیر مختلف ہی
تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہی جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں
جانور دونوں شریکوں کی سواری میں ہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسیطرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی
جائز نہیں بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہی باعتبار واقف سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اسواسطے کہ غلام اپنے ہنیا سے خدمت کرتا ہی لا اوقات
کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہی اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک حصہ کا ایک شخص
دودھ لے اور دوسرے کا دوسرا شریک لیوے تو جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہی اس سبب سے کہ انکو بقا نہیں تو قسمت اُنمیں متعذر ہی اور پھل اور
دودھ شی موجود ہی اُنمیں تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہی بعد حصول کے علاوہ اُسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بتعدیل کذا
فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل ۳۰ کو میں مذکور ہی کہ مشترک گھر میں ایک شریک ہو اور دوسرا شریک کی غیبت میں تو اُسپر حصہ شریک
غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو اسواسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہی علی سبیل الکمال اسواسطے
کہ اگر ایسا نہو تو ہر شریک کا اسمیں قبل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں پھر جب یہ ٹھہرا تو شریک
حاضر اپنی ملک میں ساکن ہا تو اسپر کرایہ نہوگا اسواسطے کہ وہ بتاویل ملک اسمیں رہا ہو شرکۃ عقد اوامی اقعہ بسبب متعدد بانہ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد

شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہو بسبب عقد کے قابل ہو واسطے وکالت کے **ورکنہا** ای ہیئتہا **الایجاب والقبول** لو معنی کما لو دفع الفا وقال اخرج مثلہا
واشتر والبیع بیننا اور رکن اسکا یعنی شرکت العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہو اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو
ہزار درم دیئے اور کہا کہ تو بھی ایسے درم نکال اور اشیاء تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہو جبکہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اپنے
دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر **وشرطہا** ای شرکۃ العقد **کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ فلا تصح فی مباح** کاحتطاب شرکۃ العقد کی
شرط یہ ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا اور معقود علیہ یعنی جس کام کے واسطے شرکت واقع ہوئی اسمیں
قابلیت وکالت اسواسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو حاصل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک
کے واسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات میں حاصل نہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اسواسطے کہ توکیل نہیں صحیح نہیں ہے مباحات کو جو شخص حاصل
کریگا وہی بقبضہ میں اسکا مالک ہوگا نہ اسکا شریک کذا فی شرح الزیلعی **وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ**
فی الربح اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہونا اسکا جو قاطع ہو شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اسواسطے کہ ممکن ہو کہ منفعت
سوائے قدر معین کے نہو اور حاصل یہ کہ حکم شرکت کا اشتراک ہی ہے منفعت میں مثلا زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں زید نے ہزار روپے دیئے اور خالد سے کہا کہ مجھکو دو یا چار روپے
سیکڑہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت ہے اسواسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہو تو خالد منفعت سے بے نصیب یا بالکل فائدہ نہو
عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی شرط یہ ہے کہ نفع معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہوا اور یہ شرط ہے کہ فائدہ جزو شائع ہو فی الجملہ معین
یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا بیس درم کی تعیین کی تو شرکت فاسد ہو جائیگی انتہی **وہی اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من**
الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما یجی اور شرکۃ العقد چار قسم ہے ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسمیں مفاوضہ اور عنان کبھی ہوتی ہیں
چنانچہ آویگا ہم بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ ہے اور ہر ایک دو قسم ہے مفاوضہ
اور عنان اور یہ تقسیم بہتر ہے اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہے اسکا موہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ و عنان
نہیں ہوتی انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ سے یہی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں **فالاولی مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شیء** اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہو اور مفاوضہ
مشتق ہے تفویض سے اور تفویض بمعنی مساوات ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہ مشہور ہے کذا
فی شرح الملتقی قاموس میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک فی کل شیء اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام جمیع تجارات میں ہوا و تفویض کرتا ہے ہر شریک
دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اسواسطے یہ عقد مسمی مفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی مساوات لازم نہیں اسواسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر اسباب
میں اور اسباب کے مفسد شرکت نہیں بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہے لہذا اسکو
مفاوضہ کہا **ان تضمنت وکالۃ وکفالۃ لتصح الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا** شرکت یا مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت و ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے
مجہول کی وکالت کے ضمنا نہ قصدا یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو
متضمن ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصدا البتہ صحیح نہیں لیکن ضمنا صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اسواسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت
ہے لیکن درضمن عقد مضاربت **وتساویا مالا تصح بہ الشرکۃ** اور شرط یہ کہ دونوں شریک اس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہو صحت شرکت کی قید سے عرض
اور عقار خارج ہیں تو اسکی زیادتی مضر مفاوضہ نہیں ہے **کذا ربحا کما حققہ المولی** اور اصلاح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ دانی نے اسکی تحقیق کی ہے اور دانی
نے حاشیہ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے لہذا فقہا نے اسکا تعرض نہیں کیا کہ ربح سے

شرکت نہیں چنانچہ عرض میں مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو لزمہ
باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک پر لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کی ضمانی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے
شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اسکا شریک کے اقرار سے ہو ہم کفالت بامر کی قید اسواسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اسکے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت بنفس نہیں بالاجماع
بالخود نہیں کذا فی الملتقی وشرحہا الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا یصح الشرکۃ فیہ مگر جبکہ شریک نے دین کا اقرار کیا اس شخص کے واسطے
جسکے حق میں اسکی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسیکو لازم ہوگا بالخصوص اسکے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایات اور وہ چیز
جسمیں شرکت صحیح نہیں ہم اوپر کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں اسواسطے کہ یہ یوں اس چیز کے بدلے میں
جسمیں اشتراک صحیح نہیں تھی لازم نہیں کیں مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم تحلیفہ
البتۃ ولوالجیۃ اور فائدہ لزوم میں کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اسکو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی درصورتیکہ اسکا مدعی بینہ اور اگر مدعی نے
شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کو قسم دینا جائز ہے اسکے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اسسے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کو علم پر اسواسطے قسم ہوئی
کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اسپر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ کما مر وصل الید ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات
المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائیگی اگر ایک شریک نے ہبہ یا وراثت میں چیز پائی جسمیں شرکت صحیح ہے منجملہ نقدین غیرہ کے چنانچہ اسکا ذکر آ گیا
اور حالانکہ چیز موہوبہ اور موروث اسکے ہاتھ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول بسبب خیرات اور کسیکی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث البقاء
اور حالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ہم اسواسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر کلام زیلعی کا مقتضی ہے کہ میراث میں قبضہ نہ ہو شرط بطلان
نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی ہو لا تبطل تنقلب عنانا لا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار باطل نہیں ہوتی شرکت مفاوضہ اس چیز کے قبضہ سے جسمیں شرکت صحیح نہیں چنانچہ سامان
اور زمین واذا بطلت بما ذکر صارت عنانا ای تنقلب الیہا اور جبکہ شرکت مفاوضہ باطل ہو گئی بسبب اسکے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہو گئی یعنی مفاوضہ منقلب ہوکر
عنان ہو گئی بسبب امکان کے اسواسطے کہ مساوات اسمیں شرط نہیں کذا فی المنح ولا تصح مفاوضۃ وعنان ان ذکر فیہا المال الا بالنقدین والفلوس النافقۃ والتبر
والنقرۃ ای ذہب وفضۃ لم یضربا اذا جری مجری النقود التعامل بہا والا فکعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوا نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے چاندی
کی ڈلی کے جبکہ بجائے نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے شارح نے کہا سوا نقد وغیرہ کے وہ
شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جنمیں مال مذکور ہو اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت تقبل اور وجوہ ہونگی تبر بکسر اول ڈلی اور نقرہ سے سونا اور
چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین ویحرک قاموس ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر
ثم عقداہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال صحیح ہے اسباب کا اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے اپنے نصف اسباب
بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہونے شرکۃ العقد کے اسباب
عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے سوا ہو اور بتحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے
نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں شریک ہو گئے بشرکت ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال
شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی ہے
اسواسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے شرکت منعقد کریگا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے وہذا
ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع صاحب الاقل بقدر ما تثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یہ بیع نصف

عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اسوقت ہے جب دونوں کے اسباب برابر ہوں قیمت میں اور اگر قیمت میں متفاوت ہوں تو کم قیمت والا اسقدر اپنا اسباب بیع
کرے جس سے شرکت ہو جائے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہو اور دوسرے
کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہو تو صاحب قلیل اپنے اسباب کی دو تہائیاں بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے تو تمام مال دونوں میں ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر
کے اور ایک ثلث صاحب قلیل کا پھر دونوں شخص شرکت کو منعقد کریں تو منفعت دونوں میں بقدر ملک کے ہوگی کذا فی النہر اور جسقدر دوسرے کا اسباب زیادہ ہیگا وہ مفسد شرکت
نہیں اسواسطے کہ ملک اسباب سے باطل شرکت نہیں اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہے یا قصد تی مفاوضہ اور عنان دونوں کو شامل ہے اسواسطے کہ مفاوضہ میں مساوات شرط اور
نہ عنان میں کذا فی الطحطاوی **ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ** اور شرکت صحیح نہیں غائب کے مال اور دین سے
خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب تعذر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونوں مال یا ایک مال حاضر نہ ملا تو دونوں میں منفعت کا ہونا متعذر ہے ہم شلبی نے اتقانی
سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہیں بلکہ خریدنے کے وقت مال کا ہونا شرط ہے بسبب حصول مقصود کے **واما عنان** اور یا شرکت عنان [illegible] جو دو
متعینہ معین کا بھی جائز ہے ہم اما عنان عطف ہے اما مفاوضۃ پر یہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آیا اور سامنا ہوا سو جبکہ ایک شریک نے دوسرے کو
اسکا اختیار دیا کہ خرید کرے جو اسکے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے اسواسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان اپنے دوسرے
شریک کو دی **ان تضمنت وکالۃ فقط** بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہے اسکی شرط کا اور ظاہر قید فقط کی اسکو مقتضی ہے کہ
کفالت سے عنان منعقد نہیں ہوتی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہیں تو شرکت مفاوضہ ہے ورنہ لائق یہ ہے کہ عنان منعقد ہو اور فقہا کے
اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہیں ہوتی یہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان میں شرط نہیں ہے یہ نہیں کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی البحر **فتصح من اہل التوکیل**
کصبی [illegible] **لا الکفالۃ لکونہا لا تقتضی الکفالۃ** تو شرکت عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اس نابالغ سے جو عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہو اگرچہ وہ ضمانت کی
لیاقت نہ رکھتا ہو اسواسطے کہ شرکت عنان ضمانت کی مقتضی نہیں ہے اہل توکیل رجال اور نسا اور بالغ اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور [illegible] سب کو
شامل ہے کذا فی العالمگیریہ تو ان سب کو بین میں شرکت عنان صحیح ہے **بل الوکالۃ ولذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا** بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسواسطے
عنان صحیح ہے عام اور خاص کر کے اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے تو عنان بھی
اسیطرح صحیح ہے **ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ** اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اسکے بالعکس یعنی تفاضل منفعت میں مال میں دونوں
شریکوں کا مال برابر ہو یا کم وبیش اور نفع دونوں میں برابر ہو یا کم وبیش خواہ دونوں تجارت کریں یا ایک بہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے
واسطے مشروط ہو تو جائز نہیں کیونکہ شرکت نہ رہی قرض ہو گیا اگر عامل کیواسطے نفع مشروط ہے یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر
وببعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض مال سے نہ بعض آخر سے اسواسطے کہ مساوات عنان میں شرط نہیں **وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر**
اور عنان صحیح ہے مختلف الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیاں اور دوسرے شریک کے روپے ہیں عنان میں تخصیص خلاف جنس سے موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ میں یہ جائز نہیں حالانکہ
ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت میں برابر ہیں تو مفاوضہ جائز ہے ورنہ الا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ **وبخلاف الوصف کبیض وسود وان**
تفاوتت قیمتہما اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونوں کی قیمت متفاوت ہو **والربح علی ما شرطا** اور نفع دونوں
شریکوں کی شرط کے موافق ہوگا **ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال فلم یشترط مساواۃ واتحاد وخلط** اور عنان صحیح ہے ساتھ
نہ ملانے دونوں مالوں کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کیطرف تو مشروط نہیں مساوات اور اتحاد اور خلط اما عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے
اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط مع عدم الخلط پر متفرع ہے **ویطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ ورفقا اشتری** [illegible]

سے ادا کیہ قیمت کا کیا جائیگا نہ اسکے شریک سے بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای من مال
مال الشرکۃ والا فلا لشرائہ لنفسہ لما بینا علی ان الشرکۃ بلا اذن سمجھا اور شریک مشتری قیمت بھر لے اپنے شریک سے بقدر اسکے حصے کے اگر مشتری نے قیمت اپنے
اپنے ذاتی مال سے یعنی جو موجود باقی ہے نہ مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں ہے بلکہ مثلاً اسباب اور امتعہ کے ہوگیا ہو تو خریدا ہوا مشتری ہی کے واسطے مخصوص
ہوگا اس واسطے کہ شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کے کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خریدی اور شرکت کا مال نقد ہنوز موجود ہے
تو شریک سے قیمت بقدر اسکے حصے کے لے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترکہ ہے اور مشتری نے اسکو ادھار خریدا ہے تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہوگا اسواسطے
کہ اگر شریک پر ہو تو لازم آوے گا یہ کہ شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط وتبطل الشرکۃ بہلاک
المالین او احدہما قبل الشراء والہلاک علی مالکہ قبل الخلط وعلیہما بعدہ اور باطل ہوجاتی ہے شرکت دونوں مالوں کی ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے
قبل خریدنے کے اور ہلاکی مالک کے مال پر ہے قبل خلط کرنے کے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدہما بمالہ وہلک بعدہ مال
الآخر قبل الشراء ان اشتری شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا ورجع علی شریکہ بحصتہ منہ ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر
ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہوگیا قبل اسکے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خریدی ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں
بشرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھر لے اسکے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خریدنے کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت
عاصلہ فی المشتری بینہما کی توجیہ ہے کہ اسکے ... ان ہلک مال احدہما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ بان قالا علی ان ما اشتراہ
کل منہما بمالہ ہذا یکون شرکۃ بیننا فالمشتری مشترک بینہما علی ما شرطا فی اصل المال لا الربح لصیرورتہا شرکۃ ملک لبقاء الوکالۃ المصرح بہا اور اگر
ایک شریک کا مال ہلاک ہوگیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت میں اس طرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم
دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خریدے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر وشرح الوقایہ تو جو چیز خریدی ہوئی وہ مشترک ہوگی دونوں میں بموجب انکی شرط کے اگر
اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں بسبب ہوجانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جسکی تصریح ہوچکی ہے ایک شریک کے مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل
ہوگئی لیکن وکالت صریحہ باقی ہے اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہوگئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کرسکتا کذا فی المنح ویرجع
بحصتہ من ثمنہ والا ای ان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم ینصا وقالا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال فہو لمن اشتراہ خاصۃ لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری
اسکی قیمت کا حصہ پھیر لے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور صریح وکالت پر اتفاق نکیا ہو کذا صرح ابن کمال تو وہ خریدی ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص
ہوگی جسنے خریدی کی اسواسطے کہ شرکت جبکہ باطل ہوگئی بسبب ہلاک ہونے مال کے تو جو اسکے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہوگئی وتفسد باشتراط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لقطع
الشرکۃ کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کے واسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں بسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع
شرکت ہے مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درہم اول ہم لیں باقی کو تقسیم کرینگے تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہو اسوائے
سو درہم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مشروط ہوگیا تو یہ شرکت نہیں قرض یا بضاعت ہوگی کذا فی المنح والطحطاوی الا انہ شرط لعدم فسادہا بالشروط وظاہر
بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر ومصنف شرکت فاسد ہوگئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے بسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس
قول کا یعنی عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر وشرح المصنف فقد صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد الشرکۃ
میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعۃ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب
ارتکاب کا ہے تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد

نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے صاحب بحر اور مصنف یہ کہتے ہیں کہ شرط ایسی نہیں ہے کہ باطل ہو شرکت تو یہ شرط باطل ہے ولکن الربح علی قدر المال و ہو کا
نفع بقدر مال کے یعنی در صورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان و المفاوضۃ
ان یستاجر من یتجر لہ و یحفظ المال اور ہر شریک عنان اور مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے
کہ تاجروں کی عادت ہے و یصح ان یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہے کہ دیوے مال کو بطریق بضاعت کے یعنے تمام نفع صاحب مال کے
واسطے مشروط ہو یہ مال کے واسطے ہے طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہیں و ہی باعتبار لغت کے باضع بمعنی شریک ہے کذا فی الاتقانی و یودع و یبضع و یدفع مضاربۃ
لا منہا دون الشرکۃ فتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھائے اور مضاربت کو اور اولی کہ بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اسکو متضمن ہوگی
جنسیا و یبیع و یشتری و لو مما لا یفاوض فلا صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اسکو دوسرے شریک مفاوض نے منع کرے تو وکیل سے اسکا منع کرنا
صحیح ہے کذا فی البحر تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ و یبیع بما عز و ہان الا صلہ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کا اور وکیل
اور وکیل ہے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے و بنقد و نسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ و یسافر بالمال لہ حمل او لا ہو الاصح
خلافا للاشباہ و قیل ان لہ حمل یضمن الا الظہیریۃ اور جائز نہیں ہے شریک کو سفر میں لیجانا مال کا خواہ اسکے واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا
کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے ورنہ نہیں کذا فی الظہیریۃ ہم تفسیر الاحل میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ محمول بلا اجرت ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو بار برداری سے
اٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا بقتضائے شرکت ثابت ہے اور شرکت محل الاہلاک
صادر ہوئی اور جا اذن کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بکیل و مؤنۃ السفر و الکراء من راس المال ان لم یربح خلاصۃ و خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہوگا اگر
نفع منہو تجارت میں کذا فی الخلاصہ عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اسکی ذات اور طعام اور سواری کا راس المال سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا
تو نفع میں محسوب ہو لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہیں شریک غیر کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ شریک نہیں
کرسکتا کہ شے اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایۃ و لا الرہن الا باذنہ و یکون ہو العاقد فی موجبیہ اور مالک نہیں ہے رہن کا
مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ راہن ہی عاقد ہو موجب میں ہم یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی
تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا در صورت لا یتیہ عقدہ کذا فی الطحطاوی عن البحر و الخانیۃ و حینئذ فیصح اقرارہ بالرہن و الارتہان
اور اسوقت میں یعنی جبکہ راہن ہی عاقد بنفسہ ہو تو صحیح ہے اسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج و لا الکتابۃ و الاذن بالتجارۃ و تزویج الامۃ و ہذا کلہ
لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اسکو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا
اسوقت ہے جبکہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے و لو فاوض ان باذن شریکہ جاز و الا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو
شریک مفاوض بنا دے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائیگی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے
اور شے اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے و لا یجوز لہما ای عنان و مفاوض تزویج العبد و لا الاعتاق و لو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو
عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو و لا الہبۃ ای الثوب و نحوہ الا بخبز فی حصۃ شریکہ
جاز فی نحو لحم و خبز و فاکہۃ اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اسکے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے
حصہ میں جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوہ کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں
اور ماکولات کا ہبہ درست ہے و لا القرض الا باذن شریکہ اذا صرحا بہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن کہ

جو صحیح ہو قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال له اعمل برأیك فله كل التجارة الا القرض والهبة اور سراج میں ہے جبکہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی
تجویز کے موافق تو اسکو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوا قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن و ارتہان و سفر اور خلط اور غیر کے مال سے
شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر وكذا كل ما كان اتلافا للمال او كان تمليكا للمال بغير عوض لان الشركة وضعت للاسترباح
وتوابعه وما ليس كذلك لا ينتظمه عقدها اور اسیطرح قرض کے مانند ہے جسمیں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اسواسطے کہ شرکت موضوع ہوئی واسطے طلب منفعت اور
توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اسکو عقد شرکت منتظم نہیں وصح بيع شريك مفاوض ممن ترد شهادته له كابنه وابيه نفذ على المفاوضة اجماعا اور صحیح ہے
شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اسکا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع لا يصح اقراره
بدين خلافا ينفذ على المفاوضة عنده بزازية صحیح نہیں اسکا اقرار دین کا تو یہ اقرار نافذ نہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیة یعنی اگر شریک
مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہ اقرار صحیح شرکت میں جاری نہوگا فی الخلاصة اقر شريك العنان بجارية لم تجز في حصة شريكه
اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اسکے شریک کے حصہ میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے سو اسنے اقرار کیا کہ یہ لونڈی
فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار اسکے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریة قاضی خان لو باع احدهما ليس للآخر اخذ ثمنه ولا المخاصمة فيما باعه واداناه اور اگر ایک
شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اسکے بیع اور ادانت میں خصومت جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق بیع یا ادھار کے بیچا اسمیں خصومت نہیں
کرسکتا وهو اي الشريك امين في المال فيقبل قوله بيمينه في مقدار الربح والخسران والضياع والدفع لشريكه ولو ادعاه بعد موته كما في البحر مستندا لما في وكالة
الولوالجية كل من حكى امرا لا يملك استئنافه فان فيه ايجاب الضمان على الغير لا يصدق وان فيه نفي الضمان عن نفسه صدق انتهى فليحفظ هذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ
شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی المحیط وہ امانت دار ہے مال میں تو اسکا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے
شریک کو دینے میں اگرچہ اسکا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں ہے وکالت ولوالجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جسکے استیناف کا
وہ مالک نہیں اگر اسمیں ایجاب ضمان ہے تو اسکی تصدیق نہوگی اور اگر اس حکایت میں نفی ضمان کی ہے اپنے ذات سے تو اسکی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم
صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اسکا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہ دعوی شریک کی حیات میں یا موت میں اور ظاہر کلام ولوالجیہ کتاب الوکالة
میں اسکا مفید ہے اسواسطے کہ اسنے کہا کہ اگر قبض ودیعت کیواسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اسکی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہو گئی اور وارثان اسکے منکر ہیں یا وکیل نے کہا
کہ میں نے ودیعت کل کو دی تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر قبضہ دین کیواسطے وکیل کیا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وکیل نے دونوں موضع میں اس امر کی حکایت کی جسکے استیناف کا مالک نہیں وکیل
بقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہذا اسکی تصدیق ہوگی اور وکیل بقبض دین جاکی ضمان ہے موکل پر تو اسکی تصدیق نہوگی انتهى ملخصا كذا في المنح ويضمن بالتعدي
وهذا الحكم في الامانات ضامن ہوگا شریک بسبب تعدی کے اور یہی حکم ہے امانات کا یعنی امانات میں ضمان نہیں مگر بتعدی فی الخانیة لو قيدها بالمكان صح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز ضمن حصة شريكه اور
خانیہ میں ہے کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ خوارزم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی
کے وفی الاشباه نهى احدهما شريكه عن الخروج وعن بيع النسيئة جاز اور اشباہ میں ہے کہ اگر ایک شریک نے منع کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو بھی جائز ہے یعنی اگر اسکے خلاف کریگا
اور مال تلف ہوگا تو ضامن ہوگا كما لو ضمن الشريك عنانا او مفاوضة بحر بحثا وحمله المصنف صاحبه على المذهب القول بخلافه غلط كما في وقف الخانية وسيجيء في الوديعة خلافا للاشباه
فیما یخص ضامن ہوتا ہے شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے اپنے شریک کے مال کا جو اسکے پاس ہے حال
نہ بیان کیا تو بھی ضامن ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اسکے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی وقف الخانیة اور کتاب الودیعة میں اسکی تصریح آویگی بخلاف اشباہ کے تم اشباہ کی کتاب الامانات
میں ہے کہ المتفاوض جب مر گیا اور نہ بیان کیا اس مال کا جو اسکے پاس ہے تو اس پر ضمان نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے فرع مسائل متفرقہ شارح کے فی المحیط

زیادتی منفعت کی صحیح نہین بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی النہر وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد منہما بالعمل ویطالب
کل منہما بالاجر ویبرأ دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کریگا تو دونون پر وہ لازم ہو جائیگا اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ
عمل کا کیا جائیگا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کریگا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دیکر والحاصل ان کل ما حصل احدہما بینہما علی الشرط

ولو الآخر مریضا او مسافرا او امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیۃ اور جو مزدوری
ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونون مین منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر مین ہو یا عمدًا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اسواسطے کہ شرط
مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہو نہ بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہین جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسیکو مزدوری لگائے تو اجرت کا مستحق
ہوگا کذا فی البزازیۃ واما وجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور یا شرکۃ الوجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی ہم شرکۃ الوجوہ اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اُدھار
خرید کرنا بدون وجاہت کے نہین ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگون مین تہا اسی کے ہاتھ اُدھار بیچتے ہین کذا فی المنح ان عقدا بلا مال علی ان
یشتریا بوجہہما او الوا جاہ بوجوہہما ای بسبب جاہتہما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اور یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونون شریکون
نے ایجاب قبول کیا بدون مال کے اس شرط پر کہ دونون شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزین خرید کرین اپنی وجاہت و اعتبار سے اور بیچین سو بیچنے سے جو حاصل ہو اُسمین سے قیمت اُسکی
دین جسکو اُدھار خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونون مین منقسم ہو ہم شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہون اُنکے پاس مال نہین لیکن لوگون مین اُنکی وجاہت
سو دونون کہین کہ ہم شریک ہوئے اسپر کہ اُدھار مول لین اور نقد بیچین اس شرط پر کہ جو حق تعالیٰ نفع دیوے وہ ہمارا بین منقسم ہو بموجب اپنی شرط کے کذا فی العالمگیریۃ عن المبدائع
ویکون کل منہما من التقبل والوجوہ عنانا او مفاوضۃ ایضا بشرطہا السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے
ہم شرکت تقبل مین مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونون شریک لفظ مفاوضہ یا معنی مفاوضہ ذکر کرین اس شرط سے کہ دونون اہل حرفہ اعمال کو قبول کرین اور رضامندین ان اعمال کے
برابر اور نفع اور نقصان مین برابری ہو اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت مین اور اگر عمل اور اجرت مین کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ مین مفاوضہ
اسطرح ہوگا کہ دونون شریک اہل کفالت ہون اور جو چیز خرید کرین وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور ہر شخص اُسکی نصف قیمت ہو اور نفع مین دونون برابر ہون اور لفظ مفاوضہ ذکر کرین
یا اُسکے مقتضیات کو تو اسمین اور شرکت عنان مین وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطون مین سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائیگی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا

اطلقت کانت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی بسبب کثرت رواج عنان کے وتتضمن شرکۃ کل من التقبل والوجوہ
الوکالۃ لا لانتفاء فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت مین والکفالۃ
ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جبکہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اُسکی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ
شرکت مذکورہ مین وکالت کا ہونا ہر صورت ضروری ہے اور کفالت صورت مفاوضہ الربح فیہا علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بفتح الراء او مثالثۃ
لیکون الربح بقدر الملک لئلا یودی الی ربح ما لم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ مین نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیزین مناصفہ ہون یا مثالثہ
یعنی اگر دونون شریکون نے آدھون آدھ خرید کی ہے تو نفع بھی آدھون آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیان تو
اُسکے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہو تا اُسکے نفع کی طرف نوبت نہ پہونچے جسکا یہ شخص ضامن نہین بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو
شرکۃ الاموال مین ہوتی ہے کہ اسمین زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ مین تابع خرید کی چیز کے
اسواسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوا ہو اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ مین زیادہ نفع شرط کریگا تو شرط باطل ہے تو نفع دونون مین بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز
اُدھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہ نفع اسکا ہوا جس کا

ضمان اسپر نہین لہذا جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا و فی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بالمال او العمل او التقبل اور درر مین ہو کہ نفع کا استحقاق نہین ہوتا مگر بسبب ایک کے تین چیزون مین سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے مال سے نفع حاصل ہوتا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہو مضاربت مین اور عمل سے نفع ہوتا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہو اور قبول کرنے سے نفع ہوتا چنانچہ ایک شخص کان پر بیٹھا ہو اور لوگ سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہین اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہو تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہو بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع مین جائز نہین کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکة الفاسدة

یہ فصل ہو شرکت فاسدہ کے احکام مین شرکت فاسدہ وہ ہو جسمین صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریہ لا تصح شرکة فی احتطاب و احتشاش و اصطیاد و استقاء و سائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال و طلب معدن من کنز و طبخ اجر من طین مباح لتضمنہا الوکالة والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہین شرکت مباح لکڑی اور گھاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات مین چنانچہ پھلون کا چننا پہاڑ سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے مین وکیل کرنا صحیح نہین ہم شرکت بلا وکالت نہین ہوسکتی اور نفس مباحات مین وکالت متصور نہین اسواسطے کہ توکیل عبارت ہو اثبات ولایت تصرف سے اس چیز مین جسمین موکل کا تصرف ثابت ہو سو یہان حاصل نہین اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک نہین تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی النہر معدن وہ ہو جسکی وضع بنی آدم نے کی ہو اور کنز دونون کو شامل ہو تو لوگ شارح نے تعداد مباحات مین طلب معدن من کنز جا بلی کہتا تو دیگر حالگیری کے مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز جاہلی مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص انکو خرید کرکے اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہو عینی نے کہا یہ شرکة الوجوہ ہو اور فتح القدیر مین کہا کہ یہ شرکة الصنائع کذا فی الطحطاوی و ما حصلہ احدہما فلہ و ما حصلاہ معا فلہما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات مین جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جبکہ دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے تو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا ہے اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ مین ہو کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر مین رہتے اور ہر ایک علیحدہ کسب کرتے ہین اور اصلا کسب کیا رکھتے ہین تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہین تو وہ مال دونون مین برابر ہوگا اور اسیطرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث مین سودا گری یا کھیتی کرتے ہین اور مال زیادہ ہو تو برابر تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر مین متفاوت ہون و ما حصلہ احدہما باعانة صاحبہ فلہ و لصاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد و عند ابی یوسف لا یجاوز بہ نصف ثمن ذلک قیل المقدم قول محمد یونس بحمارہ نہر و عنایة اور مباحات مین جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہو اور اسکے ساتھی کیواسطے اجرت ہو اسکی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیون نہو امام محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہوگی بعض نے کہا مقدم ہو امام محمد کے قول کو اسکے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہو کذا فی النہر والعنایة حموی نے منتقی سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کیواسطے مختار ہو اور نہایة البیان مین ہو کہ قول ابو یوسف استحسان ہو والربح فی الشرکة الفاسدة بقدر المال ولا عبرة بشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فللآخر اجر مثلہ کما لو دفع دابتہ لرجل لیوجر والاجر بینہما فالشرکة فاسدة والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ و کذا السفینة والبیت اور شرکت فاسدہ مین نفع بقدر مال کے ہوتا اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہو تو دوسرے شریک کو اسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور گھوڑا یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اسکو کرایہ چلا وے اور اجرت دونون مین مشترک ہو تو یہ شرکت فاسدہ ہو اور تمام نفع مالک کا ہو اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہو اور یہی حکم ہو ناؤ اور گھر کا ہم قنیہ مین ہو کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہو اسنے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اسمین سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون مین برابر تو یہ شرکت فاسدہ ہو اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہو

اور اسپر چارہ دانہ کی اجرت مثل ہو و لو لم یبع علیہا البر فالربح لرب البر و للآخر اجر مثل الدابۃ و لو لاحدہما بغل و للآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البغل و البعیر نہر اور اگر
ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اُسکے اوپر گیہوں لادکر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر ایک
شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی
منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی و تبطل الشرکۃ ای شرکۃ العقد بموت احدہما علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکۃ العقد
ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اسمیں شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہوگئی کہ شرکت میں وکالت
ضرور ہے اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح و لو حکما بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح پر کہ ایک
شریک کے لحوق دار الحرب پر حالت ارتداد میں قاضی کا حکم ہو گیا ہو و تبطل ایضا بانکارہا و بقولہ لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کے انکار سے اور یوں
کہنے سے کہ میں تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی الفتح و بفسخ احدہما و لو المال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہے ایک
شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف
زیلعی کے کلام کے م زیلعی کے کلام سے نکلتا ہے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں و یتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے علم پر
اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے نہ حکمی م طحطاوی نے کہا تینوں طرح کا فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح و بجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک
للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیۃ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کیواسطے ہے لیکن وہ خیرات کرے مجنون کے
مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیۃ م ظاہر شرکت فسخ ہونے کا حکم نہیں بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین
کذا فی الطحطاوی و لم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل و ادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ و تقاصا او رجع بالزیادۃ اور زکوٰۃ نہ دے ایک شریک
دوسرے شریک کے مال کی بدون اُسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا اذن دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوٰۃ دی یا تقدیم و تاخیر معلوم نہوئی تو ہر
شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہے اور دونوں باہم مجرا کرلیں یا زیادتی کو پھیرلے یعنی اگر شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہے تو باہم مجرا کرلیں اور اگر
ایسی شرکت عنان ہے جسمیں دونوں کا مال کم بیش ہے تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے و ان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبہ او لا
کما لو ادی بعد اداء المزکی او الکفارۃ او دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الامر عزل حکمی فلا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوٰۃ
آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہوا یا نہو جیسے ادا زکوٰۃ اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے
بذاتہ خود ضامن ہوتا ہے اسواسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور اسمیں علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اُنکے نزدیک ضمان نہیں صورت عدم علم م در صورت
تعاقب ثانی ادا کرنیوالے پر اسواسطے ضمان ہے کہ اُسنے ادا کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اسواسطے کہ جب آمر نے اول اُسکو دی تو اسپر سے فرض ساقط
ہوگیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اُسپر ضمان لازم آیا خواہ اُسکو اسکا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہوگیا
بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے اُسکو عتاق کا علم ہو یا نہو کذا
فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لیطاہا فہی لہ بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ
الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ و ہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ و قالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوضین نے لونڈی خرید کی دوسرے شریک کے صریح
اذن سے تو کافی نہوگا چپ رہنا اسواسطے خرید کی تا اُس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اُسکی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت بلا کر مشتری ہوگی اسواسطے کہ وطی کے
واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کو متضمن ہے اسواسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوا ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اُس

حکم ملک اللہ تعالیٰ وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال و ابن الشحنۃ اور صاحبین کے
نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اُسکی منفعت کے صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب وہ اُسکی
ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا تو واقف کو اُسکا باطل کر دینا جائز نہیں اور اُسکا وارث اُسکو وارث میں نہ دیگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صحح
ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وبالآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب نفس کا اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں
کے ابرار اور آخرت میں ثواب حاصل ہونے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنے مسلم عاقل
بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جبکہ کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہیں ہوتا ثواب نہیں ہوگا اہل وقف وقد یکون واجبا بالنذر فیتصدق
بہا او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم والظاہر انہ بہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اُسکی قیمت کو اور اگر اُسکو وقف کیا اُسپر جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہو گئی ہم
صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو لہذا آدمی کا وقف صحیح ہے اور اسکو کچھ ثواب نہیں ملیگا وقف
قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا دل آئے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنے والا اپنے حصول
وغرض پر وقف کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہو گی کذا فی البحر اور یہ خوب ظاہر ہے کہا کہ اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اُس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا
جبکہ صیغہ وقف کا نذر ہو جانا انکے دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف قائل
کے پوچھنے سے وقف ثابت ہے تو وقف ہے اور اگر کہدے کہ میں نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اُسکو تصدق کرے یا اُسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہے کذا فی البحر اور کہا
الطحطاوی وحکمہا مر فی تعریفہا اور حکم وقف کا گذر گیا اُسکی تعریف میں ہم حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں ہے وہ یہی ہے اسی تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال
متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنے کے وقت تو اگر زمین کو غصب کر کے وقف کیا پھر اُسکو خرید لیا یا مالک سے تو صحیح نہیں
ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ موبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ تعالی او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط
قال الشہید ونحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ
یوں کہنا کہ یہ زمین اللہ کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسقدر کہدے کہ یہ زمین یا باغ
موقوف ہے بلا ذکر مستحقین بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو رکن اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع اشارہ لکھے
بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب تک اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اُسکے مضمون پر
گواہ نکرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد رح کے قول پر فتوی دیا ہے باشتراط التسلیم
کذا فی الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی و تکلیف تو غلام اور صغیر اور
مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو ہم تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقرا سے
اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا الا المعلقا
الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے ہم تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح
نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریۃ اور اسیطرح وقف زمین بتعیین سہام اشجار صحیح
نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر یوں بولا کہ اگر میرے بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا ملک ہے تو فہو صدقۃ

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تحقیق شرط موجود پر ہے ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہو
اور موقت نہو اور خیار شرط نہو اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسوں حلبی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اسواسطے کہ بحر اور نہر میں
جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیۃ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اُسکے بیع کو اور اسکی
قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں نہ ذکر کرے اور اگر ذکر کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچکر اسکی قیمت صرف کرونگا تو
وقف اسکا باطل ہے کذا فی البزازیۃ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مرگیا
یا مسلم بعد وقف کرنے کے مرتد ہوگیا تو اسکا وقف باطل ہے اور وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہو اپنے ارتداد پر یا مرجائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف
صحیح ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا
معبد نصاریٰ پر یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاریٰ سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت میں
یعنے حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونے کے اُس سے تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذا فی البحر وجاز علی ذمی
لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شئ لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اسکو
صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہے یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اسکی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف
انتقال کرے تو اسکو حاصل وقف سے کچھ حصہ نہیں تو اسکی شرط لازم ہوگی بنابر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہے کذا انفع الخصاف ثم الملک یزول
عن الموقوف باحد امور اربعۃ بافراز مسجد کما سیجئ او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی معزیا للفتح المولی من قبل
السلطان لا المحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا یا اُس قاضی کے
حکم کر دینے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ وقف
متولی کو وقف تسلیم کر دے پھر اسپر رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے
مصنف نے لزوم وقف سے زوال ملک کو تعبیر کیا اسواسطے کہ وہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اسواسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہیں
بلکہ لزوم وقف میں ہے سو امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اسمیں بیع اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے مذہب کیواسطے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے پھر ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اسکے نواح میں
اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتویٰ دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتویٰ دیا ہے علاوہ اسکے فقہاء نے تصریح
کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اسکا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اسوقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی
ویجئ ان البینۃ تقبل بلا دعویٰ اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعویٰ یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق تعالیٰ کا حق ہے اور حقوق اللہ میں
قضا بالشہادۃ بلا دعویٰ صحیح ہے کذا فی المجیبیہ ثم ان القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعویٰ ملک آخر ووقف آخر ام لا تسمع افتی ابو السعود مفتی الروم
بالاول وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی
المصنف پھر قضا بالوقف حکم ہے سب پر کہ اسمیں دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعویٰ مسموع نہیں یا سب لوگوں پر حکم نہیں کیونکہ دعویٰ مذکور مسموع ہے
ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتویٰ دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ میں یقین کیا اور اسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعویٰ معتمد ہے اور اسکی فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہے اور اسپر فتوے

تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہو اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اُسکو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہو کذا صحح ابن کمال و یفرز فلا یجوز وقف مشاع یقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہیں ہوتا یہانتک کہ جدا کر دیا جائے تو جائز نہیں ہی وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے ہم وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہو اشتراط قبض پر سوا امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہو تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں کہا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور خلاف ہی محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہی سوا مسجد اور مقبرہ کے کہ اسکا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہو اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہو اور خلاصہ اور بزازیہ اور ولوالجیہ اور شرح مجمع اور تجنیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتوی ہو کذا فی البحر ویجعل آخرہ بجھۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جائے اُس جہت قربت کیواسطے جو منقطع نہو یعنی انجام کار وہ وقف محتاجوں یا مسکین پر ہو یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہو وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر سیواسطے کہ وقف مانند صدقہ ہو اور ابو یوسف نے اُسکو عتاق کے مانند قرار دیا ہو ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ کہ تابید وقف ضرور ہو لیکن ذکر دوام شرط نہیں یہی قول صحیح ہو اور دوسری روایت یہ ہو کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہو کذا فی الہدایہ والفتح طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اسواسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو لزوم وقف میں بلا قضا واختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہو اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہو وقف کی ترغیب کیواسطے اور درر اور غرر اور شرح وقایہ میں ہو کہ اسیکا فتوی ہو اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو ثابت کہا ہو واذا وقتہ بشہر او سنۃ بطل اتفاقا وردہ محلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت جزم فی الخانیۃ بصحۃ الوقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینا یا کچھ وقت بیان کیا تو باطل ہو بالاتفاق کذا فی الدرر اور وجہ بطلان مع وقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اسکی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف وقف عود کریگا اسی پر فتوی ہو کذا فی الفتح میں کہتا ہوں کہ خانیہ میں تفصیل کیا ہو صحت موقت کا مطلقا تو خبردار ہو جاؤ اور ثابت کہا ہو اسکو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی المعین بطلان مع وقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جبتک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ مبنی ہو کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید بلا شرط نہیں معلوم موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہیگا اور بعد اسکے میراث ہوگا اور خانیہ میں ہو کہ اگر اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہو اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اسکا قول یعنی عدم تابید اس تفصیل کا مشعر ہو جسکو ہلال نے بیان کیا ہو کہ اگر وقف شرط کرے کہ بعد وقت کے موقوف میری ملک میں رجوع کرے تو وقف باطل ہو اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہو تو خانیہ کی عبارت باطلاق ہمیں جسکو شارح نے بیان کیا ہو مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یوں ممکن ہو کہ بطلان مع وقت کا قول مطلقا محمد کے قول پر محمول ہو کہ انکے نزدیک تابید لفظی شرط ہو اور صحت مع وقت مطلقا کا قول ابو یوسف کی روایت پر محمول ہو جسمیں مطلقا اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہو جسمیں تابید معنوی ضروری ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتب الرہن کما مر فی الاشباہ پھر جب وقف باجتماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اسمیں نہیں ہو نہ عاریت اور رہن ہو تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا کرنا باطل ہو چنانچہ کتاب الاشباہ میں ہو گذر چکا ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل قنیہ اور اگر وقف میں مشتری یا مرتہن یا چھر ظاہر ہوا کہ وہ وقف ہو یا صغیر کا مملوک ہو تو اُسپر اجرت مثل واجب ہو کذا فی القنیہ ولا یقسم بل یتہایؤن الا عندہما فیقسم المشاع وبہ یفتی قاری الہدایہ وغیرہ اور قسمت نہ کیا جاوے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت بنوبت اُس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسیکا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے وغیرہ اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ المالک لا بین الموقوف علیہم اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ ... قاری الہدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جبکہ قسمت ہو درمیان واقف اور اسکے شریک مالک کے یا وہ جسکو واقف یا اسکے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُسکی وقف کی مختلف ہو کذا صحح قاری الہدایہ امام بلقینی قاضی نے جبکہ دو وقف مشاع کا حکم کیا اور اسکی قضا نافذ ہو گئی اور رفع خلاف اسپر متفق علیہ ہوگی سو اگر بعضے شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح وان اختلف الجہۃ وقف منفصل ...

توقسمت کی احتیاج نہیں اسلیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہو تو وقف نصف مشاع کا ہے لہذا القاضی یقسمہ مع الواقف صدر الشریعۃ وابن الکمال وبعد موتہ لورثتہ
ذلک فیفرز القاضی الوقف من الملک ولہم بیعہ بہ افتی قاری الہدایۃ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے اسی زمین کا نصف وقف کیا جسکی کل کا وہ مالک ہے تو قاضی
اسکو تقسیم کرے باوجود واقف کے کذا صحح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اسکے وارثوں کو تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کرے
اور وارثوں کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہے اور اسیکا فتویٰ دیا ہے قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ثم فی المسائل التی ہو کہ جمع بین الوقف والملک
کی قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی النہر لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا درر وکافی وخلاصۃ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین
وبہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ہذا ہو المذہب لبعضہم جوزہ یا بین موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف مقسوم ہوگا یا بین مستحقین کے باجماع
امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اسکے محاصل میں ہے اور اسیکا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاویٰ میں
اور قاری ہدایہ کے فتاویٰ میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علما نے قسمت موقوف علیہم مستحقین کو جائز رکھی ہے ہم یہ قول غیر معتبر ہو کہ مخالف اجماع ہو کذا فی الطحطاوی ولکن
لبعضہم لم یجد الآخر موضعا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول انا استعمل بقدر ما استعملتہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیۃ اور اگر بعض مستحقین وقف میں سکونت کی
اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اسکو کافی ہو تو اسکو اجرت لینا حق نہیں ہے جائز نہیں اور نہ اسکو یوں کہنا جائز ہے کہ مکان وقف کو میں استعمال کرونگا جسقدر تو نے استعمال
کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ خصاف کی عبارت ہے شارح نے قنیہ کی طرف منسوب کی ہم لو اسکنہ
احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ لو وقفا علی سکناہما بخلاف الملک المشترک لو معدا للاجارۃ قنیۃ اور اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا
زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک شریک کے کہ اسمیں
اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت لو بعضہ ملکا وبعضہ وقفا ینبغی فی الغصب ہوا اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو تو غصب میں
یزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل ہوتی ہے
ملک واقف کی مسجد اور عیدگاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اسمیں جماعت سے
نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے ہم مسجد کا لفظ مطلق وقف سے نزدیک امام
کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اسکے واسطے شرط نہیں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اسمیں شرط نہیں مسجد کیواسطے عمارت بنانا شرط
نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی زمین میدان ہو جسمیں کچھ عمارت نہیں اور اسنے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی اگر ہمیشہ کا لفظ ذکر کیا لیکن بنیت
دوام کی کی پھر وہ مرگیا تو وہ مکان مسجد ہو گیا اسمیں میراث نہیں کذا فی النہر جسنے مسجد بنائی تو اسکی ملک جب تک زائل نہ ہوگی جبتک مسجد کو اسکی راہ سمیت اپنی ملک سے جدا نہ کرے اسواسطے
کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنائی اور لوگوں کو دخول اور نماز کا اذن دیا اگر اسکی اپنی شرط کی ہو تو سب کے نزدیک مسجد ہوگی
یا الا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاویگی بلا شرط اور نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہے اور مسجد میں جماعت سے
تسلیم ثابت ہوتی ہے ہم بنا بر صحیح روایت کے امام اور محمد کے ساتھ اذان اور اقامت کے نماز جہری بھی شرط ہے تو اگر نماز جہری بلا اذان اقامت ہوگی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد ثابت نہ ہوگی
اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اسکے تنہا نماز سے مسجد ہو گی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی البحر لکھا اور چونکہ
قضا میں ابو یوسف کا قول راجح ہو لہذا مصنف نے اسکو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے ماتن یعنی بحر و قول مسجد ہو جاتی ہو کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ شارح کا ارادہ
نقض المسجد بنائہ ولکن ان کان البانی من اہل المحلۃ وذلک والا لا ہم اہل محلہ کیا مسجد کا توڑنا اور بعد اسکے بنانا اسکا حکم اول اگر دوسرا بنانیوالا اہل محلہ ہو تو
جائز ہو اور نہیں تو نہیں جائز کذا فی البزازیۃ واذ جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز کمسجد القدس ولو جعل لغیرہا او جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وعزلہ عن

لایکون مسجدا ولا یبیعہ ولا یورث عنہ خلافا لہما اور جبکہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کیواسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح
مسجد کے سوا کسی واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کیطرف کر دیا اور اسکو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہوگی اور اسکو اسکی بیع جائز ہے اور اسکے بعد اسکا
وارث ہوگا بخلاف صاحبین کے مذہب کے امام کا قول ظاہر المذہب ہے اسواسطے کہ اسمیں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلیٰ یا اسفل یا جوانب میں باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ
کیواسطے نہوئی کذا فی الکافی وعن البحر کما لو جعل وسط دارہ مسجدا واذن للصلوٰۃ فیہ حیث لایکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے
درمیان مسجد بنائی اور اسمیں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہوگی مگر جبکہ مسجد کیواسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ
منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیہ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کیواسطے کوٹھری بنائی تو ضرر نہیں اسواسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس

مسئلہ

مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے جسپر فتویٰ ہے یا اسمیں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائیگا اور اگر
کہیگا کہ یہی میری نیت تھی تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی تاتارخانیہ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اسکا گرا دینا
واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو چھت پر اور اسکا کرایہ لینا جائز نہیں ہے نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی ٹکڑا مکان کرایہ یا سکونت کیواسطے مقرر کیا جاوے کذا
فی البزازیہ ہم کرایہ لینا بہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کیواسطے جائز رکھا ہے تو وہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر
ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اسکی کچھ حاجت
نرہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہیگی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اسکی ملکیت واقف اور اسکے وارثوں کیطرف عود
نہ کریگی اور اسکا نقل کرنا دوسری مسجد کیطرف جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مسجد ہی علی الدوام گو لوگ اسمیں نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں کذا فی المنح والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک الباني
او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم ہو کے عود کریگی طرف ملک کے یعنی بانی یا اسکے وارثوں کی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی
دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کیطرف قاضی کے اذن سے یعنی اسکا شکستہ سامان قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اسکی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت
کی حاجت کے معنی لمنہ ہے کذا فی النہر ومثلہ فی الخلاف المذکور حشیش المسجد وحصیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور اسی کے مثل ہے مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیاں جب
انکی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک مالک ہی کی ملک میں نہیں امام محمد کے نزدیک واقف کی ملک کیطرف عود کریگی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط
والبئر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیہ تفریع علی قولہما اور اسیطرح مسافرخانہ اور کنواں جبکہ انسے انتفاع نہ ہو سکے تو صرف کیا جاوے وقف مسجد
مسافرخانہ اور کنوئیں اور حوض کا اس مسجد اور مسافرخانہ اور کنوئیں اور حوض کیطرف جو اسکے قریب ہے یہ تفریع شیخین کے قول پر ہے کذا فی الدرر عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد
اقرب مسجد کیطرف اور وقف مسافرخانہ اقرب مسافرخانہ کیطرف وعلی ہذا وقف حوض اقرب حوض کیطرف صرف ہوگا وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لہ اعط من غلتہا
فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت قلت لکن سیجیء متنا الا انما ومؤیدا ان للواقف الرجوع فی الشروط مطلقا ولیحرر اور درر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین کو
وقف کیا اور متولی کو سپرد کی پھر اسنے کہا کہ اسکی آمدنی میں سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو صحیح نہیں کیونکہ جب خارج ہو چکا موقوف واقف کی ملک سے قاضی کے حکم
مسجل سے اور اگر قبل حکم کے وصیت کیگا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آویگا فتاویٰ مؤیدزادہ سے منقول ہے کہ واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو تو
مستند کہ یہ عدم صحت پر لکھا اور اسکی کتاب معلوم ہوا کہ شارح اسکی تحریر نہیں کی اتحد الواقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ بسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف
من فاضل الوقف الآخر علیہ لانہما حینئذ کشیء واحد اور جب واقف اور جہت متحد ہو اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم بسبب خرابی وقف کے کم ہو گیا ایک کا تو حاکم کو
جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے اسکو دے کیونکہ یہ دونوں ایک شے کی مانند ہیں شرح ملتقی میں وقف اور جہت کی اسطرح مثال دی ہے کہ ایک شخص نے

دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہو گیا اُسکی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے
اُنکو حاکم دے سکتا ہے انتہی علامہ نوح نے کہا کہ اتحاد جہت کو اسطرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحاً مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد وقف اور جہت کی یہ مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد کے
ہوں ایک وقف اُسکی مرمت کے واسطے اور دوسرا وقف اُسکے امام و مؤذن کے واسطے کذا فی البحر الرائق وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجدا ومدرسة ووقف عليهما اوقافا
لا يجوز له ذلك اور اگر وقف اور جہت دونوں مختلف ہوں اسطرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف مقرر کیے تو حاکم کو یہ
جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف ضيعة ببقرها واكرتها وهم عبيده الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور
کھیتی کرنے والے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اور بقر جمع بقرۃ اول ثانی جمع اکار ہے یعنی کاشتکار اور اسیطرح باقی آلات کاشتکاری کا وقف
کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن على مصالح الرباط خلاصة ونفقته وجنايته في مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فيه بل تجب قيمته ليشترى به بدله
اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کے مصالح کے واسطے کذا فی الخلاصہ اور اُسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمداً تو قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ
قاتل پر اُسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اُسکے دوسرا خرید کیا جائے کما صح وقف مشاع قضى بجوازه لانه مجتهد فيه فللحنفي المقلد ان يحكم بصحة وقف المشاع وبطلانه لاختلاف الترجيح
واذا كان في المسألة قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدهما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اُس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا اسواسطے کہ وقف مشاع مجتہد فیہ کا
اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جبکہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا
مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر و شرح المصنف ہم مشروط کہ کوئی قول مفتی بہ نہ ہو والا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی دیا گیا تو قاضی حکم
کرے تو دوسرے قول پر فتوی ہووے اور وہ حکم کرے کذا فی البحر و کما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفأس وقدوم بل ودراهم ودنانير
اور جیسا کہ صحیح ہے وقف اُس مال منقول کا بھی بالقصد یا بالتبع جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ
بلکہ درہم اور دینار ہم کہتے ہیں کہ وقف درہم و دینار کی صحت میں امام محمد کا خلاف نہیں اسواسطے کہ اس بارے میں حدیث اور آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں خلاف ہے مشہور یہ ہے کہ امام کے نزدیک
وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یوں منقول ہے کہ امام محمد وقف منقول مطلقا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر یہ الفاظ اس امر
پر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول معین شہروں میں امام محمد کے زمانہ میں رواج ہوا اور مفتی ابو سعود کے نزدیک انحصار مقبول نہیں کذا فی البحر و قلت بل ورد الامر للقضاة بالحكم به كما في
معروضات المفتي ابي السعود وكيلي وموزون فيباع ويدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلى هذا لو وقف كرا على شرط ان يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فاذا ادرك اخذ مقداره ثم اقرضه
لغيره وهكذا جاز خلاصه میں کہتا ہوں بلکہ سلطان روم کا امر قاضیوں کو صحت وقف دراہم و دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے اور
ہر چیز کیلی اور وزنی کا وقف کرنے کا تو کیلی و موزون بیچا جاوے اور اُسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسی کو دی جاوے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کوئی من گیہوں یا جو وقف
کرے اس شرط پر کہ متولی اُسکو قرض دے اس مزارع کو جسکے پاس بیج نہیں تاکہ وہ بووے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اُس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض
دیا اور اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور واپس لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصة وفيها وقف بقرة على ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت ان يجوز
اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے وقف کی اس شرط پر کہ جو اُسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کو دیا جاوے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے معتاد ہوں تو اسکے
جواز کی میں امید رکھتا ہوں وقدر وجنازة وثيابها ومصحف وكتب لان التعامل يترك به القياس لحديث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن بخلاف ما لا تعامل
فيه كثياب ومتاع وهذا قول محمد وعليه الفتوى اختيار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اُسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین کے
سبب سے ترک کیا جاتا ہے دلیل اسکی یہ حدیث ہے کہ جسکو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اس منقول کے جسکا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف
کرنا جائز نہیں اور یہ قول امام محمد کا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار ہم جنازہ لکھا عبارت ہے نعش سے یعنی جسپر میت کو رکھ کر دفن کو لیجاتے ہیں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں

اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی بعد اسکے حاصل کی مدنی نقدا مستحقین کیواسطے تو ناظر کو لازم ہے کہ چھوڑنا بقدر عمارت کے یہاں اگرچہ ابھی بالفعل حاجت نہو کہ شاید
کوئی حاجت پیش آئے اور محصول نہو گا اوسکے جبکہ واقف نے تقدیم عمارت شرط کی ہو تو یہاں اٹھا رکھنا لازم نہیں تعین شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے فی البیانیہ
لو ادعی المتولی والقاضی اجر المثل فهو الکل لوقوع الاجارة له وهبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرت مثل سے ایک ٹکا بھی زیادہ کی تو کل اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع
ہونے اجارہ کے متولی کیواسطے صورت اسکی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک کام پر لگایا اور ایک ٹکا زیادہ مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے پاس سے
ادا دینا ہوگا کذا فی شرح الوهبانیة عن الخانیة وانک ستسمع حصہ ہو در کلام فی شرحها للشرنبلالی عند قول شعر ویدخل فی وقف المصالح قیم امام خطیب والمؤذن
یعبر والشعائر التی تقدم شرط ام لم یشترط بعد العمارة هی امام وخطیب ومدرس ووقاد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفة نقله للمیضاة
فلیس مباشر وشاد وجابی وخازن کتب من الشعائر فتقدیمهم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباه فی بواب ومزملاتی قاله فی البحر قلت لا تردد فی تقدیم
بواب ومزملاتی وخادم مطهرة انتهی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں ہے کہ اسکے اس قول کے پاس وہ داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن یعنی یہ ہے کہ جو شعائر کہ مقدم
ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور مؤذن اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت یا پانی
لانے کی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاد اور جابی گیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں تو انکی تقدیم دفتر حساب میں شرعی
نہیں سمجھ اور اشتباہ ہے بحر میں کہا کہ دربان اور مزملاتی میں اشتباہ واقع ہوا ہے کہ یہ بھی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مزملاتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام
شرنبلالی ام مزملاتی منسوب ہے مزملہ کیطرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جسمیں پانی سرد ہو اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کو پانی پینے کے برتن پانی سے بھرا دیا دے وہ شخص
جو خبر گیر مسجد ہو یعنی جو لازم مسجد ہے پاک صاف رکھنے کیواسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اسکو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا
کذا فی الشرح اقول وقلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسة کما مر اما مدرس الجامع فلا لانه لا یتعطل لغیبته بخلاف المدرسة حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں
کہ مدرس اسوقت شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اسواسطے کہ اسکی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرسہ کے
کہ وہ اسکے نہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا اور ہم نے اشباہ میں ہے کہ مدرس اسوقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس ہے واقف کی شرط کے بموجب اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے
نہیں ہیں انتہی اور مدرس صورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبعلم حاضر ہوں جنکو تعلیم کرے یا اور طالب کی وہاں یا نہ ایام لبطالة کعید ورمضان لم ارہ وینبغی الحاقه ببطالة
القاضی وقد اختلفوا فیها والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة اشباہ من قاعدة العادة محکمة وسیجی ما لو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس ایام تعطیل جیسے عید اور رمضان میں مشروط لیگا
یا نہیں شارح نے اسکو صحیح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علما اسکے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ قاضی اسکو لے اسواسطے کہ ایام تعطیل کہ استراحت
کیواسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اس قاعدہ کے تحت میں العادة محکمة اور آگے آویگا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے ذکر کیا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو ترجیح
کی اس عبارت سے کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اسکو روزینہ حلال نہیں ہے اگر ہر روز کیواسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا
حلال ہے اگرچہ ان دونوں دنوں میں سبق نہو ہے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ و منگل کی تعطیل کے کہ اسکی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہ کی ہو
ولو کان الموقوف دارا فعمارته علی من له السکنی ولو متعددا من ماله لانه الغرم بالغنم در اور اگر موقوف گھر ہو تو اسکی مرمت اس شخص پر ہے جسکی سکونت کیواسطے وہ موقوف ہو
اگرچہ ساکن متعدد ہوں ہر ایک اپنے مال سے مرمت کرے گھر کے کرایہ اسواسطے کہ نقصان عوض منفعت ہے کذا فی الدرر لم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارة علیه بقدر الصفة التی
وقفها الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نکرے قول صحیح میں یعنی اسپر عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہو جس صفت پر واقف نے اسکو وقف کیا ولو ابی من له السکنی
او عجز لفقره عمر الحاکم ای آجرها الحاکم منه او من غیره وعمرها باجرتها کعمارة الواقف ولم یزد فی الاصح الا باذنهم ولا یجبر الآبی علی العمارة ولا تصح اجارة من له
السکنی بل المتولی او القاضی اور جسکے واسطے سکونت وقف ہو اگر عمارت بنانا قبول نکرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اسکی تعمیر کرے یعنی حاکم اس گھر کو اسی شخص

بثا الثمن لانہ حکم ثبت بالشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اسکی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب کر چکا تو دوسری
زمین بیچ نہیں سکتا مانند ہوگی اسکی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر کیا ہو پھر دوسری کو تیسری زمین سے نہ بدلے اسواسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب
شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں اما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل
عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اسکا مالک نہیں سوا قاضی کے کذا فی الدرر
اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کیواسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و عمل شارح بحر الرائق
کہ پانچ شرط ہیں ذکر کیا یعنی آمدنی باقی نہ رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا موجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے
بیہقی میں روایت کی کہ قاضی تین ہیں ایک قاضی جنت میں جس نے حق کو جانا اور اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو جان کر ظلم کیا یا بے علم حکم کیا تو
وہ دونوں دوزخ میں ہیں کذا فی الطحاوی وفی النہر ان استبدال قاضی الجنۃ انفع فیتعین الاستبدال فالتخشی ان یحکم بالدراہم والدنانیر وکذا لو شرط عدمہ وہی احدی المسائل السبع التی یخالف
فیہا شرط الواقف کما بسطہ فی الاشباہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اسکے ضائع ہونے کا خوف نہیں
اگرچہ استبدال دراہم اور دنانیر سے ہو اور اسیطرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہوا اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جن میں
شرط واقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اسکو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے اور اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے وجوب العمل میں لیکن چند مسائل میں
اشرط کی واقف نے کہ ناظر کو معزول نہ کیا جاوے پس وہ لائق نہ ہو تو ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے دوسرا شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دیا جاوے اور لوگ ایک سال کے
اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہو تو قاضی کو مخالفت جائز ہے بدون ناظر کے تیسرا واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے
اسلئے کہ قبر پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور یہی اختیار امام محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی چوتھا شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں کو تصدق کیا
جاوے تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے پانچواں شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور آٹا گوشت ہر روز دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے
اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیر کو روٹی طلب کرے یا قیمت لینا جائز ہے قاضی کو بھی جائز ہے کہ امام کی شرط کو زیادہ کرے اگر امام کو اسقدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو چھٹا
واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہے اسکے حق میں انتہی ملخصا وزاد ابن المصنف فی زواہر ثامنۃ وہی اذا نظر الواقف وراعی الحاکم ضم مشارک
یا ناظر کا توصی مخالف النفع السائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ میں جس کا نام زواہر ہے آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو تو حاکم نے اسکے ساتھ شریک کرنے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اسکی نسبت انفع السائل کی عبارت کی ہم شرح بالضم اول و سکون ثانی
وہ ہے جسکو حفاظت کا امر ہو کسی جگہ کا ولی کا اشارہ بھی بمعنی مشرف ہے اور سائل تاسع پر جو ان مسئلوں پر زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ
نہ دیا جاوے حالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہے تو حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحاوی وفیہا
لا یجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف معمور کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں ہم اشباہ میں چاروں صورتیں بیان کر رہے ہیں اول واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو
دوم غاصب نے اسکو غصب کیا اور اسپر پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی متولی اس سے ضمان لیکر دوسری زمین اسکے عوض خرید کرے سوم غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ
نہیں ہیں قاضی غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کرکے پہلی شرائط کے موافق وقف کرے چہارم اگر کوئی شخص غیر زمین کثیر المحصول وقف کے عوض میں دیتا ہو تو ابو یوسف کے مذہب پر قول
کیا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انہ فی سنۃ احدی وخمسین وتسعمائۃ ورد الامر الشریف بمنع استبدالہ وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعۃ انتہی فلیحفظ
میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نو سو اکاون سال ہجری میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا اور حکم ہو گیا کہ استبدال باذن
سلطان ہو سکے منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہو انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح اشباہ کے جواز استبدال پر اصرار کیا صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لانہ فی الملک اذا استحق علی المعتمد بزازیۃ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع
باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں جس صورت میں اسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا مستفاد یعنی اجرت مثل لازم ہو جاتی ہے بلا اعتقاد اجارہ
بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں مسائل کے سوال میں یہ مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا یہ دلالت
کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور یہ لائق تھا عادہ نادر ہے کہ مخالف ہو کہ خط معمول نہیں ہے اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا
بان شاہد کے بعض محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن بل ینبغی من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں کہ
وقف مذکور کا قیمت لینے کیواسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بیچا ہوا ہوا اور وقف بیع میں جائز نہیں ہے اھ ہی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ۔ یعنی بیع کر کے وقف کا دعوے کرنا ایک مسئلہ ہوا ان سات مسائل سے جو مستثنیٰ ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اسکے
توڑنے میں جو اسکی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وہو تفصیل
اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے ایسا دعوی کیا
کہ مبیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے
لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی مطلق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہو کر اور تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول
مفتی بہ حکم بالزوم کی کچھ حاجت نہیں ہے وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وبہ یفتی تارۃ وصوبہ الزیلعی قال وہو الاوجہ اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک
اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اسکی تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باعتبار ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا لو وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد
لم یجز قلت قد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لما لہ الفقراء فتدبرہ وفی فتاوی ابن نجیم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے کہ
اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وہ وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا
مطلقا اسواسطے ثابت ہو اصل وقف کے کیونکہ اسکا انجام کار فقیروں کیلیے ہے تو تم اسکو غور کر لو اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ اسکی دعوی وقف کا اور گواہی سنی جائیگی اور
بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے
امام اور موذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور موذن بانی کے امام اور موذن سے اصلح اور لائق معین کیا یعنی اسوقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے
کہ اسکی منفعت اہل محلہ کی طرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح
صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اسکے کوئی اولاد نہیں یا اس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کیلیے
مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر ینبغی انہ لو وقف علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبتہ
فدرس فی غیرہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف الغلۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاے محصول وقف کا فقیروں پر یہانتک کہ
زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جاے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اس مدرسہ پر جسمیں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں
کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوا اسکے بسبب متعذر ہونے درس کے اس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں اتفاق
اسکا ہوتا ہے تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے کے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی مسائل ضروریہ میں جو فتوی کیلیے حادث ہوئیں شارح علائی
نے آخر کتاب الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد تصنیف کتاب کے تنگنائے اسے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا اور قصد الاہم

اخذا علی ساقیۃ لیعرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا الجواب لبابہ فنقلہا ذیل الامام لساقیۃ الی بکاب ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ

باب الاستحقاق

بان الارصاد على المالك ليس فيه تصحيح تحقيقه يلزم المرصد عليه ولايتها كما كانت في الحاوي الحصر اذا خرب صرفت وقائعه في حوض آخر
فتدبر مقرر کر دی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پتا اُسکا محصول نہر کی درستی اور مرمت کیواسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر کے ویران
ہو جانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اُسکا خراج اُس نہر کی طرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے بعضے شافعیوں نے جواب دیا مملوک پر مقرر کر دینا مالک پر مقرر کرنا ہے
یعنے صحیح ہے تو سو وقت میں مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اُسکا جاری کرنا اور صرف کرنا لازم ہے چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اسیطرح کہ حاوی میں ہے کہ جب حوض ویران
ہو جاوے تو اُسکے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے سو اسکو غور کرو طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہوا ایک وقف سے دوسرے وقف کیطرف اور حادثہ
مذکورہ میں نقل ہو وقف سے ملک کیطرف دار كبيرة فيها بيوت وقف بيتا منها على حفيدة فلان ثم الباقي على ذريته وعقبهم ثم على عتقائه قال الوقف الى انتهاء الى
يدخل من خصه بالبيت في الثاني اختلاف الافتاء اخذا من خلاف مذكور في الذخيرة لكن في الخانية اوصى بجزء من ماله للفقراء ولو اوصى له محتاج هل يعطى من نصيب الفقراء اختلفوا
والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جسمیں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اسمیں سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد و غلام پر وقف کی اور باقی مکانات کو اپنی ذریت اور
نسل اولاد پر وقف کیا پھر اُنکے بعد اپنے آزاد و غلاموں پر پھر وقف مذکور یعنی مر گئے ذریت کے آزادون کیطرف پھر گیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہوگا جسکو وقف پہلے
خاص کر دیا تھا ایک کوٹھری بیکر اس سوال کے جواب میں فتوی مختلف ہے باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد نے واسطے ایک مال کی
اور فقیرون کیواسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کیواسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہے کیا اسکو فقیرون کے حصے سے دیا جاویگا اسمیں علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہان
اسکو بھی دیا جاویگا انتہی اور ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کی نصف محصول اپنے محتاج قرابتیوں پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کیواسطے معین کیا سو بعضے قرابت والے محتاج ہو
گئے کیا نصف مساکین سے اُنکو دیا جاویگا ہلال نے کہا نہ دیا جاویگا اور یہی قول ہے ابراہیم بن جابر کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی رازی نے کہا انکو بھی دیا جاویگا انتہی خیر
میں کسی نے سوال کر کے تصحیح نقل لہذا خانیہ سے اختیار کیا کہ دینا صحیح ہے اشجار موقوفة فيها اشجار مثمرة هل للاكل منها الظاهر انه ان علم شرط الواقف والا لم يأكل لما في الحاوي
غرس في المسجد اشجارا تثمر ان غرس للسبيل فلكل مسلم الاكل والا فتباع لمصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ لیا جسمیں پھل والے درخت ہیں کیا کرایہ دار کو انکے پھل کھانا درست ہے
ظاہر جواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہ ہو تو کھانے کیواسطے کیا حاوی میں ہے کہ واقف نے مسجد میں پھلدار درخت بوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کیواسطے بوئے تو
ہر مسلم کو اسکا کھانا جائز ہے اور نہیں تو پھل بیچے جاویں ضروریات مسجد کیواسطے قولهم شرط الواقف كنص الشارع اي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب عليه خدمة
وظيفته او تركها لمن يعمل والا اثم لا سيما فيما يلزم بتركها تعطيل الكل من النهر قول فقہا کا کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت
اور وجوب عمل میں تو صاحب منصب پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس شخص کیواسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو واجب ہے اور اگر باوجود اسکے کام گزاری نہ کی وہ مقرر
لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اُس خدمت میں جسکے ترک سے تعطیل لازم آتی ہے چنانچہ مدرسین کی خدمت مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہے ہم فتاوی خیریہ میں ہے کہ واقف کی
عبارت اگر مفسر ہو جو محتمل تخصیص و تاویل نہیں اسپر عمل کیا جاویگا اور جو ظاہر ہو تو اسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اسمیں قرینہ ہو تو اسپر بھی عمل ہوگا اور اگر قرینہ
نہ ہو اور مجمل ہے تو عمل نہ ہوگا لیکن اگر وہ واقف زندہ ہوگا تو اس سے دریافت کیا جاویگا وفي الاشباه الجامكية في الاوقاف لها شبه الاجرة اي في ضمن المباشرة والحل للاغنياء وشبه الصلة
فلذا لو مات او عزل لا يسترد المعجلة وشبه الصدقة لتصحيح اصل الوقف فانه لا يصح على الاغنياء ابتداء وتمامه فيها اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف میں اجرت کے
مشابہ ہے جبکہ کام خدمت گزاری میں اور اغنیا کیواسطے حلال ہے اور صلہ کے مشابہ ہے اسیواسطے اگر صاحب منصب مثلا امام یا مدرس مر جاوے یا معزول ہو تو پیشگی لیا ہوا
نہ پھیر لیا جاویگا اور صدقہ کے مشابہ ہے صحیح ہونے اصل وقف کے واسطے کہ وقف صحیح نہیں مالدارون پر باعتبار ابتدا کے اور پورا بیان اسکا اسمیں ہے بلکہ قطع نظر
ہے یعنی جو شخص وقف مساکین پر ہو لیکن نام تعلیم کے نام پر ہے لیکن عطا سالانہ ہو اور اگر بیان نہ کرے تو جائز ہے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مقرر کیا گیا فی الطحطاوی
يكره اعطاء نصاب الفقير من وقف الفقراء الا اذا وقف على فقراء قرابته اختيار ومنه يعلم حكم المرتب الكثير من وقف الفقراء لبعض العلماء

فی حق المقر خاصة فلو قال المشروط له الریع او النظر انه یستحقه فلان دونی وجعله لغیره لا ویجی آخر الاقرار عمل کیا جائیگا باہم تصدیق کے موجب مستحق ہونیپر اگرچہ
یہ مصادق وقف وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اس شخص نے جسکے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس
آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کیواسطے مقرر کریگا تو صحیح نہ ہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں مسائل آویگا
ہم اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شاید واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کیواسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ بنا صحیح اسواسطے نہوا
کہ استحقاق مثل میراث کے مانع ہے اقرار کرنیسے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت الاستحقاق بل لا بد من اثباته بسببه ونحوه فی الدعوی بثبوت النسب او
کفایت نہیں صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونیکے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اسکی سند کے اثبات سے اور دعوی ثبوت نسب کے باب میں آویگا صرف کرنا
متولی کا بسبیل خطا ثبوت استحقاق نہیں ہوتی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتأخر منهما عندنا لانه ناسخ للاول جبکہ واقف نے دو شرطین متعارض کرین
تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اسواسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے اور ہم شرطین متعارضین چنانچہ اقرار اول سے ابتدا واقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا
الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیة لو بالواو ولو بثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباه وتمامه فی الفوائد عند ذکرها صفت
بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کیطرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کیطرف راجع ہوتی ہے شافعیوں کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر
عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کیطرف باتفاق حنفیہ و شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ
کے فوائد حنفیہ میں ہے یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقف کیا میں نے اوپر اولاد اور اولاد کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی اولاد کے تو ہمارے نزدیک وصف بطن ثالث کی طرف راجع ہوگی اور
کی جانب شافعیہ کے نزدیک تمام بطون کی طرف صحته وقال علی الفریضة الشرعیة قسم علی ذکورهم واناثهم بالسویة هو المختار المنقول عن الاخیار کما حققه مفتی دمشق یحیی بن المنقار فی الرسالة
المرضیة علی الفریضة الشرعیة ونحوه فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا ہے موافق فریضہ
شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان کی ہے مفتی دمشق یحیی بن منقار نے رسالۂ مرضیہ
علی الفریضة الشرعیة میں اور اسیکے مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ہم طحطاوی نے کہا کہ فریضۂ شرعیت شاید اسواسطے تساوی ذکور و اناث کی ثابت ہوئی کہ سبب
فرض کے بین المتساویین فی الدرجة والقوة کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری میں تفاوت بین الابن والبنت تعصیب کے سبب سے ہے نہ فرض کے واللہ اعلم
وفیما اتی ثبت بطریق شرعی وقفیة مکان حیث ینقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمه وللمتولی اجر مثله ولو بنی المشتری او غرس فان لم یضر فیه بامر انفع معها الاستحق
للوقف اور فتاوی مصنف میں ہے جبکہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اسکی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اسکے بائع پر اسکی ناواقفی
کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے
تو عمارت اور درخت کے ساتھ وہ کرنا چاہیے جو نافع تر ہو وقف کیواسطے یعنی اگر عمارت اور درخت وقف کیواسطے نافع ہو تو متولی اسکا استعمال ہو اور اگر
مشتری کے اجارہ میں رکھنا نافع ہو تو اسکے پاس رکھے وفی البزازیة معزیا للجامع انما یرجع بقیمة البناء بعد نقضه ان سلمه المشتری للبائع وان امسکه لم یرجع بشیء
بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بالقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بنا منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بنا قائم کی اگر
مشتری نے اسکو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اگر اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاویگا بخلاف اسکے وہ ہے اگر بیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں
مشتری بنا قائم کی قیمت لیگا نہ بنا منقوض کی لو انقطع ثبوته فان کان فی دواوین القضاة اتبع والا فمن برهن علی شیء حکم له والا صرف للفقراء
بالمربطه وجه بطلانه بوجه شرعی فیعود لملاک الواقف او ورثته او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اسکا یعنی مصرف وقف کا معلوم نہ ہو بسبب
تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اسکی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو

لو ہن نے وقف کیا اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور اولاد کی اولاد کی اولاد والخ

گواہی ثابت کرے تو اسکا حکم کیا جاے اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جاے جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا
ظاہر ہو جیسے یہ کہ اسکے واقف نے اسکو نہیں یا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آویگا اگر وہ زندہ ہو یا اسکے وارث کی ملک میں اگر واقف مر گیا ہو یا
بیت المال کی ملک میں عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے
علی العموم تو جائز ہوا اور اگر جہت خاص کیواسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہو کہ یہ وقف خاص نہیں ہو یعنی سلطان کا
وقف بیت المال سے عام صحیح ہو نہ خاص کیواسطے کہ خصوصیت میں بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر بوقف مکان فی محلۃ کذا
فظاہر کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان محلہ کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہو لا تلزم
المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیۃ قلت وقدمنا
فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول للسحت المسمی بالمحصول لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی
متولی کو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو مجبور کرے تعیین مصارف پر اور کل کا اور اسکو قید نکرے بلکہ
اسکو دھمکاوے اور اگر اسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیۃ میں کہتا ہوں اور ہمنے کتاب الشرکۃ میں اسبات کو ذکر کیا ہو کہ شریک اور مضارب اور وصی
اور متولی کو حساب بتفصیل لازم نہیں اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سواے حاصل کرنے حرام مال کے کہ جسکو محصول کہتے ہیں
یقبل قولہ بلا یمین لکن افتی المنلا ابو السعود بانہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ واولاد اولادہ قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام بالجامع
والبواب ونحوہما لا یقبل کما لو ادعی انہ دفع المستحقہ للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ فانہ لا یقبل قال المصنف ہو تفصیل فی غایۃ الحسن
فلیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے مستحقوں کو حق دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو السعود نے فتوی
دیا ہو اسکا اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا [illegible] سے اپنے وقف میں جیسا کہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اسکا قول مقبول ہو اور
اگر اسنے جامع مسجد کے امام یا دربان وغیرہ ایسے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد
تعمیر کیواسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اسکا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت
خوبی میں ہو تو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتماد کیا ہو قلت وفی معین العارف معزیا للاخی زادہ لو ادعی القیم شغل
وقبض الاجرۃ للمنصوب فی الاصح میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب العاریۃ میں نقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ پر دیا پھر وہ متولی معزول ہوا
تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہو قول اصح میں کیونکہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علی التعمیر
قبیل العزل قال المصنف الذی یترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہو تصدیق مستاجر کا مرمت پر جو معزول کے قبل مرمت کی ہو مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک
راجح ہو وہ عدم ملک مصادقت ہو یعنی اگر متولی معزول کہے کہ میں نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف کر دینے کا اذن دیا تھا تو یہ بمنزلہ دعوی کے ہو لیس للمتولی اخذ زیادۃ
علی ما قررہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اسپر جو واقف نے اسکے واسطے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الحاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد
شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں اسباب وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہو اس صورت میں کہ
جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمۃ معہودۃ کا متولی کو لینا جائز ہو کیونکہ معہود کالمشروط ہو کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر المرتشی
برد الرشوۃ علی الراشی عقیب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیء فی الوصایا ومر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ
اور واجب ہو حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ مسائل سابقہ فتاوی مصنف کے

بیچا ہو وکیل کیطرح کہ اسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں ہے وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان
فی طلبہ اولا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اسمین شافعی مذہب داخل نہوگا جبکہ وہ علم حدیث
نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے
اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث
احاد پر مقدم کرتا ہے ثم حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی یون کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ حنفی کے نزدیک
حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہو کذا فی الطحطاوی نے کہا ظاہر اس مسئلہ کا دعوی جب وقف کو
تخصیص محدثین کی نیت نہو الا بلا شک اہل استحقاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ وقف کی مراد معلوم ہوگئی اور در صورت عدم نیت واقف گفتگو کا
مقام ہے کہ چارون مذہب والے اہل حدیث ہین یعنی کہ انکے اماموں نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو
قیاس پر مقدم کرنا اسکی تخصیص کا مقتضی نہین انتہی صح علی القبور والاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہو قبرون اور کفنون پر صوفیون
اور اندھون پر یہی قول صحیح ہے تہذیم بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن فتوی مصحح قول پر ہے کہ قرات
عند القبر مکروہ نہین [illegible] صوفیون پر وقف اسوقت جائز نہین جبکہ وہ طریقہ ناپسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا انپر قربت نہین اور اگر
صوفیہ طریقہ حسنہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور یہی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی
اور اسیطرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المنلا ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم
الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہے وہ درجہ بدرجہ متولی وقف ہے سو دو فرزند
اسکے برابر ٹھہرے ہوشیاری مین تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے یون استدلال کرکے کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہے
اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرطہا لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدہما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جو نہر الفائق مین
اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اسکی اولاد مین دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ عمر والے کو ملیگی اور ایک فرزند زیادہ
پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوہرہ ہم یہ تدارک ہے قول سابق پر تو اشتراک
تولیت اسوقت ہوگی جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کے ایک نسخہ مین مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوہرہ کیطرف
واللہ اعلم وکذا لو شرط للارشد ثم کما فی انفع الوسائل اور اسیطرح افضل کی شرط کے مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی انفع الوسائل یعنی
جو شرط افضل مین کلام ہے وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ اخر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ وافتی الشیخ الاخ
انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو
تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین یعنی اسکو مصرح نہین دیکھا اور مصنف کے استاد بھائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے
ساتھ دوسرا ناظر اسکی خیانت کے سبب ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر نصب مستقل ادا ناظر
اور وصی ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی [illegible] موید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ
اور فتاوی موید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اسکا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف
للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم

الغلة اليه في حياته ولا بينة لهم صدقوا بيمينهم لانكارهم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہیں کہ ہمنے غلہ اُسی کا متولی کو تسلیم کیا اُسکی
زندگی میں اُنکو دی گواہ نہیں تو اُنکی تصدیق ہوگی اُنکی قسم کے ساتھ بسبب اُنکے منکر ہونے ضمان کے لا یجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا لکن یجوز الرجوع عن
علیه الشرط کالموذن والامام والمعلم ان کانوا اصلح انتہی جو بہرہ جائز نہیں رجوع وقف کرکے پھرنا جبکہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جسپر وقف مشروط ہو
چنانچہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہے کہ جواز
تغییر مشروط عدم صلاحیت ہے کذا فی الدر المنتقی عن معید زادہ وہکذا فی الخلاصة وفی جواہر الفتاوی شرط التولیة لولده فلان ما عاش ثم من بعده للا
الارشد من اولاده فالمراد تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایة تنصرف للاقرب الکنایات بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی
کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جبتک وہ زندہ ہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے اُسکی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی و
کی ولد کیطرف پھرے گی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب ترین کیطرف بمقتضاے وضع کے مم کنایہ سے یہاں مراد ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا
یہ اصطلاح کوفی ہے اور کنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلثة وقف علی زید وعمرو ونسله فالہاء لعمرو فقط اور یہی اصطلاح مسائل ثلثة میں
اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اسکی نسل پر تو ہاے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھرے گی یعنی اسواسطے کہ وہی قریب ہے نہ زید کیطرف پھرے گی کہ
وہ بعید ہے کہ وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹے اور بیٹے کے لڑکے
ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتے کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعکسہ وقفته علی بنی زید وعمرو ولم یدخل بنو عمرو لانہم
الی زید فیصرف الیه هذا هو الصحیح اور بالعکس مسئلہ ثالثہ یہ قول ہے کہ وقف کیا بنی یعنی ابناے زید اور عمرو پر تو ابناے عمرو وقف میں داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ ابنی کا زید سے
قریبتر ہے تو اُسکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ الیہ میں [illegible]
کیطرف منصرف ہے اسکے ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولہم یصرف الشرط الیہما وہو الا
فلما ذلک فی الشرط صریح وہو الاستثناء بمشیة الله تعالی واما فی الصفة المذکورة فی آخر الکلام فتنصرف الی ما یلیه کجاء زید وعمرو العالم انتہی فلہذا اور ہم مقدم
ذکر کر چکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دو
معطوفوں کیطرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کیطرف شرط کا پھرنا شرط صریح اور استثنا بمشیت الله میں ہے اور اس
صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کیطرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اُسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم شرط صریح کی مثال ہے کذا زینب طالق وہند ان دخلت الدار تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی مثال ہے
کذا زینب طالق وہند طالق ان شاء الله وفی المنظومة المحبية والوصف بعد جمل اذا اتی یرجع للجمیع فیہا ثبتا عند الامام الشافعی فیما ان کان ذا العطف بواو
واما ان کان او العطف بثم دفعا الی الاخیر باتفاق رجعا اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کیطرف
راجع ہے اُس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کیطرف
راجع ہوگی ولو علی البنین دخل البنات فان فی ذلک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اسمیں بیٹیاں بھی داخل ہونگی ہم اور اخوة کے
وقف میں اخوات داخل ہونگی کذا فی الظہیریة وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اسکی تغلیب ذکور ہو اناث پر والله اعلم وولد الابن کذلک لتثبت نسبه فی ذریته
اور پوتا اور پوتیاں اُسکی ذریت کے وقف میں داخل ہیں کذلک البنت اصل میں کذلک ولد البنت مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ
اسکی جگہ رہا کذا فی الحلبی ولو وقف علی الذریة من غیر ترتیب فبالسوية یقسم بین من علا والاسفل ومن عنه [illegible] لبعض الاقل

اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ و سافلہ میں بدون ترتیب بعض کے بعض پر سوائے اسکے کو نقل کرکے فتاوی عالمگیری میں ہو کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب و بعید اس میں داخل ہیں اور اولاد بنین و بنات اس میں برابر ہیں آزاد ہوں یا مملوک اور مملوک کا حصہ اسکا مولی لیگا + وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ + ویقسم الباقی علی من بقی + اور قسمت ٹوٹ جائیگی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا انپر جنکے واسطے معین کیا ہو واقف نے یعنے اگر وقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا کہ پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق تھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرگیا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائیگی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہو تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہو تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی + ولو علی اولادہ ثم علی اولاد اولادہ قد جعلا + وقفا فقالوا لیس فی ذا یدخل + اولاد بنتہ علی ما نقل + اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علمانے کہا ہو کہ اسمیں واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی او نواتین داخل نہیں موجب روایت منقولہ کے یہی ظاہر الروایت ہو اور واقعات و ہلالیہ و الحاوی و تجنیس و مزید میں اسی پر فتوی ہو کذا فی الطحطاوی + بنی اولادی کذا اقاربی + واخوتی و لفظ آبائی حسب + یشترک الاناث والذکور فیہ کذا کت واضح مسئلہ بنی اولادی کے لفظ میں اسیطرح اقاربی اور اخوتی اور آبائی کے لفظ کو شمار کر اسمیں اناث اور ذکور مشترک ہیں یہ قول اصح اور مسئلہ یہ ہو یعنے اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی میں نے باپوں پر وقف کیا تو اسمیں اسکی ماں اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہوں گے استلزاما کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مونث کو بھی شامل ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وما یکثر وقوعہ الوقف علی ذریتہ مرتبا و جعل من مات قبل استحقاقہ ولہ ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل یحجب ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی ولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی و ہذہ المخالفۃ کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ الثامنۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہو یعنی مصر میں یہ ہو کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقہ بعد طبقہ و بطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص کسی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مرجاے اور ولد چھوڑ کر تو اسکا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اسکا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس لڑکے کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ لڑکا استحقاق میں طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اُنکی مخالفت کی ہو اور یہ مخالفت واجب ہو چنانچہ اسکو بیان کیا ہو ابن نجیم نے اشباہ کے آٹھوین قاعدہ میں اشباہ میں سوال اور اسکا جواب یہ ہو کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتون پر وقف کیا پھر انکے بعد پر پوتون پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ و بطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مرجائے تو اسکا حصہ اسکے ولد کو ملے اور جو مرجاے قبل داخل ہونیکے اسی وقف میں اور مستحق ہونے اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا یا پرپوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اسکا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہو قاہرہ یعنی مصر میں انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہو بلکہ اشباہ میں عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہو اور یہ فتوی اوسکے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہو جو بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں مرگیا الکنز ذکر بعدہ تعیین ان لفظہم بعد بعض الطبقات بثم و بعضہم بالواو و فہا لو ادیشارک بخلاف ثم فراجعہ متاملا مع شرح الوہبانیۃ فانہ نقل عن السبکی ما فیہ نیف و عشرین مسائل یحتاج الیہا وعلم ان العلماء متحیرین فی فہم شروط الواقفین الامن رحم اللہ لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقون کے بعد مذکور کیا ہو کہ بعضے وقف کرنے والے طبقات اولاد میں بلفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہ ہوگا سو مراجعت کر اشباہ کیطرف غور کرکے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُسنے سبکی سے دو اور بیس نقل کی ہیں جنکی طرف حاجت پڑتی ہو اور ہمیشہ علما حیران رہے ہیں شروط واقفین کے فہم میں مگر جسپر خدا نے رحم کیا ام طحطاوی نے کہا ہمنے مراجعت کی اشباہ کیطرف سو یہ ہمنے پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں منقوض نہوگی اُسمیں مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہیں اور یہ بھی باتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم کا فرق کیا ہو صحیح نہیں بلکہ دونون صورتون میں قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلی سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اسکو واضح کردیا ہو اور جو لوگ تصحیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اسکے حواشی کیطرف رجوع کرے انتہی ملخصا وقد حققتہ فیمن وقف علی اولادہ للذکور دون الاناث فمات مستحقۃ عن ابن

ابويها من اولاد الظهور بانه ينتقل نصيبها لهما لصدق كونهما من اولاد الظهور باعتبار ابيها كما يعلم من الاسعاف وغيره اور اس شخص کے حق میں
جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سوا ایک مستحق عورت اپنی دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد ہے یہ فتوی دیا گیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم
ہوتا ہے وفی الاسعاف والتاتارخانیۃ لو وقف علی عقبہ یکون لولدہ وولد ولدہ ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجهن من ولد
ولدہ الذکور کل من یرجع نسبہ الی الواقف بالآباء فهو من عقبہ وکل من کان ابوہ من غیر الذکور ممن یرجع الی الواقف فلیس من عقبہ انتهی اور اسعاف و تاتارخانیہ
میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ ہوگا جب تک انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے
نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اسوقت وقف میں داخل ہوگی جبکہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف کیطرف باپ
ہو اسطے آباء کے ہو وہ واقف کا عقب ہوا اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں انتهی کلام الاسعاف قول اخیر قول اول کی
توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وینبغی انہ فی الوصایا انہ لو اوصی لآلہ وجنسہ دخل کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ
لا یدخل اولاد البنات انہا لو اوصت الی اہل بیتہا او جنسہا لا یدخل ولدہا الا ان یکون ابوہ من قومہا لان الولد انما ینسب لابیہ لا لامہ قلت فیعلم جواب حادثۃ
لو وقف علی اولاد الظهور دون اولاد البطون فماتت مستحقۃ عن ولدین ابوهما من اولاد الظهور انہ ینتقل نصیبہا لہما فاجبت ثم ینتقل نصیبہا لہما لصدق
کونہما من اولاد الظهور باعتبار والدہما المذکور اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیواسطے
تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اسکی طرف اسکے آبا و اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی
اپنے اہل بیت یا اپنے جنس کیواسطے تو عورت کا ولد وصیت میں داخل ہوگا مگر اس صورت میں داخل ہوگا جبکہ باپ اسکا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے
باپ کیطرف منسوب ہے نہ اپنی ماں کیطرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہوگیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر اولاد بنات پر کچھ نہیں سے
ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مرگئی جنکا باپ ذکور کی اولاد ہے کیا عورت کا حصہ ان دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا سو یہ جواب پایا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں
کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہیں باعتبار اپنے والد مذکور کے ہم یہ مسئلہ بعینہا عنقریب لکھ چکے ہیں

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر ترجمہ یہ فصل ہے اُن مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہ سے ہم یہاں عبارت درر کی
نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عربیہ میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من الذکور وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر کا
اعتماد کیا کما لا یخفی وجہہ عبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم وثم جاز عند الثانی و بہ یفتی فجعلہ لولدہ ولکن خصص بالصلبی
اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھیرایا اپنے ایام حیات تک
پھر اسطرح درجہ بدرجہ جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف نے اپنے ولد کیواسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے لیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا
یعنی پوتے پروتے کو نہ ملیگا ویعم الانثی ما لم یقیدہ بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جبتک واقف نے ولد ذکر کی قید لگا کر نہ عام ولد عورت کو اسواسطے عام
ہے کہ مخصوص ولد سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر وینتقل الی الواحد فان بقی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان یکون حین الوقف
صلبی فیختص بولد الابن ذکرا او انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور منتقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سوا اگر واحد صلبی منتقل ہوا
یعنی مر گیا ہو تو وقف فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اسوقت وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ لڑکا ہو یا لڑکی

عورت ہو تو غیر ولد الابن کو منجملہ مطلوب کے اینہ وقف کے ناتی کو قول اصح مین یعنی ہوگا اسلئے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کیطرف منسوب نہیں ہوتی ہے نہ ماں کیطرف نسبتا ولد الابن کے کذا
فی الدرر ولو زاد و ولد ولدی فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ مین نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص رہیگا ولو زاد البطن الثالث عم نسلہ او
اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اسکی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنے اگر یون کہا کہ وقف کیا ولدی و ولد ولدی و ولد ولد ولدی کذا فی الدرر یعنی مین نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر
اور اپنے پرپوتے پر تو غلہ اسکی نسل پر صرف ہوگا جب تک اُنمین سے نسل باقی رہیگا نہ فقرا پر اسلئے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو سب بطون تک وقف کے تفاوت و حق پایا گیا تو صفت تخصیص کی
مرتفع ہو گئی تو فقط معنی انتساب کا اعتبار باقی ہے تو سبکو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب مرجع ہو جوہر بخلاف بطن ثانی کے اسواسطے کہ اسمین ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الفتاوی و یستوی
الابعد والاقرب الا ان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتدا علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی و اولاد اولادی اور بطن ثانی کی زیادتی مین بعید اور اقرب
برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہو مگر یون کہے بلفظ جمع کہ ابتدا کا وقف میرا اولاد پر ہے یا یون کہے کہ وقف ہے
میرے ولد پر اور میرے اولاد کی اولاد پر ہم ترتیب پر دلالت کرتا اسطرح پر کہ واقف کہے کہ الاقرب فالاقرب یا یون کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن
تو اسوقت اسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی لکن سہام ذکورہم مرتین نصیبہ للفقراء ولو علی امراتہ و اولادہ ثم ماتت لم یختص ابنہا بنصیبہا
لم یشترط رد [illegible] من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیرون کیواسطے ٹھہرایا کذا
فی الدرر سو انمین سے ایک لڑکا مرگیا تو اسکا حصہ فقیرون پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی اولاد پر پھر وہ مرگئی تو اسکا بیٹا اُسکے حصہ کے علاقہ مخصوص ہوگا جبکہ
واقف نے اُس شخص کا حصہ جو نہین ہے مرگیا اُسکے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط کیا وہم شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا ولو علی امراتہ ثم علی اولادہ تھا کلام تمام ہے اور مراد یہ ہے کہ واقف نے
زوجہ کے بعد استحقاق اپنی اولاد کیواسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ حصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا در مین کہا ولد الزوجہ وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا
اور شوہر سے ہو اسکو وقف مین کچھ دخل نہین کذا فی الفتاوی ولو قال علی بنی او علی ذکور دخل الاناث علی الاوجہ علی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ مین نے وقف کیا
اپنے بیٹون یا اپنے بھائیون پر تو اسمین اناث بھی داخل ہین بقول موجہ یعنے بیٹیان و بہنین بھی وقف مین داخل ہونگی یعنی اسواسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے
بخلاف جمع اناث کے کما مر ولو قال علی بنی و لہ بنات فقط او قال علی بناتی و لہ بنون فالغلۃ للمساکین یکون وقفا منقطعا فان جاء شی ذکرنا [illegible] اور اگر وقف کیا اپنے
بیٹون پر اور حال انکہ اسکی بیٹیان ہین یا وقف کیا اپنی بیٹیون پر اور حال انکہ اُسکے فقط بیٹے ہین تو غلہ مساکین کیواسطے ہوا اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہو جسکو
واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اُسکی طرف عود کریگا یعنی پہلی صورت مین اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت مین بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق
ہوگی و یدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانۃ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنتین لثبوت نسبہ بلا حل وطیہا
فلو یحل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف مین غلہ کی قسمت مین وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کمتر مدت مین پیدا ہوا ابتداے
نمودار ہی غلہ سے وہ لڑکا جو زیادہ مدت مین پیدا ہوا اگر وہ لڑکا داخل ہوگا جسکو واقف کی زوجہ مبانیہ یا اسکی آزاد ام ولد جنی کمتر دو سال سے بسبب ثابت النسب
ہونے والد کے بلا علت وطی اسکی مانند سو اگر اسکی وطی حلال ہو اسطرح پر کہ ام ولد آزاد نہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الحلبی تو اکثر مدت کی ولادت مین داخل قسمت نہوگا
بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے تقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون ان قال للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات مین غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون
مین ترتیب مذکور نہین کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو موجب اُسکے قول کے ملیگا فلو وصیتہ فرض کر مع الاناث و انثی مع الذکور و یرجع سہمہ للورثۃ
لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم ما یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہو تو فرض کیا جا مرد عورتون کے ساتھ اور عورت فرض کیجاے مردون کے ساتھ اور سہم
شخص مفروض کا اُسکے وارثون کی طرف راجع ہو بسبب صحیح نہو وصیت کے معدوم کیواسطے تو ضرور ہے اسکی فرضیت تا معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثان
کیطرف راجع ہوگا ہم یہ مسئلہ نہایت مغلق ہے تو توضیح اسکی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورتین مختلط ہین یعنی بعض بعض اسکی

شرط کیے کہ غلہ انکے مستحق ہیں تو اگر فقط ذکور ہونگے یا فقط اناث ہوں تو انمیں غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرق کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور و اناث کیواسطے
تو ایک کو مثل حصہ دو انثیین کے دیا جاویگا کیونکہ وہ ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورت شریک نہ ہوگی اور وصیت انمیں تقسیم ہوگی لاذکر مثل حظ الانثیین
اور جب بیٹوں کیطرف راجع ہوگا وہ فرق کی ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر انکے ساتھ مرد یا عورت فرض کیجئے تو وہ حصہ بھی وقف ہو
پاسکیگی بخلاف وصیت کے کہ جبکہ ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہو تو فقط ذکور یا فقط اناث کیواسطے میں صحیح ہوگی اسواسطے کہ معدوم کے لیے وصیت نہیں تو
یہاں فرض کرنا ضرور ہوا تا معلوم ہو جائے کہ وہ لوگوں کیطرف کتنا راجع ہوگا کذا فی البحر اور عن الرحمن شرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا ما تناسلوا فکلما مات احدہم کان نصیبہ لنسلہ
فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ بینہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرطین اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے ولد اور نسل پر ہمیشہ اور جو انمیں
مر جائے تو اسکا حصہ اسکی نسل کیواسطے تو غلہ اسکے تمام اولاد و نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اسکا ولد پاویگا بسبب ارث بنا بر عمل کرنے
شرطوں کے اور توضیح اسکی دو صورتیں ہو نہیں کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے والد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جبتک انمیں نسل رہے اور واقف نے یہ لفظ بھی کہا اور حصہ میت کا
والد کیواسطے شرط کیا تو غلہ اسکی جمیع اولاد و نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مر گیا اور اپنا ولد چھوڑیگا تو میت کا حصہ اسکا ولد پاویگا بسبب ارث کے تو ولد میت
دو سہم پاویگا ایک سہم وہ جو واقف نے اسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں سہموں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال کل من مات منہم من غیر
نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد او سکت فہو یکون راجعا الی اصل الغلۃ لا الفقراء ما دام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا کہ جو ولد انمیں سے بلا نسل مر جائے
تو اسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور بعد الاکہ میت سے اوپر کوئی باقی نہیں یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف راجع ہوگا یعنے
غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولدہ ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اسکے ولد کی اولاد کا ہمیشہ
بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور الا دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور
اسکے ذکور اولاد کا یعنے عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اسکے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا وال ومثلہ اہل بیتہ کل من
ینسب الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور یہی کے آل اور جنس اور اہل بیت ہر شخص کو کہ اسکا ہم نسب اسکے اقصا سے والد کیطرف
اسلام میں اور اقصاے والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتدا سے اسلام کو پایا خواہ اسنے اسلام قبول کیا یا نہ کیا ہو اور اسی اسلام کی قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت
لائق اعتبار کے نہیں المیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور
اخوات اور انکے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جبکہ انکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی البحر عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ
وانسابہ کل من یناسبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوی ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قرابۃ اتفاقا وکذا من علا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد منعہما
اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اسکے ہم نسب ہوں اسکے اقصاے والد تک اسلام میں اسکے ماں باپ کیطرف سے اسکے والدین اور ولد صلبی
کے سوا کہ انکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہو جیسے اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہو جیسے پوتا پوتی نواسی
انکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ انکو بھی قرابت میں شمار کیا ہے اور انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اسکے نفقہ میں ہوں خواہ
اسکے گھر میں ہوں یا نہوں کذا فی البحر تہ وان قید بفقراہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو غلہ
وجود غلہ کے وقت مستحق ہونگی یعنے مستحق غلہ وہ ہوگا جو اس دن محتاج ہوگا جبکہ غلہ پایا گیا یہ قول ہلال رحمہ اللہ کا ہے ہو المختار لاجزائۃ الزکوۃ اور فقر سے مراد وہ آدمی
جو زکوۃ لینے کا مجوز ہے جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف میں قاضی خان میں ہے کہ جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب کپڑے اتنے ہوں کہ قیمت دو سو درہم
ہو وہ غنی ہے اسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہیں کذا فی البحر الگیریۃ فلو اخر صرفہا سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر شارک الفقیر وقت القسمۃ

الفقیر وقت وجود الغلة لان الصلات انما تملک حقیقة بالقبض فلو افتقر الغنی والموت لا یبطل ما استحقه پھر اگر واقف کے صرف میں تاخیر ہوگئی چند سال کسی وجہ
سے غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو مملوک
نہیں ہوتی مگر قبضہ سے اور طاری ہونا مالداری اور موت کا باطل اس حق کا نہیں ہوگا وہ مستحق ہوچکا اور غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہ ہوئے گواہی کہ وہ محتاج ہوگیا
قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریہ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو
فقیروں کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا مگر قبض سے واما من ولد منهم لدون الحیض
حول بعد مجیء الغلة فلا حظ له لعدم احتیاجه فکان بمنزلة الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شئ له والحمل لا شئ له اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہوا
کمتر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اسکا حصہ نہیں بسبب اسکی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ حمل تو فقیر کی تعریف میں آ اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب
کے مالک نہ ہو ولو قیده بصلحاء اهله او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاوره منهم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق به عملا بشرطه اور اگر واقف نے اہل قرابت کو
صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اسکا ہمسایہ ہے یا جو مصر میں مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید
مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اسکی شرط کے اور اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقة سلیم الناحیة کامن الاذی قلیل الشر ہو متہتک نہ صاحب ریبت ہو
نہ فواحش کا معروف نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریة عن الحاوی وتمامه فی الاسعاف ومن احوجه
حوادث زمانه الی ما خفی من مسائل الاوقاف فعلیه بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان شرح مواہب الرحمن
للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرة بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنة اثنین وعشرین وتسعمائة وہو المسمی بالاسعاف
اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کیطرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اسپر مطالعہ اس کتاب کا لازم ہے
جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسیطرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمن میں جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی
بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نوسو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی
مصنف ہیں ہم یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہوچکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمة اللہ علیہ نے مسائل
مذکورہ کو مجمل یہاں مذکور کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی وقت سے نہیں ہے لہٰذا مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا
قول الاشباہ اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں
ہم یہ کہتے ہیں تعدد شہادت کا شرط ہے اسمیں اختلاف مانع ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے وہ رعایت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام ہے میں یا
لفظاً اور معنی ضرور ہے اسطرح پر کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اچھا ہے صاحبین کے نزدیک اسکا اعتبار
جیسے نوشکا ہے تو ہیج اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی رد ہوگی اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کیا امام کے نزدیک
معتبر نہیں لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہو جبکہ اکثر کا مدعی دعویٰ کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعویٰ کیا تو صاحبین کے نزدیک
گواہی مردود ہوا اسواسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی حنفیہ فی البحر وشارح کو مناسب تھا کہ کہتے الا فی احدی واربعین
الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آئندہ کے مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنیٰ مذکور ہیں قال فی زواہر الجواہر حاشیتها للشیخ صالح ابن المصنف ذکر
المسائل الشرح المذکور علیہ ما مسائل الی یفر فیہا اختلاف الشاہدین ۔۔۔ الاول شہد احدہما ان علیہ الفا درہم وشہد الآخر انہ اقر له بالف درہم ۔۔۔

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ و النظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اُس شرح میں جسپر حوالہ کیا ہے یعنی بحر الرائق میں چند
مسائل کو ذکر کیا ہے جنمیں اختلاف شاہدین مضر نہیں ہے میں اُن مسائل کو شمار کرکے بالاجمال ذکر کرتا ہوں سو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے
ہزار درم ہبہ اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانية ادعى كر حنطة جيدة فشهد احدهما بالجودة والآخر بالردية تقبل الشہادة
ويقضي بالاقل ۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کُر کے کھرے گیہوں کا تو ایک نے کھرے ہونے کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں ہونے کی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول
ہوگی اور قول جسپر حکم ہوگا مع کم مقدار کے ہوگا الثالثة ادعى مائة دينار فقال احدهما نيسابورية والآخر بخارية والمدعي يدعي نيسابورية وهي اجود يقضي بالبخارية
۳ دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھرے ہیں تو دینار
بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعة لو اختلفا في الهبة والعطية ۴ اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامسة اختلفا في لفظ النكاح والتزويج ۵ اگر اختلاف
کریں نکاح اور تزویج کے لفظ میں ہم بحر الرائق میں کہا کہ تطابق لفظی میں یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اسکے مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا
اختلاف یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول نہیں انتہی میں کہتا ہوں ان مسائل کا شمار کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادسة شهد احدهما انه
جعلها صدقة موقوفة ابدا على ان له ثلث غلتها وشهد الآخر ان له نصفها تقبل على الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ ہمیشہ کیا ہے اس
شرط پر کہ واقف کو اسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ واقف کو اسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ہم ومیں کہتا ہوں کہ ایک کل کی گواہی دے اور
دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعة ادعى انه باع بيع الوفاء فشهد احدهما به والآخر ان المشتري اقر بذلك تقبل ۷ مدعی نے
دعوی کیا کہ اُسنے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ہم بیع الوفا بیع کی کچھ جنس
نہیں بلکہ رہن کا سا حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل ملحق بالقول ہے کذا في الحلبي عن البحر الثامنة شهد احدهما انها جاريته والآخر انها كانت له تقبل ۸ ایک نے گواہی دی
کہ یہ اسکی لونڈی ہے اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اسکی لونڈی تھی تو مقبول ہوگی التاسعة ادعى الفا مطلقا فشهد احدهما على اقراره بالف قرض والآخر بالف وديعة
تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بنابر قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرة ادعى
الابراء فشهد احدهما به والآخر انه وهبه او تصدق عليه او حلله جاز ۱۰ دعوی کیا ابرا دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کردیا
یا خیرات کیا یا اسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسلئے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل ابرا میں داخل ہے الحادية عشرة ادعى الهبة فشهد احدهما بالبراءة والآخر بالهبة وانه حلله
جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اسکو دین ہبہ کردیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانية عشرة ادعى التحليل البتة فشهد احدهما
بها والآخر بالابراء جاز وثبتت الابراء ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کردیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابرا کی تو جائز ہے
اور ابرا ثابت ہوگا اور ضامن باطل ہو جاویگی الثالثة عشرة شهد احدهما على اقراره انه اخذ منه العبد والآخر على اقراره بانه اودعه منه هذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی
دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اُسنے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اسکے اس اقرار پر کہ اُسنے مدعی کا غلام بطور ودیعت رکھا تو گواہی مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد نے
غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعة عشرة شهد
احدهما انه غصبه والآخر ان فلانا اودعه منه هذا العبد يقضي للمدعي ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی
کہ فلانے نے اسکا غلام بطور ودیعت رکھا ہے تو مدعی کے لئے حکم ہوگا الخامسة عشرة شهد احدهما انها ولدت منه والآخر انها حبلت منه تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اسکا لڑکا جنی
اور دوسرے نے کہا کہ وہ اُس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ شوہر نے زوجہ کی طلاق اسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکورہ دی تو طلاق
واقع ہوگی بسبب اسکے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے گویا اُسنے ولادت کی گواہی دی السادسة عشرة شهد احدهما انه اقر ان الدار له والآخر انه سكن فيها تقبل

ہے ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی نے اسمیں سکونت کی تھی تو مقبول نہوگی ہم ہر چند سکونت یا عاریت یا اجارہ ہوتی ہے لیکن
ملک میں اصل ہے لہذا گواہی مقبول ہوگی علی کی جسکی دوسری شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی لسابقہ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ و کان قال ان کان حملاً فمنی تقبل ۱۸
ایک نے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اسکی باندی جنی تو مقبول ہے ہم صورت آگی ہے کہ طلاق اسکی معلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ
اذن له فی نوع ہیدہ فشہد احدہما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت کے
اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہے اور کذا فی باب الاذن التاسعۃ عشرۃ
اختلف شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق ۱۹ اختلاف کیا اقرار بالمال کے دو شاہدوں نے کہ اُسنے عربی زبان میں اقرار کیا
یا فارسی میں تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اسمیں مقبول نہوگی یعنی ہوا سطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ
قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں
آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱ زوج نے
اپنی عورت سے کہا اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی اس سے آخر روز بات کی تو وہ
مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ زوج نے اپنی زوجہ سے
کہا اگر میں تجھکو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اُسنے آج کے دن اسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکو کل طلاق دی تو طلاق اور
عتاق واقع ہوگا ہم اسمیں اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر
انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق
البتہ دی ہے تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ہم اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہو نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہو اور
اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدہما
انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو مقبول ہے ہم معنی شاید
عربی فارسی میں گواہی دی اور شاید یہ نہیں کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوا کہ اسمیں قول مولی کا عربی فارسی میں ذکر ہے
الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ۲۵ شاہدوں نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر کا حکم ہوگا ہم طحطاوی نے کہا جامع الفصولین میں ذکر
کہ شاہدوں نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئے مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے
اور مہر مثل کیطرف رجوع ہوگا اور صاحب بحر نے کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل کا حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ
بخصومتہ مع فلان فی دار سماہا وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شیء آخر تقبل فی ما اجتمعا علیہ ۲۶ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو ساتھ خصومت
کرنے کا وکیل کیا ہے اُس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی خصومت میں بھی تو
گواہی مقبول ہوگی اُس گھر کی وکالت میں جسپر دونوں شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ قبلا ۲۷
ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اسکو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسکو اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں مقبول ہیں ہم
طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصحیح منقول کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں اگر اسکا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثالث ہی ہے مال معلوم ہو تو ہو مگر اسکو نقل ثابت
کرنا چاہیے الثامنۃ والعشرون لو شہد شاہد انہ اوصی علیہ یوم الخمیس و آخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

مثلاً وصی کیا پنجشنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے الخامسة والعشرون ادعی مالا فشهد احدهما ان المحتال علیه احال علیه بهذا المال وشهد الاخر انه کفل عن غریمه بهذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ نے اسکے واسطے مال کا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطہ اس مال کے تو گواہی مقبول ہے ہم غریم یعنی دائن و مدیون دونوں کو بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول یعنی دائن اور غریم ثانی یعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے واسطے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک نے کہا کہ خالد پر بطریق حوالہ ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اسپر مال بطریق حوالہ ہوا اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہوا یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں لکھی ہے گر اُسنے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی البحر السادسة والعشرون شهد احدهما انه باعه کذا الی شهر وشهد الاخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اتنے کو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے السابعة والعشرون شهد احدهما انه باعه بشرط الخیار ثلثة ایام ولم یذکر الاخر الخیار تقبل فیهما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں میں مقبول ہے الثامنة والعشرون شهد احدهما انه وکله بالخصومة فی دار عند قاضی الکوفة والاخر عند قاضی البصرة جازت شهادتهما ۳۲ ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے التاسعة والعشرون شهد انه وکله بالقبض والاخر انه جریه تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو مسلط کیا تو مقبول ہے قوله جریه من التجرئة یعنی التسلیط کذا فی البحر الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وکله بالقبض والاخر انه سلطه علی قبضه تقبل ۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو قبض کرنے پر مسلط کیا ہم یہ صورت اور صورت سابقہ یکسان ہے فقط لفظ کا فرق ہے الحادیة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر انه اوصی الیه بقبضه فی حیوته تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ اسکو اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اسکو اپنی زندگی میں اسکے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے ہم موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں ہے اسواسطے کہ وکالت موت سے باطل ہوجاتی ہے الثانیة والثلثون شهد احدهما انه وکله بطلبه والاخر بتقاضیه تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے الثالثة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر بطلبه تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اسکو وکیل کیا اسکے قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا اسکے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الرابعة والثلثون شهد احدهما انه وکله بقبضه والاخر انه امره باخذه او ارسله لیاخذه تقبل ۳۸ ایک نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو اسکے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسنے اسکو اسکے لینے کا حکم کیا یا اسکو بھیجا کہ اسکو لے تو مقبول ہے الخامسة والثلثون اختلفا فی زمن اقرار بالوقف تقبل ۳۹ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا وقف کے زمانہ اقرار میں ہم اسمیں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہور یہ ہے کہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب حکایت ہونے اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہے جیسا کہ غصب یا قول ملحق بفعل ہے جیسا کہ نکاح تو اسمیں اختلاف زمانی یا مکانی کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی البحر اور یہی عین شرح الوہبانیہ السادسة والثلثون اختلفا فی مکان اقراره تقبل ۴۰ شاہدوں نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے السابعة والثلثون اختلفا فی وقفه فی صحته او فی مرضه تقبل ۴۱ گواہوں نے اختلاف کیا وقف کے وقت میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض میں ہم یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثامنة والثلثون شهد احدهما بوقف علی زید والاخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء ۴۲ ایک شاہد نے گواہی دی وقف کی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقراء پر ہوگا انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل الله تعالی

مسائل منها لو اختلفا في تاريخ الرهن بان شهد احدهما انه رهن يوم الخميس والآخر يوم الجمعة تسمع عندهما خلافا لمحمد جواهر الفتاوى شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں
اور یہ جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیے انمیں چند مسائل زیادہ کیے یعنے تیرہ مسئلے از انجملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سوا ایک نے
گواہی دی کہ اسنے پنجشنبہ کے دن رہن کیا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی جواہر الفتاوی ومنها لو اتفق الشاهدان
على الاقرار من احدهما ثم اختلفا فقال احدهما كنا جميعا في مكان كذا وقال الآخر كنا في مكان كذا تقبل اور از انجملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مالی پر اتفاق کیا اور
مکان میں تفاوت کیا سوا ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب فلانے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے ہم چلپی نے کہا یہ مکرر ہو چالیسویں صورت کے
طحطاوی نے کہا اگر دونوں میں فرق ہے اسواسطے کہ چالیسویں صورت وقف کے اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اسکے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے متاول کر والا
اسکا بعینہ چالیسویں صورت کے ساتھ ذکر ہو جائیگا ومنها لو قال احدهما والمسئلة بحالها كان ذلك بالغداة وقال الآخر كان ذلك بالعشي تقبل وهما في الولوالجية اور از انجملہ
یہ کہ ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور
یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنها شهدا على رجل انه طلق امرأته واحدهما يقول انها منكوحته بنت فلان والآخر يقول لا يعينها الا اني اعلم انه اشهدنا
المرأة التي كانت له سوى ابنة فلان طلقها والآخر جهلها من قبل هذا التطليق قال فخر الدين اذا شهدا على الطلاق الا انه عين احدهما المرأة وذكر لها اسمها ولم
يعين الآخر التي هي في نكاحه ليس في نكاحه غير امرأة واحدة تصح الشهادة وهي في جواهر الفتاوى اور از انجملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اسنے اپنی
زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلا طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ وہ مطلقہ بعینہا میں نہیں مقرر جانتا ہوں اور
گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اسکو اسنے طلاق دی اور اسکو یعنی زید کی بیٹی کو تو اسنے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنے
جسمیں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے کہا جبکہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اسکا نام مذکور
کیا اور دوسرے شاہد نے اس عورت کو جو اسکے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں ہے الا ایک عورت ہے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اسواسطے کہ صاف
معلوم ہو گیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنها ادعى ملك دار فشهد له احدهما انها له وقال الآخر انها كانت له تقبل بزازية المفتي اور
از انجملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اسیکا ہے یا یوں بولا کہ اسکا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اسکا مملوک
تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیۃ المفتی جب بزمان گذشتہ یہ اسکا مملوک ٹھہرا تو حاصل یہ ہے کہ بطور سابق اسیکا مملوک ہوگا اسوقت تک کہ ناقل شرعی اسکو نقل کرے ومنها ادعى الفين
والفا وخمسمائة فشهد احدهما بالالف والآخر بالف وخمسمائة قضي بالالف اجماعا منية اور از انجملہ یہ کہ دعوی کیا دو ہزار کا یا ایک ہزار اور پانسو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی
دوسرے نے ایک ہزار اور پانسو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المنیۃ المفتی اسواسطے کہ شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی کے
اسواسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحۃ اور معلوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنها لو شهدا ان على هذا الرجل الف درهم وشهد احدهما انه
قد قضاه المطلوب منها خمسمائة والطالب ينكر ذلك فان شهادتهما على الالف مقبولة ولوالجية اور از انجملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اسکی گواہی دی کہ مدعی کے
اس پر ہزار درم ہیں اور ایک نے یہ گواہی دی کہ دراہم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کیے ہیں اور طالب اسکا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے
کذا فی الولوالجیہ یعنی مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنها ادعى جارية في يد رجل انها جاريته فشهد احدهما انها جاريته غصبها
وشهد الآخر انها جاريته ولم يقل غصبها منه قبلت الشهادة جمع الفتاوى اور از انجملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں سو مدعی دو شاہد
لایا سو ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اس سے غصب کی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اسنے اس سے
غصب کی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ مطلق گاہے مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنها شهدا بسرقة بقرة واختلفا في لونها تقبل عنده خلافا لهما

جامع الفصولین ہے اور ازانجملہ یہ کہ شاہدون نے گاے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اُسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بالکفالۃ والاخر بالحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع الفصولین اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت مین گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضمانی نسبت حوالہ کے کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین مع صورت تائیسوین صورت کے ساتھ مکرر ہے

ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وشہد الاخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہا ایضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ شخص مذکور نے زید کو بعوض فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسکی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اسی عورت کی طلاق مین وکیل ہوگا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنہا شہد احدہما وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہا ایضا اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہوگی نہ معزولی کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنہا ادعت ارضا فشہد احدہما

انہا ملکہا لانہ وہبہا منہا او عوضا عن الاستیفاء وشہد الاخر انہا تملکہا لانہ وہبہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک للمشتری وکانہا شہد انہ ملکہا اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اُس عورت کی مملوک ہے اسواسطے کہ اسکے زوج نے وہ زمین اُسکو بعوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اُسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے ہم جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو زوج بائع ٹھہرا اور یہانتک عبارت شرح ہے کذا فی الحاوی وقیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد

وشہد الاخر باقرارہ بالملک فاختلف المشہود بہ اما لو شہد احدہما انہ وہبہا دفعہا عوضا والاخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والاخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین انتہی کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبد اللہ الغزی اور قول ضعیف یہ ہے کہ شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی دی اور اگر ایک شاہد یہ گواہی دیتا کہ اُسکے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اُسنے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہد کے جیسا کہ ایک شاہد اگر گواہی دیتا بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دیتا تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبداللہ غزی کا قال الاشباہ

السکوت کالنطق الا فی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ مین ہے کہ سکوت نطق کے مانند ہے مگر چند مسائل مین شمار کیا ہے مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو ہم اولی یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اصلاح اور بعض نسخ در المختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال وخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے یہ مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیا مین مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین مین کہتا ہون اور تنویر البصائر مین دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولی

مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقولہ للساکن دارہ اسکن بکذا والا فانتقل فسکت لزمہ المسمی وذکرہ الزاہدی فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یون کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر یعنی اتنے کے عوض اور نہین تو چلا جا اور یہ مستاجر چپ رہا تو اسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مصنف اشباہ نے اسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول لا الہ قال المولف فی البحر سکوتہ عنہ وضعہ بین یدیہ قبول ولا انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ نے

اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہے باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد محشیہ زواہر الجواہر
مسائل و مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعة والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال و کذا سکوتہا عند بیع زوجہا
لما فی البزازیة الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی التعریف الزوجة انتہی وصحح قاضیخان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی از انجملہ بات ہے کہ اس عورت کے پاس کہ سکوت
زوج کا زوجہ کے بیع کرنے کے وقت سو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسیطرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہے اسواسطے
کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیہ اور قاضیخان نے تصحیح کی ہے کہ دعوی کو مسموع ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی
دینے کیوقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ تخصیص کو نظر کرے اور جو اسکے حق میں احوط ہو اسکا فتوی دے کذا فی الطحطاوی قلت بزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار
عند تصرف المشتری فیہ زرعا و بناء و عزیناہ للبزازیة وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر معزیا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیة
وترک آخرہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جاے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کیوقت خریدے
مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہمنے بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہے اور اسیطرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اسکی طرف نسبت
کر کے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیونکر اُسنے ابتداء کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا ہم صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنے
کے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر
کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہانتک کہ وہ جنے تو اسکا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی ومنہا ما فی المحیط رجل زوج
رجلا بغیر امرہ فہناہ القوم وقبل التہنیة فہو رضی لان قبول التہنیة دلیل الاجازة اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح
کر دیا بدون اسکے امر کے سو اسکو قوم نے مبارکباد دی اور اُسنے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اسواسطے کہ مبارکباد کا قبول کرنا اجازت
نکاح کی دلیل ہے ھ یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت حسن کے جسپر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہے والا سکایة اثباتا نہیں
ہوگا ومنہا ان الوکالة کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریة لو قال ابن العم للکبیرة انی ارید ان ازوجک من نفسی فسکتت فزوجہا جاز
ذکرہ المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور از انجملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسیواسطے ظہیریہ میں
کہا ہے کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ ہی رہی تو اُس سے نکاح کیا تو جائز ہو گیا ہے اسکو
مؤلف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیا کی بحث سے ہم یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ما تقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت
اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیة للشاہد لما فی الملتقط وکان الہیثم بن حماد قاضیا
فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک لا تجیبنی فقال المعدل اما
یکفیک من مثلی السکوت قلت قد عد ہذہ فی الاشباہ معزیا للشہادات شرحہ فکیف تکون زائدة لم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا
من الزوائد اور از انجملہ سکوت اہل علم و صلاح کا قول کے برابر ہے شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کے کتاب الشہادت میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے
سکوت اہل علم و صلاح کا تو ہوگا سکوت اُسکا تزکیہ شاہد کا اسواسطے کہ ملتقط میں ہے کہ ہیثم بن حماد قاضی تھا سو اسکو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور
مزکی بیمار تھا سو قاضی اُسکی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اُس سے پوچھا سو وہ چپ رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھسے پوچھتا ہوں تو جواب
نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھکو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب
الشہادت کیطرف نسبت کر کے تو یہ مسئلہ زائد کیونکر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اسکے اہل علم و صلاح ہونے کی قید زیادہ کی ہے لہذا اسکو

اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں اسواسطے کہ اسکو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم غیر ولد سے بائع مراد ہی لینے اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جاوے اور صغیر کی ملک سے نکل جاوے الثالثۃ لو کان فی ید رجل غلام او جاریۃ او ثوب فادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفہ فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہتہ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ الغصب فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہو جسکا دو مردوں نے دعوی کیا سو وہ دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اسنے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اسکی قسم لینے کا ارادہ کیا سو اسنے ملک مرسل یا اسکی خرید کرنے کا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اسپر غصب کا دعوی کیا تو اسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کریگا تو اسپر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ہم اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کریگا تو اسپر ضمان واجب نہوگا اسواسطے کہ وہ چیز اسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اسکا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ دوسرا متلف قیمت پھیر لیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الخلاصہ ملک مرسل کہ وجہ ملک کی بیان نہو یعنی کہ بسبب خرید یا ہبہ یا وراثت کے ملک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولہویں مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید آئینی زیادہ ہے الرابعۃ لو اشتری الاب بمالہ لصغیرہ دارا ثم اختصم مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسۃ لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق والمسروق منہ انہ قائم عندہ فالقول للسارق ولا یمین علیہ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق کا قول معتبر ہوا اور اسپر قسم نہیں ہم یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استہلک المسروق بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک وقال صاحب المال لم یستہلک وہو عندک قائم ہل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ فقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جسنے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکساں ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر انسے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تونے اسکو مستہلک نہیں کیا وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجائیگی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ہم طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسۃ اذا وہب لرجل شیئا واراد الرجوع فادعی الموہوب لہ ہلاک الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیۃ وغیرہا جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکت کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اسپر قسم نہیں کما فی الخانیۃ وغیرہا السابعۃ ادعی علیہ انہ وصی فلان المیت فانکر لا یحلف مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے سو اسنے انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی ہم یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنۃ ادعی علیہ انہ وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان لا یحلف وہما فی البزازیۃ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اسنے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں تو اس سے قسم لیجائیگی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں ہم یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعۃ قال الواہب شرطت العوض فقال الموہوب لہ لم تشترط فالقول لہ بلا یمین واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ میں شرط عوض کی کیا اور موہوب لہ نے کہا کہ تونے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرۃ اشتری العبد شیئا فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول لہ بلا یمین غلام نے کوئی چیز خرید کی بعد اسکے بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا کہ میں ماذون فی التجارۃ ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیۃ عشرۃ اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذونان فالقول لہ بلا یمین جبکہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خرید کی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم تم دونوں ماذون فی التجارۃ ہیں تو

قول معتبر ہوسکتا ہے جو مدعی ہے اذن کا بلا دلیل اسواسطے کہ صدور بیع قرینہ ہے اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال لم یبعنی بینہ
فالقول قولہ بلا یمین کذا الوادعی جل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم اراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شئ یدعی علیہ ۱۲ قاضی نے یتیم کا مال بیچا
مشتری نے قاضی کو پھیر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھکو اُس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسیطرح اگر ایک شخص نے اجارہ میں یتیم کا دعوی
کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اُسنے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں یہی حکم ہے ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ

عشرۃ لو طالبہا بوالدہ زوجہا بالمہر فقالت لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا و زفت فقالت لاب الزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ علی العلم ند لک

عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذ
ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۲ اگر بیوی کے باپ نے اُسکے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اُسکو جائز ہے اگر وہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اگر باپ اور زوج نے اُسکی بکارت میں
اختلاف کیا اور گواہ نہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اُسکی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اُس سے قسم
لیجائے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اُس سے قسم لیجائیگی چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب دین نے اُسکو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اسکا منکر ہو تو اُس سے
قسم نہ لیجائیگی اسیطرح یہاں بھی قسم لیجائیگی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی ان لہا زوجا فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات

فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی اقول ایضا ہم اخرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے
دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنے اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اُسکا زوج میرا غلام ہے سو اُسنے اُسکو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا
قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص میں سے ہے اسیطرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیہ اشباہ میں قلت فی حاشیتہا

للشیخ صالح زاد سبعۃ آخر فنقول شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور شیخ صالح کے حاشیہ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کیے ہیں ہم اُنکو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ
لو طعن المدعی علیہ ان الشاہد قال ہو ادعیٰ ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اُسنے اس
گھر کا اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا تھا قبل اس شہادت کے سو شاہد نے اسکا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی

السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف
مجمع الفتاوی ۱۶ اجنبیہ کہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرضخواہ آئے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کیواسطے تو خصم وارث ہو میت کا لیکن اُس سے قسم نہ لیجائیگی
اسواسطے کہ اسوقت میں اگر اُسکے دین کا اقرار کریگا تو مقبول نہوگا تو اُس سے قسم بھی نہ لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا

ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقر قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم ہیں سو اُسنے
ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اُس سے اللہ کی قسم لیجائیگی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لیجائیگی اور صفار نے کہا کہ نہیں لیکن اُس سے نفس
حق پر یعنی ہزار درہم ہونے پر قسم لیجائیگی کذا فی مجمع الفتاوی الثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی
القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوے سو جسنے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے
قبضہ کیا تھا اور دینے والے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کیواسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم لیجائیگی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال کا ہے اسواسطے کہ وہ سبب ضمان کا
مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی ہم دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اُسپر ضمان لازم نہ آوے اسواسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں ہے قول قاضی
بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم ہوگی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعۃ عشرۃ رجل قدم جلا للقاضی قال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک

وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال للابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل ہو بین الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعیہ

لا بيه من المال وقيل يستحلف على العلم الاول قول الامام والثاني قولهما وقال الحلوانى الصحيح قول الثانى انه يحلف ولوالجيه ١٩ ايک مرد نے آيا ايک مرد کو
قاضى کے پاس اور کہا کہ فلان ابن فلان مرگيا اور اُسنے کوئى وارث نہيں چھوڑا سوا ميرے اور اُس ميت کا اُس مرد پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا عليہ نے اُسکے دعوى کا
انکار کيا تو مدعى کے بيٹے نے کہا قاضى سے کہ اُس سے قسم ليجيے اسکى کہ وہ نہيں جانتا کہ ميں اُسکا بيٹا ہوں اور وہ شخص نہيں مرگيا تو اُس سے قسم ليجائيگى بلکہ بيٹا اپنى
ولديت اور اُسکى موت گواہى سے ثابت کرے پھر مدعا عليہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوى پر اور دوسرا قول يہ ہے کہ اُس سے قسم ليجائے علم پر يعنى نفى علم ولديت اور موت پر
پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبين کا ہے اور حلوانى نے کہا ثانى کا قول يعنى ابو يوسف کا قول صحيح ہے کہ اُس سے قسم ليجائے کذا فى الولوالجيہ طحطاوى نے کہا تخصيص
ابو يوسف کى اسکى مفيد ہے کہ محمد اُنکے ساتھ نہيں ہيں حالانکہ پہلى عبارت اسکے مخالف ہے يعنى ان حالفينا صاحبين کيطرف منسوب ہے انتہى م اکثر نسخ ميں الصحيح قول الثانى
باضافہ ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو مخالف عبارت باقى نہيں ابو يوسف اور محمد دونو کا قول ٹھہرتا ہے واللہ اعلم ومنها العشرون لو ادعى عليه فقال المدعى عليه
للقاضى انه قد كان ادعى على هذه الدعوى عند قاضى بلد كذا ثم خرج من خواه وذلك فابرانى عن هذه الدعوى تحلفه انه لم يبرانى منها فان حلف حلف بالله ما لشئى ثم اذا ثبت
والصحيح انه يستحلف على خواه ولوالجيه ٢٠ اگر ايک شخص پر دعوى کيا ہزار درم کا سو مدعا عليہ نے قاضى سے کہا کہ مدعى نے يہ دعوى مجھپر فلانے شہر کے قاضى کے پاس کيا تھا پھر مدعى
اس دعوى سے نکل بھاگا تھا سو اُسنے مجھکو برى الذمہ کر ديا تھا اُس دعوى سے سو اب قاضى صاحب اُس سے قسم ليجيے کہ اُسنے مجھکو اس دعوى سے برى الذمہ نہيں کر ديا پھر اگر مدعى نے قسم کھائيگا تو ميں اُسکو
کہا دونگا کہ اُسکا مجھپر کچھ نہيں ہے ميں روايت مختلف ہے اور قول صحيح يہ ہے کہ اُسکے دعوى سے پر قسم ليجائيگى کذا فى الولوالجيہ يعنى مدعى سے قسم ليجائيگى مدعا عليہ کے دعوى برأت پر اسطرح کہ
ميں نے اسکو اپنے اُس دعوى سے برى الذمہ نہيں کيا طحطاوى نے کہا کہ مجھکو اس عبارت کا يہى مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنها لو ادعى على رجل انه سرق ثوبه وحضر الثوب
للقاضى واراد استحلافه على السبب لا يحلف على السبب ٢١ اگر ايک مرد نے دوسرے مرد پر يہ دعوى کيا کہ اُسنے ميرا کپڑا چرايا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھى لايا قاضى کے پاس اور اُس سے قسم
لينا چاہا سبب پر تو اُس سے قسم ليجائيگى سبب پر يعنى مدعا عليہ سے يوں قسم ليجائيگى کہ واللہ ميں نے اسکو نہيں چرايا اسليے کہ کپڑا کبھى مالک کے اذن سے بھى چرايا جاتا ہے يا کپڑا
مدعا عليہ کا تھا اور اُسنے اسکو اپنى ملک کى حالت ميں چرايا پھر اُسکو بيچ ڈالا تو استحلاف على السبب ميں حرج ہے بلکہ اس چرانے کے تاوان پر قسم ليجائيگى فائدہ چلت
وبهذه مع قبلها صارت ثلاثين وعشرين مسئلة فليحفظ فائدہ ميں کہتا ہوں اور يہ وہ مسائل سابقہ کے ساتھ بائيس مسئلے ہيں تو اسکو ياد رکھنا چاہيے حموى حلبى نے کہا
باوجود يہ ميں بلکہ انتہا اسکو خانيہ اور بحر الرائق نہر الجواہر وقد افاد الامام الحلوانى ان الجهالة كما تمنع قبول البينة
تمنع الاستحلاف ايضا الا اذا اتهم القاضى وصى اليتيم او قيم الوقف ولا يدعيان شيئا معلوما فانه يحلف نظرا للوقف واليتيم واللہ اعلم اور امام حلوانى نے کہا کہ جہالت دعوى کى
جيسے قبول شہادت کى مانع ہے قسم لينے کى بھى مانع ہے مگر جبکہ قاضى يتيم کے وصى کو خواہ وقف کے متولى کو اور کسى چيز معين کا دعوى نہو تو اُس سے قسم ليجائيگى بلحاظ وقف
ويتيم کے واللہ اعلم قول الاشباہ القاضى اذا قضى فى مجتهد فيه نفذ قضاؤه الا فى مسائل الخ اى فينقض حكم الحاكم قول اشباہ کا کہ قاضى جب حکم کرے اُس امر ميں جسميں اجتہاد
مجتہدين مختلف ہے تو اُسکا حکم جارى ہوجائيگا مگر چند مسائل ميں الى آخرہ يعنى چند مسائل مستثنى ہيں حاکم کا حکم توڑا جائيگا نافذ نہوگا حموى نے کہا کہ قاضى سے مراد قاضى مجتہد ہے اور
قاضى مقلد کو تو حکم کرنا سوا اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہيں ہے يہاں تک کہ اگر غير مذہب کا حکم کريگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا انتہى يعنى مثلا اگر قاضى حنفى مذہب شافعى
يا مالکى يا حنبلى مذہب کا حکم کريگا تو اُسکا حکم نافذ نہوگا اور قنا وديگا زوزنى ميں شيخ شبلى سے منقول ہے کہ اگر قاضى حنفى صاحبين کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف تو جبکہ صاحبين کا
قول اس مسئلہ ميں صحيح نہيں تھا اُسکا حکم نافذ نہوگا توڑا جائيگا کذا فى الطحطاوى شارح اشباہ کے مسائل مستثنے کو بسبب کثرت کے نقل کيا منجملہ مسائل کے نکاح متعہ ہے يعنے اگر قاضى مجتہد
اپنے خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہوگا اسواسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباس اگرچہ جواز کے قائل تھے ليکن قول مخالف کتاب و سنت کے معتبر نہوگا علاوہ
اسکے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھى صحيح طور پر ثابت ہے قال ابن المصنف الشيخ صالح بن محمد بن عبد الله فى حاشيته عليها المسماة بزواهر الجواهر فى التفقير على الاشباه والنظائر
وقد ظفرت بمسائل اخر فزدتها تتميما للفائدة وقسمتها على ثلثة اقسام الاول ما لم يختلف فيه مشايخنا والثانى ما اختلفوا فيه الثالث ما لا نقل فيه عن الامام

واختلف اصحابنا فيه وتعارضت فيه تصانيفهم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ نے اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی التنظیر علی الاشباہ
والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل ورپایا ہے میں سو یہ انکو بڑھایا ہے تا فائدہ پورا ہو جائے اور انکو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جسمیں ہمارے مشائخ یعنی ایامام اور
صاحبین مختلف نہیں ہیں دوسری قسم وہ ہے جسمیں وہ مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب مختلف ہیں
یعنی انکی تصانیف اسمیں متعارض ہیں فمن القسم الاول اذا باع داراً وقبضها المشتری واستحقت منه وتعذر على البائع ردها فقضى على البائع للمشتری بدار مثلها فی الذرع

والخطة والاذرع والبناء كقول عثمان البتی ثم رفع لقاض آخر ابطله والزمه برد الثمن فقط الا ان يكون احدث بناء او غرسا فيأمره بقيمته ذلك مع الثمن سو قسم
اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق ہو کر وا ہوا اس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اسکا پھیرنا
متعذر ہوا اسوقاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اسکے برابر ہو باعتبار ساکھ اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں
چنانچہ عثمان البتی کا یہ مذہب ہے پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کر دے مگر یہ کہ مشتری نے اسمیں عمارت بنائی ہو
یا درخت لگایا ہو تو اسکی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنها حكم قاض ببطلان شفعة الشريك ثم رفع لقاض آخر فانه ينقضه لمخالفته لنص الحديث اور از انجملہ
یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنه المحدود في قذف
اذا قضى لشیٔ بعد ثبوته ثم رفع الحكم لقاض لا يراه ابطله اور از انجملہ یہ کہ جس شخص پر قذف کی حد پڑی جبکہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اسکے ثابت ہونے کے گواہی پھر اسکا مرافعہ
ہو اُس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں ہے تو اسکو باطل کر دے طحطاوی نے کہا اور ایک نسخہ میں بعد توبتہ ہے بتاء مثناة فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے
کے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنها لو حكم الاعمى ثم رفع لقاض لم يره نقضه لانه ليس من اهل الشهادة والقضاء فوقها اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے
پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اسکو جائز نہیں جانتا تو اسکو باطل کر دے اسواسطے کہ اندھا اور اسیطرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی تو بطریق اولی
شہادت سے بھی بالاتر ہے یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے ومنها اذا حكم بشهادة الصبيان ثم رفع لآخر نقضه لانه كالمجنون كذا اداء النائم في نومه اور از انجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی
گواہی سے حکم کرے پھر اسکا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اسکو باطل کر دے اسواسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ ہے جبکہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اسپر کوئی
حکم کرے لازم الابطال ہے ہم اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن مخالف ہے نص قرآنی کے لہذا لازم الابطال ہے قال الله تعالى واستشهدوا شهيدين من
رجالكم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں لہذا اطفال کو جائز نہیں ومنه الحكم بشهادة النساء
وحدهن في شجاج الحمام رفع لآخر لا يمضيه اور از انجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے زخموں میں حمام کے اندر اور اسکا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اسکو نہ جاری رکھے بلکہ
باطل کر دے اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنه الحكم باجازة الديون في دينه لا ينفذ اور از انجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اسکے دین میں نافذ نہ ہوگا ومنه القضاء بالخط
بشهود اموات لا ينفذ اور از انجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھکر نافذ نہیں ومنه القضاء بجواز بيع الدراهم بالدنانير نسيئة اور از انجملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا
دنانیر سے اُدھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنه
القضاء بشهادة اهل الذمة في الاسفار وفي الوصية ثم رفع لمن لا يراه نقضه اور از انجملہ حکم کرنا کفار ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا
اُس قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اسکو باطل کر دے ومنه اذا قضى بشیٔ فرفع الآخر فنقضه لم يبين وجه النقض امضی نقضه اور از انجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے
کسی چیز کا حکم کیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر یہ
نقض میں اصل یہ ہے کہ علی وجہ الفساد ہو کذا فی الملتقط ومنه اذا باع رجل من آخر عبداً او امة ومضى على ذلك ثم ظهر فيه عيب لم يقر البائع به لم تقم بينة بانه كان
موجودا عنده فرده القاضي على البائع ثم رفع حكمه لآخر فانه يبطل الرد ويعيده للمشتري اور از انجملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور ایک

مدت گذر گئی پھر اسمیں وہ عیب ظاہر ہوا جسکا بائع اقرار نہیں کرتا اُسپر گواہ بھی قائم نہیں کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُسکو بائع پر رد کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا
دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اُسکو پھیرے ومنہا اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر ابطل
حکم الاول لمخالفتہ منصوص باب کم اللاتی فی حجورکم الآیۃ اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُسکے زوج نے صحبت نہیں کی
اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اُسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرانی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمھاری
ربیبہ جو تمھاری گودوں میں ہیں تمھاری اُن عورتوں سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اُنسے صحبت نہ کی تو تمپر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی
قولین ثم اخذ الناس بعد قولہم بترکوا الآخر فحکم القاضی بالمتروک لم ینفذ عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنی جسمیں امام اور صاحبین مختلف ہیں یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے اُنکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُسکو نہ توڑے
بخلاف ابو یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأتہ فحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان اقتضاء
لا یحل ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی
جامع الفصولین اور قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اُسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہے تو حاکم ثانی اُسکو باطل نکرے پھر اگر
زوج جاہل ہو تو وہ کشایش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُسکو جائز ہے اور اگر عالم ہو تو اُسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اسواسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں
کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُنکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہے کذا فی المحیط وذکر الحاکم فیما اذا قضی فی رجل وطی ام امرأتہ
فقضی ان لا تحرم ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مسائل فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام لمخالفتہ النص ولا تنکحوا وہو اولی اور حاکم نے اُس
مرد کے حق میں ذکر کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ وہ وطی اُسکی منکوحہ کو حرام نہیں کردیتی پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس
ہوا وہ تفریق کردے دونوں میں اور حاکم نے اُسکو مطلقا ذکر کیا یا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر یہ ہے تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام کا قول ہے بسبب
مخالف ہونے کے اس نص قرآنی سے کہ نکاح نکرو جو تمھارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد ہے یعنی اُس عورت سے قربت نکرو جس سے تمھارے
باپوں نے قربت کی ہے نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ اُس مسئلہ کی دلیل ہے جسکو جامع الفصولین میں اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے بعد از نکاح مزنیہ ابیہ کا حکم
کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ میں منصوص ہے کذا فی المحیط ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا او وافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ
عند الامام وقالا نقضہ لانہ غلط والغلط لیس بحجۃ بدائع اور ازانجملہ جبکہ قاضی خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑگیا پھر دوسرے قاضی
یا حاکم کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اُسکو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہوا اور غلط مجتہد فیہ نہیں ہے جامع الفصولین میں ہے کہ
قضاء فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے
باجمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہوا اور اگر قاضی کو موضع اجتہاد کا علم نہو تو اُسکے نفاذ حکم میں ہمارے علما سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت
اور اگر قاضی مجتہد ہو سوائے غیر کے مذہب پر بھولکر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے
کہا کہ نافذ نہیں ہوجیسا کہ زعم کرے اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی المحیط ومنہ المدیون اذا حبس ان لا یکون
حجر علیہ قال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذہ ولم ینقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُسکا حبس مانع
اُسکے تصرفات کا نہیں اور قاسم بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اُسکے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اُسکو باطل
کرے اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب یہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث

درالمختار شرح تنویرالابصار۔ مختصر منقح از علامہ علاء الدین حصکفی معروف متداول ہر چہار مجلدات کامل۔

فتاواے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در سہ جلد

ہدایہ مع الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرلانی نہایت مستند شرح مشہور معروف حامل المتن اسکے مجلدات اربعہ مین سے جلد اول و دوم تا کتاب النکاح جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب الفرائض

فتاوی قاضیخان۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضیخان مستند معتمد معروف متداول مع فتاوی سراجیہ آخر مین بطور ضمیمہ۔

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ چلپی قلم مع حاشیہ ذخیرۃ العقبی بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔

شرح وقایہ مجرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔

اشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول۔

ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید۔

کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔

مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی مستند معروف متداول دو مجلد۔

(۱) دونون جلد عبادات۔

(۲) دونون جلد معاملات۔

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔

عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم۔

قدوری محشے۔ تالیف امام ابوالحسن درسی متداول۔

شرح الیاس۔ شرح مختصر وقایہ۔ از شیخ محمود بن الیاس دو مجلد۔

اصول فقہ عربی

غایۃ التحقیق شرح حسامی۔ از مولانا عبدالعزیز بخاری معروف و متداول۔

توضیح تلویح۔ از صدر الشریعۃ و سعد الدین تفتازانی مع کامل سنہ حاشیہ از حسن چلپی و شیخ الاسلام و ملا خسرو نہایت نایاب مجموعہ

حسامی۔ از مولانا حسام الدین۔

شرح مسلم الثبوت۔ از ملا بحر العلوم نہایت نفیس و معروف و مستند شرح۔

اصول الشاشی محشی بحصول الحواشی از ملا محمد حسن سنبھلی مرحوم۔

حدیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکواۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین خان دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدون مین۔

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد جلد ثانی زیر طبع۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ مولانا عبدالحق محدث دہلوی۔ چار مجلدات مین پوری شرح مع ترجمہ۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبدالرحمن بن علی یمنی معروف۔

جامع ترمذی۔ امام ابوعیسیٰ صحاح ستہ مین سے مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی

قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح خط نسخ۔

سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف۔

دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و اسما متبرکہ و خواص اسماء حسنی معروف۔

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرہ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔

عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

تفسیر اردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین مرحوم کامل دو جلد مین

تفسیر زاد الآخرت۔ نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے کامل چار جلد مین از

مولوی عبد السلام -
تفسیر سورہ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از
مولوی اکرام الدین -
تفسیر سورۂ یوسف - مصرعہ از مولوی شیر علی -
ایضاً - چہار مصرعہ -
پنجسورۂ مترجم - با ترجمہ اردو -

تفسیر فارسی

تفسیر حسینی - از ملا حسین واعظ - متعارف
متداول پوری تفسیر خوشخط -
تفسیر بحر مواج - ہفت پارہ از علامہ قاضی
دولت آبادی نفیس طریقہ تعلیم تفسیر اول منزل -
تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ ملا معین دی
در تصوف -
میزان الفرقان - در اصول تفسیر از ملا
محمد عثمان قیسی -

ایضاً عربی

عرائس البیان - دو حصّوں میں مؤلفہ حضرت
شاہ رکن الدین روزبہان شیرازی سلطان
الاولیا اور تفسیر کی حاشیہ پر مولفہ خاتم الاولیا
محی الدین عربی دونوں تصوف میں بہت
معروف و مشہور ہیں بخط نسخ کامل دو جلدوں میں -
(جلد اول) اولین پندرہ پارہ -
(جلد دوم) آخرین پندرہ پارہ -
تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام -
علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانۂ اکبری
شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ
کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط
اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر و شرط
و جزا کی اصطلاح بے نقط - فرعون و قارون کا نام
بے نقط روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا
عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر
زیبا - ویسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام
کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم
خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا -
فتح الخبیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی مطبوعہ مصر -
تفسیر جلالین مع کمالین - بہ تحشی جدید
مطبوعہ دہلی -
تفسیر سراج المنیر - چار جلدوں میں مشہور تالیف
شیخ محمد بن احمد شربینی خطیب دمشق جامع تفاسیر
بیضاوی و کشاف و معالم و تفسیر کبیر و مزید
فوائد تحقیق در قرات سبعہ و عشرہ نقل از چھاپہ مصر
تبیان فی اعراب القرآن - مولفہ شیخ
عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی متوفی
سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند میں طبع
نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام
درج ہو گیا ہے - ساتھ میں رسالہ فتح الخبیر مولانا
ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہے -
تفسیر مالین فی شرح الجلالین تفسیر جلالین
پارہ عم پر شرح مولانا تراب علی مرحوم -
در النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سور تمامی
قرآنی مولفہ قاضی ابو الحسن المصری -
توریت - بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے
اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا - اور اردو
ترجمہ بصرف زرکثیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا

اخلاق و تصوف

اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی -
تہذیب النفوس - از سید فخر الدین حسین -
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش -
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلدوں میں -
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی -
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی جناب
محمد کریم بخش -
بستان تہذیب - جامع اخلاق و ادب کا تب
نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ -
مطبوعہ نظامی -
مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی -
ہر چہار جلد کامل -
پیراہن یوسفی - ترجمہ مثنوی مولانا روم مع فوائد تصوف -
بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں -
آبحیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ
منشی کامتا پرشاد -
اکسیر ہدایت - ترجمہ اردو کیمیائے سعادت
جامع شریعت و حقیقت مترجمہ مولوی فخر الدین احمد -
کیمیائے حکمت - حصہ اول - بیان شرائف
علم و ادب -
نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ
نجات اللہ مطبوعہ مطبع پٹیالہ -